اسوۂ حسنہ

جلد اوّل

عقائد و عبادات

بنت الاسلام



بزم بتول

فصیح منزل۔ فصیح روڈ۔ اسلامیہ پارک

لاہور ۵۴۵۰۰

جلد اول

ناشر	بزم بتول
کتابت	محمدؐ انور قریشی فاروقی
بارِ اوّل	۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳م
بارِ دوم	۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹م
بارِ سوم	۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۲م
بارِ چہارم	۱۴۱۶ھ / ۱۹۹۵م
بارِ پنجم	۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷م
مطبع	زاہد بشیر پرنٹرز لاہور
تعداد	۱۱۰۰
قیمت	۲۲۵

ترتیب

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

صفحہ

کچھ ضروری معروضات

تعارف :

ان سطور میں کتاب کا کوئی لمبا چوڑا تعارف کرانا یا علم حدیث کے بارے میں ٹھوس معلومات بہم پہنچانا مقصود نہیں بلکہ صرف چند ضروری باتیں کرنی ہیں تاکہ اس کتاب کو پڑھنے والے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ جہاں تک تعارف کا تعلق ہے کتاب خود اپنا تعارف ہے اور اس پر ایک نگاہ ڈالنے ہی سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اور آپؐ کی تعلیمات کے بارے میں معلومات بہم پہنچا رہی ہے تاکہ مسلمان انہیں جانیں اور ان پر عمل کر کے سعادت دارین حاصل کریں۔

حضرت عبداللہ رضؓ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے (لوگوں تک) پہنچاؤ چاہے ایک آیت ہی ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (بخاری)

اتنا تعارف ہی کافی ہے کہ یہ کتاب اس حکم کی تعمیل ہے۔

علم حدیث :

دنیا کی معلوم تاریخ میں شاید ہی کوئی ہدایت کی طرف بلانے والا رہنما ایسا گزرا ہو جس

کی زندگی کے حالات اتنی تفصیل سے معلوم ہوں جتنی تفصیل سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معلوم ہیں۔ آپؐ کے پیروؤں نے جس جانکاہی کے ساتھ آپؐ کی زندگی کے ہر ہر پہلو کے متعلق معلومات اکٹھی کیں اور پھر ان کی صحت کے بارے میں اصول وقواعد مرتب کرکے اور ان معلومات کو ان اصولوں پر پرکھ کر اس قیمتی ذخیرے کو آئندہ آنے والی نسلوں تک پہنچانے کا بندوبست کیا اس کی مثال کسی اور قوم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ لغت میں حدیث کا مطلب "نئی بات" ہے اور اصطلاح میں حدیث اس بات کو کہا جاتا ہے جس کا تعلق حضورؐ سے ہو۔ علم حدیث مسلمانوں کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ مسلمانوں کے سوا دنیا کی کسی اور قوم کے پاس اپنے ہادی و رہنما کے بارے میں اتنی تفصیلی معلومات نہیں جو باقاعدہ ایک علم کی شکل میں مدوّن ہو چکی ہوں، علم حدیث مسلمانوں کے لیے سرمایۂ افتخار اور رشد و ہدایت کا ایک خزینہ ہے۔

علم حدیث کی راہ میں جدوجہد کرنے والے خادمان دین کی جانکاہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم اپنے اس دور کے مسلمان عوام کو دیکھتے ہیں تو دلی دکھ ہوتا ہے کہ انہیں اپنے اس قیمتی ورثے کا بہت ہی کم علم ہے۔ خصوصاً خواتین میں تو بے شمار ایسی ہیں جنہیں حضورؐ کے نام اور آپؐ کے بارے میں چند اور نسلاً بعد نسل روایت ہوتی رہنے والی باتوں کے سوا اور کچھ بھی معلوم نہیں۔ اگرچہ احادیث کے مستند اور اہم مجموعے اردو میں منتقل ہو چکے ہیں اور عام خواندہ لوگ انہیں پڑھ بھی سکتے ہیں مگر اس میدان میں عملاً کام کر کے جو کچھ محسوس کیا ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ ان کتب احادیث میں عموماً احادیث کے ترجمے کے ساتھ تشریح نہیں ہوتی اس لیے بہت کم لوگ انہیں پورے طور پر سمجھ پاتے ہیں۔ لہٰذا احادیث کے ایسے مجموعوں کی ضرورت محسوس ہوتی رہتی ہے جن میں موجودہ زمانے کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے عام فہم احادیث اکٹھی کی گئی ہوں اور ایسے موضوعات کے تحت ہوں جو آج کل کے لوگوں کے لیے مانوس ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اب کچھ عرصے سے ایسے مجموعے مرتب کرنے کی کوشش شروع ہو چکی ہے اور اس قسم کے مجموعے عوام میں مقبول بھی ہو رہے ہیں تاہم اس راہ میں مزید

کاوش کرنے کی ضرورت ختم نہیں ہو گئی۔ کیونکہ اس سعادت میں سے جو کوئی جتنا بھی حصہ لے سکے اس کی خوش بختی ہے۔

ماخذ :-

یہ مجموعہ جواب پیش کیا جا رہا ہے اس کے بارے میں جو چند ضروری باتیں عرض کرنی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسے صرف ان سات کتابوں میں سے مرتب کیا گیا ہے جنہیں بہت مستند سمجھا جاتا ہے یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور مؤطا امام مالک۔ سارے مجموعے میں صرف تھوڑی سی احادیث ایسی ہیں جو مشکوٰۃ المصابیح اور ریاض الصالحین سے لی گئی ہیں۔ مگر ان میں بھی زیادہ تر وہی ہیں جن کا تعلق مندرجہ بالا سات کتابوں سے ہے اور اصل کتابیں پڑھتے وقت کسی وجہ سے نگاہ سے رہ گئی تھیں۔

حوالے :

بعض وجوہ کی بنا پر فی الحال کتاب میں احادیث کا متن ساتھ نہیں رکھا جا سکا مگر ہر حدیث کے نیچے اس کتاب کا حوالہ دے دیا گیا ہے جس سے وہ حدیث لی گئی ہے اور اس تالیف کی تین جلدوں میں سے ہر جلد کے آخر میں اس جلد میں بیان کردہ تمام احادیث کے پورے پورے حوالے درج کر دیئے گئے ہیں۔ یہ پورے حوالے درج کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب سے عوام اور خواص دونوں کی ضرورت کو پیش نظر رکھنا مقصود تھا۔ ایک عام انسان جس نے صرف احادیث پڑھنی ہیں اور ان سے حضورؐ کے احکام معلوم کرنے ہیں اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اسے پتہ چل جائے کہ جو حدیث اس نے پڑھی ہے وہ بخاری کی ہے یا مسلم کی یا کسی اور کتاب کی۔ اسے اس بات سے دلچسپی نہیں ہو گی کہ جس کتاب سے یہ حدیث لی گئی ہے اس میں یہ کس جگہ بیان ہوئی ہے۔ اس لیے اگر ہر حدیث کے نیچے اس کا پورا پورا حوالہ دیا جاتا

تو خدشہ تھا کہ کہیں یہ چیز ان لوگوں کے لیے ذہنی بوجھ کا باعث نہ ثابت ہو جنہیں پورے پورے حوالوں سے دلچسپی نہیں۔ تاہم متن نہ ہونے کے باعث اور ویسے بھی اصولاً یہ ضروری تھا کہ کتاب میں ہر حدیث کا پورا حوالہ موجود ہوتا تاکہ جو لوگ حدیث کا اصل متن معلوم کرنا چاہتے انہیں کتب احادیث میں سے اس حدیث کو تلاش کرنے میں دقت نہ ہوتی۔ لہٰذا یہ بہتر سمجھا گیا ہے کہ پورے پورے حوالے ہر جلد کے آخر میں دیئے جائیں تاکہ عام لوگوں کے لیے جو متن سے دلچسپی نہیں رکھتے یہ لمبے حوالے ذہنی بوجھ کا باعث نہ بنیں اور متن سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں کو ان حوالوں کی مدد سے متن جلدی مل جائے۔

ان آخر میں دیئے جانے والے پورے پورے حوالوں میں عموماً چار چیزیں درج کی گئی ہیں۔

۱۔ وہ تالیف جس سے وہ حدیث لی گئی ہے مثلاً بخاری یا مسلم یا ترمذی وغیرہ

۲۔ وہ "کتاب" یا "ابواب" جس کے کسی باب میں وہ حدیث ہے۔

۳۔ وہ باب جس میں وہ حدیث بیان ہوئی ہے۔

۴۔ اس باب میں حدیث کا نمبر مثلاً جلد دوم حدیث ۱۲۵ کا حوالہ یوں ہے۔

مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرءۃ مع محرم، حدیث ۱۵

جامع ترمذی میں جو احادیث بیان ہوئی ہیں ان میں سے عموماً ہر حدیث کے آخر میں یہ درج ہوتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن یا غریب یا صحیح حسن یا حسن غریب وغیرہ۔ لہٰذا پیش نظر تالیف میں جامع ترمذی سے لی ہوئی احادیث کے حوالوں میں عموماً پانچویں چیز بھی دی گئی ہے۔ مثلاً ترمذی کی ایک حدیث کا حوالہ حسب ذیل ہے۔

حدیث حسن غریب، ترمذی، ابواب الجنائز، باب فضل المصیبۃ اذا احتسب حدیث

پھر کتب احادیث میں بعض باب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ صرف لفظ "باب" لکھا ہوتا ہے اور ساتھ اس باب کا عنوان نہیں ہوتا۔ کہیں کہیں تو ایسا بلا عنوان باب صرف ایک ہی ہوتا ہے مگر بعض جگہوں میں یہ بلا عنوان باب آگے پیچھے آتے ہی چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ کسی جگہ یہ بیس سے بھی زیادہ ہیں۔ اب اگر ایسے کسی بلا عنوان باب

کسی حدیث کا حوالہ دینا ہو تو پھر اس باب کو متعین کرنا مشکل ہوتا ہے لہذا ایسی صورت میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ بلا عنوان باب یا بابوں سے پہلے جہاں کہیں عنوان والا باب آیا ہے اس کا ذکر کر کے بتا دیا گیا ہے کہ اس کے آگے آنے والے اتنے اور اتنے بلا عنوان بابوں میں سے اس باب کا فلاں نمبر ہے اور اس کے آگے پھر اس باب میں حدیث کا نمبر بتا دیا گیا ہے۔ مثلاً ایک بلا عنوان باب سے تعلق رکھنے والی حدیث کا حوالہ حسب ذیل ہے۔

ترمذی، ابواب صفۃ القیٰمۃ، باب ما جاء فی صفۃ اوانی الحوض سے آگے آنے والے نو[9] بلا عنوان بابوں میں سے دوسرے باب کی حدیث ۹۔

پھر بعض جگہ کوئی حدیث کسی باب کے عنوان سے لی گئی ہے۔ ایسی حدیث کا اپنا نمبر کوئی نہیں ہوگا۔ لہذا اس کے حوالے میں چار چیزوں کے بجائے صرف تین ہوں گی۔ مثلاً

بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ الخ

حوالوں کے بارے میں یہ ساری احتیاط صرف اس لیے کی گئی ہے کہ جن لوگوں کو حدیث کا اصل متن مطلوب ہو انہیں اس متن کو تلاش کرتے ہیں آسانی رہے۔

حوالوں کے سلسلے میں ایک ضروری بات یہ ہے کہ جہاں تک احادیث کو منتخب کرنے اور ان کے متون کی صحت کے بارے میں تسلی کرنے کا تعلق ہے ان ساتت کتب احادیث کے ان تمام نسخوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے جو حاصل ہو سکے۔ ان میں پاکستان کے چھپے ہوئے نسخے بھی تھے اور باہر کے بھی مگر ابواب وغیرہ کے عنوانات اور احادیث کے نمبر لگانے کے معاملے میں جن نسخوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی مطبوعہ قرآن محل کراچی،

سنن ابن ماجہ: مطبوعہ اہل حدیث اکادمی۔ لاہور

مؤطا امام مالک مطبوعہ کارخانۂ تجارت کتب، آرام باغ کراچی
نمبر وغیرہ لگانے کے سلسلے میں ان نسخوں کو پیشِ نظر رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ان نسخوں میں ابواب اور احادیث پر نمبر لگانے کا اہتمام کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ ملک کے اندر چھپنے کے باعث اہلِ پاکستان کے لیے انہیں حاصل کرنا زیادہ آسان ہے بہ نسبت ان نسخوں کے جو پاکستان سے باہر چھپتے ہیں۔

مقاصد :-

ایک اور بات جو واضح کرنی ضروری ہے یہ ہے اس مجموعے کو مرتب کرنے سے اصل مقصد یہ تھا کہ پڑھنے والوں کے دلوں میں خدا اور خدا کے رسولؐ کی محبت اور دینِ اسلام کے احکام پر عمل کرنے کا شوق اور جذبہ پیدا ہو اس لیے اس میں وہ احادیث بہت کم ملیں گی جن میں مسائل کا بیان ہوتا ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کے عنوان کو لیجئے اس کے بارے میں زیادہ تر وہی احادیث لی گئی ہیں جن میں زکوٰۃ کی فرضیت اور فضیلت کا ذکر ہے اور ان فوائد کا ذکر ہے جو زکوٰۃ ادا کرنے سے مسلمان افراد اور اسلامی معاشرے کو پہنچتے ہیں اور ان سزاؤں کا ذکر ہے جن کی وعید زکوٰۃ سے غفلت برتنے والوں کو سنائی گئی ہے۔ باقی زکوٰۃ سے تعلق رکھنے والے تفصیلی مسائل بیان کرنے والی احادیث یہاں نہیں رکھی گئیں۔ ایسے ہی نماز کے بارے میں طہارت کی ضرورت کا ذکر ہے مگر طہارت سے تعلق رکھنے والے مسائل والی احادیث نہیں لی گئیں۔ ایسے ہی حج کی تاکید اور مختلف ارکانِ حج اور مقاماتِ حج کی فضیلت بیان کی گئی ہے مگر طریقۂ حج سے تعلق رکھنے والے مسائل نہیں رکھے گئے۔ یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ اس کتاب کو مرتب کرنے سے اصل مقصد دلوں میں شوق اور جذبہ پیدا کرنا تھا مسائل بتانا نہیں تھا۔ کیونکہ جن دلوں میں شوق اور جذبہ پیدا ہو جائے وہ مسائل خود معلوم کر سکتے ہیں کیونکہ خدا کے فضل سے اردو میں ان کے بارے میں کتب بھی

موجود ہیں اور ملک میں بہت سے ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو یہ مسائل بنا سکتے ہیں۔ اس کتاب میں شوق اور جذبہ پیدا کرنے والی احادیث کے ساتھ ہی اگر مسائل بتانے والی احادیث بھی لی جاتیں تو کتاب بہت زیادہ ضخیم ہو جاتی اور کوشش یہی تھی کہ یہ بہت زیادہ ضخیم نہ ہو کیونکہ کتاب جتنی زیادہ ضخیم ہو اسے طبع کروانا اور لوگوں کا اسے حاصل کرنا اور پڑھنا اتنا ہی زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔ ویسے کتاب کو ضخیم ہونے سے بچانے کی کوشش کرنے اور مسائل والی احادیث نہ لینے کے باوجود کتاب اتنی ضخیم ہو گئی ہے کہ اسے تین جلدوں میں تقسیم کرنا پڑا ہے اس کی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ احادیث کو واضح کرنے کے لئے ساتھ تشریحی نوٹ لکھے گئے ہیں۔ کتاب کی جلد اوّل کا تعلق عقائد اور عبادات سے ہے۔ جلد دوم میں اخلاق سے بحث کی گئی ہے اور جلد سوم میں بعض ایسے موضوعات رکھے گئے ہیں جو بہت ضروری معلوم ہوئے تھے یعنی حقوق العباد، جہاد فی سبیل اللہ، اسلامی اخوت، تزکیۂ نفس اور تبلیغ دین۔

اس تالیف کو مرتب کرنے کا خیال اس طرح پیدا ہوا کہ جب کبھی کسی دینی موضوع پر کوئی مضمون لکھنا ہوتا تھا یا طالب علم بچیوں کے سامنے کسی موضوع پر کوئی لیکچر دینا ہوتا یا طالب علم بچیوں میں سے کسی نے کسی دینی موضوع پر کہیں بولنا ہوتا اور اس لئے کسی خاص موضوع سے تعلق رکھنے والی احادیث کی تلاش ہوتی تو عموماً ان مطلوبہ احادیث کو کتب احادیث میں سے ڈھونڈنے میں بہت وقت صرف ہوتا۔ اس سے آہستہ آہستہ ذہن میں یہ خیال پیدا ہونا شروع ہو گیا کہ ایسے کیوں نہ کیا جائے کہ اسلام کے بنیادی اور اصولی احکام اور اسلامی زندگی سے تعلق رکھنے والے ان موضوعات کے بارے میں جو آج کل زیادہ تر زیر بحث رہتے ہیں احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کر لیا جائے تاکہ ضرورت پڑنے پر کسی خاص موضوع سے تعلق رکھنے والی احادیث جلدی سے مل جایا کریں۔ یہی خیال تھا جس نے آخر کار اس تالیف کی شکل اختیار

کر لی۔

شروع میں تو اس کتاب کو مرتب کرنے کا مقصد صرف یہی بیان کردہ ضرورت تھی مگر پھر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اور اس کام کی طوالت کا اندازہ ہوا جو شروع میں بالکل نہیں تھا، تو پھر مقاصد میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس تالیف پر کچھ دیر کام کرنے کے بعد پھر پہلے مقصد کے ساتھ ایک اور مقصد شامل ہو گیا۔ وہ یہ کہ دین کی خادم خواتین اور بچیاں جو حلقے قائم کر کے خدمتِ دین کی کوشش کر رہی ہیں انہیں احادیث کا ایک عام فہم مجموعہ بہم پہنچایا جائے جو انہیں اپنے درس و تدریس میں بھی امداد دے اور جب وہ خواتین کو خطاب کریں تو انہیں اپنے موضوعات سے تعلق رکھنے والی احادیث آسانی سے مل جائیں۔

پھر جب کچھ اور عرصہ گزرا تو ایک تیسرا مقصد بھی سامنے آ گیا، وہ یہ کہ اسلامی علوم پڑھانے والی خواتین کو احادیث کا ایک ایسا مجموعہ مل جائے جو انہیں ان کی روزمرہ کی تدریس اور لیکچروں کو زیادہ واضح کرنے اور زیادہ مؤثر بنانے میں معین ہو۔ اور اگر خدا انہیں دوسرے مضامین پڑھانے والی رفیقات سے دین اسلام اور اسلامی زندگی کے بارے میں گفتگو کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے تو یہ مجموعہ ان کی اس گفتگو میں مددگار ثابت ہو۔

پھر جب اس کام کی تکمیل میں اور زیادہ دیر لگی اور پتہ چلا کہ اس کے لیے تو اندازے سے بہت زیادہ وقت صرف کرنے کی ضرورت ہے تو پھر پہلے مقاصد کے ساتھ یہ مقصد بھی شامل ہو گیا کہ عام خواتین کو چاہے وہ زیادہ پڑھی لکھی ہوں یا صرف خواندہ ہوں، حضورؐ کی ذات بابرکات اور تعلیمات کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات بہم پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ یہ کام جتنا لمبا اور جتنا مشکل ہے، خصوصاً ذمہ داریوں میں جکڑی ہوئی گھردار خواتین کے لیے، اس کا اندازہ اب بھی ہے اور اس وقت بھی تھا، تاہم دل کو تسلی دے لی کہ اس مشکل راہ کو ہموار کرتے ہوئے اگر چند کنکر صاف کرنے ہی کی توفیق مل جائے تو یہ بھی خدا کا بہت

بڑا احسان ہوگا۔ ویسے ظاہر ہے کہ اس تالیف کے مواد کو عام عورتوں تک پہنچانے کے لیے ان بہنوں کی امداد کی بہت ضرورت ہے جن کا اپنی دینی سرگرمیوں کے ذریعے عام عورتوں سے براہ راست تعلق ہے اور ان کی ہمدردی اور محبت سے امید بھی ہے کہ وہ اس مقصد میں انشاء اللہ پورے طور پر مددگار ثابت ہوں گی۔

آخر میں یہ عرض کرنا ہے کہ انسان جو طبعاً خودغرض واقع ہوا ہے اس کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اپنی ذات کے فائدے کو نظرانداز کر سکے۔ لہٰذا اب جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونیکا دن قریب سے قریب تر آرہا ہے اس تالیف کا ایک بہت بڑا مقصد تو یہ ہے کہ خدائے غفور رحیم اپنی رحمت کاملہ سے کام لیتے ہوئے اس تالیف کو اپنی اس ناچیز بندی کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے۔ موت کے مرحلے سے پہلے کیا کیا دینی اور دنیاوی آزمائشیں آسکتی ہیں اور موت کے مرحلے کے دوران یہ کمزور انسان جو ذراسی سردرد سے چلا اٹھتا ہے کس اذیت کا شکار ہوسکتا ہے اور موت کے بعد قبر، قیامت اور حساب کتاب کے مراحل کتنے کٹھن ثابت ہو سکتے ہیں ان سب کا خیال دل کو لرزہ براندام کیے رکھتا ہے۔ ان نہ ٹلنے والی مشکل حقیقتوں کا سامنا کرتے ہوئے اگر خدا کی مہربانی سے کسی طرف سے کوئی آسانی بہم پہنچتی رہے تو اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے۔

راہ کی رکاوٹیں:۔

جس وقت اس مجموعہ کو مرتب کرنے کا خیال آیا تھا اور پھر جب اسے عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کیا تھا اس وقت قطعی طور پر اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ یہ کام اتنا لمبا ہوگا جتنا کہ بعد میں ثابت ہوا۔ پہلا کام تو یہی تھا کہ احادیث چننے کے لیئے ان تمام کتابوں کو شروع سے لیکر آخر تک پڑھا جائے جن سے احادیث

لینی تھیں۔ اتفاق سے جن محترم استاد سے حدیث پڑھی تھی انہوں نے شروع ہی

میں یہ بات دل میں نقش کر دی تھی کہ احادیث کو بیان کرنے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ لہذا یہی فیصلہ کیا کہ یہ مجموعہ صرف ان سات کتابوں سے مرتب کیا جائے جنہیں زیادہ مستند سمجھا جاتا ہے۔ یعنی صحاح ستہ اور موطا امام مالک لہذا ان ساتوں کتابوں کو پڑھا اور اس کام میں اندازے سے بہت زیادہ وقت صرف ہو گیا۔ دوسرا مرحلہ ان منتخب احادیث کو ان موضوعات کے تحت مرتب کرنا تھا جو پڑھنے والوں کے لیے زیادہ سے زیادہ عام فہم ہوں۔ یہ کام بھی کافی لمبا ثابت ہوا۔ پھر تیسرا مرحلہ ان تمام احادیث کا اردو میں ترجمہ کرنا تھا جس میں سال ہا سال لگ گئے، پھر چوتھا مرحلہ یہ تھا کہ ان ترجمہ کی ہوئی تمام احادیث کو اصل متون کے ساتھ چیک کر کے تسلی کر لی جائے کہ کہیں کسی لفظ یا جملے کا ترجمہ رہ تو نہیں گیا یا غلط ترجمہ تو نہیں ہو گیا۔ پھر اس مسودے کو صاف کر کے لکھنا اور کاتب کی کتابت کے ساتھ ساتھ اس کی تصحیح کرنا بھی بہت لمبا کام تھا۔ دینی خدمات سرانجام دینے والی بچیاں بار بار پوچھتی تھیں کہ کتاب کب تیار ہو گی اور ہر بار انہیں یہی کہہ کر تسلی دی جاتی تھی کہ بس اتنی مدت میں ہو جائے گی اور اتنی میں ہو جائے گی۔ اور ہمیشہ یہ مدت غلط ہی ثابت ہوتی تھی۔ شروع سے لیکر آخر تک اس کتاب پر کم و بیش نو سال لگ گئے۔ حالانکہ جب اسے شروع کیا تھا تو ناتجربہ کاری اور نادانی کے باعث یہی سمجھا تھا کہ یہ زیادہ سے زیادہ ایک ڈیڑھ سال ہی میں مکمل ہو جائے گی۔

دیر لگنے کی غالباً ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عورتوں کے لیے کوئی علمی خدمت سرانجام دینا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کی اپنی مخصوص ذمہ داریاں اور فرائض تو ان کے ساتھ ہی رہتے ہیں اور جس کسی نے اللہ کی راہ میں کوئی کام کرنا ہو اسے یہ ڈر بھی لگا رہتا ہے کہ اگر اپنی ان ذمہ داریوں اور فرائض کو نظر انداز کر کے کوئی کام کیا بھی تو کہیں خدانخواستہ ایسے نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ "نفل" قبول ہی نہ ہو۔ لیکن صورت یہ ہے

کہ بعض "نوافل" کی کشش ذہن اور قلب کو اس طرح گرفت میں لے لیتی ہے کہ کوشش کے باوجود ان کے خیال کو دل سے نکال دینا ممکن نہیں رہتا اب اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ اس "نفل" کو وقت دینے کے باعث "فرائض" میں کتنی کوتاہیاں برتی ہیں اور "فرائض" کے دباؤ کے باعث اس "نفل" میں کیا کیا خامیاں رہ گئی ہیں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے حوالے ہے جس نے "فرائض" بھی عائد کئے تھے اور اس "نفل" کا خیال بھی دل میں ڈال دیا تھا۔

اظہارِ تشکر :-

ان معروضات کے بعد ان سب بہنوں اور بھائیوں کا رسمی طور پر نہیں، بلکہ دل کی گہرائیوں کے ساتھ شکریہ ادا کرنا ہے۔ جنہوں نے اس کتاب کو مکمل کرنے میں انتہائی خلوص سے امداد بہم پہنچائی۔ بجائے اس کے کہ میں ان میں سے ایک ایک کا نام لے کر شکریہ ادا کروں اور اس طرح ان کے اس کارِ خیر کا اشتہار دوں۔ مجھے یہ بہتر لگتا ہے کہ ان کی اس خیر خواہانہ اور انتہائی قیمتی امداد کو اللہ کے حوالے کر دوں کہ وہ انہیں بے حساب اجر سے نوازے۔ اس تالیف کے دوران بیسیوں بلکہ شاید سیکڑوں بار یہ صورت پیش آئی کہ کسی حدیث کا کوئی ٹکڑا ان تمام تشریحات کو پڑھ کر بھی جو حاصل ہو سکتی تھیں ٹھیک طور پر سمجھ میں نہ آسکا۔

پھر کتاب کی کتابت اور طباعت کے دوران کئی ایسی رکاوٹیں پیش آئیں جنہیں حل کرنا عورتوں کے لیے بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اتنی ضخیم کتاب کو چھپوانا مالی لحاظ سے بھی کوئی آسان کام نہ تھا۔ ان تمام رکاوٹوں کو دور کرنے والی اصل ذات تو خدا تعالیٰ ہی کی ہے مگر جن جن مخلص بہنوں اور بھائیوں کو اس نے اس کارِ خیر کے سلسلے میں رکاوٹیں دور ہونے کا ذریعہ بنایا ان کو قیامت تک اجر دیتا

بھی اس کا اپنا ہی کام ہے۔ انسان تو صرف دعا ہی کر سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ دنیا اور آخرت دونوں جگہ ان کا مددگار ہو۔

گذارش :-

آخر میں تاکید کے ساتھ ایک گزارش پیش کی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ اپنی طرف سے تو یہ کوشش کی تھی کہ فرمودات رسولؐ کو سمجھنے اور ترجمہ کرنے میں کوئی غلطی نہ ہو۔ مگر خدا معلوم کتنی غلطیاں ہوگئی ہوں گی۔ جو بہنیں اور بھائی کسی غلطی کو محسوس کریں وہ اگر تکلیف کر کے مطلع فرمادیں تو یہ ان کا احسانِ عظیم ہوگا۔ خدا تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ اس کاوش کو قبولیت کا فخر بخشے اور جو جو خیر خواہ اسے پھیلاتے میں مددگار ہوں انہیں اجرِ عظیم سے نوازے۔ آمین۔

کتاب ۱

خدائے بزرگ و برتر

باب ۱

خُدا کی ذات اور صفات پر ایمان

اسلام کے بنیادی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ خدا پر ایمان ہے۔ اگر کوئی شخص دنیا بھر کی نیکیاں کرتا رہے مگر خدا پر ایمان نہ رکھتا ہو تو خدا کے نزدیک اُس کی نیکیوں کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔ خُدا پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ذات اور صفات دونوں پر ایمان لایا جائے یعنی اس پر بھی ایمان ہو کہ وہ موجود ہے اور اس پر بھی ہو کہ وہ خاص خاص صفات کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے صفاتی نام ہیں جن میں سے ہر نام اُسکی ایک صفت کو ظاہر کرتا ہے مثلاً

اَلْاَحَدُ	اکیلا	اَلْعَظِیْمُ	بہت عظمت والا
اَلرَّحِیْمُ	بہت رحم کرنیوالا	اَلْمَاجِدُ	بزرگی والا
اَلرَّزَّاقُ	روزی دینے والا	اَلْعَزِیْزُ	زبردست

وغیرہ۔ مسلمانی کا پہلا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی تمام صفات پر صدقِ دل سے ایمان لایا جائے۔

(۱)

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے خدا کے رسولؐ مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتا

دیجئے کہ آپ کے بعد پھر میں کسی سے اس کے بارے میں سوال نہ کروں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تو کہہ کہ میں خدا پر ایمان لایا (اور) پھر اس پر قائم رہ (مسلم)

②

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ خدا پر ایمان لانا عرض کیا گیا پھر (اس کے بعد) کونسا ؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پوچھا گیا کہ پھر (اس کے بعد) کونسا ؟۔آپ نے فرمایا کہ حجِ مبرور (یعنی وہ حج جس کے دوران کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو) (مسلم)

③

حضرت مقداد بن عمرو کندیؓ جو (قبیلہ) بنوزہرہ کے حلیف تھے اور جنہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگِ بدر میں شرکت کی تھی، بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ (یا رسول اللہؐ) مجھے بتایئے کہ اگر میں کسی کافر شخص سے بھڑ جاؤں اور ہم باہم (خوب) قتال کریں۔ پھر وہ تلوار سے میرے ایک ہاتھ پر ضرب لگائے اور اسے کاٹ ڈالے، پھر مجھ سے بچنے کے لیے ایک درخت کی پناہ لے لے اور کہے کہ میں اللہ پر ایمان لے آیا ہوں تو یا رسولؐ اللہ کیا میں اُس کے یہ کہنے کے بعد اُسے قتل کر دوں ؟ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اُس کے یہ کہنے کے بعد) تم اسے مت قتل کرو۔ حضرت مقداد بن عمرو کندیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اُس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ دیا۔ اور اُسے کاٹنے کے بعد یہ بات کہی پھر (بھی) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہی) فرمایا کہ تم اُسے مت قتل کرو (اور فرمایا کہ) اگر تم اسے قتل کرو گے تو وہ اس رتبے پر پہنچ جائے گا جس پر تم اسے قتل کرنے سے پہلے تھے اور تم اس درجے پر آ گرو گے جس پر وہ اپنے اس کہے ہوئے کلمے کو کہنے سے پہلے تھا۔ (بخاری)

تشریح :- چونکہ انسان کسی کے دل کے حال کو نہیں جان سکتا اس لیے یہ کہنا مشکل ہے

کہ جو شخص خدا کی ذات پر ایمان لانے کا اقرار کر رہا ہے۔ وہ صرف جان بچانے کے لیے کر رہا ہے اور حقیقت میں ایمان نہیں لایا۔ حضورؐ نے حضرت مقداد بن عمرو کندیؓ کو جو اُسے قتل کرنے سے منع فرمایا تو اس سے حضورؐ کی مراد یہی تھی کہ تمہیں کیا معلوم شاید کہ اس نے دل سے اسلام قبول کیا ہو اور تم ایک مسلمان کو قتل کر کے گنہگار ہو جاؤ جیسے وہ اسلام لانے سے پہلے تھا اور وہ مسلمان ہو کر اور تمہارے ہاتھوں قتل ہو جانے کے باعث اس اجر و ثواب کا مستحق ہو جائے جس کے تم اس کو قتل کرنے سے پہلے تھے۔ لہٰذا جو شخص خدا پر ایمان لانے کا دعویٰ کرے اس کے دعوے کو تسلیم کیا جائے گا۔

(۴)

حضرت ابو سعید خُدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جب) جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسے (دوزخ سے) نکال لو۔ پس وہ اس میں سے نکال لیے جائیں گے۔ اور وہ (جل کر) سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ پھر وہ نہر حیا یا نہر حیات میں ڈالے جائیں گے تو وہ ایسے تر و تازہ ہو جائیں گے جیسے دانا پانی کے بہاؤ کی جانب (تر و تازگی کے ساتھ) اُگتا ہے (اے مخاطب) کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ (دانہ) کیسا زرد بل کھاتا ہوا نکلتا ہے (اس حدیث کے ایک راوی) مالک کو شک ہے (کہ اس نہر کا نام حیا بتایا گیا تھا یا حیات)

(بخاری)

تشریح :- اس حدیث میں اس بات کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ ایمان اگر تھوڑا سا ہوگا تو بھی دوزخ سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے گا۔ آگے جو بتایا گیا ہے کہ دوزخ سے نکلنے کے بعد جب انہیں نہر حیا یا نہر حیات میں ڈالا جائے گا تو وہ اس طرح تر و تازہ ہو جائیں گے جیسے وہ دانہ جو پانی کے بہاؤ کی جانب اُگتا ہے تو اس تشبیہ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح پانی کے بہاؤ کی جانب اُگا یا ہوا دانہ زیادہ اچھے طریقے سے پھلتا پھولتا اور تر و تازہ ہوتا ہے اسی طرح وہ بھی بہت زیادہ تر و تازہ ہو جائیں گے۔ حالانکہ اس سے پہلے دوزخ میں

جلنے کے باعث وہ سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ اس نہر کو نہر حیا یا نہر حیات اس لیے کہا گیا ہے کہ راوی کو یاد نہیں رہا تھا کہ دونوں لفظوں میں سے کونسا لفظ بولا گیا تھا حیا یا حیات۔ حدیث کو روایت کرنے والوں کا طریقہ تھا کہ جب کسی لفظ یا بات کے بارے میں شک پڑ جاتا کہ یہ کہا گیا تھا یا وہ تو بیان کر دیتے کہ یا تو ایسے کہا گیا تھا یا ایسے۔

توحید

اسلام میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے جس صفت پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے اس کا "ایک" ہونا ہے۔ اس کو توحید کہتے ہیں۔ توحید دین اسلام کا بنیادی پتھر ہے۔ جتنے اسباق انسانیت کو پڑھائے گئے ہیں ان میں یہ سبق سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے کہ ان کا معبودِ حقیقی ایک ہی ہے۔

(۵)

حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مرا کہ وہ جانتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں وہ جنت میں جائے گا۔ (مسلم)

تشریح:۔ کتب احادیث میں بہت سی ایسی احادیث ملتی ہیں۔ جن میں وعدہ فرمایا گیا ہے کہ توحید کا قائل جنت میں جائے گا۔ اس سے یہ سوال اٹھتا ہے کہ اگر کوئی شخص توحید کا قائل ہونے کے ساتھ ساتھ شدید قسم کے گناہوں کا ارتکاب بھی کرتا ہو تو کیا پھر بھی وہ جنت میں جائے گا اس کے جواب میں جو کچھ بتایا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ توحید کا اپنا خاصہ تو یہی ہے کہ اس کو ماننے والا جنت میں جاتا ہے لیکن اگر کوئی شخص توحید کا قائل ہونے کے باوجود خدائے واحد کا نافرمان بھی ہو، حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ضائع کرتا ہو، گھناؤنے گناہوں کا مرتکب ہوتا ہو تو پھر اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو نزلے، کھانسی اور بخار میں مبتلا ہے۔ ایسے ایک تیر بہدف دوائی دی گئی ہے۔ جسے وہ استعمال بھی کر رہا ہے مگر ساتھ ہی تیل والی، ترش اور دوسری مضر چیزیں کھا کھا کر بد پرہیزی بھی کیے جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس بد پرہیزی کے باعث

وہ اپنے ہاتھوں اس تیر بہدف دوائی کا اثر ضائع کر دے گا حالانکہ اگر وہ یہ شدید قسم کی بد پرہیزی نہ کرتا تو دوائی کا اپنا خاصہ یہی تھا کہ وہ لازماً اسے بیماری سے نجات دلوا دیتی۔ یہی حال توحید کے اس قائل کا ہے جو خدا کو ایک مانتے ہوئے بھی اس کی شدید نافرمانیاں کیسے چلا جاتا ہے توحید نے اسے جنت ہی میں پہنچانا تھا۔ مگر وہ اپنی بداعمالیوں کے باعث اپنے آپ کو دوزخ کا مستحق بنا لیتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۶)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ہمارے ساتھ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی جماعت میں شامل تھے۔ معاً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان میں سے اٹھ کھڑے ہوئے (اور کہیں تشریف لے گئے) پھر آپ نے ہمارے پاس واپس آنے میں دیر لگا دی تو ہمیں خوف پیدا ہوا کہ کہیں ہماری غیر موجودگی میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا پا کر تکلیف نہ پہنچائی گئی ہو۔ ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے میں گھبرایا۔ لہٰذا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتا ہوا نکلا یہاں تک کہ (قبیلہ) بنو نجار کے انصار کے ایک باغ کے پاس پہنچ گیا۔ میں اس کے گرد گھوما کہ کوئی دروازہ مل جائے مگر مجھے (کوئی دروازہ) نہ ملا۔ پھر دیکھا تو ایک چھوٹا نالہ دکھائی دیا جو باہر کے کنوئیں سے باغ کے اندر جا رہا تھا۔ میں سمٹ سمٹا کر (اس نالے کے سوراخ میں سے) اندر گھس گیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچا۔ حضورؐ نے فرمایا: ابوہریرہؓ۔ میں نے عرض کیا جی یا رسول اللہؐ۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ ہمارے درمیان (بیٹھے ہوئے) تھے۔ پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے (اور چل دیئے) پھر آپ نے ہمارے پاس واپس آنے میں دیر لگا دی۔ اس سے ہم خوف زدہ ہو گئے کہ کہیں ہماری غیر موجودگی میں آپؐ کو تنہا پا کر آپؐ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی گئی ہو۔ پس ہم گھبرا گئے اور سب سے پہلے میں گھبرایا پھر میں اس باغ کے پاس آیا اور سمٹ سمٹا کر گھس آیا جیسے لومڑی سمٹ سمٹا کر گھس آتی ہے اور وہ سب لوگ (ابھی میرے پیچھے پیچھے آ رہے) ہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا: اے ابوہریرہؓ اور مجھے اپنے نعلین مبارک (یعنی جوتے)

دے کر فرمایا کہ میرے ان نعلین کو لے کر جاؤ اور اس باغ سے باہر تمہیں جو شخص بھی ایسا ملے جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا دل اس بات پر یقین بھی رکھتا ہو۔ اُسے جنت کی خوشخبری دے دو (حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ) پہلا شخص جو مجھے ملا وہ حضرت عمرؓ بن خطاب تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے ابوہریرہؓ یہ نعلین کیسے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین ہیں۔ آپؐ نے مجھے یہ نعلین دے کر بھیجا ہے (تاکہ) مجھے جو بھی ایسا شخص ملے جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں اور اس کا دل اس بات پر یقین بھی رکھتا ہو اسے جنت کی خوشخبری دے دوں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ سے میرے سینے کے درمیان ایسی ضرب لگائی کہ میں سیرین کے بل گر پڑا۔ پھر انہوں نے کہا کہ ابوہریرہؓ واپس لوٹ جا پس میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس لوٹ آیا اور میں رو دینے کے قریب تھا کہ حضرت عمرؓ بھی میرے سر پر آسوار ہوئے۔ دیکھا تو وہ میرے پیچھے پیچھے (ہی) آگئے تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوہریرہؓ تمہیں کیا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ (میں آپؐ کے ہاں سے گیا تو) حضرت عمرؓ مجھے ملے اور میں نے انہیں وہ پیغام دیا جو آپؐ نے مجھے دے کر بھیجا تھا تو انہوں نے میرے سینے کے درمیان ایسی ضرب لگائی کہ میں سیرین کے بل گر پڑا۔ اور (مجھے) کہا کہ واپس لوٹ جا (اس پر) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمرؓ تم نے ایسے کیوں کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا آپؐ نے ابوہریرہؓ کو اپنے نعلین دے کر بھیجا تھا کہ یہ جس کسی ایسے شخص سے ملے جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا دل اس بات پر یقین بھی رکھتا ہو، اُسے جنت کی خوش خبری دے دے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں! حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ آپ ایسے نہ کیجئے (یعنی لوگوں کو یہ بات نہ بتایئے کیونکہ) مجھے خوف ہے کہ پھر لوگ اسی پر بھروسہ کر لیں گے (اور یہ سمجھتے ہوئے کہ صرف توحید کے قائل ہونے اور اس پر دل سے یقین رکھنے ہی سے ہم جنت میں پہنچ جائیں گے نیک اعمال کی طرف توجہ نہیں کریں گے) پس آپ انہیں چھوڑ دیجئے کہ نیک اعمال (کرنے کی کوشش) کرتے رہیں (اس پر) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اچھا پھر یونہی سہی) انہیں چھوڑ دو (کہ نیک اعمال کرنے کی کوشش کرتے رہیں) (مسلم)

تشریح :- اس حدیث کی وضاحت کے لیے بھی اسی تشریح کو دیکھ لیا جائے جو حدیث ۵ کے نیچے ہے۔ حضرت عمرؓ کے دل میں بھی یہی خدشہ پیدا ہوا تھا کہ کہیں ایسے نہ ہو کہ لوگ حضورؐ کے فرمان کا صحیح مفہوم سمجھنے کے بجائے اس خیال کو دل میں بٹھا لیں کہ جب صرف توحید کے قائل ہونے اور اس پر دل سے یقین رکھنے ہی سے جنت مل جاتی ہے تو پھر نیک اعمال کرنے کے لئے تگ و دو کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ حالانکہ اللہ کو ماننے کا لازمی تقاضا یہی ہے کہ اس کی فرمانبرداری کرتے ہوئے نیک اعمال بھی کیے جائیں۔ حضورؐ بھی حضرت عمرؓ کی رائے سے متفق ہو گئے اور لوگوں کی طرف جو پیغام حضرت ابوہریرہؓ کے ذریعے پہنچانا چاہا تھا اسے روک لیا۔
یہ جو بیان ہوا ہے کہ حضورؐ نے حضرت ابوہریرہؓ کو اپنے نعلین مبارک دے کر بھیجا تو یہ بطور نشانی دیئے گئے تھے تاکہ حضورؐ کے نعلین دیکھ کر لوگ یقین کر لیں کہ یہ پیغام حضورؐ ہی نے بھجوایا ہے حضرت ابوہریرہؓ نے اپنی طرف سے نہیں دیا۔

(۷)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (یعنی خدا کے سوا کوئی معبود نہیں) کہا اور اس کے دل میں جَو کے برابر بھی نیکی ہوئی اُسے دوزخ سے نکال لیا جائے گا اور جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا اور اس کے دل میں گیہوں کے دانے کے برابر بھی نیکی ہوئی تو اُسے دوزخ سے نکال لیا جائے گا اور جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا اور اس کے دل میں ذرّہ برابر بھی نیکی ہوئی تو اُسے دوزخ سے نکال لیا جائے گا الخ (بخاری)
(نوٹ) بعض جگہ یہ حدیث اس طرح بھی بیان ہوئی ہے کہ "نیکی" کی جگہ "ایمان" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے یعنی جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا اور اس کے دل میں جَو کے برابر یا گیہوں کے دانے کے برابر یا ذرّے کے برابر بھی ایمان ہُوا اسے دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔

(۸)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ (رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) عرض

کیا گیا کہ یا رسول اللہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ فیض یاب کون ہوگا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہؓ میں جانتا تھا کہ تم سے پہلے کوئی یہ بات مجھ سے نہیں پوچھنے کا۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں حدیث سننے کی کتنی حرص ہے (اچھا تو پھر سن لو کہ) قیامت کے دن میری شفاعت سے سب سے زیادہ فیض یاب وہ شخص ہوگا جس نے اپنے دل کے خلوص سے یا (حضورؐ نے یہ فرمایا کہ) جی کے خلوص سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا۔ (بخاری)

(۹)

ابو مالک اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس شخص نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا اور خدا کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے اُن (سب) کا انکار کیا اس کا مال اور خون حرام ہو گیا۔ اور اس کا حساب خدا کے سپرد ہے (مسلم)

تشریح :- مال اور خون کے حرام ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ نہ اس کا مال چھینا جا سکتا ہے نہ اس کی جان لی جا سکتی ہے۔ یعنی جو لوگ علانیہ اسلام لانے کا اظہار کر دیں ان سے جنگ نہیں کی جا سکتی نہ ان کے مال کو مالِ غنیمت بنایا جا سکتا ہے اور آخر میں یہ جو فرمایا ہے کہ اس کا حساب خدا کے سپرد ہے تو اس کی تشریح یہ بتائی گئی ہے کہ اگر کوئی علانیہ طور پر تو اسلام لانے کا اظہار کر دے اور خفیہ طور پر دل میں کفر و شرک رکھے تو اس کے علانیہ اسلام لانے ہی کا اعتبار کیا جائے گا اور دل میں وہ جو کچھ خفیہ طور پر رکھے گا اُسے خدا کے حوالے کر دیا جائے گا۔

(۱۰)

حضرت اُسامہؓ بن زیدؓ بن حارثہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (قبیلہ) حُرَقَہ کی طرف بھیجا جو (قبیلہ) جُہَینَہ کی ایک شاخ ہے۔ ہم صبح ان لوگوں تک پہنچ

گئے اور انہیں شکست دی۔ میں اور ایک انصاری ان لوگوں میں سے ایک شخص سے ملے۔ پھر جب ہم نے اسے ہر طرف سے گھیر لیا تو وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے لگا (گویا اپنے مسلمان ہو جانے کا اعلان کیا) اس پر وہ انصاری تو اس سے رک گیا۔ مگر میں اُسے اپنا نیزہ مارتا رہا یہاں تک کہ اُسے قتل کر دیا۔ پھر جب ہم واپس آئے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے کی اطلاع ہو گئی آپؐ نے مجھے فرمایا کہ اے اُسامہؓ کیا تو نے اُس کے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے کے بعد (بھی) اسے قتل کر دیا۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ اُس نے تو صرف پناہ حاصل کرنے کے لیے ایسا کہا تھا (مگر حضورؐ نے پھر (ویسے ہی) فرمایا کہ کیا تُو نے اس کے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے کے بعد (بھی) اُسے قتل کر دیا۔ حضرت اُسامہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ میرے سامنے اس بات کو دہراتے رہے یہاں تک کہ مجھے آرزو پیدا ہوئی کہ میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔ (مسلم)

تشریح :- اس حدیث کی وضاحت کے لیے پہلے حدیث ۳ کی تشریح دیکھ لی جائے حضورؐ کا حضرت اُسامہؓ سے بار بار فرمانا کہ کیا تم نے اس کے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے کے بعد بھی اُسے قتل کر دیا یہ واضح کرتا ہے کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا تھا اس کی جان محفوظ ہو گئی تھی۔ اب اسے قتل نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ پھر حضرت اُسامہؓ نے یہ جو کہا کہ میرے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضورؐ صحابہؓ کو فرما چکے تھے کہ جب انسان مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کے ماقبل کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ حضرت اسامہؓ نے جو کچھ آرزو کی اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ کاش کہ میں آج مسلمان ہوا ہوتا تاکہ اسلام لانے سے میرا یہ گناہ معاف ہو جاتا کہ میں نے اس شخص کے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے کے بعد بھی اُسے قتل کر دیا۔

شرک سے پاکی

شرک اور کفر دونوں الفاظ ایک معنی میں بھی استعمال ہو جاتے ہیں تاہم کفر کا مطلب ہے خدا تعالیٰ کا بالکلیہ انکار کرنا اور شرک یہ ہے کہ خدا کو مانا تو جائے مگر اس کی مخصوص صفات میں دوسری ہستیوں کو شریک کیا جائے اور اُن کے آگے وہ مراسم عبودیت بجا لائے جائیں۔

جو صرف خدا ہی کے آگے بجالائے جا سکتے ہیں۔ مثلاً انہیں سجدہ کرنا، ان سے دُعا کرنا، ان کے نام کی نذر و نیاز دینا وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا اگر کوئی شخص خدا کو تو مانے اور یہ بھی تسلیم کرے کہ وہ کائنات کا خالق ہے مگر یہ تسلیم کرتے ہوئے بھی اس کا عقیدہ یہ ہو کہ کوئی دیوی یا دیوتا یا پیر یا فقیر یا چاند یا سورج یا ستارے یا فرشتے یا جن یا کائنات کی کوئی اور مخلوق مجھے تندرستی بخش سکتی ہے یا میری روزی بڑھا یا گھٹا سکتی ہے یا میری موت کو ٹال سکتی ہے یا غیب کا علم جانتی ہے تو اس کا ایسا سوچنا چونکہ خدا کی مخصوص صفات میں دوسروں کو شریک کرنا ہے اس لیے اسے شرک کہا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سب سے بڑا گناہ ہے۔

(۱۱)

حضرت معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں کہ میں سواری پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا تھا۔ اور آپؐ کے اور میرے درمیان کجاوے کی پچھلی لکڑی کے سوا اور کوئی شے حائل نہیں تھی آپؐ نے فرمایا "اے معاذ بن جبل" میں نے عرض کیا: "لبیک یا رسول اللہ وسعدیک" (یعنی یا رسول اللہ میں آپ کی خدمت کے لیے بار بار حاضر ہوں) اس کے بعد آپؐ تھوڑی دیر چلے اور پھر فرمایا: "اے معاذ بن جبل" میں نے عرض کیا "لبیک یا رسول اللہ وسعدیک" پھر آپؐ کچھ دیر چلے، پھر فرمایا: "اے معاذ بن جبل" میں نے (پھر) عرض کیا "لبیک یا رسول اللہ وسعدیک" آپؐ نے فرمایا کہ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے۔ میں نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ پھر آپؐ کچھ دیر چلے۔ پھر فرمایا "اے معاذ بن جبل"۔ میں نے عرض کیا "لبیک یا رسول اللہ وسعدیک" آپؐ نے فرمایا کہ کیا تو جانتا ہے کہ جب بندے ایسا کر لیں تو پھر ان کا اللہ پر کیا حق ہے۔ میں نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ (اس صورت میں بندوں کا خدا پر یہ حق ہے کہ) وہ انہیں عذاب نہ دے۔ (مسلم)

(۱۴)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) جس دوزخی کو سب سے کم عذاب ہوگا اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اگر تیرے پاس دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب کچھ ہوتا تو کیا تو اُسے (اس عذاب سے بچنے کے لیے) فدیے کے طور پر دے دیتا۔ وہ کہے گا کہ جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جب تو آدمؑ کی پشت میں تھا تو میں نے تجھ سے اس سے زیادہ آسان کام کا مطالبہ کیا تھا (یعنی یہ) کہ شرک نہ کرنا۔ (اتنی حدیث بیان کر کے پھر حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ) میرا خیال ہے کہ حضورؐ نے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی) بیان کیا تھا کہ (اگر شرک نہ کرو گے تو میں تمہیں دوزخ میں داخل نہیں کروں گا مگر تم نے شرک کرنے ہی پر اصرار کیا۔ (مسلم)

تشریح :۔ اس حدیث کی رو سے جو کچھ اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ بات مسلسل اس طرح بنتی ہے "جب تو آدمؑ کی پشت میں تھا تو میں نے تجھ سے اس سے زیادہ آسان کام کا مطالبہ کیا تھا یعنی یہ کہ شرک نہ کرنا۔ اگر شرک سے بچے رہے تو میں تمہیں دوزخ میں داخل نہیں کروں گا۔ مگر تم نے شرک کرنے ہی پر اصرار کیا" یہ جو حضرت انسؓ نے بیچ میں فرمایا کہ "میرا خیال ہے کہ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا تھا" یہ اس لیے کہ صحابہ کرامؓ حدیث کے معاملے میں بہت احتیاط برتتے تھے۔ چنانچہ جس معاملے میں ذرا سا بھی شک پڑ جاتا تو فرما دیتے کہ میرا خیال ہے کہ حضورؐ نے ایسے فرمایا تھا یا ایسے کیا تھا۔ پھر حدیث میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ "جب تو آدمؑ کی پشت میں تھا" تو اس سے مراد یہ ہے کہ جب ابھی تو اس دنیا میں آیا بھی نہ تھا۔ سورۃ الاعراف آیت ۱۷۲ میں فرمایا گیا ہے "اور (اے نبیؐ) لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا تھا کہ ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں، ہم اس پر گواہی دیتے ہیں" اس آیت سے پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی ان سے عہد لے لیا تھا کہ وہ اللہ ہی کو اپنا رب مانیں گے اور انسانوں نے

اسی وقت خدا سے یہ عہد کر لیا تھا۔ اس عہد کو " عہد الست " کہا جاتا ہے اور اس حدیث میں اسی عہد الست کی طرف اشارہ ہے حضورؐ کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ سب سے کم عذاب پانے والے سے فرمائیں گے کہ جب تم ابھی دنیا میں آئے بھی نہیں تھے تو میں نے تم سے عہد لیا تھا کہ شرک نہ کرنا تم نے یہ بات نہ مانی اور اب اس سے زیادہ مشکل کام کرنے کو تیار ہو یعنی اس کے لئے تیار ہو کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے دے کر اس عذاب سے بچ جاؤ جو تمہیں درپیش ہے۔

۱۳

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے خدا کے رسولؐ وہ دو باتیں کونسی ہیں جو (جنت یا جہنم کو) واجب کر دیتی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مرا کہ وہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو اس حالت میں مرا کہ وہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا تھا وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ (مسلم)

۱۴

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے ایک دعا ہوتی ہے جس نے (ضرور) قبول ہونا ہوتا ہے اور میں نے اپنی (یہ قبول ہونے والی) دعا اپنی اُمت کی شفاعت کرنے کی غرض سے چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ یہ شفاعت انشاء اللہ میری اُمت کے ہر اس شخص کو پہنچے گی جو اس حال میں مرا کہ وہ کسی چیز کو خدا کا شریک نہیں بناتا تھا۔ (ترمذی)

۱۵

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا

ہے کہ میں سب شرکا سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں۔ جو شخص کوئی عمل کرے (اور اس میں صرف میری رضا پیشِ نظر نہ رکھے بلکہ) میرے غیر کو میرا شریک بنائے تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (مسلم)

تشریح: چھوڑ دیتا ہوں یعنی یہ سمجھ لیتا ہوں کہ یہ عمل میرے لیے نہیں بلکہ دوسرے کے لیے کیا گیا ہے۔ لہٰذا اُسے اس کے عمل کی جزا نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس جس کو شریک کیا جاتا ہے۔ عموماً ان سب کا یہ حال ہے کہ ان جیسا کوئی نہ کوئی اور بھی ہوتا ہے مگر ایک اللہ کی ذات ہی ایسی ہے جس کا ہمسر کوئی نہیں۔ جو شرک سے قطعی پاک ہے۔

(۱۶)

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا	جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان
اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ	کو ظلم کے ساتھ نہ ملایا (انہیں کے لیے امن ہے
الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝	اور وہی راہِ راست پر ہیں)

تو صحابۂ رسولؐ (گھبرائے اور انہوں) نے کہا کہ ہم میں سے کون ہے جس نے اپنی جان پر ظلم نہ کیا ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ — بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے (بخاری)

تشریح: صحابہؓ پہلی آیت پر اس لیے گھبرائے کہ انہوں نے ظلم کا مطلب خدا کی نافرمانی لیا اور یہ نافرمانی تو تھوڑی بہت انسان سے ہو ہی جاتی ہے۔ اس سے تو کوئی فرد بشر خالی نہیں ہوتا پس دوسری آیت میں واضح فرما دیا گیا کہ یہاں ظلم سے مُراد شرک ہے جو بہت بڑا ظلم ہے اور یہ گناہ ایسا ہے کہ تھوڑا بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کو غضبناک کر دیتا ہے۔

(۱۷)

حضرت جُندبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے

پانچ دن پہلے آپؐ کو فرماتے سنا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس چیز کی براءت ظاہر کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا خلیل (یعنی جانی دوست) ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے (اپنا) خلیل بنا لیا ہے جیسے کہ اس نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیل بنا لیا تھا۔ اگر میں اپنی اُمت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا (اور آپؐ نے فرمایا کہ) خبردار ہو جاؤ۔ تم سے پہلے جو لوگ گزرے وہ اپنے انبیاء اور اپنے نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا کرتے تھے۔ خبردار رہو کہ تم قبروں کو سجدہ گاہیں نہ بنانا۔ بے شک میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔

(مسلم)

تشریح:۔ اس حدیث میں ایک تو جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعزاز کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی دلی دوستی سے سرفراز فرمایا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کا دلی دوست بن جانے کے بعد پھر حضورؐ نے انسانوں میں سے کسی کو اپنا دلی دوست نہ بنایا۔ دوسرے اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت کا ذکر ہے جنہیں حضورؐ اتنی زیادہ اہمیت دیتے تھے کہ اگر آپؐ کسی انسان کو دلی دوست بناتے تو حضرت ابوبکرؓ کو بناتے۔ اور تیسرے اس میں تاکید سے قبر پرستی کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ شرک کی جو مختلف اقسام دنیا میں رائج رہی ہیں ان میں ایک قبر پرستی بھی ہے بعض جاہل لوگ تو بزرگوں کی قبروں کو سجدے تک کر گزرتے ہیں ایسے ہی قبروں میں مدفون ہستیوں کو مخاطب کر کے ان سے دعائیں کی جاتی ہیں۔ مرادیں مانگی جاتی ہیں اور ان کے نام کی نذریں نیازیں دی جاتی ہیں۔ یہ حرکات عقیدۂ توحید کی صراحتاً خلاف ورزی ہے۔ لہٰذا اس سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔

(۱۸)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت اُمِ حبیبہؓ اور حضرت اُمِ سلمہؓ نے ایک گرجے کا ذکر کیا جو انہوں نے (مُلک) حبشہ میں دیکھا تھا جس میں تصاویر تھیں ان دونوں نے اس کا ذکر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ جب ان لوگوں میں کوئی نیک آدمی ہوتا اور وہ مر جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے اور اس میں یہ تصویریں بنا دیتے۔ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ

کے نزدیک بدترین مخلوق ہوں گے (بخاری)

۱۹

حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؐ اپنی چادر بار بار مُنہ پر ڈالتے تھے۔ جب اس سے دم گھٹتا تو پھر اُسے ہٹا دیتے اسی حالت میں آپؐ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنا لیا (حدیث کا راوی بیان کرتا ہے کہ) حضورؐ ان کے افعال سے ڈرایا کرتے تھے (بخاری)

۲۰

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے خدا میری قبر کو بُت نہ بنانا کہ اُسے پُوجا جائے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر شدید طور پر غضبناک ہوا جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا (مُوطّا)

۲۱

ابُومرثد غنوی بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبروں کے اُوپر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو (مسلم)

۲۲

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو چونہ گچ کرنے (یعنی پختہ کرنے) اور ان کے اوپر بیٹھنے اور ان پر عمارتیں بنانے سے منع فرمایا (مسلم)

اولاد سے پاکی

کلام پاک کے آخری پارے کی ایک سورت سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالیٰ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی ہے کہ لوگوں کو بتا دیں کہ خدا ایک ہے، خدا بے نیاز حاجت روا ہے نہ اس کی اولاد ہے اور نہ والدین۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ جن امور سے پاک ہے ان میں ایک اولاد رکھنا بھی ہے۔ انسان تو اولاد اس لیے چاہتا ہے کہ وہ اس کے لیے موجب زینت ہو۔ زندگی کے مختلف امور میں اس کی مدد کرے۔ جب وہ بوڑھا ہو جائے تو اُسے سنبھالے اور جب وہ دُنیا سے چلا جائے تو اس کی وارث بنے اور اس کے نام کو زندہ رکھنے کا ذریعہ ثابت ہو یہ تمام امور انسان کی کمزوری اور احتیاج کی علامتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی کمزوری اور احتیاج سے پاک ہے۔ لہٰذا اس کے لیے اولاد قرار دینا سخت گناہ کی بات ہے۔

(۲۳)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اتنی بات کہ کے پھر حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ) میں گمان کرتا ہوں (کہ حضورؐ نے یہ فرمایا) کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدم کا بیٹا (یعنی انسان) مجھے گالی دیتا ہے حالانکہ یہ اس کے لیے مناسب نہیں کہ مجھے گالی دے۔ اور وہ مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ یہ اس کے لیے مناسب نہیں۔ اُس کا گالی دینا تو یہ ہے کہ وہ (میرے بارے میں) کہتا ہے کہ میری اولاد ہے (حالانکہ میں اولاد سے پاک ہوں) اور اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ خدا مجھے دوبارہ زندہ نہیں کرے گا جیسے کہ اس نے پہلے مجھے پیدا کیا تھا (حالانکہ میں ضمنی طور پر کہہ چکا ہوں کہ میں اُسے دوبارہ زندہ کروں گا) (بخاری)

عظمت اور قدرتِ کاملہ

(۲۴)

حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے بزرگ

و برتر ارشاد فرماتا ہے ۔

اے میرے بندو ! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے اور اُسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے، پس ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

اے میرے بندو ، تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جسے میں سیدھی راہ پر چلاؤں ، پس مجھ سے ہدایت مانگو، میں تمہیں ہدایت دوں گا ،

اے میرے بندو ، تم سب بھوکے ہو مگر جس کو میں کھانا کھلاؤں پس تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھانا کھلاؤں گا ،

اے میرے بندو ، تم سب عریاں ہو مگر جس کو میں لباس پہناؤں ، پس تم مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔

اے میرے بندو ، تم سب رات دن خطائیں کرتے ہو اور میں سب گناہ بخشنے والا ہوں۔ پس تم مجھ سے بخشش مانگو ، میں تمہیں بخش دوں گا ،

اے میرے بندو ، تم مجھے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے کہ مجھے ضرر پہنچاؤ ، نہ تم مجھے کوئی نفع پہنچا سکتے ہو کہ مجھے نفع پہنچاؤ ،

اے میرے بندو ، اگر اوّل سے آخر تک سب انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ متقی دل والے آدمی کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کچھ بڑھ نہیں جائے گا۔

اے میرے بندو ، اگر اوّل سے آخر تک سب انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ بدکار دل والے آدمی کی طرح بن جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی نقص واقع نہیں ہو گا۔

اے میرے بندو ، اگر اوّل سے آخر تک سب انسان اور جن ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور مجھ سے (اپنی مرادیں) مانگیں اور میں ہر ایک کی وہ مراد پوری کر دوں جو اس نے مانگی ہو تو اس سے میرے خزانوں میں سے اس سے زیادہ کم نہیں ہو سکتا جتنا کہ ایک سوئی کو دریا میں داخل کرنے (کے بعد اُسے نکال لینے) سے (دریا کا پانی) کم ہوتا ہے۔

اے میرے بندو! یہ تمہارے ہی اعمال ہیں جنہیں میں تمہارے لیے گن گن کر رکھتا ہوں اور پھر تمہیں وہ پورے پورے دوں گا۔

پس جو بھلائی پائے وہ خدا کی تعریف کرے اور جو اس کے سوا پائے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

(اس حدیث کے ایک راوی) سعید نے بیان کیا ہے کہ (اس کے ایک دوسرے راوی) ابوادریس خولانی جب اس حدیث کو بیان کرتے تھے تو (شدت تاثر سے) گھٹنوں کے بل جھک جایا کرتے تھے (مسلم)

تشریح:۔ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی عظمت، کبریائی اور قدرت کاملہ کے بیان میں بے مثال ہے۔ یہ واضح کر رہی ہے کہ اس کے حکم کے بغیر اس کائنات میں ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ یہ حکم دیتی ہے کہ انسان ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے بچیں کہ ظلم کو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان حرام قرار دے دیا ہے جیسے کہ اس نے اسے اپنی ذات پاک پر بھی حرام کر دیا ہے یہ ہدایت دیتی ہے کہ انسان کو اپنی تمام ضروریات اور حاجات اللہ ہی کے سامنے پیش کرنی چاہئیں اس کا وعدہ ہے کہ وہ ان حاجات اور ضروریات کو پورا کرے گا۔ یہ ہمیں بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں بُرے اعمال سے بچنے اور نیک اعمال اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے تو اس میں اس کا نہیں بلکہ ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے اور یہ ہمیں اس حقیقت سے واقف کراتی ہے کہ جو اچھائی بھی ہمیں پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پہنچتی ہے لہٰذا اس کا شکرگزار ہونا چاہیئے اور جو پریشانیاں اور دکھ ہمیں لاحق ہوتے ہیں وہ عموماً ہمارے اپنے بُرے اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس لیے اپنے آپ ہی کو ملامت کرنی چاہیئے۔ اگر بُرے اعمال اختیار نہ کرتے تو بے شمار دکھوں اور اذیتوں سے بچ جاتے۔

رحمت و رافت

(۲۵)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ

نے مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) میں یہ لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آئے گی اور یہ (کتاب) عرش کے اوپر اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہے (مسلم)

تشریح :- ایمان کی تعریف میں فرمایا گیا ہے کہ اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ (ایمان خوف اور اُمید کے درمیان ہے) مراد یہ ہے کہ انسان کے دل میں اللہ کا خوف بھی رہنا چاہیئے اور اُسے ڈرنا چاہیئے کہ کہیں وہ عذاب کا مستحق نہ ہو جائے مگر ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خدا کی رحمت کا امیدوار بھی رہے اور اُسے اللہ کے فضل وکرم پر بھروسہ ہو۔ جس دل میں یہ دونوں کیفیتیں موجود ہوں گی اس دل میں ایمان ہو گا۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں عذاب اور ثواب دونوں کا تفصیلی ذکر موجود ہے اس حدیث میں جس بات کی وضاحت فرمائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ اپنے رحم اور اپنے قہر دونوں سے کام لیتا ہے تاہم جب سے اس نے مخلوق کو پیدا کیا ہے اس کا غالب میلان رحم کرنے، مہربانی سے کام لینے اور شفقت فرمانے کی طرف ہے۔

۲۶

حضرت عمرؓ بن خطاب بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے۔ قیدیوں میں ایک عورت تھی جو کسی کو تلاش کر رہی تھی۔ اچانک اُسے قیدیوں میں ایک بچہ مل گیا۔ اُس نے بچے کو پکڑ کر پیٹ سے چمٹا لیا۔ اور اُسے دودھ پلانے لگی۔ (اس پر) حضورؐ نے ہم سے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے، کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ نہیں خدا کی قسم، جہاں تک اس کا بس چلے گا یہ اسے نہیں پھینکے گی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جتنی یہ اپنے بچے پر مہربان ہے اللہ اس سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے (مسلم)

۲۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا

کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے بنائے۔ پھر ننانوے حصے تو اپنے پاس رکھ لیے اور (صرف) ایک حصہ زمین پر اُتارا۔ اُس (ایک) حصّے کے باعث مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے یہاں تک کہ چوپایہ اپنے بچے پر سے اپنا پاؤں اٹھا لیتا ہے، اس خوف کے مارے کہ کہیں اُسے تکلیف نہ پہنچ جائے (مسلم)

تشریح :۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بے پناہ ہونے کی وضاحت فرمائی گئی ہے اللہ کی مخلوقات میں ایک دوسرے پر رحم مہربانی اور شفقت کرنے کے سلسلے میں جو کچھ بھی دنیا میں نظر آتا ہے خدا کی رحمت اُس سے ننانوے گنا زیادہ ہے۔

(۲۸)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مومن کو اس عذاب کا علم ہو جائے جو اللہ کے پاس ہے تو پھر کوئی اس کی جنّت کی تمنّا نہ کرے اور اگر کافر کو اس رحمت کا علم ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو پھر کوئی اس کی جنّت سے نااُمید نہ ہو۔ (مسلم)

تشریح :۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کی شدت اور اُس کی رحمت کی انتہا دونوں کا حال بیان فرمایا گیا ہے تاکہ انسان کے دل کی وہی کیفیت رہے جو حدیث ۲۵ کی تشریح میں بیان ہو چکی ہے، یعنی دل میں خوف بھی رہے اور امید بھی قائم ہو۔ جن لوگوں کے دلوں میں خدا کے عذاب کا خوف اور اس کی رحمت کی امید دونوں موجود رہتے ہیں اُن کی قلبی کیفیت پھر وہی ہوتی ہے جو حضرت عمرؓ کے ذیل کے مقولے میں بیان ہوئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ ساری دنیا جنّت میں جائے گی سوائے ایک آدمی کے تو میرے دل میں خوف پیدا ہو جائے گا کہ وہ ایک کہیں میں ہی تو نہیں۔ اور اگر مجھے یہ پتہ چلے کہ ساری دنیا دوزخ میں جائے گی سوائے ایک آدمی کے تو مجھے اُمید ہو گی کہ وہ ایک شاید میں ہی ہوں اَوْ کَمَا قَالَ۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی رحمت دونوں کا احساس رکھنا ضروری ہے اگرچہ جیسے کہ حدیث ۲۵ میں بیان ہو چکا ہے اس کی رحمت اُس کے قہر پر غالب ہے۔

۳ ۴ ۷ ۲ ۵

(۲۹)

حضرت ابو سعید خدریؓ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے اور اُس کا اسلام اچھا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے اُن تمام گناہوں کو جن کا اُس نے پہلے ارتکاب کیا ہوتا ہے، معاف فرما دیتا ہے اس کے بعد (پھر) معاوضہ (شروع) ہوتا ہے کہ نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک (دیا جاتا ہے) اور بُرائی کا اتنا ہی جتنی وہ بُرائی ہو سوائے اس کے کہ اللہ اُسے (بھی) معاف فرما دے۔ (بخاری)

تشریح :- نیکی کا بدلہ دس سے سات سو گنا دینا اور برائی کا اتنا ہی جتنی وہ بُرائی ہو اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمت پر دلالت کرتا ہے خصوصاً جب اس بات کا امکان بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بُرائی کو بالکل ہی معاف فرما دے۔ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ نیکی کا بدلہ دس سے سات سو گنا تک ہے یہ اس لیے کہ نیکی جتنی بڑی ہوگی اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا یا نیکی جتنے اچھے انداز سے کی جائے گی اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا کم از کم جو ثواب ہوگا وہ تو دس گنا ہوگا اور یہ ثواب سات سو گنا تک بھی جا سکتا ہے۔

(۳۰)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نیکیاں اور بدیاں لکھ لیں پھر یوں اس کی وضاحت فرمائی کہ جو شخص دل میں کسی نیک عمل کا ارادہ کرے اور اس پر (ابھی) عمل نہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے اس نیکی کو اپنے ہاں ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر وہ شخص نیک عمل کا ارادہ کر کے اُسے کر بھی لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس نیکی کو اپنے ہاں دس سے لے کر سات سو گنا تک نیکیاں لکھ لیتا ہے اور اس سے بھی کئی گنا زیادہ۔ اور جو شخص کسی برائی کا ارادہ کرے، پھر اُسے کرے نہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اس شخص کے لیے اپنے ہاں ایک

کامل نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر وہ (برائی کا) ارادہ کر کے اُسے کر بھی گزرے تو پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے اُس بدی کو (صرف) ایک بدی لکھتا ہے۔ (بخاری)

تشریح:۔ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ جس نے بُرائی کا ارادہ کر کے پھر بُرائی نہ کی اس کے لئے ایک کامل نیکی لکھ لی جاتی ہے یہ اس لیے ہے کہ بُرائی کا ارادہ کر چکنے کے بعد اس کا بُرائی نہ کرنا یہ بتاتا ہے کہ وہ خدا سے ڈر گیا ہے یا وہ خدا کی خوشنودی کا طلب گار ہے صحیح مسلم کتاب الایمان میں ایک حدیث بیان ہوئی ہے جس کے آخر میں حضور نے بتایا ہے کہ فرشتے کسی شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار تیرہ یہ بندہ بُرائی کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کی تاک میں لگے رہو اگر اس نے اس برائی پر عمل کر لیا تو اس کیلئے ویسی ہی ایک بُرائی لکھ لو اور اگر اس نے اسے نہ کیا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ لو کیونکہ اس نے بُرائی کو محض میری خاطر چھوڑا ہے۔

۳۱

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزّ و جلّ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ بالشت بھر مجھ سے قریب ہوتا ہے تو میں ہاتھ بھر اس کے قریب ہو جاتا ہوں۔ اور جب وہ ہاتھ بھر مجھ سے قریب ہوتا ہے تو میں دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ چل کر میرے پاس آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کے پاس جاتا ہوں۔ (مسلم)

۳۲

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو ہم بھی آپؐ کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ ایک بدّو نے نماز میں دُعا کی کہ اے خدا مجھ پر رحم فرما اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی اور کو رحمت میں شریک نہ کر۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو اُس بدّو سے فرمایا کہ تو نے تو وسیع

کو تنگ کر دیا۔ آپؐ کی مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔ (ابوداؤد)

تشریح:- تو نے تو وسیع کو تنگ کر دیا کہنے سے حضورؐ کی مراد یہ تھی کہ خدا کی رحمت تو بہت زیادہ وسیع ہے، وہ تو انسان، حیوان، چرند، پرند سب پر رحم فرماتا ہے مگر تو نے یہ خواہش کر کے کہ وہ صرف ہم دونوں پر نازل ہو کسی اور پر نازل نہ ہو اس بے پناہ وسیع شے کو گویا تنگ کر دیا ہے۔

(۲۳)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندے کی اللہ تعالیٰ دنیا میں عیب پوشی کرتا ہے اس کی قیامت کے دن بھی عیب پوشی کرے گا۔ (مسلم)

تشریح:- اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بیان کے علاوہ انسانوں کے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری بھی ہے وہ یہ کہ اگر کسی گناہ کرنے والے کے گناہ پر خدا نے دنیا میں پردہ ڈالے رکھا اور وہ ظاہر نہ ہوا تو قیامت کے دن بھی اللہ اسے ظاہر نہیں فرمائے گا اور وہ چھپا ہی رہے گا لہٰذا اس بات کو پسندیدہ سمجھا گیا ہے کہ اگر اللہ کی مہربانی سے کسی شخص کا گناہ ظاہر نہ ہو اور معاشرے میں اس کی عزت بچی رہے تو وہ خود بھی اپنے گناہ کو چھپائے رکھے اور اُسے ظاہر نہ کرے۔

مغفرت

سورۃ النساء آیت ۱۱۰ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اگر کوئی شخص بُرا فعل کر گزرے یا اپنے نفس پر ظلم کر جائے اور اس کے بعد اللہ سے مغفرت مانگے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا پائے گا"

یہی مضمون ہے جو ذیل کی احادیث میں بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا انسان کو اپنی مغفرت کا اس پر زور انداز میں یقین دلانا انسان پر خدا کا بہت بڑا کرم ہے اس کا مقصد یہ ہے

کہ اگر انسان بدقسمتی سے بُری راہوں پر چل پڑا ہے اور بہت دور بھی جا چکا ہے تو بھی اس کے لئے یہ موقع موجود ہے کہ توبہ کرکے واپس آ جائے اور از سرِ نو ایک پاک اور عزت و آبرو والی زندگی اختیار کرلے۔ فارسی کے ایک مشہور شاعر ابو سعید ابوالخیر نے اللہ کی اس صفتِ مغفرت کو اس مؤثر رباعی میں بیان فرمایا ہے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ　　گر کافر و گبر و بت پرستی، باز آ
ایں درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست　　صد بار اگر توبہ شکستی، باز آ

یعنی واپس آجا، واپس آجا، تو جہاں کہیں بھی (پہنچ چکا) ہے، واپس آجا۔ اگر تو کافر ہو چکا ہے یا آتش پرست ہو چکا ہے یا بت پرست ہو چکا ہے تو بھی (نا امید ہو جانے کی ضرورت نہیں۔ تو توبہ کرکے ہماری طرف) واپس آجا، ہماری یہ درگاہ نا امیدی کی درگاہ نہیں ہے۔ تو اگر سو بار بھی توبہ توڑ چکا ہے تو بھی (از سرِ نو توبہ کرکے ہماری طرف) واپس آجا۔

(۴۴)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ اللہ تبارک تعالیٰ (انسان کو مخاطب کرکے) فرماتا ہے کہ اے آدمؑ کے بیٹے جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور مجھ سے امید لگائے رہے گا میں تجھے بخشتا رہوں گا، خواہ تجھ میں کتنے ہی گناہ کیوں نہ ہوں میں پروا نہیں کروں گا۔ اے آدمؑ کے بیٹے اگر تیرے گناہ آسمان تک بھی پہنچ جائیں، پھر تو مجھ سے بخشش مانگے تو میں تجھے بخش دوں گا اور میں پروا نہیں کروں گا۔ اے آدمؑ کے بیٹے اگر تو زمین بھر گناہ لے کر میرے پاس آئے پھر تو مجھ سے اس حال میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو میں تجھے زمین بھر بخشش عطا کروں گا (ترمذی)

(۴۵)

صفوان بن محرز بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے پوچھا کہ

آپ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح فرماتے ہوئے سُنا ہے (اُس) سرگوشی کے بارے میں (جو قیامت کے دن خدا اور انسان کے درمیان ہو گی) انہوں نے جواب دیا کہ (اس سرگوشی کی یہ صورت ہو گی کہ) تم میں سے ایک شخص اپنے پروردگار کے قریب ہو جائے گا۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ اپنا پردہ اس پر ڈال دے گا پھر اس سے پوچھے گا کہ کیا تُو نے یہ اور یہ (بُرا) عمل کیا تھا۔ وہ عرض کرے گا کہ جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تُو نے یہ اور یہ (بُرا) کام (بھی) کیا تھا۔ وہ عرض کرے گا کہ جی ہاں۔ پس اللہ تعالیٰ اُس سے (اس کے گناہوں کا) اقرار کرائے گا (اور جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرے گا تو) پھر اللہ تعالیٰ (اپنی بخشش اور رحمت کاملہ سے کام لیتے ہوئے) فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیری پردہ پوشی کی تھی (اور تیرے گناہ لوگوں پر ظاہر ہو کر تیری رسوائی کا باعث نہیں بنے تھے) اور آج میں تیرے گناہوں کو بخش دیتا ہوں۔ (بخاری)

تشریح:۔ حدیث ۲۲ اور حدیث ۲۳ کی تشریح ملاحظہ کریں۔

(۳۶)

سورۃ المدثر آیت ۵۶ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ○ یعنی اللہ تعالیٰ اس کا حقدار ہے کہ اس سے تقویٰ کیا جائے اور وہ اس کا حقدار ہے کہ (تقویٰ کرنے والوں کو) بخش دے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ کے بارے میں گفتگو کی۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں لائق ہوں اس بات کے کہ مجھ سے ڈرا جائے اور میرے غیر کو میرے ساتھ شریک نہ کیا جائے اور میں لائق ہوں اس بات کے کہ جو کوئی میرے ساتھ شرک کرنے سے بچے میں اُسے بخش دوں۔ (ابن ماجہ)

(۳۷)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

نے میری اُمت کے اُن خیالات سے جو دل میں اٹھتے ہیں درگزر فرمایا ہے جب تک کہ وہ انہیں زبان سے نہ نکالیں یا اُن پر عمل نہ کریں (مسلم)

تشریح :۔ جو کچھ حضورؐ نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ بسا اوقات نیک سے نیک انسان کے دل میں بھی بُرے خیالات آجاتے ہیں، تو جب تک یہ خیالات دل ہی میں رہیں اللہ تعالیٰ ان پر سزا نہیں دے گا البتہ جب انسان زبان سے ان کا اظہار بھی کر دے یا جو بُرا ارادہ دل میں کیا تھا عملاً اُسے کر بھی گزرے تب البتہ اس کی بازپرس ہوگی۔ یہ بھی اللہ کی مغفرت کی ایک شکل ہے کہ وہ دل میں اٹھنے والے بُرے خیالات کو بخش دیتا ہے بشرطیکہ نہ انہیں زبان سے نکالا جائے نہ ان پر عمل کیا جائے۔

(۳۸)

حضرت ابوموسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کے وقت گناہ کرنے والا توبہ کر لے اور دن کے وقت اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کے وقت گناہ کرنے والا توبہ کرے (اور اللہ تعالیٰ روزانہ ایسا کرتا رہے گا) یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔ (یعنی قیامت آجائے) (مسلم)

(۳۹)

علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُن کے پاس سواری کے لیے ایک چوپایہ لایا گیا۔ جب انہوں نے رکاب میں پاؤں رکھا تو کہا بِسْمِ اللّٰہِ پھر جب اُس کی پشت پر بیٹھ گئے تو کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پھر کہا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (یعنی میں پاکی بیان کرتا ہوں اس کی جس نے اسے ہمارے لیے مسخر کیا اور ہم تو اس پر قادر نہیں ہو سکتے تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) پھر تین بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا اور تین بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ

کہا (اور یہ پڑھا) سُبْحَانَكَ اِنِّیْ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (یعنی میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں بے شک میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ پس مجھے بخش دے۔ بے شک کوئی نہیں جو گناہوں کو بخشے سوائے تیرے) پھر وہ ہنس پڑے۔ پس میں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ کس بات پر ہنسے۔ بولے کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے ایسے ہی کیا جیسے میں نے کیا ہے اور پھر آپؐ ہنس پڑے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کس بات پر ہنسے تو آپؐ نے فرمایا کہ بے شک تمہارا رب اپنے بندے سے تعجب کے ساتھ خوش ہوتا ہے جب بندہ یہ کہتا ہے کہ رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَیْرُكَ (یعنی اے میرے رب میرے گناہ بخش دے، بے شک کوئی نہیں جو گناہوں کو بخشے سوائے تیرے)

(ترمذی)

تشریح:- اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انسانوں کے گناہوں کو بخش دینا اتنا زیادہ پسند ہے کہ جب انسان اُس سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتا ہے تو اُسے یہ بات بہت زیادہ پسند آتی ہے اور وہ اس پر بہت خوش ہوتا ہے۔

(۴۰)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ اگر انسان کے پاس ایک وادی مال سے لبریز ہو تو وہ اس بات کی خواہش کرے گا کہ اس جیسی ایک اور ہو اور انسان کے نفس کو مٹی کے سوا اور کوئی چیز پُر نہیں کر سکتی اور جو شخص توبہ کرتا ہے اللہ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے (مسلم)

غیرت

(۴۱)

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ کوئی شے اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والی نہیں ہے (مسلم)

(۴۲)

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور مومن کو (بھی) غیرت آتی ہے اور اللہ کو اس میں غیرت آتی ہے کہ مومن وہ کام کرے جو اللہ نے اس پر حرام قرار دیا ہے (مسلم)

سخاوت

(۴۳)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے اور اس کو رات اور دن کی بخشش بھی کم نہیں کرتی اور فرمایا کہ کیا تم دیکھتے نہیں کہ جب سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے کس قدر خرچ کیا ہے لیکن جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی اور فرمایا کہ (آسمانوں اور زمین کو بنانے سے پہلے) اس کا عرش پانی پر تھا اور اسؑ کے دوسرے ہاتھ میں (رزق کی) ترازو ہے کہ (کسی کے لیے اُسے) جھکا دیتا ہے اور (کسی کے لیے اُسے) اونچی کر دیتا ہے (یعنی کسی کو زیادہ روزی دیتا ہے اور کسی کو کم) (بخاری)

درگزر

(۴۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جہاں تک تکلیف دہ بات سن کر صبر کرنے کا تعلق ہے) کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ صابر نہیں کہ لوگ (گستاخی کی اس انتہا پر بھی جا پہنچتے ہیں کہ) اس کے لیے اولاد قرار دیتے ہیں پھر بھی وہ انہیں عافیت دیتا ہے اور رزق عطا فرماتا ہے۔ (بخاری)

اسمائے حسنہ

اسمائے حسنہ کا مطلب ہے خوب صورت نام اور یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سو نام ہیں جن میں ایک اس کا ذاتی نام ہے اور ننانوے صفاتی نام ہیں جن میں سے ہر نام اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کو بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام صفات پر ایمان لایا جائے جو ان ناموں میں بیان ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نام حسب ذیل ہیں۔

اَللّٰہُ : یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے جو اس کے تمام ناموں میں سے عظمت و شان میں سب سے بڑا ہے اور یہ وہ نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے اور اس کی ذات بابرکات کے سوا اور کسی کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ اس کے ننانوے صفاتی نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اَلرَّحْمٰنُ	بہت مہربان	۲۔ اَلرَّحِیْمُ	نہایت رحم والا
۳۔ اَلْمَلِکُ	بادشاہ	۴۔ اَلْقُدُّوْسُ	ہر نقصان سے پاک
۵۔ اَلسَّلَامُ	ہر عیب سے سلامت	۶۔ اَلْمُؤْمِنُ	امن دینے والا
۷۔ اَلْمُهَيْمِنُ	نگہبان	۸۔ اَلْعَزِیْزُ	غالب
۹۔ اَلْجَبَّارُ	سب سے زیادہ زور آور	۱۰ اَلْمُتَكَبِّرُ	بڑائی کرنے والا
۱۱۔ اَلْخَالِقُ	ایک چیز سے دوسری بنانیوالا	۱۲۔ اَلْبَارِئُ	عدم سے وجود میں لانے والا
۱۳۔ اَلْمُصَوِّرُ	صورت دینے والا	۱۴۔ اَلْغَفَّارُ	بہت گناہ بخشنے والا
۱۵۔ اَلْقَهَّارُ	زبردست	۱۶۔ اَلْوَهَّابُ	سب کچھ دینے والا
۱۷۔ اَلرَّزَّاقُ	روزی دینے والا	۱۸۔ اَلْفَتَّاحُ	کھولنے والا
۱۹۔ اَلْعَلِیْمُ	جاننے والا	۲۰۔ اَلْقَابِضُ	تنگ کرنے والا
۲۱۔ اَلْبَاسِطُ	کشادہ کرنے والا	۲۲۔ اَلْخَافِضُ	پست کرنے والا

۲۳۔ اَلرَّافِعُ بلند کرنے والا	۲۴۔ اَلْمُعِزُّ عزت دینے والا
۲۵۔ اَلْمُذِلُّ ذلیل کرنے والا	۲۶۔ اَلسَّمِیْعُ سننے والا
۲۷۔ اَلْبَصِیْرُ دیکھنے والا	۲۸۔ اَلْحَکَمُ حکم کرنے والا
۲۹۔ اَلْعَدْلُ انصاف کرنے والا	۳۰۔ اَللَّطِیْفُ بھید جاننے والا، باریک بین
۳۱۔ اَلْخَبِیْرُ ہر چیز کی خبر رکھنے والا	۳۲۔ اَلْحَلِیْمُ برد بار
۳۳۔ اَلْعَظِیْمُ ذات و صفات میں سب سے بڑا	۳۴۔ اَلْغَفُوْرُ گناہ بخشنے والا
۳۵۔ اَلشَّکُوْرُ قدردان	۳۶۔ اَلْعَلِیُّ بلند مرتبے والا
۳۷۔ اَلْکَبِیْرُ بڑی شان والا	۳۸۔ اَلْحَفِیْظُ نقصان سے بچانے والا
۳۹۔ اَلْمُقِیْتُ روزی دینے والا	۴۰۔ اَلْحَسِیْبُ کفایت کرنے والا
۴۱۔ اَلْجَلِیْلُ عزت والا	۴۲۔ اَلْکَرِیْمُ سخی۔ بندوں کا حاجت روا
۴۳۔ اَلرَّقِیْبُ نگاہ رکھنے والا	۴۴۔ اَلْمُجِیْبُ قبول کرنے والا
۴۵۔ اَلْوَاسِعُ کشائش کرنے والا	۴۶۔ اَلْحَکِیْمُ دانا
۴۷۔ اَلْوَدُوْدُ محبت کرنے والا	۴۸۔ اَلْمَجِیْدُ اپنی ذات اور کاموں میں معزز
۴۹۔ اَلْبَاعِثُ مُردوں کو جلانے والا	۵۰۔ اَلشَّهِیْدُ حاضر، موجود
۵۱۔ اَلْحَقُّ سب صفتوں میں ثابت	۵۲۔ اَلْوَکِیْلُ کام بنانے والا
۵۳۔ اَلْقَوِیُّ زور والا	۵۴۔ اَلْمَتِیْنُ بہت بڑی طاقت والا
۵۵۔ اَلْوَلِیُّ حمایت کرنے والا	۵۶۔ اَلْحَمِیْدُ تعریف کیا گیا
۵۷۔ اَلْمُحْصِیْ ہر چیز شمار کرنے والا	۵۸۔ اَلْمُبْدِیُٔ پہلی بار پیدا کرنے والا
۵۹۔ اَلْمُعِیْدُ دوسری بار پیدا کرنے والا	۶۰۔ اَلْمُحْیِیْ زندہ کرنے والا
۶۱۔ اَلْمُمِیْتُ مارنے والا	۶۲۔ اَلْحَیُّ زندہ رہنے والا
۶۳۔ اَلْقَیُّوْمُ سب کا تھامنے والا	۶۴۔ اَلْوَاجِدُ ہر چیز کا پانے والا
۶۵۔ اَلْمَاجِدُ بزرگی والا	۶۶۔ اَلْوَاحِدُ اکیلا
۶۷۔ اَلْاَحَدُ اکیلا	۶۸۔ اَلصَّمَدُ بے نیاز حاجت روا

۶۹- اَلْقَادِرُ قدرت والا
۷۰- اَلْمُقْتَدِرُ ہر چیز کر سکنے والا
۷۱- اَلْمُقَدِّمُ آگے بڑھانے والا
۷۲- اَلْمُؤَخِّرُ پیچھے ہٹانے والا
۷۳- اَلْاَوَّلُ سب سے پہلا
۷۴- اَلْاٰخِرُ سب سے پچھلا
۷۵- اَلظَّاهِرُ آشکارا
۷۶- اَلْبَاطِنُ پنہاں
۷۷- اَلْبَرُّ احسان کرنے والا
۷۸- اَلتَّوَّابُ رحمت کا عود کرنے والا توبہ قبول کرنے والا
۷۹- اَلْمُنْتَقِمُ بدلہ لینے والا
۸۰- اَلْعَفُوُّ درگزر کرنے والا
۸۱- اَلرَّؤُوْفُ نرمی کرنے والا
۸۲- مَالِكُ الْمُلْكِ سلطنت کا مالک
۸۳- ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام بزرگی والا اور تعظیم والا
۸۴- اَلْوَالِيْ سب کا مالک
۸۵- اَلْمُتَعَالُ مخلوق کی صفات سے برتر
۸۶- اَلْمُقْسِطُ عدل کرنے والا
۸۷- اَلْجَامِعُ اکٹھا کرنے والا
۸۸- اَلْغَنِیُّ بے پرواہ
۸۹- اَلْمُغْنِیْ بے پرواہ کرنے والا
۹۰- اَلْمَانِعُ روکنے والا
۹۱- اَلضَّارُّ ضرر پہنچانے والا
۹۲- اَلنَّافِعُ نفع دینے والا
۹۳- اَلنُّوْرُ روشن
۹۴- اَلْهَادِیْ ہدایت کرنے والا
۹۵- اَلْبَدِیْعُ نئی طرح پیدا کرنے والا
۹۶- اَلْبَاقِیْ باقی رہنے والا
۹۷- اَلْوَارِثُ سب کا وارث
۹۸- اَلرَّشِیْدُ بھلی راہ بتانے والا
۹۹- اَلصَّبُوْرُ بہت صبر کرنے والا۔

(۴۵)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں (یعنی) ایک کم سو۔ جو شخص انہیں یاد کرلے (یا سمجھ لے) وہ جنت میں جائے گا۔ (بخاری)

تشریح :- اس حدیث کی تشریح کے سلسلے میں ایک رائے یہ ہے کہ یاد کر

لینے سے مراد ان ناموں کو زبانی یاد کرنا ہے۔ لیکن بعض نے کہا کہ یاد کر لینے یا سمجھ لینے سے یہ مراد ہے کہ ان ناموں کا تصور رکھا جائے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے دو نام السمیع اور البصیر ہیں یعنی سننے والا اور دیکھنے والا۔ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا اس طرح تصور رہے کہ انسان پھر نہ بری بات منہ سے نکالے نہ برا عمل کرے۔ یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کی باقی سب صفات کے بارے میں اختیار کیا جائے۔

تقدیر الٰہی پر ایمان

تقدیر پر ایمان لانا یہ ہے کہ اس بات کو سچے دل سے مانا جائے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہوتا ہے، خواہ خیر ہو یا شر سب اللہ کے حکم اور اس کی مشیت سے ہوتا ہے جس کو وہ پہلے ہی طے کر چکا ہے۔

اس مسئلہ تقدیر کے بارے میں بعض لوگوں نے طرح طرح کی موشگافیاں کی ہیں۔ مثلاً یہ کہ جب سب کچھ پہلے ہی طے ہو چکا ہے اور وہی ہوتا ہے جو لکھا جا چکا ہے تو پھر کسی عمل کی ضرورت ہی کیا ہے اور یہ کہ دوزخی کو عذاب کیوں دیا جائے گا۔ اس نے اگر برے کام کئے تو اسی لیے تو کیے کہ اس کی تقدیر میں لکھے جا چکے تھے۔ ایسے ہی اور بہت سی بحثیں کی گئی ہیں جن کا حاصل کچھ نہیں ہوتا سوائے دماغ کی خرابی اور وقت کے ضیاع کے۔ ان موشگافیوں کے جواب میں ذیل کی چند باتیں ذہن نشین کر لینی انشاء اللہ مفید ہوں گی۔

پہلی یہ کہ مسلمان کا کام یہ ہے کہ سیدھے سادھے طریقے سے اللہ کے احکام کو سنے اور مانے اور فضول بحث مباحثوں میں الجھنے اور بال کی کھال کھینچنے سے پرہیز کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن عطا فرمایا اور اس میں ایک ایسی زندگی گزارنے کا طریقہ بتا دیا جو دنیا اور آخرت دونوں کے لئے انتہائی مفید ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اس طریقے کی پیروی کریں جن کاموں کو کرنے کا خدا تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے انہیں کریں اور جن کاموں سے اللہ نے منع کیا ہے ان سے رک جائیں اور ان امور میں نہ الجھیں جن تک عقل کی رسائی محال ہے

جن افراد یا اقوام نے مسئلہ تقدیر پر بحثیں کرنے کو شعار بنایا ان کا انجام یہی ہوا کہ زندگی کے مفید اور عملی کاموں کو چھوڑ کر ذہنی عیاشی ہی میں عمریں تباہ دیں اور کسی مفید نتیجے تک نہ پہنچ سکے بلکہ اُلجھے ہوئے پیچیدہ عقائد گھڑنے اور انواع و اقسام کے فرقوں کو وجود میں لانے کا باعث بن گئے۔

دوسری ذہن نشین کی جانے والی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق اتنی زیادہ پیاری ہے کہ ماں کو اپنا بچہ بھی اتنا پیارا نہیں ہوتا۔ ذرا اُن احادیث پر نگاہ ڈال لیجیئے جو "رحمت" کے باب میں بیان ہو چکی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ اس نے ظلم کو اپنے آپ پر حرام کر دیا ہے۔ جیسے کہ حدیث ۲۴ میں واضح کیا جا چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق اپنی مخلوق پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرے گا۔ لہذا موشگافیاں کرنے والوں کو خواہ مخواہ اس فکر میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ اہل دوزخ نے اگر برے اعمال کئے تھے تو اسی لیے تو کئے تھے کہ برے اعمال کرنا ان کی تقدیر میں لکھا جا چکا تھا تو پھر ان کا قصور کیا ہوا۔ انسانوں کے ان "بہی خواہوں" کو تسلی رکھنی چاہیئے کہ وہ انسانیت کے اتنے خیر خواہ نہیں جتنا انسانیت کا خالق خود ہے۔ لہذا انہیں انسانیت کے غم میں دُبلے ہونے کے بجائے مفید اور نتیجہ خیز کاموں کی طرف توجہ دینی چاہیئے کیونکہ انسانیت کا اصل فائدہ اُس میں ہے۔ لاحاصل مباحثوں میں مصروف رہنے کے باعث انسان کی وہ قوت عمل کم ہو جاتی ہے۔ جو انفرادی اور اجتماعی زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ جب انسان اپنے ذہنی وقت اور قوتوں کو ایک ایسے مسئلے کو حل کرنے میں کھپاتا رہتا ہے جو آج تک کبھی حل نہیں ہوا۔ تو نتیجہ ناکامی اور بے عملی ہوتا ہے۔

تیسری اہم بات یہ ہے کہ انسانی زندگی کی مدت بہت مختصر ہے اور اس میں اس بات کی قطعی گنجائش نہیں کہ ایسے امور پر مبالغہ آمیز غور کرنا شروع کر دیا جائے جن کے بارے میں صدیوں اور نسلوں کے تجربے نے یہ بالکل واضح کر دیا ہے کہ ان کا کوئی عملی فائدہ نہیں، بلکہ انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی ان امور میں الجھ کر رہ جانا صرف نقصان ہی کا باعث بنتا ہے۔

اس پر یہ سوال بھی اٹھایا جا سکتا ہے کہ جب مسئلہ تقدیر پر بحث مباحثے کرنا اس درجہ مُضر اور ناپسندیدہ ہے تو پھر آخر تقدیر پر ایمان لانا اتنا ضروری کیوں قرار دیا گیا ہے ـــ ضروری اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اُس کے ہمہ گیر علم پر ایمان رکھنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ یہ بھی مانا جاتا کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے یا ہوگا سب اس کے علم میں ہے اور اس کا مقدّر کیا ہوا ہے۔ آخر جسے خدا مانا جاتا ہے اُس کے متعلق یہ تصوّر کیسے کیا جا سکتا ہے کہ آئندہ پیش آنے والے امور اس کے علم میں نہیں ہیں۔

تقدیر کے معاملے میں ایک اور خاص بات ذہن نشین کرنی بہت ضروری ہے وہ یہ کہ کوئی فرد ہو یا کوئی قوم، دونوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے اپنے مخصوص میلان طبع اور طرزِ فکر کی بنا پر کسی شے سے فائدہ حاصل کرتے یا نقصان اٹھاتے ہیں۔ مثلاً یہی تقدیر کا مسئلہ جو بے شمار انسانوں کے لئے بے عمل ہو جانے کا ذریعہ بنتا رہا ہے قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں بے مثال شجاعت پیدا کرنے کا سبب بن گیا تھا۔ تقدیر پر لاحاصل بحثیں کرنے والوں میں سے بہت سے اس طرح سوچنے لگتے ہیں کہ جب ہونا وہی ہے جو لکھا جا چکا ہے تو پھر خواہ مخواہ اچھے اعمال اختیار کرنے اور روزی حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کر کے اپنی جان ہلکان کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ لہٰذا وہ بے عمل ہو جاتے ہیں مگر اسی مسئلہ تقدیر کے بارے قُرونِ اولیٰ کے مجاہد اس طرح سوچتے تھے کہ جب ہونا وہی ہے جو لکھا جا چکا ہے اور موت اسی وقت اور اُسی جگہ آنی ہے جو خدا کے ہاں مقدر ہو چکی ہے تو پھر جہاد فی سبیل اللہ کرنے کے لیے میدانِ جنگ میں جانے اور خطرات میں کودنے سے کیوں گھبرائیں! اگر موت یہاں نہیں لکھی تو نہیں آئے گی اور اگر یہیں لکھی ہے تو گھر سے چل کر یہاں آکر مریں گے۔ لہٰذا وہ بے جگری سے لڑتے تھے اور اپنے سے کئی کئی گنا زیادہ فوج کا مُنہ پھیر دیتے تھے۔ ایسے ہی عقیدۂ تقدیر ایک سچے مومن کی زندگی کے دکھوں اور پریشانیوں کو بہت کم کر دیتا ہے، کیونکہ جب کوئی ناگہانی مصیبت آ ٹوٹتی ہے یا احتیاط کے باوجود کوئی نقصان سہنا پڑ جاتا ہے یا کوشش کے باوجود روزی فراخ نہیں ہوتی تو وہ اپنے دل کو سمجھا لیتا ہے۔

کہ ایسے ہی لکھا ہوا تھا، خُدا کی مشیّت اسی میں ہے، مجھے راضی برضا رہنا چاہیئے۔ لہٰذا یہ عقیدۂ تقدیر اس کے لئے وجہِ سکون بن جاتا ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ پر پورے طور پر ایمان لانے کے لیے عقیدۂ تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ تقدیر کو بہانہ بنا کر عمل سے کوتاہی اختیار نہ کی جائے اور نہ اس مسئلے کو لایعنی بحثوں کا موضوع بنایا جائے۔

(۴۶)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ بندہ اُس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک چار چیزوں پر ایمان نہ لے آئے۔ (ایک یہ کہ) وہ اس بات کی گواہی دے کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں، اللہ نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے (دوسرے) موت پر ایمان لائے (تیسرے) موت کے بعد اُٹھائے جانے پر ایمان لائے (چوتھے) تقدیر پر ایمان لائے۔ (ترمذی)

(۴۷)

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیریں لکھ دی تھیں۔ اور فرمایا کہ (اُس وقت) اُس کا عرش پانی پر تھا۔ (مسلم)

(۴۸)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے (سوار) تھا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اے لڑکے! میں تجھے کچھ باتیں سکھاتا ہوں۔ تُو اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ وہ تیری حفاظت فرمائے گا، تُو اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ تو اُسے اپنے

سامنے پائے گا، جب تُو نے مانگنا ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگ، اور جب مدد طلب کرنی ہو تو خُدا ہی سے مدد طلب کر، اور جان لے کہ اگر تمام اُمّت اس بات پر جمع ہو جائے کہ تجھے کچھ نفع پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نفع نہیں پہنچا سکے گی جو خُدا نے تیرے لیے لکھ دیا ہے اور اگر (تمام) لوگ اس بات پر جمع ہو جائیں کہ تجھے کوئی نقصان پہنچائیں تو اس کے سوا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے جو خُدا نے تیرے لیے لکھ دیا ہے۔ (تیری قسمت لکھنے والے) قلم (تیرا نفع و نقصان لکھ کر) اٹھائے گئے ہیں اور صحیفے (جن پر تیری تقدیر لکھی گئی ہے) خشک ہو چکے ہیں۔ (ترمذی)

(۴۹)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی مدت دراز تک اہلِ جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے، پھر اُس کے اعمال کا خاتمہ دوزخیوں کے سے اعمال پر ہوتا ہے (لہٰذا وہ دوزخ میں ڈال دیا جاتا ہے) اور آدمی مدت دراز تک دوزخیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے، پھر اُس کے اعمال کا خاتمہ اہل جنت کے سے اعمال پر ہوتا ہے (لہٰذا وہ جنّت کا مستحق ہو جاتا ہے) (مسلم)

تشریح: اس حدیث میں ایک تو مسئلۂ تقدیر کی طرف اشارہ ہے کہ جس کی تقدیر میں دوزخ لکھی ہوتی ہے وہ نیک اعمال کرتے کرتے آخر میں بداعمالی کا شکار ہو جاتا ہے اور دوزخ میں چلا جاتا ہے اور جس کی تقدیر میں جنّت ہوتی ہے وہ بداعمالیاں کرتے کرتے آخر میں نیک اعمال اختیار کر کے جنّت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ دوسری بات جو بیان ہوئی وہ یہ ہے کہ انسان کا دوزخ یا جنّت میں جانا منحصر ہے ان اعمال پر جو وہ زندگی کے آخری ایام میں کرے گا۔ یعنی جن اعمال پر اُس کا خاتمہ ہوگا۔ اگر آخر میں اس نے توبہ کر کے نیک اعمال اختیار کر لیے تو وہ جنتی ہو گا چاہے توبہ سے پہلے کتنے ہی گناہ کیوں نہ کر چکا ہو اور اگر اُس کا خاتمہ بداعمالی پر ہوا تو وہ دوزخ کا مستحق ہو گا چاہے اس سے پہلے کتنے ہی نیک اعمال کیوں نہ کر چکا ہو۔ تیسری خاص طور پر ذہن نشین کی جانے

والی چیز یہ ہے کہ کوئی انسان چاہے بظاہر کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اس کے بارے میں یہ رائے قائم نہیں کرنی چاہیئے کہ وہ ضرور ہی دوزخ میں جائے گا۔ خدا معلوم کب اس کا دل بدل جائے اور وہ سچے دل سے توبہ کر کے نیک اعمال اختیار کرے اور جنت کا مستحق ہو جائے۔ ایسے ہی اگر انسان کو خدا نے نیک اعمال کی توفیق دے رکھی ہے تو اس کے فخر میں آجانے کیلئے قطعی کوئی جواز نہیں۔ خدا معلوم کب اس کا دل بدل کر برائی کی طرف چلا جائے اور وہ برے اعمال اختیار کر کے دوزخ کا مستحق ہو جائے۔ یہ حدیث اور اسی مضمون کی دوسری حدیثیں گناہ کرنے والوں اور نیکی اختیار کرنے والوں دونوں کے لیے خدا کی رحمت ہیں۔ گناہ کرنے والوں کے لیے اس طرح کہ یہ حدیثیں انہیں خدا کی رحمت سے مایوس ہو جانے سے بچا کر اُن کے نیکی کی طرف آنے میں ان کی مددگار ہوتی ہیں اور نیکیوں کے لیے اس طرح کہ یہ انہیں تنبیہہ کرتی رہتی ہیں کہ کہیں خود پسندی اور فخر کا شکار ہو کر اپنے آپ کو برباد نہ کر لینا، تم کسی وقت بھی دوزخ کے مستحق ہو سکتے ہو۔ اور اس طرح اپنی مسلسل تنبیہہ کے ذریعے یہ انہیں ہوشیار رکھتی ہیں کہ موت کا مرحلہ آنے تک نیکی کے لیے کوشاں رہیں۔

۵۰

حضرت عبداللہؓ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا، اور حضورؐ سچے تھے اور سچے تسلیم کیے جاتے تھے، (غرضیکہ آپؐ نے فرمایا کہ) تم میں سے ہر ایک کا مادۂ پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس روز تک جمع کیا جاتا ہے (یا جمع رہتا ہے) پھر اتنی ہی مدت میں وہ جما ہوا خون ہو جاتا ہے پھر اتنی ہی مدت میں وہ گوشت کا لوتھڑہ بن جاتا ہے۔ پھر اللہ اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے جو اس میں رُوح پھونکتا ہے اور چار چیزوں (کے لکھے جانے) کا حکم دیا جاتا ہے (یعنی) اس کا رزق لکھا جاتا ہے اور اس کی عمر لکھی جاتی ہے اور اس کا عمل لکھا جاتا ہے اور یہ لکھا جاتا ہے کہ وہ بدبخت ہو گا یا خوش بخت۔ پس اُس ذات کی قسم جس کے سوا، کوئی عبادت

کے قابل نہیں کہ تم میں سے کوئی جنتیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس کا لکھا ہوا اس پر سبقت کر جاتا ہے اور اس کا خاتمہ دوزخیوں کے اعمال پر ہوتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دوزخ میں جا داخل ہوتا ہے اور (ایسے ہی) تم میں سے کوئی دوزخیوں کے سے اعمال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس کا لکھا ہوا اس پر سبقت کر جاتا ہے اور اس کا خاتمہ جنتیوں کے اعمال پر ہوتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ (ترمذی)

تشریح:۔ اس کی تشریح کے لیے حدیث ۴۹ کی تشریح دیکھ لی جائے۔

۵۱

ابن الدیلمی بیان کرتے ہیں کہ میں (صحابئ رسولؐ) حضرت اُبَیؓ بن کعب کے پاس آیا اور اُن سے عرض کیا کہ تقدیر کے متعلق میرے دل میں کچھ خلجان سا پیدا ہو گیا ہے، پس آپ اس کے متعلق مجھ سے کچھ بیان فرمائیں شاید اللہ تعالیٰ اس خلجان کو میرے دل سے دور فرما دے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی زمین و آسمان کی ساری مخلوق کو عذاب میں ڈال دے تو وہ اپنے اس فعل میں ظالم نہ ٹھہرے گا اور اگر وہ اُن سب کو اپنی رحمت سے نوازے تو اس کی یہ رحمت اُن کے اعمال سے بہتر ہوگی۔ اور (تقدیر پر ایمان لانا اتنا ضروری ہے کہ) اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تو اللہ کے ہاں وہ قبول نہ ہوگا جب تک کہ تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ اور جب تک تمہارا یہ اعتقاد نہ ہو کہ جو کچھ تمہیں پیش آتا ہے تم کسی طرح اُس سے چھوٹ نہیں سکتے تھے اور جو حالات تم پر پیش نہیں آتے وہ تم پر آ ہی نہیں سکتے تھے اور اگر تم اس عقیدے کے علاوہ کسی اور عقیدے پر مر گئے تو یقیناً تم دوزخ میں جاؤ گے۔ ابن الدیلمی بیان کرتے ہیں کہ پھر میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو انہوں نے بھی مجھ سے یہی فرمایا۔ اس کے بعد میں حضرت حذیفۃؓ بن الیمان

کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بھی مجھ سے یہی فرمایا، پھر میں حضرت زیدؓ بن ثابت کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے بھی رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے طور پر مجھ سے یہی بات بیان کی۔ (ابوداؤد)

۵۲

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کئی اصحابؓ کو پایا۔ وہ فرماتے تھے کہ ہر شے تقدیر میں لکھی جا چکی ہے اور میں نے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کو فرماتے سُنا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب کچھ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے یہاں تک کہ درماندگی اور ہشیاری بھی یا آپؐ نے یہ فرمایا کہ ہشیاری اور درماندگی بھی۔ (مسلم)

۵۳

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نکل کر ہماری طرف آئے اور آپؐ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا کتابیں ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ نہیں یا رسولؐ اللہ، سوائے اس کے کہ آپؐ ہمیں بتادیں (کہ یہ کیا ہیں) پھر آپؐ نے اپنے دائیں ہاتھ والی کتاب کے متعلق فرمایا کہ یہ کتاب ربّ العالمین کی طرف سے ہے اس میں جنّت والوں کے نام اور ان کے باپوں اور قبیلوں کے نام ہیں، پھر آخر میں میزان دے دی گئی ہے۔ پس (اب) نہ کبھی ان میں کوئی زیادتی کی جائے گی اور نہ کبھی ان میں کوئی کمی ہی کی جائے گی (پس اہلِ جنّت اتنے ہی ہوں گے جتنے اس کتاب میں لکھ دیئے گئے ہیں) پھر آپؐ نے اپنے بائیں ہاتھ والی کتاب کے متعلق فرمایا کہ یہ ایک کتاب ہے ربّ العلمین کی طرف سے۔ اس میں اہلِ دوزخ کے نام اور ان کے باپوں اور قبیلوں کے نام ہیں اور آخر میں میزان دے دی گئی ہے۔ پس (اب) نہ کبھی ان میں کوئی زیادتی کی

جائے گی اور نہ ان میں کبھی کوئی کمی ہی کی جائے گی ۔ اس پر حضورؐ کے صحابہؓ نے فرمایا کہ یا رسولؐ اللہ پھر عمل کرنے کا کیا فائدہ جب کہ یہ (جنت یا دوزخ میں جانا) ایک ایسا معاملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (اسے معین فرما کر) اس سے فارغ ہو چکا ہے ۔ مگر حضورؐ نے (اُن کی اُس بات سے کہ اب عمل کی ضرورت نہیں متفق نہ ہوتے ہوئے) فرمایا کہ راہ راست پر چلو اور میانہ روی اختیار کرو کیونکہ جنتی کا خاتمہ اہل جنت کے اعمال پر ہوگا چاہے وہ (اس سے پہلے) کیسے ہی (بُرے) عمل کیوں نہ کرتا رہا ہو ۔ اور دوزخی کا خاتمہ اہل دوزخ کے اعمال پر ہوگا چاہے [redacted] (اس سے پہلے) کیسے ہی (نیک) عمل کیوں نہ کرتا رہا ہو ۔ پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا اور ان دونوں کو پھینک دیا پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندوں (کی تقدیریں لکھنے) سے فارغ ہو چکا ۔ (لہٰذا بندوں میں سے) ایک فریق جنت میں جائے گا اور ایک فریق دوزخ میں ۔ (ترمذی)

تشریح :۔ اس حدیث میں جن دو کتابوں کا ذکر ہے ان کے بارے میں ایک رائے تو یہ ہے کہ وہ واقعی دو کتابیں تھیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ کچھ بعید بھی نہیں کہ اُس نے حضورؐ کو واقعی دو کتابیں عنایت فرمائی ہوں ۔ تاہم ایک دوسری رائے یہ ہے کہ حضورؐ نے یہ سب کچھ بطورِ تمثیل فرمایا ، کیونکہ حضورؐ کو جو علم خدا کی طرف سے بہم پہنچایا گیا تھا کہ لوگوں کا جنتی یا دوزخی ہونا لکھا جا چکا ہے اُس پر حضورؐ کو ایسا قلبی یقین تھا گویا آپؐ ان کتابوں کو آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور لوگوں کو بھی حضورؐ نے تمثیل کے انداز میں یہ بات اس طرح بتائی گویا لوگ بھی ان کتابوں کو دیکھ رہے تھے ۔
یہ جو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کتابیں رب العلمین کی طرف سے ہیں تو بظاہر اس کا مفہوم بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہمہ گیر علم اور اپنی قدرت کاملہ کی بنا پر اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کے نام دو علیحدہ علیحدہ کتابوں میں لکھ رکھے ہیں ۔ آخر میں جو بیان ہوا ہے کہ حضورؐ نے انہیں پھینک دیا تو جو لوگ اس رائے کے حامی ہیں کہ حضورؐ کے ہاتھوں میں واقعی دو کتابیں تھیں ان کا کہنا ہے کہ حضورؐ نے کتابوں کو پھینک دیا گویا انہیں اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا اور جن کا خیال ہے کہ یہ سب کچھ بطورِ تمثیل بیان کیا

گیا تھا اُن کا کہنا ہے کہ حضورؐ نے اپنے ہاتھوں کو جھٹک کر گویا یہ تنبیہ کی کہ بس اب کام ختم۔ اب یہ طے ہو چکا ہے کہ ایک گروہ جنت میں جائے گا اور دوسرا دوزخ میں ۔ اب چاہے یہ پہلی صورت ہو یا دوسری۔ حدیث میں جو کچھ واضح کیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی قدرت کامل ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل سب پر محیط ہے اور جو کچھ ہو چکا ہے، ہو رہا ہے اور آئندہ ہونا ہے سب اسی کا مقدر کیا ہوا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ جب سب کچھ معین ہو چکا ہے تو پھر عمل اور کوشش کا کیا فائدہ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ عقیدۂ تقدیر کو بہانہ بنا کر بے عملی کو شعار بنا لیا جائے۔ عمل کی کوشش جاری رہنی چاہیے کیونکہ خدا اور خدا کے رسولؐ نے تاکید سے نیک اعمال کے لیے کوشاں رہنے کا حکم فرمایا ہے مگر اس کے ساتھ ہی اس بات کو بھی دھیان میں رکھنا چاہیے کہ برائیاں کہیں خدا کی رحمت سے نا امید نہ کر دیں اور اچھائیاں فخر اور خود پسندی کا شکار نہ بنا دیں کیونکہ کچھ معلوم نہیں کہ کس برے کا انجام اچھا اور کس اچھے کا انجام برا ہوتا ہے۔

۵۲

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازے میں شریک تھے۔ آپؐ نے کوئی شے لی اور اس سے زمین کریدنے لگے۔ پھر فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا ٹھکانہ دوزخ میں یا جنت میں لکھ نہ دیا گیا ہو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر ہم اپنے لکھے ہوئے پر کیوں نہ بھروسہ کریں اور عمل چھوڑ کیوں نہ دیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ (نہیں) تم عمل کرو کیونکہ ہر شخص کے لیے وہی کام آسان کر دیا گیا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ پھر آپؐ نے اپنے اس فرمان کی یوں توضیح فرمائی کہ جو شخص نیک بختوں میں سے ہوتا ہے اس کے لیے نیک بختوں کے سے کام کرنا آسان کر دیا جاتا ہے اور جو کوئی بد بختوں میں سے ہوتا ہے اس کے لیے بد بختوں کے سے کام کرنا آسان کر دیا جاتا ہے۔ پھر آپؐ نے (سورۃ

وَاللَّیْلِ کا یہ حصہ پڑھا:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۝ الآیۃ　　(بخاری)

تشریح: حضورؐ نے جو آیات پڑھیں وہ سورۃ اللیل کی آیات ہیں اس سورۃ میں آیت پانچ سے لے آیت دس تک جو مضمون بیان ہوا اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ "جس نے (خدا کی راہ میں مال) دیا اور خدا کی نافرمانی سے پرہیز کیا اور بھلائی کو سچ مانا اس کو ہم آسان راستے (یعنی نیکی کے راستے) کے لئے سہولت دیں گے اور جس نے بخل کیا اور اپنے خدا سے بے نیازی برتی اور بھلائی کو جھٹلایا اس کو ہم سخت راستے (یعنی برائی کے راستے) کے لیے سہولت دیں گے۔"

حضورؐ کے فرمان اور ان آیات دونوں میں یہ وضاحت موجود ہے کہ جس کا انجام نیک ہونا ہو اس کے لیے نیکی کی راہ پر چلنا آسان ہوتا ہے اور جس کا انجام برا ہونا ہو اس کے لیے نیکی کی راہ مشکل ہو جاتی ہے اور وہ برائی کی راہ پر چلنے میں زیادہ آسانی محسوس کرتا ہے اس کے علاوہ حضورؐ نے عقیدۂ تقدیر پر زور دینے کے ساتھ ہی یہ تلقین بھی فرمائی ہے کہ عمل کو جاری رکھا جائے۔ عمل کے لیے کوشش کرتے رہنا انسان کے فرائض میں سے ہے اور اسے ہر حال اس فرض کو ادا کرنا چاہیئے۔

(۵۵)

ابُو خُزَامَۃ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپؐ کا کیا خیال ہے کہ اگر ہم دوکھ بیماری میں دم کروائیں اور دوا علاج کروائیں اور پرہیز کریں تو کیا یہ چیزیں اللہ کی تقدیر کو بدل سکتی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ (خود) اللہ کی تقدیر ہی کا حصہ ہیں۔

(ترمذی)

تشریح: اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ دکھ بیماری میں علاج وغیرہ کرنا عقیدۂ تقدیر کے خلاف نہیں۔ بیماری کا تقاضا ہے کہ علاج کروایا جائے۔ چنانچہ علاج

کروانا چاہیئے۔ تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب تو یہ ہے کہ اس بات پر ایمان ہو کہ جو کچھ ہو چکا ہے، ہو رہا ہے اور آئندہ ہو گا سب اللہ کے علم میں ہے اور اُس کا مقدّر کیا ہوا ہے۔ چنانچہ یہ بھی خدا کے علم میں ہے اور خدا ہی کا مقدّر کیا ہُوا ہے کہ بیماری کی صورت میں علاج کرایا جائے گا۔ لہٰذا یہ بھی تقدیر الٰہی ہی کا ایک حصّہ ہے۔

(۵۶)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ قوّت والا مومن بہتر ہوتا ہے اور خدا کو زیادہ محبوب ہوتا ہے بہ نسبت کمزور مومن کے۔ اور یوں تو ان سب میں بھلائی ہوتی ہے۔ اور جو چیز تیرے لیے نفع بخش ہو تو اس کا حریص بنا رہ اور اللہ سے مدد مانگتا رہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ نہ جا۔ اور اگر تجھے کوئی ایسی صورت پیش آئے (جو تکلیف دہ ہو) تو یوں نہ کہا کر کہ اگر میں (ایسے) کر لیتا تو ایسے اور ایسے ہو جاتا بلکہ یُوں کہا کر کہ اللہ نے یُوں ہی مقدّر فرما دیا تھا، اس نے جو چاہا کر دیا۔ کیونکہ (یہ کلمہ یعنی) "اگر" شیطان کے عمل کا دروازہ کھولتا ہے۔ (مسلم)

تشریح: اس حدیث میں کئی باتیں بیان ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر دو انسانوں میں ایمان یکساں ہو مگر ان میں ایک قوّت والا ہو اور دوسرا کمزور تو اللہ کو قوت والا مومن زیادہ پسند ہوتا ہے بہ نسبت کمزور مومن کے کیونکہ خدا کے دین کو دنیا میں نافذ کرنے اور اس کی حفاظت کرنے کے لیے قوت اور طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔
دوسری بات یہ ہے کہ انسان جس شے میں اپنا فائدہ دیکھے، خصوصًا دینی فائدہ، اُسے حاصل کرنے کے لیے اُسے جد و جہد کرتے رہنا چاہیئے، راستے میں جو مشکلات آئیں اُن کے مقابلے کے لیے خدا سے مدد مانگتا رہے مگر دل شکستہ اور ناامید ہو کر کوشش اور جد و جہد ترک نہ کرے۔ تیسری شے یہ ہے کہ اگر کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہا جائے کہ اگر میں ایسے اور ایسے کر لیتا تو یہ مصیبت نہ آتی کیونکہ جو مصیبت آ گئی ہے اُس نے

لازماً آنا ہی تھا۔ جب انسان کسی مصیبت کے آنے پر یوں سوچنا شروع کر دیتا ہے کہ میرے فلاں کام کرنے سے یہ ٹل سکتی تھی تو پھر اس کے دل میں پچھتاوے اور غم و الم کا طوفان برپا ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر وہ اس مصیبت کو اس نگاہ سے دیکھے کہ یہ خدا کے حکم سے آئی ہے اور اس لیے آئی ہے کہ اس کا آنا اللہ تعالیٰ مقدّر کر چکا تھا تو اس کے دل کو قرار آ جاتا ہے اور صبر و شکر اس کے لیے زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ آخر میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ اگر "شیطان کے عمل کا دروازہ کھولتا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس طرح سوچنا کہ اگر میں ایسے کر لیتا تو ایسے ہو جاتا عقیدۂ تقدیر کو خراب کرتا ہے جو بنیادی عقائد میں سے ہے۔

باب ۲

حُبِّ الٰہی اور خشیۃِ الٰہی

انسان جن وجوہ کے باعث کسی کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے اُن میں دو وجہیں خاص طور پر نمایاں نظر آتی ہیں، ایک محبت اور دوسرے خوف یعنی یا تو انسان کے دل میں اُس شخص کے لیے محبت ہوتی ہے اور اُس محبت کے باعث وہ خوشی سے اس کی بات مانتا ہے۔ یا پھر دل میں اُس کا خوف اور رُعب اتنا ہوتا ہے کہ اس خوف اور رُعب کے باعث اس کے احکام کی تعمیل کی جاتی ہے۔ جہاں تک دینِ اسلام کا تعلق ہے لفظ اسلام کا مطلب ہی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پوری پوری اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے۔ لہٰذا پورا پورا مطیع اور فرمانبردار بندہ بننے کے لیے ضروری ہے کہ محبت اور خوف دونوں جذبوں سے پورا پورا کام لیا جائے۔ یعنی بندے کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھی کما حقہ، معمور ہے اور اس کے ساتھ ہی اس میں خدا کا خوف بھی پورے طور پر موجود ہو۔

حُبِّ الٰہی

(۵۷)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک بدّو نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں عرض کیا کہ قیامت کب ہوگی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے۔ اس نے عرض کیا کہ (میری تیاری یہ ہے کہ میرے دل میں) خدا اور اُس کے رسولؐ کی محبت (ہے) حضورؐ نے فرمایا کہ تو (قیامت کے دن) انہیں کے ساتھ ہوگا جن سے تجھے محبت ہے۔ (مسلم)

(۵۰)

حضرت انسؓ بن ملک بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبیؓ ابن کعبؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سناؤں۔ حضرت اُبیؓ نے عرض کیا کہ کیا خدا تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں اس پر حضرت اُبیؓ رونے لگے۔ (بخاری)

تشریح: لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سورۃ البیّنۃ کی پہلی آیت کے ابتدائی الفاظ ہیں۔ حضرت اُبیؓ کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی اتنی زیادہ محبت تھی اور اس کی عظمت کا اتنا گہرا احساس تھا کہ جب انہیں پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام لیا ہے تو خوشی اور شکر کی بے پناہ شدت کے باعث وہ رو پڑے۔

اَلْحُبُّ لِلّٰہِ

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت انسانی محبتوں کی نفی نہیں کرتی بلکہ ان کے لیے ایک مقصد متعین کر کے انہیں زیادہ پائیدار بناتی اور افراط و تفریط سے بچاتی ہے۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ جو انسان کسی دوسرے انسان سے صرف خدا کے لیے محبت کرتا ہے وہ خدا کی رضا سے سرفراز ہوتا ہے۔ جب ایک انسان دوسرے انسان کو صرف اس لیے چاہے گا کہ اس کو چاہنا خدا کو پسند ہے تو ظاہر ہے کہ وہ پھر غلط قسم کے آدمی کو نہیں چاہے گا بلکہ اُسی کو چاہے گا جو اپنے اعمال و اقوال کے باعث خدا کو پسند ہوگا یا جس کے ساتھ

تعلق کی نوعیت ایسی ہو گی کہ اس قسم کے تعلق کے معاملے میں خدا نے محبت کرنے کا حکم دے رکھا ہو گا۔ ایسے ہی جب کسی انسان سے محبت کرنے سے مراد خدا کی رضا حاصل کرنا ہو گا تو پھر وہ محبت انسان پرستی کی حد تک کبھی نہیں پہنچے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی انسان کو اُس انسان کی خاطر چاہنے میں اور انسان کو خدا کی خاطر چاہنے میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ احادیث واضح کرتی ہیں کہ کسی انسان کو خدا کی خاطر چاہنا ایک عظیم نیکی ہے۔

(۵۹)

حضرت ابوذر رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ افضل ترین عمل یہ ہے کہ خدا ہی کے لیے دوستی رکھی جائے اور خدا ہی کیلئے دشمنی رکھی جائے۔

(ابوداؤد)

تشریح : یعنی کسی سے محبت کی جائے تو اس لیے کی جائے کہ اس سے محبت کرنا خدا کو پسند ہے مثلاً رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے محبت کرنا، صحابۂ کرامؓ سے محبت کرنا، نیک لوگوں سے محبت کرنا، والدین سے محبت کرنا، رشتے داروں سے محبت کرنا، ہمسایوں سے محبت کرنا، مسلمان بھائیوں سے محبت کرنا وغیرہ۔ اور ایسے ہی کسی سے نفرت ہو تو کسی ذاتی غرض کے لیے نہ ہو بلکہ محض اس لئے ہو کہ اس سے نفرت کرنا خدا کو پسند ہے۔ مثلاً اس مشرک سے نفرت کرنا جو سمجھانے بجھانے کے باوجود شرک سے باز نہیں آتا، اس ظالم سے نفرت کرنا جو سمجھانے بجھانے کے باوجود ظلم کرنے سے نہیں رُکتا، اس بدزبان سے نفرت کرنا جو سمجھانے بجھانے کے باوجود ہر ایک کا دل دکھاتا اور ہر ایک کی عزت اتارتا ہے وغیرہ۔

(۶۰)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

قیامت کے دن فرمائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو میری بزرگی اور عظمت کے خیال سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے۔ آج کے دن جب کہ میرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں میں انہیں اپنے سائے میں جگہ دوں گا۔ (مسلم)

(۶۱)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص اپنے کسی بھائی سے ملاقات کرنے کے لئے کسی دوسری بستی میں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتے کو چوکیدار مقرر کر دیا جب [redacted] اس کے پاس آیا تو فرشتے نے پوچھا کہ تم کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس بستی میں اپنے ایک بھائی کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ فرشتے نے کہا کہ کیا اُس پر تُو نے کوئی احسان کیا ہے جس کی تکمیل مقصود ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ اس کے سوا کوئی بات نہیں کہ میں اللہ عزّ وجلّ کی خاطر اُس سے محبت رکھتا ہوں فرشتے نے کہا کہ میں اللہ کا قاصد ہوں (اور) تمہاری طرف (اس لیے آیا ہوں کہ تمہیں بتا دوں) کہ جس طرح تُو اللہ کی خاطر (اپنے اس بھائی) سے محبت رکھتا ہے اسی طرح اللہ بھی تجھ سے محبت رکھتا ہے (مسلم)

خشیۃِ الٰہی

(۶۲)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس شخص نے کسی دن مجھے یاد کیا یا کسی جگہ مجھ سے ڈرا اسے دوزخ سے نکال لو۔ (ترمذی)

(۶۳)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص

نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی تھی۔ جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ (جب میں مر جاؤں تو تم) مجھے جلا دینا اور پھر (جلنے سے جو میری راکھ بنے گی) اُس میں سے نصف کو خشکی میں اور نصف کو سمندر میں بکھیر دینا (تاکہ میرا نشان بھی باقی نہ رہے کیونکہ میں اتنا گنہگار ہوں کہ) خدا کی قسم اگر خدا نے مجھ پر قابو پا لیا تو وہ مجھے وہ عذاب دے گا جو دنیا والوں میں سے (اور) کسی کو نہیں دے گا۔ (پھر) جب وہ شخص مر گیا تو (اُس کے گھر کے) لوگوں نے ویسے ہی کیا جیسا کرنے کا اس نے انہیں حکم دیا تھا (یعنی اُسے جلا کر اس کی راکھ خشکی اور سمندر میں بکھیر دی) پھر اللہ تعالیٰ نے خشکی کو حکم فرمایا تو اس نے (اُس شخص کی راکھ میں سے) جو کچھ اس میں تھا اُسے جمع کر دیا۔ اور خدا نے سمندر کو حکم فرمایا تو اس نے (بھی اُس شخص کی راکھ میں سے) جو کچھ اس میں تھا اُسے جمع کر دیا۔ (اور وہ شخص مکمل ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو گیا) پھر خدا نے اُسے فرمایا کہ (بتا) تُو نے ایسے کیوں کیا تھا (یعنی یہ حکم کیوں دیا تھا کہ تیری لاش کو جلا کر راکھ بکھیر دی جائے) اس نے عرض کیا کہ اے میرے ربّ، آپ بخوبی جانتے ہیں کہ (میں نے) آپ کے خوف کے باعث (ایسے کیا تھا۔ اتنی بات بیان کر کے پھر حضورؐ فرماتے ہیں کہ) پھر خدا تعالیٰ نے (اس کے دل میں پیدا ہونے والے اس خوف کے باعث) اُسے معاف فرما دیا۔ (مسلم)

(۶۴)

حضرت اَنَسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ وہ ایک باغ میں داخل ہوئے۔ جب وہ باغ کے اندر تھے اور میرے اور ان کے درمیان دیوار حائل تھی تو میں نے انہیں فرماتے سُنا "عمرؓ بن خطاب۔ امیرالمؤمنین! واہ واہ اے خطّاب کے بیٹے! تجھے لازماً خدا سے ڈرنا ہوگا، ورنہ وہ ضرور تجھ پر عذاب کرے گا۔" (مؤطا)

(۶۵)

حضرت ابُو اُمامہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کو کوئی اور شے نہیں ہے۔ (ایک وہ) آنسو کا قطرہ جو خدا کے خوف کے باعث ٹپکے اور (دوسرے وہ) خون کا قطرہ جو اللہ کی راہ میں بہایا جائے۔ اور دو نشانوں میں ایک وہ نشان جو خدا کی راہ میں (جد وجہد کرنے سے) رہ جائے (مثلاً جہاد میں زخم لگا اور اس کا نشان رہ گیا وغیرہ) اور (دوسرے) وہ نشان جو اللہ کے (عائد کردہ) فرائض میں سے کسی فرض کو ادا کرنے کے باعث ظاہر ہُوا ہو (مثلاً نمازیں پڑھنے سے ماتھے پر سجدوں کا نشان پڑ جانا وغیرہ)۔ (ترمذی)

(۶۶)

حضرت ابُو ہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو (فرشتوں کے دلوں پر خوف اور رعب طاری ہو جاتا ہے اور) فرشتے اس قول کی فرمانبرداری میں بڑے خشوع وخضوع سے اپنے بازو مارتے ہیں گویا وہ (کلمات) چٹان پر زنجیر (کی طرح پڑتے) ہیں۔ پھر جب ان کے دلوں سے خوف دور ہوتا ہے تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے۔ اس پر (بلند مرتبہ فرشتے) جواب دیتے ہیں کہ اس نے حق فرمایا ہے اور وہ بلند و برتر ہے۔ حضورؐ نے (یہ بھی) فرمایا کہ اس وقت شیاطین (فرشتوں کی اس باہمی گفتگو کو چوری چوری سننے کے لیے) اس طرح ہوتے ہیں کہ ایک کے اوپر دوسرا۔ (ترمذی)

تشریح: اس حدیث سے جو بات واضح فرمائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ عالمِ بالا کے رہنے والوں کے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ کا خوف اور رُعب اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی حکم فرماتے ہیں تو ان پر دہشت طاری ہو جاتی ہے

اور وہ خشوع و خضوع سے اپنے بازو مارنے لگتے ہیں۔ پھر یہ جو فرمایا گیا ہے کہ گویا وہ (کلمات) چٹان پر زنجیر (کی طرح پڑتے) ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کلمات فرشتوں کو سنائی دیتے ہیں ان کی آواز ایسی ہوتی ہے جیسے چٹان پر لوہے کی زنجیر پڑنے کی آواز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے آپ پر وحی نازل ہونے کے سلسلے میں بتایا ہے کہ حضورؐ کو گھنٹیاں سی بجنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ حدیث کے آخر میں شیطانوں کے متعلق جو فرمایا ہے کہ وہ ایسے ہوتے ہیں جیسے ایک کے اوپر دوسرا تو اس کا مطلب سمجھنے کے لئے سورۃ الحجر کی آیات ۱۶ تا ۱۸ کا ترجمہ اور تشریح دیکھنی چاہیئے۔ وہ ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"ہم نے آسمان میں بُرج بنائے اور اُنہیں دیکھنے والوں کے لئے (ستاروں سے) آراستہ کیا اور ہر شیطان مردود سے اُنہیں محفوظ کر دیا۔ (کوئی شیطان اُن میں راہ نہیں پا سکتا) الّا یہ کہ کچھ سُن گُن لے لے۔ اور جب وہ سُن گُن لینے کی کوشش کرتا ہے تو ایک شعلۂ روشن اُس کا پیچھا کرتا ہے"

ان آیات کی تشریح میں بتایا گیا ہے کہ شیاطین اپنے دوستوں یعنی جادوگروں، نجومیوں، کاہنوں وغیرہ کو غیب کی خبریں لا کر دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُن کے پاس غیب جاننے کا کوئی ذریعہ تو ہوتا نہیں تاہم وہ عالم بالا کی خبروں کی سُن گُن لینے کی کوشش ضرور کرتے ہیں تو جب وہ سُن گُن لینے کے لئے قریب ہوتے ہیں تو انہیں ایک روشن شعلہ مار کر پیچھے ہٹا دیا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا حدیث کے آخر میں یہی بات بیان فرمائی گئی ہے کہ شیاطین عالم بالا کی یہ گفتگو سننے کے لیے قریب آجاتے ہیں اور اس طرح ایک دوسرے کے آگے پیچھے جمع ہو جاتے ہیں گویا ایک کے اُوپر دوسرا ہو۔

(۶۷)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات آدمی ایسے ہیں جن پر خدا تعالیٰ (اپنی رحمت کا) سایہ ڈالتا ہے۔ (ان میں) ایک وہ شخص ہے

جو خدا کا ذکر کرے تو اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔ (بخاری)

۶۸

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب (تیز) ہوا اور ابر کا دن ہوتا تو (رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم پریشان ہو جاتے اور) اس کا اثر آپؐ کے چہرے سے پہچانا جاتا۔ آپؐ (اضطراب میں کبھی) آگے بڑھتے اور (کبھی) پیچھے ہٹتے۔ پھر جب بارش ہو جاتی تو آپؐ خوش ہو جاتے اور وہ (پریشانی کا اثر) آپؐ (کے چہرۂ مبارک) سے دور ہو جاتا۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضورؐ سے (اس کے بارے میں) پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے خوف آتا ہے کہ کہیں یہ (آندھی اور ابر) کوئی عذاب نہ ہو جو میری اُمت پر مسلط کیا جانا ہو۔ (حضرت عائشہؓ یہ بھی بتاتی ہیں کہ) جب آپ بارش کو دیکھتے تو فرماتے (کہ یہ) رحمت (ہے) (مسلم)

۶۹

حضرت ابوہریرہؓ بیان کیا کرتے تھے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم وہ جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔ (بخاری)

۷۰

حضرت اَنسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ وفات پا رہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا حال ہے۔ اس نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ، میں اللہ سے (مغفرت کی) اُمید رکھتا ہوں اور (ساتھ ہی) اپنے گناہوں سے ڈرتا (بھی) ہوں۔ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اس قسم کے موقع پر جب کسی بندے کے دل میں یہ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں (یعنی امید بھی اور خوف بھی) تو اللہ تعالیٰ اُسے وہ شے عطا فرما دیتا ہے جس کی وہ امید رکھتا ہے (یعنی بخشش)

اور اُس شے سے امن دیتا ہے جس سے وہ ڈر رہا ہوتا ہے (یعنی گناہوں کی سزا)
(ابن ماجہ)

۷۱

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے خوف کیا وہ اوّل رات چلا اور جو اوّل رات چلا وہ منزل پر پہنچ گیا۔ آگاہ رہو کہ اللہ کا سازوسامان گراں قیمت ہے آگاہ رہو کہ اللہ کا سازوسامان جنّت ہے (ترمذی)

تشریح :- یہاں ایک ایسے مسافر کی مثال بیان کی گئی ہے جو جانتا ہے کہ جہاں میں ٹھہرا ہوں وہاں رات کے آخری حصّے میں دشمن مجھ پر حملہ آور ہوگا۔ لہٰذا وہ رات کے پہلے حصّے ہی میں وہاں سے چل پڑتا ہے اور حفاظت سے اپنی منزل پر جا پہنچتا ہے۔ ایسے ہی جس انسان کے دل میں خدا کا خوف ہوگا اور وہ آخرت کی سزا سے ڈرتا ہوگا وہ زندگی میں جلد ہی آخرت کی تیاری شروع کر دے گا اور آخر بخیریت اپنی منزل یعنی بہشت میں جا پہنچے گا۔ حدیث کے آخر میں جو فرمایا گیا ہے کہ آگاہ رہو کہ خدا کا سازوسامان گراں قیمت ہے تو خدا کے سازوسامان سے مُراد بہشت کی نعمتیں ہیں اور ان کا گراں قیمت ہونا یہ ہے کہ وہ آسانی سے نہیں ملتیں بلکہ انہیں حاصل کرنے کے لئے بڑے صبر اور ہمت سے نیکی کے لئے مسلسل جدوجہد کرنی پڑتی ہے تب انسان بہشت اور اُس کے دائمی امن وسکون کا مستحق ہوتا ہے۔

باب ۳

خلوص

خلوص کا مطلب یہ ہے کہ جو نیک عمل بھی کیا جائے اس میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی خوشنودی کو مدنظر رکھا جائے، اس کے سوا کسی اور کی خوشنودی مقصود نہ ہو۔ نیکی درحقیقت نام ہی اُس عمل کا ہے جسے کرنے سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہو۔ جس کام کے کرنے سے اللہ کے سوا کسی اور کی خوشنودی یا اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کی واہ واہ مُراد ہو وہ نیکی نہیں۔ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے کہ اعمال نیتوں پر منحصر ہیں یعنی کسی کام کو کرتے ہوئے جو نیّت رکھی گئی ہو اس کے مطابق ہی اس کی جزا یا سزا ہوگی۔ جس عمل کرنے والے کا مقصود اللہ کی رضا ہوگا تو اسے اللہ تعالیٰ جزا دے گا اور جس کا مقصود کسی اور کی رضا حاصل کرنا ہوگا اُسے اللہ تعالیٰ جزا نہیں دے گا، وہ اپنی جزا اُسی سے لے جس کے لیے اُس نے وہ عمل کیا تھا۔

(۷۲)

حضرت عمرؓ بن خطاب نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے سُنا کہ اے لوگو اعمال تو نیّت پر منحصر ہیں اور ہر شخص کے لیے وہی ہوگا جس کی اس نے نیّت کی۔ پس جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے ہجرت کی اس

کی ہجرت اللہ اور اُس کے رسولؐ ہی کیلئے (شمار) ہو گی اور جس نے دنیا (کا کوئی فائدہ حاصل کرنے) کے لیے ہجرت کی تاکہ اُسے پالے یا کسی عورت کے لیے کی تاکہ اُس سے شادی کرلے تو (اُس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے نہیں شمار ہوگی بلکہ) اس کی ہجرت اُسی شئے کے لئے (شمار) ہوگی جس کے لیے اُس نے ہجرت کی۔ (بخاری)

(۷۳)

اہل مدینہ میں سے ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ امیر مُعاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کو لکھا کہ آپ مجھے ایک تحریر بھیجیے جس میں مجھے نصیحت کیجئے مگر وہ نصیحت (مختصر ہو) بہت لمبی نہ ہو۔ لہٰذا حضرت عائشہؓ نے امیر معاویہؓ کو لکھا "سلامٌ علیك، امّا بعد، بے شک میں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس نے لوگوں کو ناراض کرکے خُدا کی خوشنودی تلاش کی اللہ اسے لوگوں کی ایذا رسانی سے (بچانے کے لئے) کافی ہوجائے گا۔ اور جس نے اللہ کو ناراض کرکے لوگوں کی خوشنودی چاہی اللہ اسے لوگوں ہی کے حوالے کردے گا۔ والسلام علیك" (ترمذی)

تشریح :- لوگوں ہی کے حوالے کردے گا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اس کی امداد نہیں فرمائے گا اور اسے لوگوں ہی پر چھوڑ دے گا کہ اُس کے ساتھ جو سلوک چاہیں کرتے رہیں۔

(۷۴)

حضرت شدّاد بن ہاد بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی عرب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ آپؐ پر ایمان لایا اور آپؐ کے ساتھ ہو لیا۔ پھر اُس نے عرض کیا کہ میں آپؐ کے ساتھ ہجرت کروں گا (یعنی ہجرت کرکے آپؐ کے پاس آجاؤں گا) پس رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے بعض صحابہؓ کو اس کے بارے میں وصیت کی۔ پھر جب کوئی غزوہ ہُوا تو رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مالِ غنیمت حاصل کیا اور اسے تقسیم کیا تو اس دیہاتی کا حصّہ بھی لگایا۔ اور وہ حصّہ اپنے صحابہؓ کو دے دیا (کہ جب

وہ آئے تو اُسے دے دیں، کیونکہ) وہ دیہاتی صحابہؓ کے اونٹ چرایا کرتا تھا (اور اُس وقت اونٹ چرانے گیا ہوا تھا) پھر جب وہ آیا تو صحابہؓ نے اُسے وہ حصہ دیا تو وہ کہنے لگا کہ یہ کیا ہے۔ صحابہؓ نے بتایا کہ یہ تمہارا حصہ ہے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں دیا ہے۔ وہ اس حصے کو لے کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کیا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میں نے تمہیں حصہ دیا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ میں اس کے لیے آپ کے ساتھ نہیں آیا تھا بلکہ میں تو آپ کے ساتھ اس لیے آیا تھا کہ مجھے اس جگہ تیر لگے اور میں مر جاؤں اور جنت میں داخل ہو جاؤں۔ اور (جب اس نے کہا کہ مجھے اس جگہ تیر لگے تو) اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو خدا سے سچ بولتا ہے تو وہ بھی تجھے سچا کر دے گا۔ اس کے بعد صحابہؓ کچھ دیر ٹھہرے اور پھر دشمن کے ساتھ قتال کرنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے (اور لڑائی شروع ہو گئی۔ پھر کیا ہوا کہ) وہ شخص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اس حالت میں) اُٹھا کر لایا گیا کہ اُسے اسی جگہ تیر لگا ہوا تھا جہاں اس نے اشارہ کیا تھا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا یہ وہی شخص ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ جی ہاں آپؐ نے فرمایا کہ اس نے خدا سے سچ بولا تو خدا نے بھی اُسے سچا کر دیا۔ پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اپنے جُبّۂ مبارک کا کفن دیا۔ اور اسے آگے رکھا اور اس پر نماز (جنازہ) پڑھی۔ آپؐ نے جو دعا کی اس میں سے جتنا لوگوں کو سنائی دیا وہ یہ تھا کہ اے خدا، یہ تیرا بندہ ہے۔ یہ تیری راہ میں ہجرت کر کے نکلا اور شہید ہو گیا اور میں اس بات پر گواہ ہوں۔ (النسائی)

(۷۵)

حضرت سلمہؓ بن اکوع بیان کرتے ہیں کہ جنگِ خیبر کے دن میرا بھائی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب ہو کر خوب لڑا (اتفاق سے) اس کی تلوار پلٹ کر اُسی

کو لگ گئی اور وہ قتل ہو گیا۔ اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ نے اس کے بارے میں چہ میگوئیاں کیں اور اس کے (شہید ہونے کے) معاملے پر شک کرنے لگے (اور کہنے لگے) کہ یہ ایسا شخص ہے جو خود اپنے ہی ہتھیار سے مرا ہے (گویا اس نے خودکشی کی ہے) اور اس کے معاملے کے بعض پہلوؤں کو شک کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ حضرت سلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے لوٹے تو (ایک دن) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو رجز (یعنی جنگی اشعار) سناؤں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی۔ اس پر حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تو کیا سنائے گا پس میں نے یہ رجز پڑھا۔

وَاللّٰهِ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا خدا کی قسم اگر اللہ کی مدد نہ ہوتی تو ہمیں راہ راست نہ ملتی۔ وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا اور نہ ہم زکوٰۃ دیتے اور نہ نماز پڑھتے اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا۔ (پھر میں نے آگے پڑھا)

وَانْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا اور ہم پر سکونِ قلب نازل فرما اور اگر
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا ہم کفار سے جنگ کریں تو ہمیں ثابت قدم
وَالْمُشْرِكُوْنَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا رکھ اور مشرکوں نے ہم پر ظلم کر رکھا ہے۔

جب میں نے یہ رجز ختم کر لیا تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اشعار کس نے کہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یہ میرے بھائی نے کہے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس پر رحم فرمائے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ لوگ تو اس پر نماز (جنازہ) پڑھتے ہوئے ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ایک ایسا شخص ہے جو خود اپنے ہتھیار سے مر گیا ہے (گویا کہ اس نے خودکشی کی ہے) اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تو جہاد کرتے ہوئے مجاہد کی حیثیت سے مرا ہے۔ (اس حدیث کے ایک راوی) ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے حضرت سلمہؓ بن اکوع کے ایک بیٹے سے (اس واقعے کے بارے میں) پوچھا تو اس نے بھی اپنے باپ سے اسی طرح حدیث بیان کی سوائے اس کے کہ اس میں یہ بات بھی کہ (حضرت سلمہؓ بن

اکوع نے کہا کہ) جب میں نے کہا کہ لوگ تو اس پر نماز (جنازہ) پڑھتے ہوئے ڈرتے ہیں تو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں، وہ تو جہاد کرتا ہوا مجاہد کی حیثیت سے مرا ہے اور اس کے لئے دُگنا اجر ہے اور آپؐ نے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ کیا۔ (مسلم)

تشریح :۔ اس حدیث میں بھی اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ عمل نیت پر منحصر ہے۔ اگرچہ وہ شہید خود اپنے ہی ہتھیار سے قتل ہوئے تاہم چونکہ ان کا ارادہ خودکشی کا نہ تھا بلکہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی نیت رکھے ہوئے تھے اس لیے ان کی موت مجاہد کی موت ہے نہ کہ خودکشی کرنے والے کی۔

(۷۶)

حضرت مُعاویہؓ بن ابی سُفیانؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ اعمال کی مثال برتن کی سی ہے کہ جب اسکے نیچے اچھا ہوگا تو اوپر بھی اچھا ہوگا اور جب نیچے خراب ہوگا تو اوپر بھی خراب ہوگا۔ (ابن ماجہ)

تشریح :۔ اس مثال میں نیچے سے مُراد نیّت ہے اور اُوپر سے مُراد عمل حضورؐ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح برتن میں کوئی چیز ڈالیں تو وہ برتن کے نیچے اور اوپر ایک جیسی ہوتی ہے اسی طرح نیت کا اور عمل کا حال ہے۔ اگر نیت اچھی ہوگی تو وہ عمل نیکی ہوگا اور اس کا اجر ملے گا اور اگر نیّت اچھی نہ ہوگی تو وہ عمل نیکی نہ ہوگا نہ اس کا اجر ملے گا چاہے دیکھنے میں وہ نیکی ہی کیوں نہ لگتا ہو۔

(۷۷)

حضرت سَہلؓ بن حُنیفؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس شخص نے صدقِ دل سے اللہ سے شہادت کی دعا مانگی اللہ تعالیٰ اسے شہیدوں (ہی) کا رتبہ عطا فرمائے گا چاہے وہ اپنے بستر ہی پر وفات پائے (ترمذی)

۷۸

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ جنگ بدر میں شریک نہ ہوسکے کیونکہ ان کی اہلیہ محترمہ، جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں، بیمار تھیں (اس لئے حضرت عثمانؓ کا ان کے پاس ٹھہرنا ضروری تھا) لہٰذا رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں فرمایا کہ تمہیں اتنا ہی اجر اور مالِ غنیمت کا اتنا ہی حصہ ملے گا جتنا جنگِ بدر میں شریک ہونے والوں میں سے کسی شخص کو ملے گا۔ (بخاری)

تشریح : اس حدیث اور اس سے آگے آنے والی احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کی نیت کوئی نیک عمل کرنے کی ہو مگر حالات کی مجبوری اُسے وہ کام کرنے کی اجازت نہ دے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کی بنا پر اُسے اس عمل کو کرنے کا ثواب عطا فرمادے گا۔ حضرت عثمانؓ اگر جنگ سے رُکے تو صرف اہلیہ محترمہ کی بیماری کے باعث ورنہ ان کی نیت جہاد کرنے ہی کی تھی۔

۷۹

حضرت ابوبُردَہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابُو مُوسیٰؓ کو کئی مرتبہ یہ کہتے سُنا کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے، یا سفر کر رہا ہوتا ہے تو جتنی عبادت وہ سکونت اور صحت کی حالت میں کیا کرتا تھا اتنی ہی عبادت اُس کے لیے لکھی جاتی ہے (کیونکہ اگر اُسے بیماری اور سفر کی مجبوری نہ ہوتی تو وہ یہ عبادت کرتا) (بخاری)

۸۰

حضرت اَنَسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم غزوۂ تبوک سے واپس لوٹے اور مدینے کے قریب پہنچے تو فرمایا کہ مدینے میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ (اس سفر جہاد میں) جس راہ پر بھی تم لوگ چلے اور جو وادی بھی تم نے قطع کی وہ تمہارے

ساتھ تھے۔ لوگوں نے (تعجب سے) عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ، کیا مدینے میں رہتے ہوئے بھی (وہ ہمارے ساتھ تھے) حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں مدینے میں رہتے ہوئے بھی (وہ تمہارے ساتھ تھے) اس لیے کہ (اُن کی نیت جہاد کرنے ہی کی تھی مگر کسی جائز شرعی) عذر نے انہیں روک لیا تھا۔ (لہٰذا اپنی نیت کے خلوص کے باعث وہ اس سفر جہاد کے اجر کے تمہاری ہی طرح مستحق ہیں) (بخاری)

(۸۱)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک جہاد میں ہم رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ مدینے میں بعض ایسے لوگ ہیں کہ (سفرِ جہاد میں) تم جو مسافت بھی طے کرتے ہو اور جو وادی بھی قطع کرتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں (کیونکہ اُن کی نیت جہاد کرنے ہی کی تھی مگر) بیماری نے اُنہیں روک لیا (اور وہ اس مجبوری کے باعث نہ آسکے) (مسلم)

(۸۲)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب خدا کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے تو اس قوم میں جتنے لوگ ہوتے ہیں سبھی اُس عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں (چاہے وہ گنہگار ہوں یا نیکوکار) مگر پھر (جب وہ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاتے ہیں تو) اپنے اپنے اعمال کے مطابق اٹھائے جاتے ہیں۔ (گنہگاروں سے علیحدہ قسم کا معاملہ ہوتا ہے اور نیکوکاروں سے علیحدہ قسم کا) (بخاری)

(۸۳)

حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کے زمانے میں کچھ لوگ امّ المؤمنین حضرت امِّ سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے اُس لشکر کے بارے میں دریافت کیا جس (کے

بارے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں بتایا تھا کہ اس کو دھنسا دیا جائے گا۔ حضرت ام سلمہؓ نے بیان کیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک پناہ پکڑنے والا خانۂ کعبہ کی پناہ پکڑے گا۔ اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ پھر جب وہ لوگ زمین کے اس حصے میں ہوں گے جو چٹیل میدان ہے تو انہیں (زمین میں) دھنسا دیا جائے گا۔ میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جو شخص (اپنی مرضی سے ان کے ساتھ نہ آیا ہوگا بلکہ) زبردستی اس لشکر کے ساتھ لایا گیا ہوگا اس کی کیا صورت ہوگی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ بھی ان کے ساتھ دھنسا دیا جائے گا مگر (یہ صرف دنیا کا معاملہ ہوگا) قیامت کے دن وہ اپنی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا۔ (مسلم)

(۸۴)

ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو نماز (تہجد) پڑھا کرتا ہو (پھر کسی رات) اس پر نیند (ایسا) غلبہ پالے (کہ وہ اٹھ نہ سکے) تو اس کے لیے نماز پڑھنے کا اجر لکھا جاتا ہے اور نیند اس کے لیے ایک صدقہ ہو جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

(۸۵)

حضرت ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات نکلے اور حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا کہ پست آواز میں نماز پڑھ رہے ہیں (پھر آپؐ) حضرت عمرؓ بن خطابؓ کے پاس سے گزرے تو وہ بلند آواز میں نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر جب وہ دونوں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ میں تمہارے پاس سے گزرا تو (دیکھا کہ) تم پست آواز میں نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں اس کو سنا رہا تھا جس سے میں سرگوشی کرتا ہوں (تو وہ اسے بھی سن لیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو) اور حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا

کہ میں تمہارے پاس سے گزرا تو تم بلند آواز میں نماز پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (آواز کو بلند کر کے) میں سوئے ہوئے کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا (اس حدیث کے ایک راوی) حسن نے اپنے بیان میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ تم اپنی آواز کو ذرا بلند کر لیا کرو اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کو ذرا پست کر لیا کرو۔ (ابوداؤد)

تشریح:۔ اس حدیث سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ اصل فیصلہ کن شئے نیت ہے۔ کیونکہ اگرچہ دونوں بزرگ قرأت کرتے ہوئے ایک دوسرے کے اُلٹ طرزِ عمل اختیار کئے ہوئے تھے مگر نیت دونوں کی ایک تھی یعنی خدا کی خوشنودی کا حصول۔ ایک کی آواز کی پستی اس بنا پر تھی کہ ان کا ایمان تھا کہ اللہ تعالیٰ السّمیع ہے یعنی سب کچھ سننے والا اور دوسرے کی آواز کی بلندی اس بنا پر تھی کہ بلند آواز سے کوئی سویا ہوا جاگ کر خدا کی عبادت کرے اور شیطان خدا کا ذکر سن کر بھاگ جائے۔

(۸۶)

حضرت عمروؓ بن العاص بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب حاکم (کسی معاملے میں) کوئی فیصلہ کرے اور اس میں اجتہاد سے کام لے پھر درست فیصلہ کرے تو اس کیلئے دو اجر ہیں (ایک اجتہاد کرنے کا اور دوسرا صحیح فیصلے پر پہنچنے کا) اور اگر وہ فیصلہ کرے اور اس میں اجتہاد سے کام لے پھر درست فیصلہ نہ کر سکے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ (بخاری)

تشریح:۔ درست فیصلہ نہ کر سکنے کے باوجود جو اُسے ایک اجر ملے گا وہ اس لیے کہ اس کی نیت درست فیصلہ کرنے ہی کی تھی۔ لہٰذا اس کے لیے جو اُس نے اجتہاد کیا اُسے اُس کا اجر ملے گا۔

(۸۷)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (گھوڑے

رکھنا تین طرح کا ہوتا ہے) ایک شخص کے لیے گھوڑے (باعثِ) اجر ہوتے ہیں، ایک شخص کے لیے پردہ ہوتے ہیں اور ایک شخص کے لیے (باعثِ) عذاب ہوتے ہیں۔ جس کے لیے گھوڑے (باعثِ) اجر ہوتے ہیں تو یہ وہ شخص ہے جس نے انہیں راہِ خدا میں باندھا ہو، پھر وہ کسی چراگاہ یا باغیچے میں ان کی رسی ڈھیلی کردے تو وہ اس ڈھیلی رسی کے سبب سے اس چراگاہ یا باغیچے میں جتنی دور تک چریں گے ان کے رکھنے والے کے لیے نیکیاں لکھی جائیں گی اور اگر انہوں نے اپنی اس رسی کو توڑ دیا اور ایک اونچان یا دو اونچان پر چڑھ گئے تو ان کے قدموں کے آثار اور ان کی لید پر بھی رکھنے والے کے لیے نیکیاں لکھی جائیں گی اور اگر وہ کسی نہر پر جا نکلے اور وہاں سے پانی پیا تو اگرچہ ان کے مالک نے انہیں پانی پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو تو بھی اس کے لیے نیکیاں لکھی جائیں گی اور وہ اس کیلئے اجر کا باعث ہوں گے۔ اور جس شخص نے اس لیے گھوڑے باندھے کہ لوگوں کا محتاج ہونے سے اور سوال کرنے سے بچا رہے (یعنی تجارت کرنے اور روزی کمانے کے لئے باندھے) اور ان کی گردنوں اور پشتوں کے بارے میں خدا کے حق کو بھی نہ بھولا (یعنی اُن کی زکوٰۃ ادا کرتا رہا یا اُن کے چارے اور آرام وغیرہ کا دھیان رکھا اور ان پر سواری کرنے میں بھی رحم دلی سے کام لیا) تو ایسے شخص کے لیے گھوڑے پردہ ہیں۔ اور جو شخص فخر، دکھاوے اور اہلِ اسلام کے ساتھ دشمنی کرنے کے لیے گھوڑے باندھے تو اس کے لئے گھوڑے (باعثِ) عذاب ہوں گے۔ اور رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے گدھوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اُن کے بارے میں مجھ پر کچھ نازل نہیں ہوا سوائے (سورۃ الزلزال کی) اس آیت کے جو اکیلی بہت سی نیکیوں کو جامع ہے۔ (یعنی)

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

جس نے ذرّہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرّہ برابر بدی کی ہوگی وہ اُس کو دیکھ لے

شَرًّا یَّرَهٗ ٥ گا۔ (موطاً)

۸۸

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میں کوئی (نیک) عمل کرتا ہوں اور لوگوں کو اس کی خبر ہو جاتی ہے تو یہ مجھے اچھا لگتا ہے (حالانکہ میرا مقصد لوگوں کو دکھانا اور ان کی تعریف حاصل کرنا نہیں ہوتا) حضورؐ نے فرمایا کہ تجھے دُہرا اَجر ملے گا۔ ایک پوشیدہ عمل کرنے کا، دوسرے علانیہ عمل کرنے کا۔

(ابن ماجہ)

تشریح:- صحابہ کرامؓ چونکہ حضورؐ سے رہنمائی حاصل کرنے کے از حد شوقین تھے اس لیے وہ اپنی قلبی کیفیات بھی حضورؐ کو بتا دیتے تھے۔ اس حدیث میں حضورؐ کو اپنی دلی کیفیت بتانے والے کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ لوگوں کو اُن کی کسی نیکی کا حال معلوم ہو جانے سے جو اُنہیں خوشی ہوتی ہے اس سے کہیں ان کے اس عمل کا اجر ضائع تو نہیں ہوجاتا۔ اس پر حضورؐ نے اہنیں تسلی دی کہ نہ صرف یہ کہ اجر ضائع نہیں ہو گا بلکہ دُہرا اجر ملے گا پھر آپؐ نے بتایا کہ دُہرا اجر کیوں ملے گا۔ صورت یہ ہے کہ حضورؐ نے اس نیکی کو بہت پسندیدہ قرار دیا ہے جو پوشیدہ طور پر کی جائے کیونکہ اس میں ریا کی گنجائش نہیں ہوتی مگر دوسری طرف یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص علانیہ نیکی کرے اور اس لیے کرے کہ دوسرے لوگ بھی اُسے دیکھ کر اسے اختیار کریں تو یہ شئے بھی بہت زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہوتی ہے۔ یہ جو حضورؐ نے فرمایا کہ تمہیں ایک اجر پوشیدہ عمل کرنے کا ملے گا تو اُن کا عمل پوشیدہ اس لیے تھا کہ اگرچہ لوگوں کو ان کے عمل کی خبر ہو گئی تھی مگر انہوں نے خود یہ خبر اُن تک نہیں پہنچائی تھی نہ ان کا مقصد اُن لوگوں کی تعریف حاصل کرنا تھا، اس لیے درحقیقت ان کا عمل پوشیدہ ہی تھا

لہٰذا اُن کے عمل نے انہیں وہ اجر بھی دلایا جو پوشیدہ عمل کرنے سے ہوتا ہے اور دوسری طرف چونکہ اُن کے عمل کے لوگوں تک پہنچ جانے کے باعث وہ علانیہ بھی ہو گیا تھا اس لیے وہ لوگوں کے سامنے اچھا نمونہ قائم کرنے کے ثواب کے بھی مستحق ہو گئے۔ باقی رہی یہ بات کہ لوگوں کو ان کے عمل کی خبر ہو جانا اُنہیں اچھا لگتا تھا تو حضورؐ کے فرمان کے مطابق اس سے اُن کے اجر پر بُرا اثر نہیں پڑتا تھا کیونکہ اُن کی نیت لوگوں کو دکھانے کی نہیں تھی۔

باب ۴

توکّل علی اللہ

بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں جن کا مفہوم متعین کرنے میں انسانوں نے طرح طرح کی غلطیاں کھائی ہیں۔ انہیں میں ایک لفظ "توکّل" بھی ہے۔ توکّل کا عام سادہ مفہوم تو یہی ہے کہ خدا پر بھروسہ کیا جائے مگر بھروسہ کرنے کی صورت کیا ہو یہاں آکر رائیں مختلف ہو جاتی ہیں۔ ایک گروہ نے غلط طور پر توکّل کا مطلب یہ سمجھا کہ عمل اور کوشش کو چھوڑ دینا اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا توکّل ہے حالانکہ یہ توکّل نہ خدا نے بتایا نہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم نے۔ حضورؐ کی تعلیمات کی روشنی میں توکّل کا جو مفہوم بنتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کوشش تو پوری کرے مگر کوششوں کے نتائج کو اللہ پر چھوڑ دے اور اللہ سے بھلائی کی امید رکھے۔ اس کے ساتھ اُسے یہ بھی یقین ہو کہ کامیابی اس کی اپنی کوششوں کی بنا پر نہیں بلکہ خدا کی مہربانی سے حاصل ہو گی اور کوشش جو وہ کر رہا ہے تو اس لئے کہ خدا نے کوشش کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس توکّل کے دل میں پیدا ہو جانے کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حالات کتنے ہی ناموافق کیوں نہ ہوں انسان انشاء اللہ یاس اور نا اُمیدی اور غم والم کی انتہا کا شکار نہیں ہوتا۔ یہی وہ توکّل ہے جس کا خدا نے حکم دیا اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم نے ساری عمر اس پر عمل کیا اور مسلمانوں کو اپنے اندر اسے

پیدا کرنے کی تلقین فرمائی۔

۸۹

حضرت ابن عباس رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میری اُمّت میں سے ستّر ہزار آدمی بغیر حساب کتاب کے جنّت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو منتر نہیں کرتے اور بُرا شگون نہیں لیتے اور اپنے ربّ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ (بخاری)

۹۰

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ (یعنی کافی ہے ہمارے لیے اللہ اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے) یہ کلمات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہے جب انہیں آگ میں ڈالا گیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس وقت کہے جب منافقوں نے (مسلمانوں کو کفار کی جنگی طاقت سے ڈرانے کے لئے) کہا کہ تمہارے خلاف (بڑے) لوگ جمع ہو گئے ہیں، اُن سے ڈرو۔ تو یہ سُن کر (ڈرنے کے بجائے) مسلمانوں کا ایمان اور زیادہ بڑھ گیا اور انہوں نے جواب دیا کہ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ (بخاری)

۹۱

حضرت عمرؓ بن خطاب بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر تم اللہ پر اُس طرح توکّل کرتے جیسے کہ اُس پر توکّل کرنے کا حق ہے تو تمہیں اُس طرح روزی دی جاتی جس طرح کہ پرندوں کو دی جاتی ہے کہ وہ صبح بھوکے پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس آتے ہیں (ترمذی)

تشریح :- یہ جو حضورؐ نے فرمایا کہ تمہیں اس طرح روزی دی جاتی جیسے پرندوں کو دی جاتی ہے اس سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے کہ یہاں توکّل سے مُراد یہ ہے کہ روزی کے لیے

جدّوجہد نہ کی جائے کیونکہ پرندے بھی تو جدوجہد کرکے ہی روزی پاتے ہیں۔ وہ اپنے گھونسلے سے روزی کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ ادھر اُدھر اُڑتے پھرتے ہیں، روزی کو تلاش کرتے رہتے ہیں جہاں کہیں دانہ دنکا پاتے ہیں وہاں اڑ کر جاتے ہیں اور اس دانے کو اس طرح حاصل کرتے ہیں کہ ساتھ ساتھ اِدھر اُدھر دیکھتے بھی جاتے ہیں کہ کہیں کوئی انہیں پکڑ نہ لے، تب کہیں جا کر انہیں روزی ملتی ہے۔ یہاں پرندوں سے تشبیہہ دینے کا مطلب بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ جس طرح پرندے روزی تلاش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں روزی عطا فرمادیتا ہے اور وہ شام کو پیٹ بھر کر ہی واپس آتے ہیں ایسے ہی اگر تم خدا پر اس طرح توکل کرو جیسے توکل کرنے کا حق ہے تو اللہ تمہاری کوششوں کو بھی کامیابی سے سرفراز فرمائے اور تمہیں سہولت سے روزی ملتی رہے۔

۹۲

حضرت ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں غار (ثور) میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میں نے اپنا سر اٹھایا تو (اُن) لوگوں کے قدم دیکھے (جو ہمارا پیچھا کرتے کرتے غار کے منہ تک پہنچ چکے تھے) میں نے عرض کیا کہ اے خُدا کے نبیؐ اگر ان میں سے کسی نے اپنی نگاہ نیچی کی تو ہمیں دیکھ لے گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ خاموش رہ، ہم دو ہیں مگر ہمارے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔ (بخاری)

۹۳

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ تم میں سے جو کوئی بھی مَرے اسی حالت میں مرے کہ وہ خُدا سے نیک گمان رکھتا ہو (اور اس کی رحمت کا امیدوار ہو) (ابن ماجہ)

۹۴

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطاب شام کی طرف

گئے (جہاں مسلمان فوجیں جہاد کر رہی تھیں) جب آپ سَرغ (کے مقام) پر پہنچے تو (بلادِ شام کے) امرائے فوج (یعنی) حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح اور ان کے ساتھی اُنہیں آکر ملے اور انہوں نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ اس پر حضرت عمرؓ نے (مجھے) فرمایا کہ میرے پاس مہاجرین اوّلین کو لاؤ۔ مَیں اُنہیں بلا لایا۔ حضرت عمرؓ نے اُن سے مشورہ کیا اور انہیں بتایا کہ شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے۔ انہوں نے مختلف رائیں دیں۔ ان میں سے بعض نے تو یہ کہا کہ آپؓ ایک کام کے لیے نکلے تھے اور ہمیں مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ آپ اُسے چھوڑ کر واپس چلے جائیں اور بعض نے کہا کہ آپ کے ساتھ بَقِیَّۃُ السَّلَفْ اور رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہؓ ہیں اور ہم اس بات کو مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ انہیں اس وبا میں لے کر جائیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے انہیں فرمایا کہ اچھا تم چلے جاؤ۔ پھر (مجھے) کہا کہ انصار کو میرے پاس بلا لاؤ۔ پس میں اُنہیں ان کے پاس بلا لایا تو انہوں نے ان سے مشورہ کیا تو انصار نے بھی مہاجرین ہی کا سا طرزِ عمل اختیار کیا اور انہیں کی طرح مختلف رائیں دیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے انہیں (بھی) فرمایا کہ اچھا تم چلے جاؤ اور پھر (مجھے) فرمایا کہ قریش کے وہ عمر رسیدہ لوگ جو مہاجرین فتح مکہ میں سے ہیں ان میں سے جو بھی یہاں موجود ہوں انہیں میرے پاس لے آؤ۔ پس میں انہیں بُلا لایا تو اُن میں سے دو نے بھی اس معاملے میں باہم اختلاف نہ کیا اور کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ (ساتھ والے) لوگوں کو لے کر واپس چلے جائیں۔ اور انہیں وبا کے سامنے نہ لائیں۔ لہٰذا حضرت عمرؓ نے اعلان کروا دیا کہ میں کل صبح (واپس ہونے کے لیے) اونٹ پر سوار ہو جاؤں گا۔ چنانچہ (آپ کے ساتھ والے) لوگ بھی صبح (واپسی کے لیے) سوار ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح (کو حضرت عمرؓ کا یُوں لوٹ جانا پسند نہ آیا اور انہوں) نے کہا کہ کیا آپ خدا کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو یہ بات ناپسند ہوا کرتی تھی کہ حضرت ابو عبیدہؓ کے ساتھ اختلافِ رائے ہو جائے۔ انہوں نے فرمایا: اے ابو عبیدہؓ کاش یہ بات تمہارے بجائے کوئی اور کہتا۔ ہاں ہم (اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں مگر) اللہ کی تقدیر سے بھاگ کر اللہ کی تقدیر ہی کی طرف جا رہے ہیں۔

ذرا غور کرو کہ اگر تمہارا کوئی اونٹ ہو اور تم اسے کسی ایسے نالے میں لے جاؤ جس کے دو کنارے ہوں، ایک سرسبز و شاداب ہو اور دوسرا خشک اور سخت۔ اب اگر تم (اپنے اونٹ کو) سرسبز و شاداب کنارے پر چراؤ گے تو بھی تم نے خدا کی تقدیر ہی سے چرایا اور اگر خشک اور سخت کنارے پر چراؤ گے تو بھی خدا کی تقدیر ہی سے چرایا۔ اسی اثنا میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف آ گئے جو اپنے کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے (یہ بات سُن کر) انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس اس صورتِ حالات کے بارے میں علم موجود ہے۔ (اور پھر بتایا کہ) میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جب تم کسی سرزمین کے بارے میں سنو کہ وہاں وبا پھیلی ہوئی ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب تمہارے اپنے علاقے میں وبا پھیل جائے تو اس سے بھاگ کر اس علاقے سے باہر مت جاؤ۔ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ (یہ حدیث سُن کر) حضرت عمرؓ نے خدا کا شکر ادا کیا (کہ انہوں نے درست فیصلہ کیا تھا) اور واپس لوٹ گئے (مسلم)

تشریح:۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ توکل کا مطلب یہ بھی نہیں کہ انسان ارادتاً اور بے فائدہ اپنے آپ کو خطرات میں ڈال دے۔ مضر اور خطرناک چیز سے اپنے آپ کو بچانا بالکل درست بات ہے، لیکن احتیاط کرتے ہوئے بھی بھروسہ اللہ کی ذات ہی پر ہونا چاہیئے کیونکہ عین ممکن ہے کہ احتیاط کر کے بھی ہم اس مضر اور خطرناک چیز سے اپنے آپ کو محفوظ نہ رکھ سکیں۔

(۹۵)

حضرت ثابت بنانیؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنی حاجت اپنے ربّ (ہی) سے مانگے، یہاں تک کہ نمک (بھی) اُسی سے مانگے اور یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ (بھی) اُسی سے مانگے۔ (ترمذی)

تشریح:۔ اس حدیث سے جو کچھ مراد ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو اس

بات پر پورا قلبی یقین ہونا چاہیئے کہ اُس کی چھوٹی سے چھوٹی حاجت سے لے کر بڑی سے بڑی ضرورت تک کو پورا کرنے والی صرف اللہ کی ذات ہی ہے۔ اس لیے اُسے اپنی ہر ضرورت کے لیے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ باقی رہی عملی کوشش تو سابقہ احادیث میں بیان ہو چکا ہے کہ جائز کوشش کرنا توکل کے خلاف نہیں۔ البتہ کامیابی کے لیے بھروسہ اپنی کوششوں پر نہیں خدا کی رحمت پر ہونا چاہیئے اور اپنی چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کے لیے بھی اللہ سے دُعا کرنی چاہیئے۔

باب ۵

شکرِ الٰہی

انسان کی جن صفات کو اللہ تعالیٰ نے بہت پسند فرمایا ہے اُن میں ایک اللہ کا شکر گزار رہنا بھی ہے۔ شکر کے اصل معنی اعترافِ نعمت اور احسان مندی کے ہیں۔ جو انعامات اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو آخرت میں عطا فرمانے ہیں اِن کے علاوہ اس دینوی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی زیادہ نعمتوں سے نوازا ہوا ہے کہ اگر ہمیں اس کا صحیح احساس ہو تو ہمارا ہر بُنِ مُو شکر ادا کرتا رہے۔ جن نعمتوں کو ہم بالکل معمولی سمجھتے ہیں وہ بھی اگر چھن جائیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ کتنی بڑی دولت تھیں۔ شکر کے سلسلے میں خاص طور پر یاد رکھی جانے والی بات یہ ہے کہ شکر کرنے میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے۔ ایک تو شکر ادا کرنے سے نعمت زیادہ ہوتی ہے اور دوسرے شاکر انسان کو دل کی خوشی اور سکون اس شخص کی نسبت زیادہ حاصل ہوتا ہے جسے خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا کچھ احساس نہیں ہوتا اور نہ وہ ان پر شکر کرتا ہے حالانکہ ہو سکتا ہے کہ اس ناشکرے انسان کے پاس شکر گزار کی نسبت زیادہ نعمتیں ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ کا فرمان ہے کہ جو مومن شکر گزار ہوتا ہے وہ عافیت سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

۹۶

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ بے شک اللہ اُس بندے سے راضی ہو جاتا ہے (جس کی حالت یہ ہے) کہ جب کھانا کھاتا ہے تو اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہے یا جب پانی پیتا ہے تو اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔ (مسلم)

۹۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ وہ کھانے والا جو شکر ادا کرے (اجر کے لحاظ سے) صبر کرنے والے روزہ دار کے برابر ہے۔ (ترمذی)

تشریح ۔ روزہ رکھ کر بھوک پیاس وغیرہ کو صبر سے روکنا بڑے اجر کی بات ہے۔ حضورؐ نے یہاں شکر کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس طرح صبر سے روزہ رکھنے والا بہت بڑے اجر کا مستحق ہو جاتا ہے اسی طرح وہ شخص بھی بہت بڑے اجر کا مستحق ہو جاتا ہے جو اگرچہ روزہ نہیں رکھے ہوئے مگر خدا کا شکر گزار ہے۔ اس حدیث سے یہ مفہوم نکالنا جائز نہیں کہ چونکہ حضورؐ کے فرمان کے مطابق صابر روزہ دار اور شکر گزار کھانے والا اجر کے لحاظ سے برابر ہیں اس لیے فرضی روزے رکھنے کی بجائے انسان شکر ہی کرتا رہے۔ شکر کی اہمیت اپنی جگہ بہت ہے مگر فرض روزہ بغیر عذر شرعی کے نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اس حدیث میں صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ دونوں اعمال کا اجر برابر ہے، اس میں سے کسی ایک کو چھوڑنے کی اجازت نہیں نکالی جا سکتی۔

۹۸

حضرت صُہیبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مومن کا

بھی عجب معاملہ ہے۔ بہر حالت میں اس کیلئے خیر ہی خیر ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں۔ اگر اُسے خوشی ملے تو وہ شکر کرتا ہے اور اس میں اس کے لئے بھلائی ہوتی ہے اور اگر اس پر کوئی مصیبت آئے تو صبر کرتا ہے اور اس میں (بھی) اس کے لیے بھلائی ہوتی ہے۔ (مسلم)

۹۹

حُمَید بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اُن کی اُس زمین میں جو عقیق (کے علاقے) میں تھی کہ اہلِ مدینہ میں سے کچھ لوگ سواریوں پر اُن کے پاس آئے اور اُن کے قریب اُترے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے مجھ سے کہا کہ میری ماں کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ آپ کا بیٹا آپ کو سلام کہتا ہے اور درخواست کرتا ہے کہ ہمیں کچھ کھلا دیئے (پس میں اُن کی والدہ محترمہ کے پاس گیا) تو انہوں نے ایک بڑے پیالے میں تین روٹیاں، کچھ زیتون کا تیل اور کچھ نمک رکھا اور پھر اُسے میرے سر پر رکھ دیا اور میں اسے اٹھا کر اُن لوگوں کے پاس لے آیا۔ جب میں نے اُسے ان کے سامنے رکھا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور (پھر) کہا کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں روٹی سے سیر کیا حالانکہ اس سے پہلے ہمارا کھانا صرف دو کالی چیزیں ہوتا تھا (یعنی) پانی اور کھجور۔۔۔ الخ (مُوطّا)

۱۰۰

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ بہت سے لوگ اُن کے معاملے میں فریب کھاتے ہیں (وہ دو نعمتیں) تندرستی اور فراغت (ہیں)۔ (بخاری)

تشریح:۔ انسان نے کوئی دینی کام کرنا ہو یا دنیاوی عموماً دو چیزوں کی لازماً ضرورت ہوتی ہے ایک صحت اور دوسرے وقت۔ کیونکہ جب بیماری آدبوچے یا

ذمہ داریوں کی وہ بھرمار ہو کہ وقت نکالنا محال ہو جائے تو پھر انسان کوئی خاص کام کرنے کے لیے چاہے کتنا ہی کیوں نہ تڑپ رہا ہو اُسے کرنا عموماً اس کے بس میں نہیں رہتا۔ لہٰذا جس شخص کو صحت اور فراغت حاصل ہو اور وہ انہیں اپنے کسی بھلے کے کام پر صرف کرنے کے بجائے انہیں ضائع کر دے وہ حضورؐ کے فرمان کے مطابق فریب خوردہ شخص ہے۔ صحت اور فراغت کی حالت میں انسان اس گمان میں رہتا ہے کہ شاید ان دونوں نے اب ساتھ چھوڑنا ہی نہیں حالانکہ صبح و شام کا تجربہ بتاتا ہے کہ انسان کو پتہ بھی نہیں چلتا اور یہ دونوں نعمتیں اچانک اس کا ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا جو ان کی قدر نہیں کرتے، اُن کے حاصل ہونے کی صورت میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے انہیں اپنے بھلے کے لیے استعمال نہیں کرتے وہ نقصان اٹھاتے ہیں۔

(١٠١)

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں پائی جائیں اللہ اُسے شاکر و صابر لکھ لیتا ہے اور جس میں وہ نہ پائی جائیں اللہ اُسے نہ شاکر لکھتا ہے نہ صابر (لہٰذا) جو آدمی اپنے دین کے معاملے میں اس شخص کی طرف دیکھتا ہے جو اس سے اُوپر ہے اور پھر اُس کی پیروی کرتا ہے اور اپنی دنیا کے معاملے میں اس شخص کی طرف دیکھتا ہے جو اس سے نیچے ہے اور اللہ نے اسے اُس پر جو (دنیاوی) فضیلت دی ہے اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہے اُسے اللہ شاکر اور صابر لکھ لیتا ہے۔ (اس کے برعکس) جو آدمی اپنے دین کے معاملے میں اُس شخص کی طرف دیکھتا ہے جو اس سے نیچے ہے اور اپنی دنیا کے معاملے میں اس کی طرف دیکھتا ہے جو اس سے اُوپر ہے اور جو مال و دولت اس کے پاس نہیں اُس پر افسوس کرتا ہے اللہ اسے نہ شاکر لکھتا ہے اور نہ صابر۔ (ترمذی)

۱۰۲

حضرت عُروہ بن زُبیرؓ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب کبھی بھی اُنہیں کھانے پینے کی کوئی چیز دی جاتی، یہاں تک کہ اگر دوائی بھی دی جاتی تو اُسے کھاتے یا پیتے تو کہتے "سب تعریف اُس اللہ کیلئے ہے جس نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں کھلایا اور ہمیں پلایا اور ہمیں نعمتیں عطا فرمائیں اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے خدا، تیری نعمت ہمارے پاس اس وقت آئی جب ہم سراسر برائیوں میں مصروف تھے۔ ہم نے اس نعمت کی وجہ سے نہایت اچھی طرح صبح و شام کیئے ہم تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس نعمت کو پورا کردے اور ہمیں توفیق عطا فرما کہ اُس پر تیرا شکر ادا کریں، تیری بہتری کے سوا کہیں بہتری نہیں، اور تیرے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں، اے نیکوں کے معبود اور سارے جہان کو پالنے والے، سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں۔ جو اللہ چاہے گا (وہی ہوگا) قوت اللہ ہی کی مدد سے ہو سکتی ہے اے اللہ جو کچھ تو نے ہمیں عطا کیا ہے اس میں ہمیں برکت دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔" (مُوطّا)

۱۰۳

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سُنا کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ بن خطّاب کو سلام کیا۔ انہوں نے اُسے سلام کا جواب دیا اور پھر فرمایا کہ تم کیسے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ میں آپ کے سامنے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہی ہے وہ بات جو میں تم سے چاہتا ہوں (یعنی یہی چاہتا ہوں کہ تم خُدا کا شُکر ادا کرو) (مُوطّا)

۱۰۴

حضرت مغیرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے (تو بہت دیر تک پڑھتے رہتے) یہاں تک کہ آپؐ کے دونوں پاؤں یا دونوں پنڈلیوں پر ورم آ جاتا۔ آپؐ سے عرض کیا گیا (کہ آپؐ تو بخشے ہوئے ہیں تو پھر اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں) تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں۔

(بخاری)

باب ۶

ذکرِ الٰہی

انسان رُوح اور مادّے کا مرکب ہے اور ایک سچے مسلمان کی زندگی گزارنے کے لیے اُسے دونوں کے تقاضے پورے کرنے پڑتے ہیں ورنہ اس کی زندگی میں وہ توازن قائم نہیں رہ سکتا جو خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہے۔ جس طرح ایک مفید کامیاب اور آرام دہ زندگی گزارنے کے لیے انسانی جسم کی صحت کا دھیان رکھنا ضروری ہے ایسے ہی ایک مومن کی زندگی گزارنے کے لیے اس جسم میں بسنے والی روح کی صحت کی دیکھ بھال کرتے رہنا ناگزیر ہے۔ جسمانی صحت کے لیے جو اہمیت غذا کو حاصل ہے روح کی صحت کے لیے وہی حیثیت ذکرِ الٰہی کو حاصل ہے۔ روح کی تندرستی، بالیدگی اور پاکیزگی کے لیے یادِ الٰہی ایک لازمی شے ہے جس کے بغیر روح صحت مند نہیں رہ سکتی۔ اس کے علاوہ اللہ کی یاد دل کو اطمینان اور سکون بخشتی ہے اور یہ قلبی اطمینان اور سکون جسمانی صحت پر بھی لازماً اثر ڈالتا ہے۔ انسانی زندگی کی گوناں گوں پریشانیوں اور الجھنوں میں ذکرِ الٰہی سہارا بن کر انسان کو سنبھالے رکھتا ہے اور جہاں یہ سہارا موجود نہیں ہوتا وہاں غم کی شدت دل، دماغ، اعصاب اور حواس سب پر غلبہ پا لیتی ہے۔ چنانچہ ہم

دیکھ سکتے ہیں کہ جس ماحول اور معاشرے میں انسان خدا کی یاد سے بے نیاز ہوتا ہے وہاں اعصابی مریضوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ ذکرِ الٰہی کے متعلق یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ قولی بھی ہوتا ہے اور قلبی بھی۔ قولی ذکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو زبان سے یاد کیا جائے اور قلبی یہ ہے کہ دل اُس کی یاد سے آباد رہے۔

۱۰۵

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم ہر وقت خدا کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ (ترمذی)

۱۰۶

حضرت ابُو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس گھر میں خدا کا ذکر کیا جاتا ہے اس کی مثال اور جس گھر میں خدا کا ذکر نہیں کیا جاتا اس کی مثال زندہ اور مُردہ کی ہے۔ (مسلم)

تشریح :- یعنی جس گھر کے رہنے والے خدا کا ذکر کرتے رہتے ہیں وہ گھر گویا ایک زندہ گھر ہے اور جس گھر کے رہنے والے خدا کا ذکر نہیں کرتے وہ گھر گویا ایک مُردہ گھر ہے۔

۱۰۷

امّ المؤمنین حضرت امّ حبیبہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ آدمی کی تمام باتیں اُس کے لیے نقصان دہ ہونگی، کسی بات سے اُسے فائدہ نہ پہنچے گا سوائے ان باتوں کے کہ نیکی کا حکم دیا جائے، بُرائی سے روکا جائے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے۔

(ابنِ ماجہ)

(۱۰۸)

حضرت ابوہریرہؓ یا حضرت ابو سعید خُدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے (بعض) فرشتے ہیں جو زمین میں پھرتے رہتے ہیں یہ اُن فرشتوں کے علاوہ ہیں جو لوگوں کے اعمال لکھتے ہیں (یہ پھرتے رہنے والے فرشتے) جب ایسے لوگوں کو پاتے ہیں جو خُدا کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں تو آپس میں ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں کہ آؤ اس چیز کی طرف جو تمہارا مقصد ہے (اور جس کی تلاش میں تم پھر رہے ہو) پس وہ سب فرشتے (ذکر کرنے والوں کے پاس) آجاتے ہیں اور اُن پر آسمانِ دنیا (یعنی پہلے آسمان) تک چھا جاتے ہیں۔ (پھر جب وہ واپس اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے بندوں کو کیا کرتے چھوڑ کر آئے ہو۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم انہیں اس حال میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ وہ آپ کی تعریف کر رہے تھے اور آپ کی بزرگی بیان کر رہے تھے اور آپ کا ذکر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہوا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ آپ کو دیکھ لیتے تو پھر اور بھی زیادہ شدت سے آپ کی تعریف کرتے اور اور بھی زیادہ شدت سے آپ کی بزرگی بیان کرتے اور، اور بھی زیادہ شدت سے آپ کا ذکر کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگ کیا طلب کرتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ جنّت طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے جنّت دیکھی ہوئی ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو پھر کیا حال ہوتا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو پھر اور بھی زیادہ شدت سے اس کے طلب گار ہوتے اور اور بھی زیادہ شدت سے اس کے حریص ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہوا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ اسے دیکھ

لیتے تو پھر کیا حال ہوتا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ اُسے دیکھ لیتے تو پھر اور بھی زیادہ شدّت سے اُس سے بھاگتے اور اور بھی زیادہ شدّت سے اس سے ڈرتے اور اور بھی زیادہ شدّت سے اس سے پناہ مانگتے۔ (اس پر) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کو بخش دیا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ (اللہ تعالیٰ) ان میں (تو) فلاں شخص بھی ہے جو بڑا گنہگار ہے اس نے ان کے پاس آنے کا ارادہ (اس لیے) نہیں کیا تھا (کہ ان کے ساتھ شریک ہو کر تیرا ذکر کرے) بلکہ وہ تو کسی (دنیوی) ضرورت کے لیے ان کے پاس آیا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (میں اس پر بھی اپنی رحمت نازل کروں گا کیونکہ) یہ ذکر کرنے والے ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بے نصیب نہیں رہتا۔ (ترمذی)

۱۰۹

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے اس گمان کے مطابق ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ جی ہی جی میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی جی ہی جی میں اُسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ کسی جماعت میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُسے اس سے بہتر جماعت (یعنی فرشتوں کی جماعت) میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ بالشت بھر میرے قریب ہوتا ہے تو میں ہاتھ بھر اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ ہاتھ بھر میرے قریب ہوتا ہے تو میں دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔ (بخاری)

۱۱۰

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت دار نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس نے سب فحش باتوں کو، چاہے وہ ظاہر ہوں یا خفیہ، حرام کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ

سب سے زیادہ تعریف کو پسند فرماتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔ (بخاری)

111

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جب) کچھ لوگوں نے کوئی مجلس قائم کی (پھر) نہ اس میں خدا کا ذکر کیا اور نہ اُس کے نبیؐ پر درود بھیجا تو وہ مجلس اُن لوگوں کے لیے (باعث) نقصان ہو گی۔ پھر اگر خدا چاہے گا تو انہیں عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو بخش دے گا۔ (ترمذی)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی مجلس قائم کی جائے تو چاہے وہ کتنی دینی مقصد کے لیے ہو یا کسی دنیاوی مقصد کے لئے اس کے ختم ہونے سے پہلے اس میں اللہ کا ذکر ضرور ہونا چاہیئے اور نبیؐ پر درود ضرور پڑھا جانا چاہیئے۔ یہ ایک عمدہ طریقہ ہے کہ مجلس کے آغاز ہی میں اللہ کی تعریف کر لی جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج لیا جائے۔

112

حضرت معاویہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر ایک حلقے کے پاس آئے یعنی اپنے صحابہؓ کے ایک حلقے کے پاس، پھر (ان سے) فرمایا کہ تم کیوں بیٹھے ہوئے ہو انہوں نے عرض کیا کہ ہم بیٹھ کر اللہ سے دُعا کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کا شکر کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اپنے دین کی طرف ہدایت دی اور آپؐ کو مبعوث فرما کر ہم پر احسان فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا، خدا کی قسم کیا صرف اسی لیے بیٹھے ہوئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ (جی ہاں) خدا کی قسم ہم صرف اسی لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ دیکھو میں نے تم سے قسم اس لیے نہیں لی کہ میں تمہیں جھوٹا سمجھتا تھا، بلکہ صرف اس لیے (لی ہے کہ میں اپنی تسلّی کرنا چاہتا تھا کہ تم واقعی ذکرِ الٰہی ہی کے

لیے بیٹھے ہو، کیونکہ بات یہ ہے) کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کرتا ہے (کہ دیکھو میرے بندے کیسے ہیں کہ دنیوی خواہشات ہونے کے باوجود میری یاد میں مصروف ہیں) (نسائی)

۱۱۳

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے راستے میں جارہے تھے کہ آپؐ ایک پہاڑ کے پاس سے گزرے جسے جمدان کہتے ہیں۔ آپؐ نے (اپنے صحابہؓ سے) فرمایا کہ چلتے جاؤ ۔ یہ جُمدان ہے (اور فرمایا کہ) مُفرِّدون (ثواب حاصل کرنے میں) آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ یارسولؐ اللہ مُفرِّدون کون ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ (مسلم)

۱۱۴

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعید خُدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ (باہم) بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور (خدا کی) رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور اُن پر سکونِ قلب نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کا ذکر اُن کے درمیان کرتا ہے جو اُس کے پاس ہیں (یعنی فرشتوں کے درمیان) (مسلم)

۱۱۵

حضرت مَعقِلؓ بن یَسارؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرج (یعنی فتنہ و فساد) کے زمانے میں عبادت کرنا ایسے ہی ہے جیسے میری طرف ہجرت کرنا۔ (ترمذی)

تشریح :- ہجرت کرنا خصوصًا اپنا علاقہ چھوڑ کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں پہنچ جانا بہت زیادہ فضیلت کی بات تھی۔ اس کے علاوہ جو لوگ اپنے ان علاقوں کو چھوڑ کر جہاں کافروں کا تسلط تھا حضورؐ کے پاس پہنچ جاتے تھے وہ ویسے بھی امن وحفاظت میں آجاتے تھے۔ لہٰذا جب فتنہ وفساد ہو تو خدا کی طرف رجوع کرنا، اس سے دعا کرنا، اس کی عبادت کرنا بہت زیادہ فضیلت کی بات بھی ہے اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے فتنہ وفساد کو بھی دور کرتا اور امن وسکون عطا فرماتا ہے۔ لہٰذا فتنہ وفساد اور پریشانیوں کے زمانے میں تعلق باللہ پر خصوصی زور دینا چاہیئے۔

۱۱۶

حضرت معاذؓ بن جبل فرماتے ہیں کہ آدمی نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو ذکر الٰہی سے بڑھ کر اُسے خدا کے عذاب سے نجات دینے والا ہو۔ (موطا)

۱۱۷

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں ایسے لوگوں کے پاس بیٹھوں جو صبح کی نماز سے لے کر طلوع آفتاب تک خدا کا ذکر کرتے ہیں تو یہ مجھے اس بات سے زیادہ عزیز ہے کہ میں (حضرت) اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کروں۔ اور اگر میں اُن لوگوں کے پاس بیٹھوں جو عصر کی نماز سے لے کر غروب آفتاب تک خدا کا ذکر کرتے ہیں تو یہ مجھے اس سے زیادہ عزیز ہے کہ میں چار غلام آزاد کروں۔ (ابوداؤد)

تشریح:۔ اس حدیث میں درحقیقت صبح کی نماز سے لیکر طلوع آفتاب تک اور عصر کی نماز سے لے کر غروب آفتاب تک خدا کا ذکر کرنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ حضورؐ کا یہ فرمانا کہ ان اوقات میں ذکر کرنے والوں کے پاس بیٹھنا مجھے غلام آزاد کرنے سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ واضح کرتا ہے کہ ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا بھی بہت خیر وبرکت کا باعث ہوتا ہے۔

کلماتِ ذکر

جیسے کہ بیان ہو چکا خدا کا ذکر کرنے کا مطلب خدا کو دل سے اور زبان سے یاد کرنا ہے۔ اس یاد کرنے کی کئی شکلیں ہیں۔ مثلاً نماز پڑھنا اور خدا کے کلام کی تلاوت کرنا بھی خدا کا ذکر کرنے ہی کی شکلیں ہیں۔ اس کے علاوہ رسول خدا صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے خاص خاص کلمات بھی بتائے ہیں جن سے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان کلمات کو "کلمات ذکر" کہا جاتا ہے۔ ذیل کی احادیث میں ان کلمات اور ان کی فضیلت کا بیان ہے۔

(۱۱۸)

مُصعَب بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسولِ خدا صلیّ اللہ علیہ وسلّم کے پاس تھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ ہر روز ہزار نیکیاں کما لیا کرے۔ آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ ہم میں سے کوئی ہزار نیکیاں کیسے کمائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھ لیا کرے اس سے اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھ دی جائیں گی یا اُس کی ہزار خطائیں مٹا دی جائیں گی۔ (مسلم)

(۱۱۹)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور (نماز کی) صف میں مل گیا اور اس کا سانس پھول رہا تھا تو اس نے کہا اَلحَمدُ لِلّٰہِ حَمدًا کَثِیرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیہِ (سب تعریف اللہ کے لیے ہے، تعریف کثیر اور پاک جسے برکت دی گئی ہے) جب رسولِ خدا صلیّ اللہ علیہ وسلّم اپنی نماز ختم کر چکے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کس نے یہ کلمات کہے ہیں۔ اس پر لوگ خاموش رہے۔ حضورؐ نے پھر فرمایا کہ تم میں سے کس

نے یہ کلمات کہے۔ اس نے کوئی بُری بات نہیں کہی۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ میں آیا تو میرا سانس پھُول رہا تھا، میں نے یہ کلمات کہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان کلمات کی طرف لپک رہے تھے کہ ان میں سے کون انہیں اوپر لے جائے۔ (مسلم)

۱۲۰

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ لوگوں میں سے ایک شخص نے (یہ کلمات) پڑھے اللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا (اللہ سب سے بڑا ہے، میں اس بڑے کی بڑائی کرتا ہوں، اور اللہ کے لئے بہت زیادہ تعریف ہے اور میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں صبح کو بھی اور شام کو بھی) اس پر رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ان کلمات کو کہنے والا کون ہے۔ لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میں ہوں یا رسولؐ اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ان (کلمات) پر تعجب ہوا کہ ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے سُنا میں نے ان کلمات کو کبھی نہیں چھوڑا۔ (مسلم)

۱۲۱

حضرت ابو موسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تھے لوگوں نے بلند آواز سے تکبیر کہنی شروع کر دی تو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اے لوگو، اپنی جانوں پر مہربانی کرو (چلا چلا کر اپنے آپ کو نہ تھکاؤ) تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے نہ کسی غائب کو (پکار رہے ہو) تم تو اس کو پکار رہے ہو جو بہت سننے والا۔ (تمہارے بالکل) قریب اور تمہارے ساتھ ہے (راوی) بیان

کرتے ہیں کہ (اس وقت) میں حضورؐ کے پیچھے تھا اور لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ پڑھ رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے عبداللہؓ بن قیس، کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں۔ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یا رسولؐ اللہ (ضرور بتایئے) آپؐ نے فرمایا، کہو لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ (یعنی گناہوں سے بچاؤ اور نیکی کی قدرت ہونا اللہ ہی کی طرف سے ہے) (مسلم)

تشریح :- حضورؐ کے فرمان کے مطابق یہ کلمات پڑھنے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ حاصل کرنا ہے۔

۱۲۲

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ دو کلمے ہیں جو زبان پر تو ہلکے ہیں (لیکن) میزان میں بھاری ہیں (اور) رحمٰن کو (بہت) پیارے ہیں۔ (وہ کلمے یہ ہیں) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ (یعنی میں پاکی بیان کرتا ہوں اللہ کی اور اس کی تعریف کے ساتھ، میں پاکی بیان کرتا ہوں اللہ کی جو عظمت والا ہے) (مسلم)

۱۲۳

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے صبح ہونے پر اور شام ہونے پر سو سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھا کوئی شخص قیامت کے دن اس کے لائے ہوئے عمل سے بہتر عمل نہیں لائے گا سوائے اس کے جس نے اس کی مثل پڑھا یا اس سے زیادہ (پڑھا)۔ (مسلم)

۱۲۴

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے

پڑھا سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ (یعنی میں پاکی بیان کرتا ہوں عظمت والے رب کی اور اس کی تعریف کے ساتھ) اس کے لیے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگایا جائے گا۔ (ترمذی)

۱۲۵

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سو بار کہا کرو۔ جس نے اسے ایک دفعہ کہا۔ اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور جس نے اسے دس دفعہ کہا اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور جس نے اسے سو دفعہ کہا اس کے لیے ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور جس نے (اس سے بھی) زیادہ کہا اللہ تعالیٰ اسے (اس سے بھی) زیادہ اجر دے گا۔ اور جس نے خدا سے بخشش مانگی خدا تعالیٰ اُسے بخش دے گا۔ (ترمذی)

۱۲۶

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج ہوئی میں (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) سے ملا تو انہوں نے فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہہ دیں اور ان کو بتا دیں کہ جنت کی مٹی پاکیزہ ہے (اور) اس کا پانی میٹھا ہے اور وہ صاف میدان ہے (اُوپر کچھ اُگا ہوا نہیں ہے) اور اس کے پودے سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہیں (یعنی جو کوئی ان کلمات کو پڑھتا رہے گا اس کے لیے جنت میں پودے اُگتے جائیں گے) (ترمذی)

۱۲۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک درخت لگا رہا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ

علیہ وسلّم میرے پاس سے گزرے اور فرمایا کہ اے ابوہریرہؓ، تم کیا لگا رہے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ اپنے لیے ایک درخت لگا رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسا درخت نہ بتادوں جو تمہارے لیے اس درخت سے بہتر ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یارسولؐ اللہ، (ضرور بتایئے)۔ آپؐ نے فرمایا کہ تو سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ تو تیرے لیے ہر ایک (کلمے) کے عوض جنت میں ایک درخت لگایا جائے گا۔ (ابنِ ماجہ)

۱۲۸

حضرت ابُوالدَّرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھ سے فرمایا کہ تو سُبْحَانَ اللّٰهِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کر پڑھنا اپنے اوپر لازم کرلے۔ یہ کلمات گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح درخت اپنے (پرانے) پتے جھاڑتا ہے۔ (ابن ماجہ)

۱۲۹

عمرو بن شُعیب اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے صبح وشام سَو سَو دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ پڑھا وہ اس کی مانند ہے جس نے سَو حج کیے۔ اور جس نے صبح وشام سَو سَو دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھا وہ اس کی مانند ہے جس نے اللہ کی راہ میں سَو (غازیوں) کو گھوڑوں پر سوار کیا۔ یا حضورؐ نے یہ فرمایا کہ (اُس کی مانند ہے) جس نے سَو غزووں میں حصہ لیا۔ اور جس نے صبح وشام سَو سَو دفعہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا وہ اس کی مانند ہے جس نے (حضرت) اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے سَو غلام آزاد کیے۔ اور جس نے صبح و شام سَو سَو مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھا تو اس دن اُس کے عمل سے زیادہ اچھا عمل کسی نے نہیں کیا سوائے اُس کے جس نے پڑھا وہی جو اُس نے پڑھا یا اُس سے

زیادہ پڑھا۔ (ترمذی)

۱۳۰

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دن میں سو مرتبہ (یہ) پڑھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (خدا کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اُسی کے لیے بادشاہی ہے اور اُسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے) اُسے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی سو خطائیں معاف کی جائیں گی۔ اور اس دن شام تک یہ کلمات اس کے لیے شیطان سے بچنے کا ذریعہ بنے رہیں گے اور کوئی شخص اس کے لائے ہوئے (اس) عمل سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں لائے گا سوائے اس کے جس نے اس سے زیادہ عمل کیا اور جس نے ایک دن میں سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھا اس کی خطائیں ساقط کر دی جائیں گی چاہے وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (مسلم)

۱۳۱

حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی عرب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی کلام سکھایئے جو میں پڑھا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا تو (یہ) پڑھا کر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، میں بڑے کی بڑائی بیان کرتا ہوں اور اللہ کے لیے بہت زیادہ تعریف ہے میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں جو رب العٰلمین ہے، گناہ سے بچاؤ اور نیکی کی قدرت ہونا

اللہ ہی کی طرف سے ہے جو زبردست اور دانا ہے) اس شخص نے عرض کیا کہ یہ (کلمات) تو میرے رب کے لیے ہیں (ان میں اسی کی صفات بیان ہوئی ہیں) میرے لیے کیا ہے (میں کن الفاظ سے اپنے لیے دعا کروں) حضورؐ نے فرمایا کہ تم (یوں) کہو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ (اے خدا مجھے بخش دے، اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق عطا فرما۔ اس حدیث کے ایک راوی) موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ مجھے خیال ہے کہ (حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ) عَافِنِیْ (یعنی مجھے عافیت عطا کر) لیکن مجھے (ٹھیک) یاد نہیں۔ (مسلم)

۱۳۲

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنا مجھے اُن تمام چیزوں سے زیادہ پیارا ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے (مسلم)

۱۳۳

صحیح مسلم میں ایک حدیث بیان ہوئی ہے جس کے شروع میں حضرت سَمُرَۃؓ بن جُنْدُبْ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو کلام میں سب سے زیادہ پسند چار کلمات ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ ان میں سے جس کلمے کو بھی (چاہو) پہلے کہو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا الخ (مسلم)

۱۳۴

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ محتاج مہاجرین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مالدار لوگ بلند درجے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں

لے گئے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ (بات یوں ہے کہ) جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں (مگر ان کے پاس مال ہے جو ہمارے پاس نہیں لہٰذا) وہ خیرات کرتے ہیں اور ہم خیرات نہیں کرتے اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم غلام آزاد نہیں کرتے (لہٰذا [redacted] ہم سے بہت زیادہ ثواب حاصل کر لیتے ہیں) اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ سکھا دُوں کہ جو لوگ (ثواب میں) تم سے آگے بڑھ گئے ہیں تم اس چیز کے ذریعے انہیں پا لو اور جو تم سے بعد ہیں تم اس چیز کے ذریعے اُن سے آگے رہو اور کوئی تم سے افضل نہ ہو سوائے اس کے جو ویسا کرے جیسا تم نے کیا ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یا رسول اللہ (ضرور بتائیے) آپؐ نے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد تینتیس ۳۳ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ، تینتیس ۳۳ دفعہ اللّٰہُ اَکْبَرُ اور تینتیس ۳۳ دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھا کرو۔ (راوی) ابو صالح بیان کرتے ہیں کہ (کچھ دنوں بعد) محتاج مہاجرین پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جو (وظیفہ) ہم پڑھتے تھے ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی اس کے بارے میں سُن لیا اور ویسے ہی پڑھنا شروع کر دیا (اب پھر وہ درجات اور ثواب میں ہم سے بڑھ گئے)۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے (مسلم)

۱۳۵

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ عَلَیْہَا السَّلام چکی پیسنے کے باعث تکلیف میں تھیں۔ انہیں خبر پہنچی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں پس [redacted] ایک خادم مانگنے کے لیے حضورؐ کی خدمت میں آئیں مگر حضورؐ سے ملاقات نہ ہوئی تو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے (اس بات کا) ذکر کیا۔ جب حضورؐ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے اس کا ذکر کیا۔ (حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ) پھر حضورؐ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم (سونے کے لیے) اپنے بستروں میں داخل ہو چکے تھے۔ ہم اُٹھنے لگے تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو (اُٹھنے کی ضرورت نہیں)، پھر حضورؐ

ہمارے پاس بیٹھ گئے) یہاں تک کہ میں نے آپؐ کے دونوں قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر محسوس کی۔ پھر فرمایا کہ کیا میں تم دونوں کو ایک ایسی چیز نہ بتا دوں جو اس چیز سے بہتر ہو جو تم نے مانگی ہے (وہ چیز یہ ہے کہ) جب تم اپنے بستروں میں جاؤ تو چونتیس۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو اور تینتیس۳۳ دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھ لیا کرو اور تینتیس۳۳ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھ لیا کرو یہ تم دونوں کے لیے بہتر ہے اس چیز سے جو تم نے مانگی تھی۔ (بخاری)

۱۳۶

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کلمات (یعنی چونتیس۳۴ دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور تینتیس۳۳ دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور تینتیس۳۳ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ) سنے ہیں میں نے انہیں کبھی نہیں چھوڑا۔ مگر جنگِ صفین کی رات کو یہ مجھے (رات کے پہلے حصے میں یاد نہ رہے بلکہ) رات کے آخری حصے میں یاد آئے تو میں نے (اس وقت بھی) انہیں پڑھ لیا۔ (ابوداؤد)

۱۳۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ مالدار لوگ اجر لے گئے (کیونکہ) وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے کہ ہم پڑھتے ہیں اور وہ روزے رکھتے ہیں جیسے کہ ہم رکھتے ہیں اور ان کے پاس فالتو مال ہے جسے وہ خیرات کرتے ہیں اور ہمارے پاس مال نہیں کہ ہم اسے خیرات کریں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذرؓ کیا میں تمہیں کچھ ایسے کلمات نہ سکھا دوں جن کے ذریعے تم اُن لوگوں تک جا پہنچو جو (اجر میں) تم سے آگے بڑھے ہوئے ہیں اور جو تمہارے پیچھے ہیں وہ تم تک نہ پہنچ سکیں سوائے اس کے جو تمہارے عمل جیسا عمل کرے۔ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یارسولؐ اللہ (ضرور سکھا دیجئے) آپؐ نے فرمایا کہ تو ہر نماز کے بعد تینتیس۳۳ دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھا کر اور تینتیس۳۳ دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

پڑھا کر اور تینتیس ۳۳ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھا کر اور ان کے آخر میں (یہ کلمات) پڑھا کر
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
(خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہی ہے اور اسی کے لیئے تعریف ہے اور وہ ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے) (جو ایسا کرے گا) اس کے گناہ بخشے جائیں گے چاہے وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔ (ابوداؤد)

۱۳۸

حضرت جُوَيْرِيَةؓ بیان کرتی ہیں کہ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد تڑکے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے باہر تشریف لے گئے اور میں اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پر بیٹھی (خدا کا ذکر کر رہی) تھی۔ پھر آپؐ دن چڑھے واپس تشریف لائے اور میں (ابھی تک وہیں) بیٹھی (ذکر الٰہی کر رہی) تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جس حالت میں مَیں نے (صبح) تمہیں چھوڑا تھا کیا تم اس وقت سے اب تک اُسی حالت میں بیٹھی (ذکر الٰہی کر رہی) ہو۔ مَیں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے بعد میں نے چار کلمات تین مرتبہ کہے ہیں۔ تم نے شروع دن سے اب تک جو کچھ پڑھا ہے اگر اُس کے ساتھ ان کلمات کو وزن کیا جائے تو ان کا وزن بڑھ جائے گا (وہ کلمات یہ ہیں) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ (میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کی تعریف کے ساتھ اس کی ساری مخلوقات کی تعداد کے برابر؛ اور اس کی ذاتِ پاک کی رضا کے مطابق اور اس کے عرشِ عظیم کے وزن کے برابر اور اس کے کلمات کی تعداد کے برابر یعنی بے انتہا پاکی بیان کرتا ہوں اور بے انتہا تعریف کرتا ہوں) (مسلم)

۱۳۹

حضرت یُسَیْرَۃؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو حکم فرمایا کہ وہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی محافظت کیا کریں یعنی انہیں حتی الامکان پابندی سے پڑھا کریں) اور (حضورؐ نے عورتوں کو یہ ہدایت

بھی فرمائی) کہ وہ (تکبیر و تسبیح و تہلیل وغیرہ کا) شمار انگلیوں کی پوروں پر کیا کریں کیونکہ (قیامت کے دن) ان پوروں سے سوال ہوگا اور انہیں بولنے کے لیے کہا جائے گا (اور یہ بول کر بتائیں گی کہ ہم پر اتنی بار کلماتِ ذکر پڑھے گئے) (ابوداؤد)

۱۴۰

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ابوسلام بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمان یا (یہ فرمایا کہ) جو کوئی انسان یا (یہ فرمایا کہ) جو کوئی بندہ شام کو اور صبح کو (یہ) پڑھے رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا (میں راضی ہو گیا اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دینِ برحق ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر) تو اللہ تعالیٰ پر یہ ایک حق ہو جاتا ہے کہ وہ قیامت کے دن اُس شخص کو راضی کر دے (یعنی اُسے اتنا اجر دے کہ وہ خوش اور مطمئن ہو جائے) (ابن ماجہ)

باب ۷

دُعا

[illegible]

یعنی سکون قلب اور سب سے بڑی دینی نعمت یعنی رضائے الٰہی کے حصول کا سبب بھی۔ لہٰذا وہ شخص بے نصیب ہے جو اس نعمتِ عظمیٰ سے فائدہ اٹھانے سے لاپرواہی برتے۔ دُعا نہ کرنا یا اس کی طرف کما حقہٗ توجہ نہ دینا بے نصیبی ہی نہیں بلکہ اس میں پروردگار کی ناراضی کا خطرہ بھی موجود ہے۔

۱۴۱

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا خدا اُس پر غصّے ہوتا ہے۔ (ترمذی)

تشریح :- کیوں غصّے ہوتا ہے؟ اس لیے کہ دعا انسان کے لئے از حد فائدہ مند چیز ہے اور خدا تعالیٰ انسان پر بے انتہا مہربان ہے۔ وہ انسان پر غصّے ہوتا ہے کہ وہ اپنے فائدے کا کام کیوں نہیں کرتا۔ پھر دُعا نہ مانگنے کا سبب یا لاپرواہی اور غفلت ہوتی ہے؛ یا تکبر اور اکڑ اور یہ دونوں چیزیں خُدا کو سخت ناپسند ہیں۔

۱۴۲

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ہر رات جب رات کی آخری تہائی رہ جاتی ہے تو ہمارا ربّ تبارک وتعالیٰ آسمانِ دنیا پر اترتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دُعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اُسے عطا کروں اور کون ہے جو مجھ سے بخشش مانگے تو میں اُسے بخش دوں۔ (بخاری)

۱۴۳

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جو گمان میرے بارے میں رکھتا ہے میں اُس کے مطابق ہوتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (مسلم)

۱۲۴

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس سے مانگا جائے اور (حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ) افضل ترین عبادت رنج و غم دور ہونے (یا فراخی حاصل ہونے) کا انتظار کرنا ہے۔ (ترمذی)

تشریح :- یہ جو فرمایا گیا ہے کہ افضل ترین عبادت رنج و غم دور ہونے کا انتظار کرنا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص مصیبت کے وقت جزع فزع کرنے اور شکوے شکایات کرنے کے بجائے صبر سے اور حوصلے سے کام لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے کہ وہ اس کی پریشانیوں کو دور فرما دے گا تو اس کا یہ عمل اس کے لیے بہت زیادہ فضیلت کا باعث ہوتا ہے۔

۱۲۵

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی شے دعا سے زیادہ بزرگی والی نہیں ہے (ترمذی)

۱۲۶

حضرت نعمانؓ بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا ہی عبادت ہے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ○ (اور تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے) (ترمذی)

تشریح :- یہ جو فرمایا گیا ہے کہ "دعا ہی عبادت ہے" اس کی تشریح میں بتایا جاتا ہے کہ اس سے مراد دعا کی عظمت کو مبالغے کے ساتھ بیان کرنا ہے یعنی دعا عبادت

کرنے کی ایک بڑی عظمت والی شکل ہے۔ اس کے علاوہ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دعا میں انسان اپنی عاجزی اور احتیاج اور اللہ تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے کا اعتراف کرتا ہے اور یہی عبادت کی روح ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ کچھ اسی قسم کا مفہوم ہے جو ذیل کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

۱۴۷

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دُعا عبادت کا مغز (یعنی روح) ہے۔ (ترمذی)

۱۴۸

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو شخص بھی دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو وہ عطا کرتا ہے جس کا اس نے سوال کیا ہوتا ہے یا اس سے اس کے برابر کوئی برائی روک دیتا ہے بشرطیکہ اس نے کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کی ہو۔ (ترمذی)

تشریح:۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جس دعا میں کسی گناہ کا یا رشتے داروں کو کوئی ضرر پہنچانے کا سوال نہ کیا گیا ہو وہ ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ کبھی تو اس کی قبولیت کی شکل یہ ہوتی ہے کہ انسان نے جو کچھ مانگا ہوتا ہے خدا اُسے وہی عطا فرما دیتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دُعا کی برکت سے اس پر آنے والی کوئی مصیبت ٹال دیتا ہے غرضیکہ دُعا کسی نہ کسی شکل میں انسان کو لازماً فائدہ پہنچاتی ہے۔

۱۴۹

حضرت ابوالدرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمان بندہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لیے بھی اسی کے مثل ہو (یعنی جو کچھ اور جتنا تو اپنے مسلمان بھائی کے لیے مانگ رہا ہے وہی کچھ اور اتنا ہی تجھے بھی ملے)۔ (مسلم)

۱۵۰

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عُمرہ کرنے کی اجازت مانگی تو حضورؐ نے فرمایا کہ اے میرے بھائی ہمیں بھی اپنی دُعا میں شریک رکھنا اور ہمیں بھول نہ جانا۔

(ترمذی)

تشریح:۔ اس حدیث میں ایک تو یہ واضح ہوتا ہے کہ خود دُعا کرنے کے علاوہ دوسروں سے بھی دعا کرنے کے لیے کہا جاسکتا ہے اور دوسرے اس سے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکسار کا پتہ چلتا ہے کہ خدا کے محبوب نبی ہونے کے رتبے پر سرفراز ہوتے ہوئے بھی اپنے ایک اُمتی سے دعا کے لئے فرمایا اور تاکید فرمائی کہ ہمیں بھول نہ جانا۔

مقبول دعائیں

دعا کے بارے میں جو احادیث ملتی ہیں ان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ کونسی دُعائیں ہیں جو خصوصیت سے قبول ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن حالوں اور ان اوقات کو بھی بیان فرمایا ہے جن میں اللہ تعالیٰ خصوصیت سے دعا قبول فرماتا ہے۔

۱۵۱

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین دعائیں (ایسی ہیں جو) قبول ہوتی ہیں: مظلوم کی دُعا اور مسافر کی دُعا اور باپ کی دُعا اپنے بیٹے کے خلاف (یعنی بددُعا) (ترمذی)

۱۵۲

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے

ہیں جن کی دُعا رد نہیں ہوتی (ایک) روزہ دار (کی دُعا) جو وہ افطار کرتے وقت کرے (دوسرے) امام عادل (کی دُعا) تیسرے) مظلوم کی دُعا۔ اللہ تعالیٰ اس (دعا) کو بادلوں کے اوپر اُٹھا لیتا ہے اور اُس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیتا ہے اور پروردگار فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت کی قسم، میں ضرور تیری مدد کروں گا چاہے وہ کچھ دیر بعد ہی ہو۔ (ترمذی)

۱۵۳

حضرت ابو اُمامہؓ بیان کرتے ہیں کہ (رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) عرض کیا گیا کہ اے خدا کے رسولؐ کونسی دعا سب سے زیادہ سُنی جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ (وہ دُعا) جو رات کے آخری حصے میں مانگی جائے اور وہ جو فرض نمازوں کے بعد مانگی جائے ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت ابوذرؓ اور حضرت ابن عمرؓ نے بھی روایت کیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے آخری حصے میں کی جانے والی دعا افضل ہوتی ہے اور اس کے قبول ہونے کی زیادہ اُمید ہوتی ہے۔ (حضورؐ نے یہی الفاظ استعمال فرمائے یا) ان کے قریب قریب ویسے ہی الفاظ فرمائے (ترمذی)

۱۵۴

حضرت عمروؓ بن عبسہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ خدا بندے کے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصے میں ہوتا ہے، پس اگر تجھ سے ہو سکے کہ تو ان لوگوں میں سے ہو جائے جو اس گھڑی میں خدا کو یاد کرتے ہیں تو (ان میں سے) ہو جا (یعنی اس گھڑی خدا کو یاد کیا کر) (ترمذی)

۱۵۵

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذان اور اقامت کے درمیان مانگی جانے والی دعا رد نہیں ہوتی (یعنی ضرور قبول ہوتی ہے) (ترمذی)

۱۵۶

حضرت سہلؓ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو (دعائیں ایسی) ہیں جو ردّ نہیں کی جاتیں یا (آپؐ نے یُوں فرمایا کہ) کم ہی ردّ کی جاتی ہیں (ایک وہ) دعا جو اذان کے بعد کی جائے اور (دوسری وہ جو) جنگ کے وقت کی جائے جب (جنگ کرنے والے) ایک دوسرے سے بھڑ جاتے ہیں...... حضرت سہلؓ بن سعد ہی کے ذریعے (ایک اور) روایت بیان ہوئی ہے (جس میں اتنا زیادہ ہے) کہ حضورؐ نے فرمایا (کہ دعا) بارش کے وقت (بھی قبول ہوتی ہے)۔ (ابوداؤد)

۱۵۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم (یعنی رسولِ خدا) صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعے کے دن ایک گھڑی ہوتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس گھڑی کو اس حالت میں پالے کہ وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو اور کسی بھلائی کی دعا کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے وہ بھلائی ضرور عطا فرما دیتا ہے۔ پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا (جس سے) ہم نے گمان کیا کہ آپؐ اس گھڑی کے قلیل ہونے (اور) چھوٹا ہونے کا بتا رہے ہیں۔ (بخاری)

ممنوع دُعائیں

دُعا سے تعلق رکھنے والی احادیث میں یہ بھی واضح فرما دیا گیا ہے کہ بُری دُعا نہیں کرنی چاہیے مثلاً موت مانگنا یا عذاب مانگنا وغیرہ۔

۱۵۸

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص کسی ایسی مصیبت کے باعث جو اُس پر آپڑی ہو ہرگز موت کی تمنّا نہ کرے اور اگر اُس

کے لیے موت کی تمنا کیے بغیر چارہ نہ ہو تو پھر یوں کہے کہ اے خدا مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہے اور مجھے وفات دے دینا جب وفات میرے لیے بہتر ہو۔

(بخاری)

۱۵۹

قیس بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت خبابؓ کے پاس آیا۔ انہوں نے (کسی بیماری کے باعث) اپنے پیٹ پر سات داغ لگوائے تھے۔ میں نے انہیں فرماتے سُنا کہ اگر نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں موت کی دعا کرنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں اس کے لیے دعا کرتا (مگر چونکہ حضورؐ نے اس سے منع فرمایا ہوا ہے اس لیے میں اتنی تکلیف میں ہونے کے باوجود موت کی دُعا نہیں کرتا)

(بخاری)

۱۶۰

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک مسلمان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جو (بیماری کے باعث) اتنا ناتواں (ہو چکا) تھا کہ چوزے کی مانند ہو گیا تھا۔ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو کسی چیز کے لیے دعا کرتا تھا یا اللہ تعالیٰ سے اس کا سوال کرتا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ (اور بتایا کہ) میں یہ دُعا کرتا تھا کہ اے خُدا جو عذاب تو نے مجھے آخرت میں دینا ہے وہ مجھے جلدی سے دنیا ہی میں دے دے۔ اس پر رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ سُبْحَانَ اللہ، تو خدا کے عذاب کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا یا (یوں فرمایا کہ) تجھ میں اس کو برداشت کرنے کی استطاعت نہیں ہے (اور فرمایا کہ) تو نے اس طرح دُعا کیوں نہ کی کہ اے خُدا ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچائے رکھ (اس حدیث کا راوی) بیان کرتا ہے کہ پھر حضورؐ نے اس کے لیے دعا کی تو خدا نے اسے شفا عطا فرما دی۔ (مسلم)

(۱۶۱)

ہمّام بن مُنَبّہ نے کچھ احادیث بیان کیں جن کے بارے میں انہوں نے کہا کہ یہ ہم سے حضرت ابوہریرہؓ نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے روایت کی تھیں اور فرمایا کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی موت کی تمنّا نہ کرے اور نہ اسکے آنے سے پہلے اس کے لیے دُعا کرے، کیونکہ جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہوجاتا ہے اور مومن کی عمر تو اس کے لیے بھلائی ہی زیادہ کرتی ہے۔ (مسلم)

تشریح:۔ مومن کے لیے عمر بھلائی اس طرح زیادہ کرتی ہے کہ جب تک وہ زندہ رہتا ہے خدا کی توفیق سے نیکیاں کرکے اپنے اجر بڑھاتا رہتا ہے۔ لہٰذا اگر زندگی میں مصائب اور پریشانیاں آئیں تو موت کی تمنّا کرنے کے بجائے اللہ سے اس کی رحمت اور امداد مانگنی چاہیئے اور زندگی کے ہر لمحے کی قدر کرنی چاہیئے کیونکہ زندگی کے یہی لمحات تو انسان کو آخرت کی بہتری اکٹھا کرنے کا موقع بہم پہنچا رہے ہیں۔ ان لمحات کے کم ہونے کی تمنّا کیوں کی جائے۔ آخر موت بھی تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جاتی ہے تو موت مانگنے کے بجائے اس سے یہ التجا کیوں نہ کی جائے، کہ وہ ہماری پریشانیاں دور فرمادے۔

دعا کے بارے میں کچھ ہدایات

رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دعا کے بارے میں کچھ ضروری ہدایات دے رکھی ہیں جن کا لازماً دھیان رکھنا چاہیئے۔ مثلاً دعا کرنے سے پہلے حضورؐ پر درود بھیجنا، دعا کے بعد آمین کہنا، ہتھیلیاں اوپر کرکے دُعا کرنا اور بعد میں ہاتھوں کو منہ پر پھیر لینا، دعا کرکے اس کی قبولیت کے لیے جلدی نہ مچانا اور عزم سے دُعا کرنا وغیرہ۔ اس کے علاوہ حضورؐ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جو دعا کرنے والا حرام آمدنی سے پرہیز نہ کرے اس کی دعا کیسے قبول ہوگی مراد یہ ہے کہ نہیں ہوگی۔ پھر آپؐ نے یہ بھی تسلّی دلائی ہے کہ دُعا قبول ضرور ہوتی ہے چاہے وہ کسی شکل میں ہو اور یہ ہدایت بھی فرمائی ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ مصیبت

سکے وقت خدا اس کی دعا قبول فرمائے اسے چاہیئے کہ امن و عافیت کے دنوں میں بکثرت دعائیں کیا کرے۔

۱۶۲

حضرت فُضَالہؓ بن عُبَیْد بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک شخص کو اپنی نماز میں دعا مانگتے سنا اور اس نے (اپنی دعا سے پہلے) رسول خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درود نہیں بھیجا تھا۔ تو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اس نے جلدی کی۔ پھر آپؐ نے اس شخص کو پکارا اور اس سے یا کسی اور سے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو شروع میں اللہ کی حمد و ثنا بیان کرے، پھر نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درود بھیجے، پھر اس کے بعد جو چاہے دُعا کرے۔ (ترمذی)

۱۶۳

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب پڑھنے والا (یعنی امام) آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، کیونکہ فرشتے (بھی) آمین کہتے ہیں۔ پھر جس کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے کے موافق ہو جائے اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری)

تشریح :- آمین کے موافق ہو جانے سے یا تو یہ مُراد ہے کہ وہ انسان اور فرشتے ایک ہی وقت میں آمین کہیں یا پھر یہ مراد ہے کہ خشوع و خضوع میں اس انسان کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے کی مانند ہو۔

۱۶۴

ابُو مُصَبِّح مُقْرَئی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابُو زُہَیر نُمَیْری ؓ کے پاس بیٹھا کرتے تھے (جو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے) صحابہؓ میں سے تھے اور وہ (ہمیں) اچھی اچھی باتیں سنایا

کرتے تھے (ایک دن ایسے ہی ہم اُنکے پاس بیٹھے تھے کہ) اچانک ہم میں سے کسی نے دُعا کی تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی دعا کو آمین کے ساتھ ختم کرنا کیونکہ آمین کہنا ایسے ہی ہے جیسے خط پہ مہر لگانا (کہ اس کے لگانے ہی سے خط اعتماد کے قابل ٹھہرتا ہے) حضرت ابُو زُہیرؓ نے (یہ بھی) فرمایا کہ میں تمہیں اس کے بارے میں ایک بات بتاتا ہوں۔ ایک رات ہم رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ نکلے اور ایک شخص کے پاس آئے جو بڑے الحاح سے دُعا مانگ رہا تھا اس پر رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم ٹھہر گئے اور کان لگا کر اس کی دعا سننے لگے۔ پھر فرمایا کہ اگر اس نے مہر لگا دی تو (جو کچھ مانگ رہا ہے اس کی قبولیت کو) واجب کرالے گا۔ لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ کس شئے سے مہر لگائے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ آمین (کہنے) سے۔ پس تحقیق اگر اس نے (اپنی دعا کو) آمین کے ساتھ ختم کیا تو (جو کچھ مانگ رہا ہے اس کی قبولیت کو) واجب کرالے گا۔ اس پر وہ شخص جس نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سوال کیا تھا چلا اور دعا مانگنے والے کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اے فُلاں (اپنی دعا کو) آمین کے ساتھ ختم کر اور خوش ہو جا (کہ تیری دعا قبول ہو جائے گی) (ابوداؤد)

(۱۶۵)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب تُو اللہ سے دعا کرے تو اپنی ہتھیلیاں اُوپر کر اور ہاتھوں کی پشت کو اوپر مت کر اور جب تو (دُعا سے) فارغ ہو جائے تو ہاتھوں کو اپنے مُنہ پر پھیر لے۔ (ابن ماجہ)

(۱۶۶)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی (دعا کرتے ہوئے) ایسے نہ کہے کہ اے خدا اگر تُو چاہے تو ہمیں بخش دے، اگر تو چاہے تو ہم پر رحم فرما (بلکہ) اسے چاہیئے کہ عزم کے ساتھ (اپنا) سوال پیش کرے (کہ اے خدا ہمیں بخش دے، اے خدا ہم پر رحم فرما) کیونکہ (اللہ تعالیٰ پورے طور پر بااختیار ہے) اس پر کوئی

جبر کرنے والا نہیں ہے۔ (بخاری)

۱۶۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ وہ اللہ سے دعا کرے اور اُس کی دعا قبول نہ ہو (البتہ قبولیت کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں) پس یا تو (مانگنے والے نے جو کچھ مانگا ہوتا ہے) اللہ اُسے (وہ چیز) جلدی سے دنیا ہی میں دے دیتا ہے۔ یا (پھر) وہ اس دعا کو (دعا مانگنے والے کے لیے) ذخیرۂ آخرت بنا دیتا ہے۔ (کہ آخرت میں اُسے اُس دُعا کے عوض بے پناہ ثواب ملتا ہے)۔ یا (پھر) جتنی اُس نے دعا کی ہوتی ہے اُس کے تناسب سے (اُس کے گناہ دور کر دیے جاتے ہیں اور اس طرح) اللہ اُس کی دعا کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے، بشرطیکہ دعا کرنے والے نے کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کی ہو یا جلدی نہ مچائے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ وہ جلدی کیسے مچائے گا۔ آپؐ نے فرمایا (جلدی مچانا یہ ہے کہ) وہ کہنے لگے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی تھی مگر اس نے میری دعا قبول ہی نہیں کی۔ (ترمذی)

۱۶۸

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کی دعا برابر قبول ہوتی رہتی ہے بشرطیکہ گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔ (اور) بشرطیکہ جلدی نہ مچائے عرض کیا گیا کہ اے خدا کے رسولؐ جلدی مچانا کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ یہ کہنے لگے کہ میں نے (بہت) دعا کی ہے اور (بہت) دعا کی ہے مگر مجھے وہ قبول ہوتی نظر نہیں آتی۔ پھر (ناامید ہو جانے کے باعث) تھک کر بیٹھ جائے اور دعا کرنا چھوڑ دے۔ (مسلم)

۱۶۹

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے یہ

بات اچھی لگے کہ اللہ تعالیٰ سختیوں اور مصیبتوں کے وقت اس کی دعا قبول کرے اُسے چاہیئے کہ آسانی اور سہولت کے وقت کثرت سے دعا کیا کرے۔ (ترمذی)

۱۷۰

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو، اللہ پاک ہے اور صرف پاک چیز ہی قبول کرتا ہے اور اللہ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے پیغمبروں کو دیا تھا۔ اس نے (پیغمبروں سے) فرمایا تھا کہ اے پیغمبرو پاک چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔ بے شک میں تمہارے اعمال کو جاننے والا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے (مومنوں سے بھی) فرمایا کہ اے ایمان لانے والو، جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ۔ پھر حضورؐ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو (اللہ کی راہ میں) لمبے لمبے سفر کرتا ہے، پراگندہ مُو، غبار آلود ہے، اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلاتا ہے۔ (اور پکار پکار کر دعائیں کرتا ہے کہ) اے میرے پروردگار، اے میرے پروردگار اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا بھی حرام (کمائی) کا ہے اور اس کا پینا بھی حرام (کمائی) کا ہے اور اس کا لباس بھی حرام (کمائی) کا ہے اور حرام (کمائی) ہی کی غذا اُسے دی جاتی ہے۔ پس ایسے شخص کی دعا کیونکر قبول ہوگی۔ (مسلم)

کتاب ۲

خُدا کا برگزیدہ رسُولؐ

باب ۸

ایمان بالرّسالت

اللہ رب العلمین کا طریقہ یہ رہا ہے کہ اس نے عام انسانوں سے براہِ راست کلام نہیں کیا بلکہ انسانوں میں سے بعض پاکباز انسانوں کو نبوت سے سرفراز فرما کر اُن انبیاء کے ذریعے انسانوں کو ہدایت بہم پہنچائی ہے۔ سب سے پہلا انسان جس نے اس کرۂ ارض پر قدم رکھا ایک نبی تھا۔ پھر اس کے بعد بے شمار انبیاء آئے جنہوں نے اپنے اپنے زمانے میں جسم و جان کی تمام قوتوں کو اس راہ میں کھپا دیا کہ خدا کی مخلوق کو ان کے خالق کی طرف بلائیں۔ آخر میں آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جنہوں نے انسانوں کو ہر وہ بات بتا دی جو موت سے پہلے کی عارضی زندگی اور موت سے بعد کی دائمی زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے ضروری تھی۔ لہٰذا اس کے بعد کسی مزید نبی کو بھیجے جانے کی ضرورت نہ رہی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی اب قیامت تک جس کسی نے بھی ہدایت حاصل کرنی ہو گی اس کا ذریعہ وہی تعلیمات ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر بھیجا گیا تھا۔ لہٰذا مسلمان ہونے کے لیے خدا پر ایمان لانے کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام انبیاء پر بھی ایمان لایا جائے۔ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے تو اُسے کلمہ پڑھایا جاتا ہے۔

کلمے ہیں دو گواہیاں ہیں، ایک خدا تعالیٰ کے واحد معبود ہونے کی اور دوسری محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کا رسولؐ ہونے کی۔

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ

وَ

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

یعنی میں گواہی دیتا ہوں (یا دیتی ہوں) کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں (یا دیتی ہوں) کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔

آگے آنے والے صفحات میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اسماء، آپؐ پر وحی کا نزول، آپؐ کے حُلیۂ مبارک، آپؐ کے رتبۂ بلند، آپؐ کی رفتار و گفتار، آپؐ کے معجزات، آپؐ کے حسن و دل کشی وغیرہ سے تعلق رکھنے والی احادیث بیان کی گئی ہیں، نیز وہ احادیث جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کس طرح بنی نوعِ انسان کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے خصوصاً آپؐ کو اپنی امّت سے کس درجے محبت تھی اور اُمّت کس طرح آپؐ پر جان دیتی اور ذوق و شوق سے آپؐ کی پیروی کرتی تھی۔ جہاں تک آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ اور آپؐ کی تعلیمات کا تعلق ہے اس سے تعلق رکھنے والی احادیث اس ساری تالیف میں مناسب جگہوں پر بیان کر دی گئی ہیں۔

۱۷۱

حضرت صُنابحی بیان کرتے ہیں کہ میں (صحابیٔ رسولؐ) حضرت عُبادہؓ بن صامت کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ وہ وفات پا رہے تھے۔ (اُن کو اس حالت میں دیکھ کر) میں رو پڑا تو انھوں نے فرمایا کہ ٹھہرو، تم کیوں روتے ہو۔ خدا کی قسم اگر مجھ سے گواہی مانگی گئی تو میں ضرور تمھارے حق میں گواہی دوں گا۔ اور اگر میری شفاعت قبول کی گئی تو میں ضرور تمھارے حق میں شفاعت کروں گا اور اگر مجھ سے ہو سکا تو میں ضرور تمھیں نفع پہنچاؤں گا۔ پھر

انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث بھی (ایسی) سُنی جس میں تم لوگوں کے لیے بھلائی تھی وہ میں نے تم لوگوں کو ضرور سُنا دی۔ سوائے ایک حدیث کے اور وہ (بھی) میں تمہیں آج، جب کہ میری جان (موت کے) گھیرے میں آئی ہوئی ہے، سُنا دوں گا (پھر فرمایا کہ) میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جس نے اس بات کی گواہی دی کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے رسول ہیں۔ خدا نے اس پر دوزخ حرام کر دی۔ (مسلم)

(۱۷۲)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار تھے اور حضرت مُعَاذؓ بن جَبَل آپؐ کے پیچھے سوار تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے مُعَاذؓ! حضرت مُعَاذؓ نے عرض کیا کہ لَبَّیْکَ یا رسولَ اللّٰہ وَ سَعْدَیْکَ (یعنی یا رسولؐ اللہ میں آپؐ کی خدمت کے لیے بار بار حاضر ہوں) حضورؐ نے (پھر) فرمایا کہ اے مُعَاذؓ، حضرت مُعَاذؓ نے (پھر) عرض کیا کہ لَبَّیْکَ یا رَسُولَ اللّٰہِ وَ سَعْدَیْکَ۔ حضورؐ نے (تیسری دفعہ) فرمایا کہ اے مُعَاذؓ حضرت مُعَاذؓ نے (بھی تیسری دفعہ) عرض کیا کہ لَبَّیْکَ یا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ سَعْدَیْکَ (اب) حضورؐ نے فرمایا کہ جو بندہ بھی اس بات کی گواہی دے گا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اللہ اسے آگ پر حرام کر دے گا۔ حضرت مُعَاذؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ کیا میں یہ بات (لوگوں کو) بتا نہ دُوں تا کہ وہ خوش ہو جائیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ پھر وہ اسی پر بھروسہ کر لیں گے (اور عمل چھوڑ دیں گے۔ لہٰذا حضرت مُعَاذؓ نے لوگوں کو یہ بات نہ بتائی) مگر اپنی وفات کے وقت انہوں نے یہ حدیث بیان کر دی تا کہ وہ (علم چھپانے کے) گناہ سے بچ جائیں۔ (مسلم)

تشریح: علم کو اس طرح چھپانا کہ وہ ضائع ہو جائے منع ہے۔ اپنی وفات کے وقت حضرت مُعَاذؓ کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ اگر وہ حضورؐ سے سُنی ہوئی اس بات کو بتائے بغیر دنیا سے چلے گئے تو کہیں وہ علم کو چھپانے کے گناہ کے مرتکب نہ سمجھے جائیں،

لہٰذا انہوں نے وفات سے پہلے یہ حدیث بتا دی۔

۱۷۳

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امّت کے ایک شخص کو سب لوگوں کے سامنے پکارا جائے گا۔ پھر اس کے لیے ننانوے دفتر پھیلائے جائیں گے (جن پر اس کے گناہ لکھے ہوں گے) ہر دفتر اتنا لمبا ہوگا جہاں تک نگاہ جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ (اُسے) فرمائے گا کہ کیا تجھے ان (دفتروں میں لکھے ہوئے گناہوں) میں سے کسی کا انکار ہے۔ وہ عرض کرے گا کہ نہیں اے میرے رب (اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ) کیا میرے لکھنے والے محافظوں (یعنی اعمال لکھنے والے فرشتوں) نے تجھ پر کوئی ظلم کیا ہے (کہ کوئی گناہ تُو نے نہ کیا ہو مگر انہوں نے لکھ دیا ہو) پھر (اللہ تعالیٰ اس سے) فرمائے گا کہ کیا ان برائیوں کے مقابلے میں تیرے پاس کوئی نیکی بھی ہے وہ شخص ڈر جائے گا۔ اور کہے گا کہ نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیوں نہیں۔ ہمارے ہاں تو تمہاری کچھ نیکیاں ہیں، اور آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا۔ پھر اس کے لیے ایک پرچہ نکالا جائے گا جس میں لکھا ہوگا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں) وہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب ان دفتروں کے سامنے اس پرچے کی کیا حیثیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھ پر ظلم نہیں ہوگا پھر اُن دفتروں کو (ترازو کے) ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور اُس پرچے کو دوسرے پلڑے میں۔ پس وہ دفتر ہلکے ٹھہریں گے اور وہ پرزہ (اُن کے مقابلے میں) بھاری ہوگا۔ (ابن ماجہ)

تشریح:- انسان کی دنیوی اور اخروی زندگی کی کامیابی کے لیے اصل فیصلہ کن چیز یہ ہے کہ اس کے عقیدے درست ہوں، یعنی وہ خدا کی ذات اور صفات پر سچے دل سے ایمان رکھتا ہو اور اس بات پر بھی ایمان رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت

کے بیے انبیاء بھیجے جن کا سلسلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگیا جو انسان کو ایک مکمل دین عطا فرما گئے ہیں۔ اب جو شخص ان بنیادی عقائد پر سچے دل سے ایمان رکھتا ہو پھر بتقضائے بشریت اس سے گناہ بھی سرزد ہوں تو بلاشبہ اُسے قابل مذمت سمجھا جائے گا تاہم اگر اس کے گناہ حدِ حساب سے بھی بڑھ جائیں تو بھی وہ گنہگاری کے اس درجے تک نہیں پہنچے گا جس درجے تک وہ اس صورت میں پہنچے گا کہ وہ ان بنیادی عقیدوں پر ایمان ہی نہ رکھتا ہو۔ یعنی توحید و رسالت پر ایمان نہ رکھنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کے مقابلے میں دنیا جہان کے گناہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ کیونکہ بنی نوع انسان کی آخرت ہی نہیں بلکہ دنیا کو بھی برباد کرنے اور انسانیت کو اذیتوں کا شکار بنانے میں جو حصہ شرک و کفر نے ادا کیا ہے وہ دُنیا کے تمام گناہوں نے مل کر بھی ادا نہیں کیا دوسرے الفاظ میں توحید و رسالت پر ایمان رکھنا اتنی بڑی نیکی ہے اور انسانیت کے لئے اتنی زیادہ نفع بخش شئے ہے کہ دنیا کے تمام گناہوں کا وزن اس نیکی کے وزن کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ یہی حقیقت ہے جس کو دل و جان سے زیادہ پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی نفیس انداز میں اس حدیث میں بیان فرمایا ہے۔

وحی کا نزُول

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کے بارے میں جو احادیث آئندہ اوراق میں بیان ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ پر وحی کا نزول مختلف طریقوں سے ہوتا تھا جن میں ایک خاص طریقہ یہ تھا کہ وحی آپؐ کے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی اور جب یہ کیفیت ختم ہوتی تو آپ وہ سب کچھ اخذ کر چکے ہوتے جو آپؐ تک پہنچایا جاتا۔ نزولِ وحی کے اس طریقے سے آپؐ پر بہت مشقت پڑتی تھی۔ چہرۂ مبارک سُرخ ہو جاتا، سخت سردی کے دن بھی پیشانی مبارک پر پسینہ آجاتا۔ ایسے ہی نزول وحی کے دوران آپؐ کے جسم مبارک کا وزن بہت زیادہ بڑھ جایا کرتا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شروع شروع میں جب حضورؐ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپؐ وحی کے الفاظ کو ساتھ ساتھ دہراتے

کی کوشش فرمانے تھے تاکہ وہ یاد ہو جائیں اور یہ صورت آپؐ کے لیے بہت سخت ہوتی تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت فرما دی کہ جب وحی نازل ہو رہی ہو تو آپؐ بس اسے غور سے سنتے رہا کریں، یہ ہمارا ذمّہ ہے کہ آپؐ بعد میں اُسے بیان کر لیا کریں گے۔ لہٰذا اس کے بعد پھر جب وحی نازل ہوتی تو آپؐ خاموشی سے اُسے سُنتے رہتے اور جب یہ کیفیت ختم ہوتی تو حضورؐ کو وہ سب کچھ یاد ہو چکا ہوتا جو وحی کیا جاتا۔

(۱۴)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ پہلی وحی جو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم پر اترنی شروع ہوئی وہ اچھے خواب تھے جو آپؐ نیند کی حالت میں دیکھتے تھے۔ جو خواب بھی آپؐ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح نمودار ہو جاتا (یعنی سچا ثابت ہوتا۔ جیسا حضورؐ خواب میں دیکھتے ویسا ہی بیداری میں ظاہر ہوتا) پھر آپؐ کو تنہائی سے محبت ہو گئی اور آپؐ غارِ حرا میں تنہا رہنے لگے۔ وہاں آپؐ تحنّث کیا کرتے۔ تحنّث کا مطلب ہے مسلسل کئی راتیں عبادت کرنا (چنانچہ آپؐ غار میں کئی کئی راتیں عبادت کرتے رہتے) قبل اس کے کہ آپؐ کو گھر والوں کے پاس آنے کا اشتیاق پیدا ہوتا۔ اس (طرح غار میں تنہا بیٹھ کر عبادت کرنے) کے لیے آپؐ توشہ (یعنی کھانے پینے کا سامان) بھی ساتھ لے جاتے۔ پھر (جب پہلا توشہ ختم ہو جاتا تو) حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس آتے اور اتنے ہی دنوں کے لیے اور توشہ لے جاتے (ایسے ہی ہوتا رہا) یہاں تک کہ غارِ حرا ہی میں ہونے کے دوران آپؐ کے پاس (پیغام) حق آ گیا۔ پس آپؐ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے (آپؐ سے) کہا: اِقْرَءْ (یعنی پڑھیے)۔ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلم نے (اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے) فرمایا (کہ جب فرشتے نے کہا اِقْرَءْ تو) میں نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس پر اُس نے مجھے پکڑ لیا اور مجھے زور سے دبایا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہوئی۔ پھر اُس نے مجھے چھوڑ دیا اور (دوبارہ) کہا: اِقْرَءْ میں نے (پھر وہی) جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اُس نے پھر مجھے پکڑ لیا اور دوسری

بار زور سے دبایا، یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہوئی۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور (تیسری مرتبہ) کہا: اِقْرَءْ۔ میں نے (وہی) جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر اُس نے مجھے پکڑ لیا اور تیسری دفعہ زور سے دبایا، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا: اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَءْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ (اے نبیؐ اپنے ربّ کے نام کے ساتھ پڑھیئے جس نے پیدا کیا۔ جمے ہوئے خُون کے لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھیئے اور آپؐ کا ربّ بڑا کریم ہے) پھر رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم ان آیات کو لے کر اس حالت میں واپس لوٹے کہ آپؐ کا دل لرز رہا تھا۔ اور آپؐ حضرت خدیجہؓ بنت خُوَیلد کے پاس آئے اور فرمایا کہ مُجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔ پس لوگوں نے آپؐ کو کمبل اوڑھا دیا (آپؐ کچھ دیر اس حالت میں رہے) یہاں تک کہ آپؐ کا خوف دور ہو گیا تو آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے (سارا) واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ اس پر حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ ہرگز نہیں، خدا کی قسم اللہ آپؐ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپؐ تو رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں اور ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور محتاجوں کے پیٹ کماتے ہیں اور مہمان کی میزبانی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں آنے والی مصیبتوں میں امداد کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہؓ آپؐ کو لے کر چلیں اور اپنے چچازاد بھائی وَرَقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزّیٰ کے پاس پہنچیں۔ ورقہ زمانۂ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے اور عبرانی زبان میں لکھنے پر قادر تھے چنانچہ انجیل کا جتنا حصہ خدا کو منظور ہوتا اسے عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے (اس وقت) وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور نابینا (بھی) تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے ان سے کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے، اپنے بھتیجے (یعنی رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی بات سُنیئے۔ وَرَقہ نے حضورؐ سے کہا کہ اے میرے بھتیجے آپ کیا دیکھتے ہیں۔ پس رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جو کچھ دیکھا تھا انہیں بتا دیا۔ اس پر وَرَقہ نے کہا کہ یہ تو وہی ناموس (یعنی معزز فرشتہ، رازداں فرشتہ) ہے جو اللہ نے حضرت موسیٰؑ پر نازل فرمایا تھا۔ کاش میں اس وقت جوان ہوتا (جب آپؐ کو تبلیغ

کا حکم دیا جائے گا) کاش میں اس وقت تک زندہ ہی رہتا جب آپؐ کی قوم آپؐ کو (مکہ مکرمہ سے) نکال دے گی۔ رسولِ خدا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے (تعجب سے) فرمایا کہ کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا جی ہاں، جو شخص بھی اس جیسی دعوت لے کر آیا جو آپؐ لائے ہیں اس کے ساتھ ضرور دشمنی کی گئی۔ اگر میں نے وہ دن پا لیا جو آپ کو پیش آنے والا ہے تو میں آپ کی زوردار امداد کروں گا۔ پھر تھوڑی ہی مدت کے بعد ورقہ کا انتقال ہوگیا اور کچھ مدت کے لیے حضورؐ پر وحی آنی بھی موقوف ہوگئی۔ ابن شہاب بیان کرتے کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بتایا کہ حضرت جابرؓ بن عبداللّٰہؓ اس زمانے کا حال بیان کر رہے تھے جس کے دوران حضورؐ پر وحی کا آنا موقوف رہا۔ اپنے بیان کے دوران انہوں نے بتایا کہ (رسول خدا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ایک دن) میں چلا جارہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی۔ میں نے نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھا کہ وہی فرشتہ جو (غارِ) حراء میں میرے پاس آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس منظر کو دیکھ کر دہشت زدہ ہوگیا اور (گھر کی طرف) لوٹ آیا اور کہا کہ مجھے کمّل اوڑھا دو، مجھے کمّل اوڑھا دو۔ پھر اللّٰہ نے مجھ پر یہ آیات نازل فرمائیں،

يَآيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ۙ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ۙ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ۙ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ۙ (اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے، اٹھو اور خبردار کرو، اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھو، اور گندگی سے دور رہو)

پھر وحی کا سلسلہ گرم ہوگیا اور پے در پے آنی لگی۔ (بخاری)

تشریح: پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ کے بعد یہ دوسری وحی تھی جو حضورؐ پر نازل ہوئی۔ دونوں کے درمیان کچھ عرصے تک وحی کی آمد رُکی رہی تھی۔ اس دوسری وحی کے بعد پھر حضورؐ پر مسلسل وحی نازل ہوتی رہی۔

(۱۷۵)

ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حارثؓ بن ہشام نے رسولِ خدا

صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا کہ یا رسولؐ اللہ! آپؐ پر وحی کیسے آتی ہے۔ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ کبھی تو وہ میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے اور یہ اندازِ وحی مجھ پر سب سے زیادہ شاق گزرتا ہے، پھر جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میں وہ یاد کر چکا ہوتا ہوں جو اُس نے کہا ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ میرے پاس انسان کی شکل میں آتا ہے اور مجھ سے گفتگو کرتا ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے اُسے میں یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے شدید سردی کے دن (بھی) آپؐ پر وحی نازل ہوتے دیکھی تو جب آپؐ سے وہ کیفیت دُور ہوتی تو (اس کی شدت اور سختی کے باعث) آپؐ کی پیشانی مبارک سے پسینہ بہہ رہا ہوتا۔

(بخاری)

(۱۷۶)

حضرت عُبادہؓ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم پر وحی نازل ہوتی تو آپؐ پر سختی ہوتی اور آپؐ کے چہرۂ انور کا رنگ بدل جاتا۔ (مسلم)

(۱۷۷)

حضرت عُبادہؓ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم پر وحی نازل ہوتی تو آپؐ اپنا سر مبارک جُھکا لیتے اور آپ کے اصحابؓ بھی اپنے سر جھکا لیتے، پھر جب وحی ختم ہو جاتی تو آپؐ اپنا سر اٹھا لیتے۔ (مسلم)

(۱۷۸)

حضرت یعلیٰؓ بن اُمیّہ حضرت عمرؓ بن خطاب سے کہا کرتے تھے کہ کاش کہ میں رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس حالت میں دیکھوں جب آپؐ پر وحی نازل ہو رہی ہو (پھر ایک سفر کے دوران) جب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم جعرّانہ (کے مقام) پر تھے اور

آپؐ پر ایک کپڑے سے سایہ کیا گیا تھا اور آپؐ کے ساتھ آپؐ کے اصحابؓ میں سے کچھ لوگ تھے جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے تو ایک شخص آپؐ کے پاس آیا۔ جس نے ایک جبہ پہنا ہوا تھا اور وہ خوشبو میں بسا ہوا تھا۔ اُس نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہؐ، آپؐ کیا حکم دیتے ہیں اُس شخص کے بارے میں جو ایک جُبّے میں عمرے کا احرام باندھے بعد اس کے کہ وہ خوشبو میں بسا ہوا ہو۔ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک ساعت کے لئے اس شخص کی طرف دیکھا، پھر خاموش رہے اور آپؐ پر وحی نازل ہونے لگی حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ سے یَعْلیٰؓ بن اُمیّہ کی طرف اشارہ کیا کہ آؤ۔ چنانچہ یَعْلیٰؓ آئے اور اپنا سر (رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کپڑے کے) اندر داخل کر دیا تو دیکھا کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا اور آپؐ خراٹے لے رہے تھے۔ ایک ساعت کے لیے (ایسے ہُوا) پھر وہ کیفیت آپؐ سے دُور ہو گئی۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے جس نے ابھی ابھی عمرے کے بارے میں پوچھا تھا۔ پس اُس شخص کو ڈھونڈا گیا اور اُسے (حضورؐ کی خدمت میں) لایا گیا تو رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ یہ خوشبو جو تمہیں لگی ہے اسے تین مرتبہ دھو ڈالو اور یہ جو جُبّہ ہے اُسے اُتار ڈالو پھر اپنے عمرے میں وہی اعمال بجا لاؤ جو اپنے حج میں بجا لاتے ہو۔ (مسلم)

(۱۷۹)

حضرت زیدؓ بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں (یہ آیت) لکھوائی: لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (وہ لوگ جو گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں دونوں کی حیثیت یکساں نہیں ہے) (حضرت زیدؓ بن ثابت کا بیان ہے کہ) حضورؐ مجھے یہ آیت لکھوا رہے تھے کہ اتنے میں حضرت ابن ام مکتومؓ آپؐ کے پاس آ گئے اور عرض کیا کہ یا رسولُ اللہ، اگر مجھ میں جہاد کرنے کی طاقت ہوتی تو میں ضرور جہاد کرتا (بات یہ تھی کہ) وہ نابینا تھے (اور جہاد میں شرکت کرنے سے معذور تھے۔ اُس وقت) رسولِ خدا

صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ران میری ران پر تھی کہ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر وحی نازل کی (نزول وحی کے وقت آپؐ کے جسم مبارک کا وزن بہت زیادہ بڑھ جایا کرتا تھا لہذا آپؐ کی ران بے انتہا بوجھل ہو گئی) اور اس نے میری ران پر اتنا وزن ڈالا کہ مجھے خوف پیدا ہوا کہ کہیں میری ران چورا چورا نہ ہو جائے۔ پھر آپؐ سے وہ کیفیت دُور ہوئی تو اللہ نے (آپؐ پر) یہ الفاظ نازل فرمائے غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ (یعنی سوائے ان لوگوں کے جو دُکھ درد والے اور معذور ہیں) (بخاری)

تشریح : ان الفاظ کے نازل ہونے سے آیت کا مفہوم یہ ہو گیا کہ جو لوگ جہاد سے پہلو تہی کر کے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں وہ رتبے میں مجاہدین کے برابر نہیں ہو سکتے۔ البتہ جو لوگ کسی ایسے دُکھ درد میں مبتلا ہوں کہ جہاد میں شریک ہونے سے معذور ہوں اور اس معذوری کے باعث گھروں میں بیٹھے ہوئے ہوں تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

۱۸۰

حضرت عمرؓ بن خطّاب بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپؐ کے چہرہ مبارک کے پاس سے شہد کی مکھیوں کی آواز کی سی آواز سنائی دیتی تھی۔ ایک دن آپؐ پر وحی نازل ہوئی تو ہم کچھ دیر (وہاں) ٹھہرے رہے۔ پھر وہ کیفیت آپؐ سے دور ہوئی تو آپؐ قبلہ رُخ ہو گئے اور ہاتھ اٹھا کر یہ دُعا کی۔

اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَاَرْضِنَا وَارْضَ عَنَّا

اے خدا ہمیں زیادہ کر اور ہمیں کم نہ کر اور ہمیں عزّت و وقار دے اور ہمیں ذلیل نہ کر اور ہمیں عطا کر اور ہمیں محروم نہ رکھ اور ہم کو اپنے فضل اور احسان میں دوسروں پر مقدّم رکھ اور دوسروں کو ہم پر مقدّم نہ کر اور ہمیں راضی رکھ اور ہم سے راضی رہ۔

پھر فرمایا کہ مجھ پر دس آیات نازل ہوئی ہیں۔ جس نے اُن پر عمل کیا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ پھر آپؐ نے تلاوت کیا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ یہاں تک کہ دس آیات ختم کیں۔ (ترمذی)

تشریح :- اس حدیث میں جن دس آیات کا ذکر آیا ہے وہ سورۃ المؤمنون کی ابتدائی دس آیات ہیں جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے :

"یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے جو۔

۱۔ اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

۲۔ اور جو لغو باتوں سے دُور رہتے ہیں۔

۳۔ اور جو زکوٰۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں۔

۴۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو اُن کی مِلکِ یمین میں ہوں (یعنی کنیزیں) کہ ان پر محفوظ نہ رکھنے میں وہ قابلِ ملامت نہیں، البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی زیادتی کرنے والے ہیں۔

۵۔ اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں۔

۶۔ اور جو اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔

یہی لوگ فردوس کے وارث ہیں۔

ان آیات میں ایمان لانے والوں کی جو چھ صفات بیان کی گئی ہیں اُن کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے ان پر عمل کیا وہ جنت میں جائے گا۔

(۱۸۱)

(سورۃ القیمٰۃ میں اللہ تعالیٰ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ جس کا مطلب یہ ہے کہ اے نبیؐ وحی کے ساتھ ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو) اللہ تعالیٰ کے اس قول لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ جب حضرت جبرئیلؑ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس وحی لے کر آتے تو آپؐ وحی کیساتھ ساتھ اپنی زبان اور ہونٹوں کو ہلاتے جاتے (یعنی جو کچھ آپؐ کو بذریعہ وحی سُنایا جارہا ہوتا اسے ساتھ ساتھ دہراتے جاتے تاکہ یاد ہو جائے) یہ صورت (حالات) آپؐ کے لیے بڑی سخت ہوتی اور یہ (سختی جو آپؐ پر گزرتی) آپؐ (کے چہرۂ مبارک) سے محسوس ہو جاتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (ان آیات کو) نازل فرمایا:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (یعنی اے نبیؐ قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجیے تاکہ آپ اسے جلدی جلدی لیں مطلب یہ ہے کہ اسے (جلدی جلدی) یاد کرنے کے لیے (ساتھ ساتھ اسے دہرانے کی کوشش نہ کیا کریں)

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمے ہے (مراد یہ ہے کہ) یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسے آپؐ کے سینے میں جمع کر دیں (یعنی اسے آپ کو یاد کروا دیں) اور اسے آپ کو (اس طرح) پڑھوا دیں کہ آپ اسے (بخوبی) پڑھ سکیں۔ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ لہٰذا جب ہم اسے پڑھنے لگا کریں تو آپ اس کی قرأت کو غور سے سنتے رہا کریں۔ (اس آیت میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان (یہ) ہے کہ (جب) ہم قرآن کو نازل کر رہے ہوں تو آپ اُسے (صرف) غور سے سُنا کریں (ساتھ ساتھ اسے یاد کرنے کی کوشش نہ کیا کریں)

(ثُمَّ) اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (پھر) اُس کا بیان کرا دینا ہمارا ذمہ ہے (یعنی یہ ہماری ذمہ داری ہے) کہ ہم اسے آپ کی زبان سے وضاحت سے ادا کروا دیں۔

(حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ) پھر (اس کے بعد یوں) ہوتا کہ جب حضورؐ کے پاس جبریلؑ آتے تو حضورؐ سر جھکا لیتے (اور وحی کو غور سے سُنتے رہتے) پھر جب وہ چلے جاتے تو پھر جیسے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکے تھے آپؐ اُسے (بخوبی) پڑھ لیتے۔ (مسلم)

۱۸۲

حضرت اَنَسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے آپؐ پر پے در پے وحی نازل فرمائی یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہو گئی۔ اور جس دن حضورؐ کی وفات ہوئی۔ اُس دن تو سب سے زیادہ وحی نازل ہوئی۔ (مسلم)

باب ۹

نام، حُلیہ مُبارک، رفتار و گفتار وغیرہ

نام اور کُنیت

(۱۸۳)

حضرت جُبَیرؓ بن مُطعِم بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے کئی نام ہیں، میں محمدؐ ہوں اور میں اَحمدؐ ہوں اور میں مَاحِیؐ ہوں (یعنی مٹا دینے والا) کہ اللہ میرے ذریعے کفر کو مٹا دے گا۔ اور میں وہ حَاشِر ہوں کہ لوگوں کا حشر میرے (نقش) قدم پر ہوگا اور میں وہ عاقِب ہوں (یعنی بعد میں آنے والا) کہ جس کے بعد کوئی (نبی) نہیں آئے گا۔ اور (اس حدیث کے راوی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کا نام رؤوف اور رَحیمؐ (بھی) رکھا (یعنی بہت شفقت کرنے والے اور بہت مہربانی کرنے والے) (مسلم)

تشریح:۔ یہ جو حضورؐ نے فرمایا ہے کہ لوگوں کا حشر میرے نقش قدم پہ ہوگا اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ حضورؐ میدانِ حشر میں آگے آگے ہوں گے اور لوگ آپؐ کے پیچھے پیچھے چلیں گے۔ یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگ آپؐ

کے دین پر اُٹھیں گے کیونکہ آپؐ کا دین آخری دین ہے۔ یا پھر اس کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے حضورؐ اُٹھیں گے اور لوگ آپؐ کے بعد اُٹھیں گے، آپؐ کے نقشِ قدم پر۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

(۱۸۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے اپنے کئی نام بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضورؐ فرماتے تھے کہ میں محمدؐ ہوں اور احمدؐ ہوں اور مُقفّیؐ ہوں (یعنی تمام انبیاء کے بعد آنے والے) اور میں حاشر ہوں اور میں نبیؐ توبہ ہوں اور میں نبیؐ رحمت ہوں۔ (مسلم)

تشریح: حاشر کی تشریح کے لیے حدیث ۱۸۲ کی تشریح دیکھئے اور نبیؐ توبہ اور نبی رحمت کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ توبہ اور رحمت لے کر تشریف لائے تھے۔ حضورؐ نے جو تعلیمات دیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ جب تک موت سامنے نہ آجائے توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے اور حضورؐ مزاجاً بھی انسانوں کے لیے بہت رحیم تھے اور جو دین آپؐ لے کر آئے وہ بھی انسانیت کے لیے سراپا رحمت ہے۔

(۱۸۵)

(رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے قاسم شیر خوارگی ہی میں وفات پا گئے تھے۔ ان کے نام کی وجہ سے حضورؐ کی کنیت ابوالقاسم تھی)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تھے کہ ایک شخص نے پکارا: "اے ابوالقاسم" رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم (نے سمجھا کہ شاید مجھے پکارا گیا ہے۔ لہٰذا آپؐ) اُس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے عرض کیا کہ میں نے (آپ کو) تو (نہیں بلکہ) اس شخص کو بلایا تھا۔ اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے نام پر نام رکھ لیا کرو مگر میری کنیت پر کنیت نہ رکھا کرو (بخاری)

حلیۂ مبارک

۱۸۶

ابراہیم بن محمد جو حضرت علیؓ بن ابی طالب کی اولاد میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حُلیہ بیان کرتے تو فرماتے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت لمبے تھے اور نہ زیادہ چھوٹے قد والے بلکہ آپؐ درمیانے قد والے لوگوں میں سے تھے۔ آپؐ کے بال نہ بہت پیچدار تھے اور نہ بالکل سیدھے بلکہ کچھ پیچیدگی لیے ہوئے تھے اور آپؐ نہ بہت موٹے بدن والے تھے نہ بالکل گول چہرے والے بلکہ آپؐ کے چہرۂ انور میں کچھ گولائی تھی۔ آپ کا رنگ سفید سُرخی مائل تھا۔ آپؐ کی آنکھیں سیاہ تھیں اور پلکیں دراز تھیں۔ آپؐ کی ہڈیوں کے جوڑ موٹے تھے اور دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ موٹی اور پر گوشت تھی۔ آپؐ کے بدن پر بال نہ تھے (ہاں) سینے سے ناف تک بالوں کی ایک سیدھی لکیر تھی۔ آپؐ کے ہاتھ اور پاؤں پُر گوشت تھے۔ جب آپ چلتے تو قوت سے پاؤں اٹھاتے گویا آپؐ (بلندی سے) نیچے کی طرف آرہے ہیں۔ جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے بدن مبارک کے ساتھ متوجہ ہوتے۔ آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور آپؐ نبیوں کے ختم کرنے والے تھے۔ آپؐ سب لوگوں سے زیادہ سخی دل والے، سب سے زیادہ سچی زبان والے، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے اور سب سے زیادہ شریف گھرانے والے تھے جو آپ کو یکایک دیکھتا وہ آپؐ سے مرعوب ہو جاتا اور جو پہچان کر میل جول رکھتا وہ آپؐ کو محبوب بنا لیتا۔ آپؐ کا حلیہ بیان کرنے والا یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ آپؐ سے پہلے کوئی دیکھا اور نہ آپؐ کے بعد۔ (شمائل ترمذی)

۱۸۷

حضرت حسنؓ بن علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ

سے (رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے بارے میں) سوال کیا۔ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حُلیہ مبارک بڑی وضاحت سے بیان کرتے تھے۔ مجھے بھی خواہش ہوئی کہ وہ میرے سامنے بھی کچھ بیان کریں جسے میں حرزِ جان بنا لوں۔ لہٰذا انہوں نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی ذات کے اعتبار سے بھی عالی مرتبت تھے اور دوسروں کی نگاہوں میں بھی عالی شان تھے۔ آپؐ کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپؐ کا قد درمیانے قد والے آدمی سے کسی قدر لمبا تھا اور بہت لمبے قد والے آدمی سے چھوٹا تھا۔ سر مبارک بڑا تھا، بال کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے۔ اگر سر کے بالوں میں خود مانگ نکل آتی تو رہنے دیتے ورنہ خود مانگ نہ نکالتے۔ جب آپؐ بالوں کو بڑھاتے تو وہ کانوں کی لَو سے متجاوز ہو جاتے۔ آپؐ کا رنگ چمکدار تھا، پیشانی کشادہ تھی، ابرو باریک خمدار اور گنجان تھے۔ (دونوں ابرو جدا جدا تھے) ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت اُبھر آتی تھی۔ آپؐ کی ناک بلندی مائل تھی اور اس پر ایک (چمک اور) نور تھا۔ ابتداً دیکھنے والا آپؐ کو بڑی ناک والا سمجھتا۔ آپؐ کی ریشِ مبارک بھرپور اور گنجان تھی۔ رخسار ہموار تھے، دہن مبارک فراخ تھا سامنے کے دانتوں میں ذرا فصل تھا۔ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ آپؐ کی گردن مبارک (اتنی خوب صورت اور سڈول تھی گویا) پتلی کی گردن تھی اور (رنگ میں) ایسی صاف جیسے چاندی۔ آپؐ کے تمام اعضاء (نہایت) معتدل اور پُر گوشت تھے اور بدن گٹھا ہوا تھا پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھے۔ سینہ فراخ تھا، آپؐ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان فصل قدرے زیادہ تھا، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور بڑی بڑی تھیں (کپڑے اُترے ہوئے ہونے کی حالت میں آپ کا جسم مبارک روشن اور چمکدار نظر آتا تھا سینے سے ناف تک ایک لکیر کی طرح بالوں کی باریک، دھاری تھی۔ اس دھاری کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ بالوں سے خالی تھا۔ (البتہ) دونوں بازوؤں اور کندھوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصے میں بال تھے۔ آپؐ کی کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ تھیں (نیز) آپؐ کی دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں گداز اور پُر گوشت تھے۔ آپؐ کی انگلیاں لمبی تھیں، تلوے

گہرے تھے اور قدم ہموار تھے (پانی ان پر نہیں ٹھہرتا تھا بلکہ ان کی چکنائی اور نرمی کی وجہ سے) ان پر سے نیچے ڈھل جاتا تھا۔ جب آپ چلتے تھے تو قوت سے قدم اٹھاتے تھے۔ اور آگے کی طرف جھک کر چلتے تھے، قدم زمین پر آہستہ پڑتا۔ آپؐ تیز رفتار تھے۔ جب آپؐ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا (بلندی سے) نشیب کی طرف اتر رہے ہیں۔ جب (کسی کی طرف) متوجہ ہوتے تو پورے جسم مبارک کے ساتھ متوجہ ہوتے۔ آپؐ نگاہیں نیچی رکھتے اور آپؐ کی نگاہ بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی۔ آپؐ اکثر گوشہ چشم سے دیکھتے (چلتے ہیں) اپنے صحابہؓ کو اپنے سے آگے رکھتے اور جس سے ملتے اُسے پہلے خود سلام کرتے۔ (شمائل ترمذی)

۱۸۸

حضرت جابرؓ بن سَمُرَہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم فراخ دہن تھے؛ اور آپؐ کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے اور آپؐ کی ایڑیوں پر بہت کم گوشت تھا۔ (مسلم)

۱۸۹

جُرَیری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالطفیلؓ سے پوچھا کہ کیا آپ نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ ہاں، حضورؐ کا رنگ سفید تھا اور چہرے پر ملاحت تھی۔ (مسلم)

مُوئے مُبارک

۱۹۰

حضرت قَتَادَہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت اَنَسؓ بن مالک سے پوچھا کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بال کیسے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ درمیانہ قسم کے پیچدار

تھے۔ نہ زیادہ گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے (پھر انہوں نے بالوں کی لمبائی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ) حضورؐ کے کانوں اور مونڈھوں کے درمیان تک تھے۔ (مسلم)

(۱۹۱)

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالوں کو مانگ نکالے بغیر کھلا چھوڑ دیتے تھے (بات یہ تھی کہ) مشرک لوگ اپنے سروں میں مانگ نکالا کرتے تھے اور اہل کتاب بغیر مانگ نکالے اپنے بال یونہی کھلے چھوڑ دیتے تھے اور حضورؐ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ جس معاملے میں (اللہ تعالیٰ کا) کوئی حکم نازل نہ ہوا ہو اس میں (مشرکین کے مقابلے میں) اہل کتاب کی موافقت کریں۔ پھر (بعد میں جب عرب میں اسلام پھیل گیا اور مشرکوں کی مشابہت کا خطرہ نہ رہا تو) آپؐ نے سر میں مانگ نکالنا شروع کر دیا۔ (شمائل ترمذی)

(۱۹۲)

حضرت محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ بن مالک سے پوچھا کہ کیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا ہے۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ آپؐ نے بڑھاپا دیکھا ہی نہیں مگر تھوڑا۔ (مسلم)

تشریح: حضرت انسؓ کی مراد یہ تھی کہ حضورؐ کے سر اور ریشِ مبارک میں بہت کم سفید بال تھے۔ زیادہ سفید بال ہوتے تو خضاب کرنے کی ضرورت پیش آتی۔

(۱۹۳)

حضرت ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ بن مالک سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ (حضورؐ کے سفید بال اتنے

کم تھے کہ) اگر میں چاہتا کہ آپؐ کے سر کے سفید بال گن لوں تو میں گن سکتا تھا اور فرمایا کہ حضورؐ نے خضاب نہیں کیا البتہ حضرت ابو بکرؓ نے مہندی اور وسمے سے خضاب کیا اور حضرت عمرؓ نے صرف مہندی سے خضاب کیا۔ (مسلم)

۱۹۴

حضرت جابرؓ بن سمرہؓ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی سفیدی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب حضورؐ سر میں تیل لگاتے تھے تو کچھ سفیدی نظر نہ آتی تھی اور جب تیل نہ لگایا ہوتا تو کچھ نظر آتی تھی۔ (مسلم)

۱۹۵

حضرت ابو جحیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپؐ کا رنگ سفید تھا (اور کچھ) بڑھاپا آگیا تھا۔ حضرت حسنؓ بن علیؓ آپؐ کے مشابہ تھے۔ (مسلم)

حضورؐ کا تبسم

۱۹۶

(صحیح بخاری میں ایک حدیث بیان ہوئی ہے جس کے ایک حصے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تبسم کا ذکر ہے جو درج ذیل ہے)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کبھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح (منہ کھول کر) ہنستے نہیں دیکھا کہ میں آپؐ کے مسوڑھے (یا تالو) دیکھ لیتی۔ آپؐ تو صرف مسکراتے تھے الخ (بخاری)

۱۹۷

حضرت عبداللہؓ بن حارث بن جزءؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔
(شمائل ترمذی)

حضورؐ کی رفتار

۱۹۸

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کوئی شے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھی (آپؐ کے چہرہ مبارک میں ایسی روشنی اور چمک تھی) گویا کہ آپؐ کے چہرے میں سورج چمک رہا ہو اور میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تیز رفتار بھی کوئی نہیں دیکھا گویا کہ زمین آپؐ کے لیے لپٹتی چلی جاتی تھی (آپؐ کے ساتھ چلتے ہوئے آپؐ کی رفتار کا ساتھ دینے کے لیے) ہم اپنے اوپر مشقت ڈالتے تھے مگر آپؐ کو پرواہ بھی نہ ہوتی (آپؐ گویا اپنی معمولی رفتار سے چل رہے ہوتے)
(شمائل ترمذی)

۱۹۹

ابراہیم بن محمد جو حضرت علیؓ بن ابی طالب کی اولاد میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرتے تو فرماتے کہ جب آپؐ چلتے تو قوت سے پاؤں اٹھاتے، گویا آپؐ اونچائی سے نیچے اتر رہے ہیں۔
(شمائل ترمذی)

۲۰۰

حضرت نافع بن جبیرؓ بن مطعم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب جب

فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو آگے کی طرف جھک کر چلتے گویا کہ بلندی سے نیچے اتر رہے ہیں۔ (شمائل ترمذی)

حضورؐ کی گفتار

۲۰۱

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کی طرح لگاتار جلد جلد گفتگو نہیں فرماتے تھے، بلکہ آپؐ کی گفتگو واضح ہوتی اور آپؐ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر باتیں کرتے کہ آپؐ کے پاس بیٹھا ہوا شخص اُسے اچھی طرح یاد کر لیتا۔ (شمائل ترمذی)

۲۰۲

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بات کو تین دفعہ دہراتے تاکہ آپؐ کے سننے والے اُسے اچھی طرح سمجھ لیں۔
(شمائل ترمذی)

۲۰۳

حضرت حسنؓ بن علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ سے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بہت زیادہ بیان کیا کرتے تھے کہا کہ مجھ سے حضورؐ کی گفتگو کی کیفیت بیان کیجئے۔ انہوں نے بتایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اکثر غمگین رہا کرتے تھے، ہر وقت سوچ میں رہتے تھے۔ آپؐ کو بے فکری اور راحت نہیں ہوتی تھی۔ اکثر اوقات خاموش رہتے، بے ضرورت گفتگو نہیں فرماتے تھے کلام کا آغاز اور اختتام انتہائی بلیغ انداز میں کرتے۔ جامع الفاظ کے ساتھ کلام فرماتے تھے (جن میں الفاظ تھوڑے اور معانی زیادہ ہوتے) آپؐ کا کلام کھلا ہوا صاف صاف ہوتا

تھا (یعنی ہر جملہ الگ الگ ہوتا تھا یا پھر اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ کا کلام حق اور باطل کو جدا جدا کرنے والا ہوتا تھا) نہ آپؐ کے کلام میں فضول باتیں ہوتی تھیں اور نہ کوتاہیاں (کہ مطلب پوری طرح واضح نہ ہو) نہ آپؐ سخت مزاج تھے نہ کسی کی تذلیل فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت چاہے کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو اس کو بڑا سمجھتے تھے۔ کسی نعمت کی مذمت نہیں فرماتے تھے، البتہ کھانے کی اشیاء کی نہ مذمت کرتے تھے اور نہ تعریف فرماتے تھے۔ دنیا اور دنیاوی امور کی وجہ سے آپؐ کو غصہ نہیں آتا تھا۔ البتہ اگر کوئی شخص کسی دینی امر میں زیادتی کرتا تو (آپؐ غضبناک ہو جاتے اور) آپؐ کا غصہ کسی شئے سے نہ جاتا یہاں تک کہ آپؐ اس کا بدلہ لے لیتے۔ اپنی ذات کے معاملے میں نہ آپؐ کو غصہ آتا تھا نہ آپؐ اپنے لئے انتقام لیتے تھے۔ جب آپؐ اشارہ کرتے تو پوری ہتھیلی کے ساتھ اشارہ کرتے اور جب آپؐ کو تعجب ہوتا تو ہاتھ کو الٹا دیتے اور جب گفتگو فرماتے تو آپؐ کا کلام مربوط ہوتا (یا گفتگو کے ساتھ ہاتھوں کو بھی حرکت دیتے) اور داہنی ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصے پر مارتے اور جب ناراض ہوتے تو منہ پھیر لیتے اور ناپسندیدگی کے ساتھ روگردانی کرتے اور جب خوش ہوتے تو نگاہ نیچی کر لیتے۔ آپؐ کی ہنسی اکثر مسکراہٹ (کی شکل میں) ہوتی تھی۔ آپؐ ہنستے تو آپؐ کے دندانِ مبارک (سفیدی اور چمک کے باعث یوں) نظر آتے جیسے بارش کے اولے ہوں۔ (شمائل ترمذی)

(۲۰۴)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے اور جب کوئی بات کہتے تو تین بار کہتے۔ (بخاری)

مُہرِ نبوّت

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر دونوں شانوں

کے درمیان مُہرِ نبوّت تھی۔

۲۰۵

حضرت جابرؓ بن سُمرَۃ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوّت دیکھی۔ وہ سُرخ رنگ کی رسولی جیسی تھی اور کبوتری کے انڈے کے برابر تھی۔ (شمائل ترمذی)

۲۰۶

شمائل ترمذی میں ایک حدیث بیان ہوئی ہے جس کے ایک حصے میں مُہر نبوت کا ذکر ہے جو درج ذیل ہے۔

حضرت عبداللہؓ بن سرجس بیان کرتے ہیں کہ میں رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپؐ اس وقت اپنے اصحاب کے مجمع میں تھے۔ میں نے آپؐ کے پیچھے اس طرح چکر لگایا۔ حضورؐ سمجھ گئے کہ میرا کیا ارادہ ہے۔ آپؐ نے اپنی پشتِ مبارک سے چادر اتار دی۔ پس میں نے آپؐ کے دونوں کندھوں کے درمیان مُہرِ نبوّت کی جگہ کو دیکھا وہ بند مٹھی کی طرح تھی جس کے اردگرد تِل تھے جو گویا کہ مسّے تھے الخ (شمائل ترمذی)

۲۰۷

حضرت سائبؓ بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ مجھے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لے گئی اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ، (یہ) میرا بھانجا بیمار ہے۔ حضورؐ نے میرے سر پہ ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر آپؐ نے وضو کیا اور میں نے آپؐ کے وضو کا (بچا ہوا) پانی پی لیا، پھر میں حضورؐ کی پشت کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان آپؐ کی مہر (نبوّت) دیکھی جو مسہری کی گھنڈیوں کی طرح تھی۔ (مسلم)

(۲۰۸)

حضرت جابرؓ بن سمُرۃ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سر مبارک اور ڈھاڑی کے آگے کا حصّہ سفید ہو گیا تھا۔ جب آپؐ تیل لگاتے تو (یہ سفیدی) ظاہر نہ ہوتی اور جب سر کے بال پراگندہ ہوتے تو سفیدی ظاہر ہو جاتی۔ آپؐ کی ڈھاڑی بہت گھنی تھی۔ ایک شخص نے (حضرت جابرؓ سے) پوچھا کہ کیا حضورؐ کا چہرہ تلوار کی طرح تھا۔ حضرت جابرؓ نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ سورج اور چاند کی طرح تھا۔ اور گول تھا۔ اور میں نے آپؐ کے کندھے کے پاس مہرِ نبوّت دیکھی جو کبوتری کے انڈے کی طرح تھی۔ اور (رنگت میں) آپؐ کے بدنِ مبارک سے مشابہ تھی۔ (مسلم)

حُسن و دلکشی

(۲۰۹)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سفید رنگ والے تھے (بدن مبارک ایسا صاف شفاف اور خوب صورت تھا) گویا کہ آپؐ چاندی سے ڈھالے گئے تھے۔ آپؐ کے بال قدرے گھنگریالے تھے۔ (شمائل ترمذی)

(۲۱۰)

حضرت اُنسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی نہ عنبر نہ مُشک اور نہ کوئی اور (خوشبودار) شے ایسی سونگھی جو رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم (کے بدنِ مبارک) کی خوشبو سے زیادہ عُمدہ ہو اور میں نے کبھی بھی کوئی ایسی شے نہیں چھوئی، چاہے وہ دیباج ہو یا حریر ہو، جو چھونے میں رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم (کی جلد مبارک) سے زیادہ نرم ہو۔ (مسلم)

تشریح:۔ دیباج اور حریر قیمتی ریشمی کپڑے تھے۔

۲۱۱

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا رنگ مبارک سفید چمکدار تھا اور آپؐ کا پسینہ (اس طرح چمکتا تھا) جیسے موتی، جب آپؐ چلتے تو آگے جھکتے ہوئے زور ڈال کر چلتے اور میں نے کوئی دیباج یا حریر ایسی نہیں چھوئی جو رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم ہو اور کوئی مُشک یا عنبر ایسا نہیں سونگھا جو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم (کے جسم مبارک) کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہو۔ (مسلم)

۲۱۲

حضرت جابرؓ بن سَمُرَۃ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر حضورؐ اپنے اہل خانہ کی طرف تشریف لے جانے کے لیے نکلے اور میں بھی آپؐ کے ساتھ نکلا۔ سامنے سے کچھ بچے آپؐ کو ملے تو آپؐ ایک ایک کر کے اُن میں سے ہر ایک کے رخساروں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور میرے بھی رخسار پر ہاتھ پھیرا تو میں نے آپؐ کے ہاتھ میں وہ ٹھنڈک یا خوشبو پائی گویا آپؐ نے اُسے عطار کے ڈبے سے نکالا تھا۔ (مسلم)

۲۱۳

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت کی۔ آپؐ نے کبھی مجھے اُف بھی نہ کہا۔ جب میں نے کوئی کام کیا تو آپؐ نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ تُو نے یہ کیوں کیا اور جب میں نے کوئی کام چھوڑ دیا تو آپؐ نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ تُو نے اسے کیوں چھوڑ دیا۔ اور رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم لوگوں میں سے سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔ میں نے کبھی کوئی خَز یا کوئی حریر یا کوئی اور شے نہیں چھوئی جو رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور میں نے کبھی کوئی مُشک

یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پسینے سے زیادہ خوشبودار ہو۔ (ترمذی)

تشریح :۔ خزّ اُون ملے ریشم کو کہتے ہیں اور حریر خالص ریشم کو۔

۲۱۴

حضرت جابرؓ بن سُمُرَۃ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پنڈلیاں کچھ باریک تھیں اور آپؐ ہنستے تو صرف تبسّم فرماتے اور میں آپ کی طرف دیکھتا تو خیال کرتا کہ آپؐ سُرمہ لگائے ہوئے ہیں۔ حالانکہ آپؐ نے سُرمہ نہیں لگایا ہوتا تھا (بلکہ آپؐ کی آنکھیں قدرتی طور پر سُرمگیں تھیں) (شمائل ترمذی)

۲۱۵

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آگے کے دو دانتوں کے درمیان کشادگی تھی۔ جب آپؐ گفتگو فرماتے تو آپؐ کے اگلے دانتوں کے درمیان سے ایک نُور سا نکلتا نظر آتا۔ (شمائل ترمذی)

۲۱۶

حضرت حارثؓ بن عمرو سہمی بیان کرتے ہیں کہ میں رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آیا جب آپؐ منیٰ یا عرفات میں تھے اور لوگ آپؐ کے اردگرد پھر رہے تھے۔ عرب دیہاتی آتے تھے اور جب آپ کے چہرۂ مبارک کو دیکھتے تو کہہ اٹھتے کہ یہ برکت والا چہرہ ہے ...... (ابوداؤد)

۲۱۷

حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم میانہ قد تھے، آپؐ کے

دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ زیادہ تھا، آپؐ گنجان بالوں والے تھے جو آپؐ کے کانوں کی لو تک پہنچتے تھے آپؐ سرخ جوڑے میں ملبوس تھے۔ میں نے کبھی کوئی شے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھی۔ (مسلم)

۲۱۸

حضرت جابرؓ بن سمرۃ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا اور آپ سرخ جوڑا پہنے ہوئے تھے۔ میں کبھی آپؐ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف تو آپؐ مجھے چاند سے زیادہ خوب صورت معلوم ہوتے۔ (شمائل ترمذی)

۲۱۹

ابو اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت براءؓ بن عازب سے پوچھا کہ کیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تلوار کی مانند تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، بلکہ چاند کی مانند۔ (شمائل ترمذی)

باب ۱۰

حضورؐ کی غذا، لباس، خوشبو وغیرہ

غذا

۲۲۰

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم میٹھی چیز اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔ (شمائلِ ترمذی)

۲۲۱

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمارے گھر تشریف لائے۔ ہم نے آپؐ کے لیے ایک بکری ذبح کی (تاکہ اُس کا گوشت پکا کر آپؐ کو کھلائیں) تو آپؐ نے فرمایا گویا کہ انہیں معلوم تھا کہ ہمیں گوشت پسند ہے۔ (شمائل ترمذی)

تشریح:- حضورؐ کا یہ جملہ واضح کرتا ہے کہ آپؐ کو گوشت مرغوب تھا۔

۲۲۲

حضرت عبداللہؓ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دست کا گوشت پسند تھا اور دست کے گوشت ہی میں (ملاکر) آپؐ کو زہر دیا گیا تھا۔ گمان یہ ہے کہ یہود نے زہر دیا تھا۔ (شمائل ترمذی)

۲۲۳

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک درزی نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کھانے کی دعوت دی جو اس نے تیار کیا تھا۔ میں بھی اُس کھانے پر رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ گیا۔ درزی نے آپؐ کی خدمت میں جَو کی روٹی اور کدّو اور خشک گوشت کا شوربا پیش کیا میں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ پیالے کے اطراف سے کدّو (کے ٹکڑے) تلاش کرتے تھے (جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ کو کدّو مرغوب تھا) اُس دن سے میں ہمیشہ کدّو کو محبوب رکھتا ہوں۔ (شمائل ترمذی)

۲۲۴

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ سرکہ بھی کیا ہی اچھا سالن ہے۔ (شمائل ترمذی)

۲۲۵

(حضرت علیؓ کی ہمشیر) حضرت اُمّ ہانیؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ (کھانے کو) ہے۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں سوائے سوکھی روٹی اور سرکے کے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہی لے آؤ۔ جس گھر میں سرکہ موجود ہو وہ سالن سے خالی نہیں ہوتا (یعنی سرکہ سالن ہی ہے) سرکہ کے

ساتھ روٹی لگا کر کھائی جا سکتی ہے)۔ (شمائل ترمذی)

۲۲۶

حضرت عبداللہؓ بن سلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا اور اس پر ایک کھجور رکھی۔ پھر فرمایا کہ یہ (کھجور) اس (روٹی) کا سالن ہے۔ پھر اُسے نوش فرما لیا۔ (شمائل ترمذی)

تشریح :۔ یہ احادیث واضح کرتی ہیں کہ زندگی کے دوسرے معاملات کی طرح غذا کے معاملے میں بھی حضورؐ تکلف پر زور نہیں دیتے تھے۔ سرکہ اور کھجور کو بھی آپؐ نے سالن ہونے کے لیے کافی سمجھا۔ اگرچہ آپؐ نے اچھے کھانے بھی کھائے، خصوصاً گوشت مرغوب تھا مگر حضورؐ کی عام غذا سادہ ہوتی تھی۔

۲۲۷

حضرت سلمیٰؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسنؓ بن علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن جعفرؓ ان کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں وہ کھانا تیار کر کے دیجئے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا اور جسے آپؐ رغبت سے کھاتے تھے۔ حضرت سلمیٰؓ نے کہا پیارے بیٹو وہ اب تمہیں پسند نہیں آئے گا۔ انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں (پسند آئے گا) آپ وہ کھانا ہمارے لیے تیار کریں۔ چنانچہ وہ اٹھیں اور انہوں نے کچھ جو لے کر انہیں پیسا۔ پھر انہیں ایک ہنڈیا میں ڈالا اور اس پر ذرا سا زیتون کا تیل ڈالا اور کالی مرچ اور گرم مصالحہ پیسا (اور اس میں ڈال کر اسے پکایا) اور اس کھانے کو ان کے سامنے رکھا اور فرمایا کہ یہ ہے وہ کھانا جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا اور جسے آپؐ رغبت سے کھاتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

۲۲۸

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ (حضرت) عائشہؓ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسی ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔ (شمائل ترمذی)

تشریح:۔ ثرید ایک کھانا تھا جو روٹی کو شوربے میں چور کر کے تیار کیا جاتا تھا۔ اس حدیث سے پایا جاتا ہے کہ حضورؐ نے ثرید کو باقی سب کھانوں سے بہتر قرار دیا۔

۲۲۹

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پینے کی سب چیزوں میں سے میٹھی اور ٹھنڈی چیز مرغوب تھی۔ (شمائل ترمذی)

۲۳۰

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم (کچھ) پیتے ہوئے تین مرتبہ سانس لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس طرح پینے سے پی جانے والی چیز زیادہ اچھی طرح ہضم ہوتی ہے اور زیادہ سیراب کرتی ہے۔ (شمائل ترمذی)

۲۳۱

حضرت ابوجحیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر (کھانا) نہیں کھاتا۔ (شمائل ترمذی)

۲۳۲

حضرت ابوایوبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم (مدینہ منورہ تشریف

لائے تو) اُن کے پاس اُترے۔ پھر رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم (مکان کے) نیچے کے حصّے میں رہے اور حضرت ابوایّوبؓ اوپر والے حصّے میں ایک رات حضرت ابوایّوبؓ بیدار ہوئے تو کہنے لگے کہ ہم تو رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سَر کے اوپر چلتے ہیں۔ پھر وہ سمٹ کر ایک کونے میں ہو گئے اور رات ایک طرف ہو کر ہی گزاری۔ پھر (اس کے بعد) حضرت ابوایّوبؓ نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے (اوپر کے حصّے میں تشریف لے جانے کے بارے میں) کہا تو رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ نیچے کے حصّے میں زیادہ سہولت ہے۔ حضرت ابوایّوبؓ نے عرض کیا کہ میں تو اس چھت کے اوپر نہیں رہ سکتا جس کے نیچے آپؐ ہوں۔ یہ سُن کر رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم جگہ بدل کر اُوپر والے حصّے میں تشریف لے گئے اور حضرت ابوایّوبؓ نیچے کے حصّے میں آ گئے۔ حضرت ابوایّوبؓ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے کھانا تیار کیا کرتے تھے۔ پھر جب (بچا ہوا کھانا) اُن کے پاس (واپس) لایا جاتا تو پوچھتے کہ (کھانے میں) حضورؐ کی اُنگلیاں کس جگہ پڑی تھیں۔ پھر آپؐ کی انگلیاں پڑنے کی جگہ سے کھاتے (ایک دفعہ) انہوں نے حضورؐ کے لیے کھانا تیار کیا جس میں لہسن تھا۔ پھر جب کھانا ان کے پاس واپس آیا تو رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی انگلیاں پڑنے کی جگہ کا پوچھا تو آپؐ کو بتایا گیا کہ حضورؐ نے کھانا کھایا ہی نہیں۔ اس پر حضرت ابوایّوبؓ ڈر گئے اور اُوپر حضورؐ کی خدمت میں پہنچے اور پوچھا کہ کیا لہسن حرام ہے۔ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ نہیں (حرام تو نہیں ہے) مگر (اس کی بُو کے باعث) میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ اس پر حضرت ابوایّوبؓ نے عرض کیا کہ جس شے کو آپؐ ناپسند کرتے ہیں اس کو میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔ حضرت ابوایّوبؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے پاس جبریلؑ آیا کرتے تھے (اس لیے حضورؐ بدبودار چیزوں سے پرہیز کیا کرتے تھے تاکہ انہیں تکلیف نہ ہو)۔ (مسلم)

لباس : ۲۳۳

حضرت اُمّ سلمہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کپڑوں میں سب

سے زیادہ قمیض پسند تھی۔ (شمائل ترمذی)

۲۳۴

حضرت اسماءؓ بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قمیص کی آستین پہنچے تک ہوتی تھی۔ (شمائل ترمذی)

۲۳۵

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کپڑوں میں سے جو کپڑا پہننا سب سے زیادہ پسند تھا وہ یمنی منقش چادر تھی۔ (شمائل ترمذی)

تشریح:- اس سے پہلے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ کو سب سے زیادہ قمیص پسند تھی۔ یہاں یمنی منقش چادر کا ذکر ہے۔ بعض علماء نے اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ہے کہ دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں۔ حضورؐ کو جو کپڑے زیادہ پسند تھے ان میں قمیص بھی تھی اور منقش چادر بھی

۲۳۶

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم فتح (مکہ) کے دن مکۂ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کے سرِ مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔ (شمائل ترمذی)

۲۳۷

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم جب عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ (پچھلی جانب) اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا دیتے۔ (حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کے شاگردِ رشید) حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ (خود بھی) ایسے ہی کیا کرتے تھے (نافع کے شاگرد) عُبید اللہ بیان کرتے

ہیں کہ میں نے قاسم بن محمدؒ اور سالم کو بھی ایسے ہی کرتے دیکھا۔ (شمائل ترمذی)

۲۳۸

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کالے بالوں کا کمبل اوڑھے نکلے جس پر پالان کے نقشے (بنے ہوئے) تھے۔ (مسلم)

۲۳۹

حضرت سمرۃؓ بن جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفید (کپڑے) پہنا کرو کیونکہ وہ زیادہ پاکیزہ اور پاک صاف ہوتے ہیں اور انہیں میں اپنے مُردوں کو کفنایا کرو۔ (شمائل ترمذی)

۲۴۰

حضرت ابنِ عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑوں کو اختیار کرو۔ تمہارے زندہ (بھی) سفید کپڑے پہنیں اور اپنے مُردوں کو بھی سفید کپڑوں ہی میں کفنایا کرو، کیونکہ سفید کپڑے تمہارے کپڑوں میں سے بہترین ہیں۔ (شمائل ترمذی)۔

۲۴۱

حضرت ابوہریرہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ (حبشہ کے حکمران) نجاشی نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سیاہ رنگ کے سادہ موزے تحفۃً بھیجے۔ حضورؐ نے (وضوء کی حالت میں) انہیں پہنا، پھر آپؐ نے (دوبارہ) وضوء کیا تو اُن پر مسح کر لیا۔
(شمائل ترمذی)

۲۴۲

ابورمثہ تیمیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے کے ساتھ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے حضورؐ دکھائے گئے۔ پس جب میں نے آپؐ کو دیکھا تو میں کہہ اُٹھا کہ یہ اللہ کے (سچے) نبی ہیں۔ حضورؐ نے (اس وقت) دو سبز کپڑے پہن رکھے تھے اور آپؐ کے کچھ بالوں پر بڑھاپے کے آثار غالب تھے مگر آپؐ کے وہ سفید بال سُرخ تھے۔ (شمائل ترمذی)

تشریح:- بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ بال اس لیے سُرخ تھے کہ انہیں خضاب کیا گیا تھا۔ مگر بعض کا خیال ہے کہ بال جب سفید ہونے لگیں تو پہلے سُرخ ہوتے ہیں اور پھر سفید ہوتے ہیں، لہٰذا ان بالوں کی سُرخی وہی سرخی تھی جو سفیدی سے پہلے آتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۴۳

حضرت ابُو بُردہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے ہمارے لیے ایک موٹا تہہ بند جو یمن میں بنتا ہے اور ایک چادر جسے مُلَبَّدَہ کہا جاتا ہے نکالے پھر اللہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دو کپڑوں میں وفات پائی۔ (مسلم)

۲۴۴

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب خارجی (حضرت علیؓ کے خلاف) اُٹھ کھڑے ہوئے تو میں حضرت علیؓ کے پاس آیا، انہوں نے (مجھے) کہا کہ آپ ان لوگوں کے پاس جائیے (اور ان سے بات کیجئے) پس میں نے ایک بہترین یمنی جوڑا پہنا اور ان کے پاس گیا۔ ابوزُمَیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابنِ عباسؓ

ایک خوبصورت وجیہہ آدمی تھے۔ حضرت ابن عباسؓ بتاتے ہیں کہ جب میں اُن کے پاس پہنچا تو خارجیوں نے میرے عمدہ لباس کو قابلِ اعتراض سمجھا اور) وہ کہنے لگے کہ خوش آمدید اے ابن عباسؓ مگر یہ (قیمتی اور عمدہ) جوڑا (پہننے کی وجہ) کیا ہے۔ میں نے کہا کہ تم (اچھے کپڑے پہننے پر) مجھ پر کیا عیب لگاتے ہو۔ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے سے اچھا جوڑا پہنے دیکھا ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح: اس سے واضح ہوتا ہے کہ مردوں کے لیے بھی عُمدہ اور قیمتی لباس پہننا جائز ہے بشرطیکہ وہ شرعی حدود کے اندر ہو۔ حضورؐ عام طور پر سادہ لباس پہنتے تھے مگر آپؐ نے عمدہ لباس بھی پہنا ہے۔

(۲۴۵)

حضرت اَنسؓ بن مالک بیان کرتے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُسامہؓ بن زیدؓ کا سہارا لیے ہوئے باہر تشریف لائے اور آپؐ پر ایک قطری کپڑا تھا جو آپؐ نے اپنے اوپر لپٹا ہوا تھا، پھر آپؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ (شمائل ترمذی)

تشریح: قطری کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ یہ ایک چادر ہوتی تھی جس پر سرخ دھاریاں ہوتی تھیں۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ قطر بحرین کے علاقے میں ایک بستی تھی اور قطری کپڑا اُس کی طرف منسوب ہے۔

(۲۴۶)

حضرت حُذیفہؓ بن الیمان بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی یا اپنی پنڈلی کے پٹھے کو پکڑا اور فرمایا کہ یہ حد ہے تہہ بند کی (اس سے زیادہ نیچا نہیں ہونا چاہیئے) پھر اگر تجھے یہ منظور نہ ہو تو اس سے کچھ نیچا سہی، پھر اگر وہ بھی منظور نہ ہو تو (جان لے کہ) ٹخنوں پہ تہہ بند کا کوئی حق نہیں (اسے ٹخنوں تک نہیں پہنچنا چاہیئے) (شمائل ترمذی)

تشریح :۔ لوگ ازرہ تکبر اور اظہار فخر کے لیے ایسا لباس پہنتے تھے جس کا دامن اتنا لمبا ہو کہ زمین پر گھسٹتا جائے۔ حضورؐ نے فخر و غرور کی اس علامت سے منع فرمایا ہے۔

۲۴۷

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لیتے (مثلاً) عمامہ یا قمیص یا چادر، پھر یہ دعا پڑھتے ۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْہِ اَسْأَلُکَ خَیْرَہٗ وَ خَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَ شَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ

اے اللہ تیری تعریف ہے کہ تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا۔ اے خدا میں تجھ سے بھلائی چاہتا ہوں۔ اس (کپڑے) کی اور اس (مقصد) کی جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس (کپڑے) کی شر سے اور اس (مقصد) کی شر سے جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے۔

(شمائل ترمذی)

نعلین مبارک

۲۴۸

حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ بن مالک سے پوچھا کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا جوتا کیسا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہر جوتے میں دو دو تسمے تھے (شمائل ترمذی)

حضورؐ کا بستر

۲۴۹

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا بستر جس پر آپؐ

سوتے تھے چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (مسلم)

۲۵۰

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ جس پر آپؐ ٹیک لگاتے تھے چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (مسلم)

خوشبو

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نفاستِ طبع کے باعث خوشبو کو بہت پسند فرماتے تھے۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ خوشبو استعمال کرتے خوشبو کے تحفے کو قبول فرماتے اور خوشبو کی دھونی لیتے۔

۲۵۱

ثمامہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ (بن مالک) خوشبو (کے تحفے) کو رد نہیں کیا کرتے تھے اور حضرت انسؓ فرماتے تھے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو (کے تحفے) کو رد نہیں فرمایا کرتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

۲۵۲

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے خوشبودار پھول (کا تحفہ) دیا جائے، وہ اسے رد نہ کرے۔ کیونکہ وہ اٹھانے میں ہلکا ہے (یا اس کا زیادہ احسان نہیں ہوتا) اور اس کی خوشبو عمدہ اور پاکیزہ ہے۔ (مسلم)

۲۵۳

حضرت نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب خوشبو کی دھونی لیتے

تو عود کی لیتے جس میں کچھ اور نہ ملا ہوتا یا کافور کی لیتے۔ اُسے عود کے ساتھ ڈالتے پھر فرماتے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم (بھی) اسی طرح خوشبو کی دھونی لیا کرتے تھے۔
(مسلم)

سُرمہ

۲۵۴

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے ہر آنکھ میں تین تین سلائی اِثمد کے سُرمے کی لگایا کرتے تھے۔ اور (ایک دوسرے راوی) یزید بن ہارون اپنی روایت میں بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی۔ آپؐ سونے سے پہلے اس میں سے ہر آنکھ میں تین تین سلائی سُرمے کی لگاتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

تشریح:۔ اِثمد ایک سُرمے کا پتھر تھا جسے پیس کر سُرمہ بنایا جاتا تھا حضورؐ نے اِثمد کے سُرمے کی تعریف فرمائی ہے۔

۲۵۵

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوتے وقت اِثمد کا سُرمہ ضرور لگایا کرو۔ وہ نگاہ کو روشن کرتا ہے اور پلکیں (بھی) اُگاتا ہے۔
(شمائل ترمذی)

۲۵۶

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سُرمہ لگائے وہ طاق بار لگائے۔ جس نے ایسا کیا (یعنی طاق بار سُرمہ لگایا) اس نے بہت اچھا کیا اور اگر کوئی ایسے نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ (ابن ماجہ)

تشریح:۔ طاق وہ عدد ہے جو دو پر تقسیم نہ ہو سکے مثلاً ایک، تین، پانچ

وغیرہ۔ حضورؐ نے طاق بار سُرمہ لگانا پسند فرمایا ہے مگر اسے فرض قرار نہیں دیا۔ اگر کوئی طاق بار نہ بھی لگائے تو حرج نہیں۔

انگوٹھی

انگوٹھی سے مُراد یہاں وہ انگوٹھی نہیں جسے آرائش کے لیے پہنا جاتا ہے بلکہ یہ وہ انگوٹھی تھی جس پر کوئی خاص نقش ہوتا تھا اور اس سے سرکاری خطوں وغیرہ پر مُہر لگائی جاتی تھی۔

(۲۵۷)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (شاہِ) روم کو (خط) لکھنے کا ارادہ فرمایا تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ لوگ بے مُہر کا خط نہیں پڑھتے چنانچہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (خطوں پر مُہر لگانے کے لیے) چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی، (یہ بات مجھے اتنی اچھی طرح یاد ہے) گویا کہ میں (اب بھی) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں اس انگوٹھی کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ اس انگوٹھی کا نقش مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ تھا (صلی اللہ علیہ وسلم) (مسلم)

باب ۱۱

حضورؐ کے معجزات

۲۵۸

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپؐ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں تو آپؐ نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے (کرکے) دکھائے، یہاں تک کہ انہوں نے حراء (پہاڑ) کو ان دونوں (ٹکڑوں) کے درمیان دیکھا (یعنی ایک ٹکڑا حراء کی ایک طرف تھا اور دوسرا دوسری طرف) (بخاری)

۲۵۹

حضرت عبداللہؓ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ (کے میدان) میں تھے کہ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اُس طرف تھا اور (دوسرا) ٹکڑا اُس کے اِس طرف۔ پس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ (اس پر) گواہ ہو جاؤ۔ (مسلم)

۲۶۰

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ کیا میں آپؐ کے لیے ایک ایسی چیز نہ بنا دوں جس پر آپؐ (خطبہ دینے کے لیے) بیٹھا کریں، میرا ایک لڑکا ہے جو بڑھئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تو چاہتی ہے (تو بنوا دے) پس اس نے حضورؐ کے لیے ایک منبر تیار کیا (اس سے پہلے حضورؐ کھجور کے ایک تنے کے پاس خطبہ دیا کرتے تھے) پھر جب جمعہ کا دن آیا (اور) حضورؐ (خطبہ دینے کے لیے) اس منبر پر بیٹھے جو بنایا گیا تھا تو کھجور کا وہ تنا جس کے پاس حضورؐ خطبہ دیا کرتے تھے چیخنے لگا یہاں تک کہ قریب تھا کہ پھٹ جائے۔ اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم (منبر سے) نیچے اترے اور اس تنے کو پکڑ کر اپنے ساتھ چمٹا لیا تو وہ اس بچے کی طرح رونے لگا جسے چپ کرایا جا رہا ہو یہاں تک کہ (آخر) ساکن ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ اس ذکر (کی جدائی) پر رو رہا ہے (جو اس کے پاس ہوا کرتا تھا اور) جسے یہ سنا کرتا تھا۔ (بخاری)

۲۶۱

حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکۂ مکرمہ سے (ہجرت فرما کر) مدینۂ منورہ کی طرف آئے تو (ایک کافر) سراقہ بن مالک بن جعشم نے آپؐ کا تعاقب کیا (تاکہ آپؐ کو پکڑ کر کافروں کے پاس لے جائے جنہوں نے اعلان کر رکھا تھا کہ جو حضورؐ کو پکڑ کر لائے گا اسے انعام دیا جائے گا) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بددعا کی تو اس کا گھوڑا (زمین میں) دھنس گیا۔ اس پر اس نے (رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) عرض کیا کہ آپؐ خدا تعالیٰ سے میرے لیے دعا کیجئے (کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے) میں آپؐ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ پس حضورؐ نے (اس کے لیے) اللہ تعالیٰ سے دعا کی (تو اسے نجات مل گئی)۔ (اس حدیث

کے) راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پیاس لگی، پھر وہ سب بکریوں کے ایک چرواہے کے پاس سے گزرے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک پیالہ لیا اور اس میں رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے تھوڑا سا دودھ دوہا اور اُسے لے کر حضورؐ کے پاس آیا پھر حضورؐ نے وہ دودھ پیا یہاں تک کہ میں خوش ہو گیا۔ (مسلم)

۲۶۲

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں میں رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تھا اور میں ایک سست رفتار اونٹ پر سوار تھا وہ سب اونٹوں سے آخر میں رہتا تھا۔ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ کون ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں جابرؓ بن عبداللہؓ ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں ایک سست رفتار اونٹ پر سوار ہوں (اس لیے پیچھے رہ گیا ہوں) آپؐ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کوئی چھڑی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ فرمایا کہ وہ مجھے دو میں نے (وہ چھڑی) آپؐ کو دے دی تو آپؐ نے (اس سے) اس اونٹ کو مارا اور اُسے ڈانٹا۔ پھر وہ (اونٹ) اس جگہ سے (چلا تو اتنا تیز رفتار ہو گیا کہ) سب اونٹوں سے آگے ہو گیا۔ حضورؐ نے (مجھے) فرمایا کہ اس (اونٹ) کو میرے ہاتھ بیچ دے۔ میں نے عرض کیا (بیچنا کیا) یا رسولؐ اللہ بلکہ یہ اب آپؐ ہی کا ہو گیا (یعنی بلا معاوضہ لے لیجئے) آپؐ نے فرمایا (نہیں) بلکہ اسے میرے ہاتھ بیچ دو (پھر) فرمایا کہ میں نے اسے چار دینار کے عوض لے لیا اور مدینہ پہنچنے تک تجھے اس پر سواری کرنے کا حق حاصل ہے۔ پھر جب ہم مدینے کے قریب پہنچے تو میں (حضورؐ سے) رخصت ہونے لگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کدھر کا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک بیوہ عورت سے شادی کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کسی لڑکی سے کیوں نہ کی کہ تُو اس سے کھیلتا اور وہ تجھ سے کھیلتی۔ میں نے عرض کیا کہ میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور کئی لڑکیاں چھوڑ گیا ہے اس لیے میں چاہتا

تھا کہ کسی ایسی عورت سے شادی کروں جو تجربہ کار ہو اور بیوہ ہو (تاکہ ان کی دیکھ بھال اچھی طرح کر سکے) آپؐ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے۔ پھر جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو آپؐ نے (حضرت بلالؓ سے) فرمایا کہ اے بلالؓ جابرؓ کو (اونٹ کی) قیمت ادا کر دو اور اسے زیادہ دینا۔ پس انہوں نے حضرت جابرؓ کو چار دینار دیئے اور ایک قیراط (سونا) زیادہ دیا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ دیا ہوا (قیراط) مجھ سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتا۔ وہ قیراط جابرؓ بن عبداللہؓ کی تھیلی (میں ہمیشہ رہتا ہے اور اس) سے کبھی جُدا نہیں ہونے پاتا۔ (بخاری)

تشریح: قیراط دینار کے بیسویں یا چوبیسویں حصے کو کہتے تھے۔

۲۶۳

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) عرض کیا کہ یارسول اللہ، میں آپؐ سے بہت سی حدیثیں سنتا ہوں مگر انہیں بھول جاتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنی چادر پھیلاؤ میں نے اُسے پھیلایا تو آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے چلّو بنایا (اور اس چادر میں ڈال دیا) پھر فرمایا کہ (اس چادر کو) اپنے اُوپر لپیٹ لو۔ چنانچہ میں نے اُسے اپنے اوپر لپیٹ لیا، پھر (اس کے بعد) میں کچھ نہیں بھُولا۔ (بخاری)

۲۶۴

✓ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ (رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے دشمن) ابوجہل نے (لوگوں سے) کہا کہ کیا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے سامنے اپنا مُنہ (نعوذ باللہ) خاک آلود کرتے ہیں (یعنی سجدہ کرتے ہیں) اُسے جواب دیا گیا کہ ہاں۔ اس پر اُس نے (اپنے بتوں لات اور عُزّٰی کی قسم کھاتے ہوئے) کہا کہ لات کی قسم اور عُزّٰی کی قسم کہ اگر میں نے انہیں ایسے کرتے ہوئے دیکھ لیا تو میں

(نعوذ باللہ) اُن کی گردن روند دوں گا یا اُن کے مُنہ کو مٹی میں رُلا دوں گا۔ حضرت ابوہریرہؓ بتلاتے ہیں کہ پھر جب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز پڑھ رہے تھے تو ابوجہل اس نیت سے آیا کہ (نعوذ باللہ) آپؐ کی گردن روندے (مگر) پھر لوگ یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے کہ (حضورؐ کی طرف بڑھنے کی بجائے) وہ اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹ رہا ہے اور اپنے ہاتھوں سے (کسی چیز سے) بچ رہا ہے اس پر اُسے کہا گیا کہ تجھے کیا ہوا ہے تو اس نے کہا کہ میرے اور ان کے (یعنی حضورؐ کے) درمیان آگ کی ایک خندق ہے اور ہول (پیدا کرنے والا منظر) ہے اور بازو ہیں۔ پھر رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر یہ میرے قریب آجاتا تو فرشتے اس کا عُضو عُضو نوچ لیتے الخ (مسلم)

تشریح: اس حدیث میں بھی حضورؐ کا ایک معجزہ بیان ہوا ہے کہ جب دشمنِ اسلام ابوجہل ایک فاسد ارادے سے حضورؐ کی طرف آیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسے حضورؐ کے اور اپنے درمیان ایسی ہولناک چیزیں نظر آئیں کہ وہ آگے بڑھ کر حضورؐ پر (نعوذ باللہ) حملہ کرنے کے بجائے اپنے آپ کو بچانے کے لیے اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹنے لگا۔ اس حدیث میں جو بازوؤں کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ بتایا جاتا ہے کہ اُسے فرشتوں کے بازو نظر آنے لگے جو اس بات کے لیے تیار تھے کہ اگر وہ حضورؐ کے ساتھ کسی قسم کی گستاخی کرے تو اس کی تکا بوٹی اڑا دیں۔

۲۶۵

حضرت سَلَمہؓ بن الاکوعؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس بائیں ہاتھ سے (کھانا) کھایا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اپنے دائیں ہاتھ سے کھا۔ وہ بولا کہ میں (ایسے) نہیں کر سکتا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ (خدا کرے) تُو نہ کر سکے۔ (حضرت سَلَمہؓ بیان کرتے ہیں کہ) اُس نے جو (حضورؐ کا حکم ماننے سے) انکار کیا تھا وہ تکبّر کے باعث کیا تھا (اور) وہ بتاتے ہیں کہ (حضورؐ کی بددعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ)

پھر وہ اپنا ہاتھ اپنے مُنہ تک اٹھا ہی نہ سکا۔ (مسلم)

۲۶۶

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (صحابہؓ سے) فرمایا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ (نماز میں امامت کراتے ہوئے) میرا منہ اس طرف ہوتا ہے۔ (اور میں دیکھ نہیں سکتا کہ میری پشت کے پیچھے تم کس طرح نماز پڑھ رہے ہو۔ نہیں ایسے نہیں ہے) خدا کی قسم مجھ پر نہ تمہارا خشوع (وخضوع) چھپا ہوتا ہے نہ تمہارا رکوع (سجدہ)۔ بے شک میں اپنی پشت کے پیچھے سے (بھی) تمہیں (اُسی طرح) دیکھتا ہوں (جس طرح سامنے سے) (بخاری)

۲۶۷

حضرت اَنسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ (اُن کے سوتیلے والد) حضرت ابوطلحہؓ نے (اپنی اہلیہ اور حضرت اَنسؓ کی والدہ) حضرت اُمّ سُلَیمؓ سے کہا کہ میں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی آواز میں کمزوری محسوس کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپؐ کو بھوک لگی ہوئی ہے۔ کیا تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے۔ حضرت اُمّ سُلَیمؓ نے جواب دیا کہ ہاں (ہے) پھر انہوں نے جو کی کچھ روٹیاں نکالیں، پھر اپنی ایک اوڑھنی لے کر اس کے ایک حصّے میں ان روٹیوں کو لپیٹا اور اسے میرے کپڑے کے نیچے چھپا دیا اور اوڑھنی کا دوسرا حصہ مجھے اوڑھا دیا۔ پھر مجھے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف بھیجا۔ میں اسے لے کر چلا تو میں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مسجد میں بیٹھے پایا اور آپؐ کے ساتھ (دُور) لوگ (بھی) تھے۔ میں اُن کے پاس کھڑا ہو گیا۔ تو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ کیا تمہیں ابوطلحہؓ نے بھیجا ہے میں نے عرض کیا؛ جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کیا کھانے کے لیے؟۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ اس پر رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے ہمراہیوں کو (مخاطب کر کے)

فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ پس حضورؐ (اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر) چل پڑے اور میں ان لوگوں کے آگے آگے چلا، یہاں تک کہ میں حضرت ابوطلحہؓ کے پاس آپہنچا اور انہیں (سارے واقعے کی) خبر دی۔ حضرت ابوطلحہؓ نے (میری والدہ سے) کہا کہ اے اُمّ سُلَیمؓ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم تو لوگوں کو ساتھ لے کر تشریف لے آئے ہیں اور ہمارے پاس (اتنا کھانا) نہیں ہے جو ہم انہیں کھلا سکیں۔ اس پر حضرت امّ سلیمؓ نے کہا کہ خدا اور اُس کا رسولؐ زیادہ جانتے ہیں پھر حضرت ابوطلحہؓ آگے بڑھ کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے ملے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم انہیں ساتھ لے کر تشریف لے آئے یہاں تک کہ دونوں (گھر میں) داخل ہو گئے۔ پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اے اُمّ سُلَیمؓ جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ پس وہ وہی روٹیاں لے آئیں۔ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے حکم پر انہیں چُورا چُورا کیا گیا اور حضرت اُمّ سُلَیمؓ نے اپنی (گھی کی) کُپّی اُن پر نچوڑ دی۔ یہ (گھی گویا) ان روٹیوں کے لیے سالن بن گیا۔ پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس (کھانے) کے بارے میں جو کچھ خدا کو منظور ہُوا دعا فرمائی پھر فرمایا کہ دسؔ (آدمیوں) کو اجازت دو۔ (کہ اندر آکر کھانا کھالیں) پس انہیں اجازت دی گئی تو انہوں نے (وہ کھانا) کھایا یہاں تک کہ سیر ہو کر باہر چلے گئے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ دسؔ (اور) آدمیوں کو (اندر آنے کی) اجازت دو چنانچہ انہیں اجازت دی گئی۔ پس انہوں نے (بھی) کھایا یہاں تک کہ سیر ہو گئے (اور) پھر چلے گئے پھر حضورؐ نے فرمایا کہ دسؔ (اور) کو اجازت دو (غرضکہ ایسے ہی ہوتا رہا) یہاں تک کہ سب لوگوں نے سیر ہو کر کھا لیا اور وہ لوگ ستّر آدمی تھے یا اسّی تھے۔ (مسلم)

۲۶۸

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سو تیس [۱۳۰] آدمی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ کیا تم میں

سے کسی کے پاس کوئی کھانا ہے تو ایک شخص کے پاس ایک صاع یا اس کے قریب آٹا نکلا۔ پس اُسے گوندھا گیا۔ پھر ایک پراگندہ بالوں والا دراز قد مشرک بکریاں ہنکاتا آ گیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس سے) فرمایا کہ کیا (بکری) بیچو گے یا تحفے کے طور پر دے دو گے۔ یا آپؐ نے (یوں) فرمایا کہ کیا (بیچو گے یا) بلا قیمت دے دو گے۔ اس نے کہا کہ نہیں بلکہ بیچوں گا۔ پس حضورؐ نے اس سے ایک بکری خریدی۔ پھر اس کا گوشت تیار کیا گیا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ (اُس کی) کلیجی بھُونی جائے۔ (حضرت عبدالرحمٰنؓ) بیان کرتے ہیں کہ خدا کی قسم ایک سو تیس ۱۳۰ آدمیوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جسے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس (بکری) کی کلیجی کا ٹکڑا کاٹ کر نہ دیا ہو۔ اگر کوئی حاضر تھا تو اُسے دے دیا اور اگر کوئی غیر حاضر تھا تو اُس کے لیے ڈھانپ کر رکھ دیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ (یہ بھی) بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بڑے پیالوں میں گوشت نکالا۔ پس ہم سب نے ان پیالوں سے سیر ہو کر کھایا اور (پھر بھی) دونوں پیالوں میں گوشت بچ رہا تو میں نے اُسے اونٹ پر رکھ لیا او کما قال (مسلم)

۲۶۹

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ (حضورؐ کی ایک صحابیہ) حضرت امّ مالکؓ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ایک کُپّی میں گھی کا تحفہ بھیجا کرتی تھیں۔ پھر (جب) ان کے بیٹے ان کے پاس آتے اور سالن مانگتے اور ان لوگوں کے پاس کچھ نہ ہوتا تو حضرت امّ مالکؓ اس (کُپّی) کے پاس جاتیں جس میں وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا کرتی تھیں تو اس میں گھی ہوتا۔ اسی طرح ہمیشہ ان کے گھر کا سالن چلتا رہتا یہاں تک کہ (ایک دفعہ) انہوں نے اُس (کُپّی) کو نچوڑ لیا (تو پھر انہیں اس میں گھی ملنا بند ہو گیا) پھر وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں (اور بات کی) تو حضورؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے اسے نچوڑ لیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ حضورؐ نے

فرمایا کہ اگر تم اسے اسی طرح رہنے دیتیں (اور نہ نچوڑتیں) تو وہ ہمیشہ قائم رہتا (یعنی اس گھی میں برکت رہتی اور وہ تمہیں ملتا رہتا) (مسلم)

۲۷۰

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ (صلح) حُدَیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگ آئی۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (پانی کی) ایک چھاگل تھی۔ آپؐ نے وضو کیا تو لوگ تیزی سے آپؐ کی طرف آئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس وضو کرنے کے لیے اور پینے کے لیے پانی نہیں۔ بس یہی (پانی) ہے جو آپؐ کے سامنے ہے۔ اس پر حضورؐ نے اپنا ہاتھ چھاگل میں رکھ دیا تو آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی اس طرح اُبلنے لگا جیسے چشمے اُبلتے ہیں پس ہم نے (پانی) پیا اور وضو کیا۔ (اس حدیث کے ایک راوی بیان کرتے ہیں کہ) میں نے کہا کہ آپ لوگ کتنے تھے۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو بھی وہ (پانی) ہمارے لیے کافی ہوتا (ویسے) ہم پندرہ سَو تھے۔ (بخاری)

۲۷۱

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ (جنگ) خندق کے دن ہم (خندق) کھود رہے تھے کہ ایک سخت پتھر آ گیا۔ لوگ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ خندق میں ایک سخت پتھر نکل آیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں اترتا ہوں۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے تو آپؐ کے پیٹ کے ساتھ (فاقے کے باعث) پتھر بندھا ہوا تھا۔ (ہم بھی فاقے سے تھے) اور تین دن سے ہم نے کچھ نہیں کھایا تھا (کیونکہ جنگ خندق کے دوران بہت فقر و فاقہ آیا تھا) پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال پکڑی اور (اُس سخت پتھر پر) ضرب لگائی تو وہ ایسے (ریزہ ریزہ) ہو گیا جیسے بہنے والی ریت کا ٹیلہ۔ (حضورؐ کے پیٹ پر پتھر بندھا دیکھ کر مجھے شدید صدمہ ہوا) پس میں نے

عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ مجھے گھر تک جانے کی اجازت دیجئے۔ پھر (جب میں گھر پہنچا تو) میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو میں نے کچھ ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ مجھ سے صبر نہیں ہو سکا۔ کیا تمہارے پاس (کھانے کو) کچھ ہے۔ اس نے کہا کہ میرے پاس کچھ جو ہیں اور ایک بکری کا بچّہ ہے۔ پس میں نے بکری کا بچّہ ذبح کیا اور میری بیوی نے جَو پیسے یہاں تک کہ ہم نے گوشت ہنڈیا میں ڈالا (اور اُسے پکنے کے لیے رکھ دیا) پھر میں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور اس وقت تک آٹا خمیر ہو چکا تھا اور چولہے پر ہنڈیا پکنے کے قریب تھی۔ میں نے (حضورؐ کی خدمت میں) عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ، میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے، پس آپ بھی آیئے اور ایک یا دو اور آدمی (بھی آپؐ کے ساتھ آجائیں) حضورؐ نے فرمایا کہ کھانا کتنا ہے میں نے آپؐ کو بتایا (کہ کچھ جو اور ایک بکری کا بچّہ ہے) آپؐ نے فرمایا کہ بہت ہے، اچھا ہے، (پھر مجھ سے) فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہہ دو کہ جب تک میں نہ آجاؤں ہنڈیا کو (چولہے سے نیچے) نہ اتارے اور نہ روٹیوں کو تنور سے نکالے۔ پھر (اپنے ساتھیوں سے) فرمایا کہ اُٹھو، تو مہاجرین اور انصار اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ پھر میں اپنی بیوی کے پاس پہنچا اور (پریشان ہو کر) کہنے لگا کہ تیری خرابی ہو۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم تو مہاجرین اور انصار اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ تھے (سب) کو لے کر تشریف لے آئے ہیں (اور کھانا تو تھوڑا ہے) میری بیوی نے کہا کہ کیا حضورؐ نے آپ سے پوچھا تھا (کہ کھانا کتنا ہے) میں نے کہا کہ ہاں (پوچھا تھا) پھر حضورؐ نے (اپنے ساتھیوں سے) فرمایا کہ داخل ہو جاؤ اور آپس میں دھکّم دھکّا نہ کرنا۔ پھر حضورؐ ایسے کرنے لگے کہ روٹی کو توڑتے، اس پر گوشت رکھتے پھر جب یہ لے لیتے تو ساتھ ہی ہنڈیا اور تنور کو ڈھانپ دیتے۔ اور روٹی اور گوشت اپنے اصحابؓ کے آگے رکھتے جاتے۔ پھر (اور کھانا) نکالتے، پس آپؐ ایسے ہی روٹیوں کے ٹکڑے کرتے، اور (گوشت) کاٹتے (اور اپنے اصحابؓ کو دیتے) رہے یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور کچھ کھانا بچ بھی رہا۔ آپؐ نے (حضرت جابرؓ کی بیوی سے) فرمایا کہ تُو بھی کھا اور (دوسروں کو بھی) تحفہ بھیج کیونکہ لوگ بھوک

کے باعث مصیبت میں ہیں۔ (بخاری)

۲۷۲

(جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو مکہ مکرمہ پر کافروں کا قبضہ تھا جو مسلمانوں کو آسانی سے حج نہیں کرنے دیتے تھے۔ ہجرت کے چھٹے سال حضورؐ چودہ سو ۱۴۰۰ مسلمانوں کو ساتھ لے کر حج کرنے تشریف لے گئے مگر کافروں نے اندر نہ آنے دیا۔ اس وقت حضورؐ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جس مقام پر ٹھہرے تھے وہ مکہ مکرمہ سے کم و بیش ایک منزل کے فاصلے پر تھا اور اس کا نام حُدَیْبِیَہ تھا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عثمانؓ مکے کے اندر گئے تو کافروں نے انہیں نظر بند کر لیا۔ باہر افواہ پھیل گئی کہ وہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینا ضروری ہے۔ پھر آپؐ ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہؓ سے جانثاری کی بیعت لی۔ اس بیعت کو "بیعتِ رضوان" کہتے ہیں جس کا مطلب ہے وہ بیعت جس سے مسلمانوں کو خدا کی رضا حاصل ہوئی۔ آخر مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ایک معاہدہ قرار پاگیا کہ دس برس تک باہم صلح رہے گی۔ اس معاہدے کے بارے میں بعض مسلمانوں کو یہ خیال ہوا کہ یہ گویا ہماری کمزوری کی علامت ہے، گویا ہم نے دب کر صلح کی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے وہ آیات نازل فرمائیں جو چھبیسویں پارے میں سورۃ الفتح کے آغاز میں ہیں۔ پہلی آیت ہے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا، یعنی اے نبیؐ بے شک ہم نے آپ کو کھلی کھلی فتح عطا فرمائی ہے۔ اس معاہدے کی بنا پر مسلمان اور کافر ایک دوسرے کے علاقوں میں آنے جانے لگے۔ اس میل جول کے باعث کافروں پر مسلمانوں کی عمدہ سیرت اور مذہب اسلام کا گہرا اثر پڑا اور وہ بکثرت مسلمان ہوئے۔ پھر چند سال ہی ہوئے تھے کہ کافروں نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی جس سے یہ ٹوٹ گیا، چنانچہ ہجرت کے آٹھویں سال حضورؐ نے مکہ مکرمہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے کافروں کی حکومت ختم ہو گئی۔ یہ فتح "فتحِ مکہ" کہلاتی ہے۔ اس طرح

صلح حدیبیہ واقعی فتح ثابت ہوئی کیونکہ اس کے باعث بکثرت لوگ مسلمان ہوئے اور انجام کار مکہ بھی فتح ہو گیا۔ ذیل کی حدیث میں انھیں واقعات کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ (اے لوگو) تم خیال کرتے ہو کہ (اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا میں جس) فتح (کا ذکر ہے وہ) فتح مکہ ہے بے شک مکے کی فتح بھی ایک فتح ہی ہے مگر ہمارا خیال یہ ہے کہ (اس آیت میں) فتح (سے مراد) بیعت رضوان ہے جو (صلح حدیبیہ کے دن ہوئی تھی۔ (اس وقت) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم چودہ سو آدمی تھے۔ حدیبیہ ایک کنواں تھا۔ ہم نے اس کا سارا پانی کھینچ لیا۔ اور اس میں ایک قطرہ نہ چھوڑا۔ یہ خبر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ کنوئیں کے پاس تشریف لائے اور اس کے کنارے پر بیٹھ گئے۔ پھر آپؐ نے پانی کا ایک برتن منگوایا۔ پھر وضو کیا پھر کلی کی اور دعا کی۔ پھر اس پانی کو کنوئیں میں ڈال دیا۔ پھر کچھ دیر ہم نے اسے یونہی رہنے دیا، پھر (دیکھا تو اس میں اتنا پانی آ چکا تھا کہ) اس نے ہمیں بھی اور ہماری سواریوں کو بھی خوب جی بھر کر سیراب کیا۔ (بخاری)

۲۷۳

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپؐ سے کھانا مانگنے کے لیے حاضر ہوا۔ حضورؐ نے اُسے آدھ وسق جَو عطا فرمائے (اُن میں خدا نے وہ برکت دی کہ) وہ شخص خود بھی اُن میں سے کھاتا رہا اور اس کی بیوی بھی اور ان کا مہمان بھی، یہاں تک کہ (ایک دن) اُس نے انہیں ناپ لیا (تو پھر وہ برکت نہ رہی) پھر وہ شخص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضورؐ نے اُسے فرمایا کہ اگر تو انہیں نہ ناپتا تو تم اُن میں سے کھاتے رہتے اور وہ تمہارے لیے بدستور باقی رہتے۔ (مسلم)

۲۷۴

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد (جنگ) اُحد کے دن شہید ہو

گئے اور اُن پر قرض تھا۔ (ان کے) قرض داروں نے اپنے حقوق کے بارے میں سختی برتی (اور شدت سے تقاضا کیا کہ اُن کا قرض ادا کیا جائے) اس پر میں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا (اور آپؐ سے مدد چاہی) آپؐ نے اُن سے کہا کہ وہ میرے باغ کی کھجور قبول کر لیں اور میرے باپ کا (بقیہ) قرضہ معاف کر دیں۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے میرا باغ اُنہیں نہ دیا اور فرمایا کہ صبح ہم تمہارے پاس آئیں گے۔ پھر جب صبح ہوئی تو حضورؐ ہمارے پاس تشریف لائے اور نخلستان میں گھومے اور اس کے پھل کے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر میں نے پھل کاٹ لیا اور (حضورؐ کی دعا کے باعث اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت دی کہ) میں نے قرض خواہوں کا (سارا) قرضہ ادا کر دیا اور (اس کے باوجود) کچھ کھجور ہمارے پاس بچ بھی رہی۔ (بخاری)

باب ۱۲

رُتبہ بُلند

انسانی گروہوں میں سے جس گروہ کو اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ عزت و شرف بخشا وہ انبیاءؑ کا گروہ تھا۔ انبیائے کرام زندگی کے معزز ترین عہدے پر سرفراز فرمائے گئے تھے یعنی انسانوں کو ہدایت و رہنمائی دینے پر۔ جہاں تک سچا ہونے کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کے تمام نبی ایک درجے پر تھے البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و حکمت کی بنا پر بعض انبیاءؑ کو بعض انبیاءؑ پر فوقیت بخشی ہے جیسے کہ سورۃ البقرہ آیت ۲۵۲ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ط

یہ رسول، اللہ نے ان میں سے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ ہم کلام ہوا ہے اور ان میں سے بعضوں کو بہت سے درجوں میں سرفراز کیا۔

مثال کے طور پر حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت

عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت جلیل القدر پیغمبر سمجھا گیا ہے، اگرچہ سبھی انبیاء معزز و مکرم تھے، پھر ان جلیل القدر پیغمبروں میں بھی وہ بزرگ نبیؐ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین کو مکمل فرما دیا اور جن پر نبوت کو ختم کر دیا گیا، اُن کے رتبۂ بلند میں کیا شُبہ ہو سکتا ہے۔ ذیل کی احادیث میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کے ان خاص انعامات کا ذکر ہے جو آپؐ کے رتبۂ بلند کے مظاہر تھے۔

معراج:

(۲۷۵)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ بیان کیا کرتے تھے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ایک رات) جب میں مکہ میں تھا، میرے گھر کی چھت پھٹی اور جبرئیل علیہ السلام نیچے اُترے۔ انہوں نے میرے سینے کو چاک کیا، پھر اُسے زمزم کے پانی سے دھویا، پھر وہ سونے کا ایک طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا اور اسے میرے سینے میں انڈیل دیا، پھر سینے کو بند کر دیا۔ اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے آسمان پر چڑھا لے گئے۔ جب میں آسمان دنیا (یعنی پہلے آسمان) تک پہنچا تو جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ (یا چوکیدار) سے کہا کہ (دروازہ) کھول دو۔ اُس نے کہا کہ کون ہے جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ جبرئیلؑ ہے اُس نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ بھی کوئی ہے جبرئیلؑ نے کہا کہ ہاں میرے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ اس نے کہا کہ کیا اُنہیں بلایا گیا ہے۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ ہاں۔ پس جب اس نے دروازہ کھولا تو ہم آسمانِ دُنیا پر چڑھ گئے۔ پھر کیا دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اور اس کے دائیں جانب بھی گروہ در گروہ لوگ تھے اور بائیں جانب بھی۔ جب وہ اپنی دائیں جانب دیکھتا تو ہنس دیتا اور جب اپنی بائیں جانب دیکھتا تو رو پڑتا۔ پس اس نے (میری طرف دیکھا تو) کہا کہ خدا کشادگی عنایت کرے نیک نبیؐ کو اور نیک

بیٹے کو۔ میں نے جبرئیلؑ سے کہا کہ یہ صاحب کون ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ آدمؑ ہیں اور یہ گروہ در گروہ لوگ جو ان کے دائیں اور بائیں جانب ہیں یہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ ان میں جو دائیں جانب والے ہیں وہ جنتی ہیں اور جو گروہ ان کی بائیں جانب ہے وہ دوزخی ہیں اس لیے جب یہ اپنی دائیں جانب نظر کرتے ہیں تو (خوشی کے باعث) ہنس پڑتے ہیں۔ اور جب اپنی بائیں جانب نگاہ ڈالتے ہیں تو (صدمے کے باعث) رو دیتے ہیں۔

(پھر جبرئیلؑ مجھے لے کر چلے) یہاں تک کہ مجھے دوسرے آسمان تک چڑھا لے گئے۔ پھر اس کے داروغہ سے کہا کہ (دروازہ) کھول دے۔ تو اُس کے داروغہ نے بھی جبرئیلؑ سے ویسی ہی باتیں کیں جیسی پہلے داروغہ نے کی تھیں۔ پھر اس نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضرت ابوذرؓ نے (جو اس قصّے کے راوی ہیں) ذکر کیا کہ (پھر رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم یکے بعد دیگرے مختلف) آسمانوں (پر چڑھتے گئے اور اُن) میں آپؐ نے حضرت آدمؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کو پایا۔ انھوں نے یہ بیان نہ کیا کہ ان پیغمبروں کے درجے کیسے تھے ہاں اتنا کہا کہ حضورؐ نے حضرت آدمؑ کو آسمانِ دنیا پر پایا اور حضرت ابراہیمؑ کو چھٹے آسمان پر۔ (پھر) حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب جبرئیلؑ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو لے کر حضرت ادریسؑ کے پاس سے گزرے تو حضرت ادریسؑ نے فرمایا کہ خدا کشادگی عنایت فرمائے نیک نبیؐ کو اور نیک بھائی کو۔

(آگے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم پھر واقعے کو خود بیان فرماتے ہیں کہ) میں نے (جبرئیلؑ سے) کہا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ ادریسؑ ہیں۔ پھر میں موسیٰؑ کے پاس سے گزرا تو انھوں نے (بھی) کہا کہ خدا کشادگی عنایت فرمائے نیک نبیؐ کو اور نیک بھائی کو۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ موسیٰؑ ہیں۔ پھر میں عیسیٰؑ کے پاس سے گزرا تو انھوں نے (بھی ویسے ہی) کہا کہ خدا کشادگی عنایت فرمائے نیک نبیؐ کو اور نیک بھائی کو۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں تو جبرئیلؑ

نے بتایا کہ یہ عیسیٰ ہیں پھر میں ابراہیمؑ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے (بھی) کہا کہ خدا کشادگی عنایت فرمائے نیک نبیؐ کو اور نیک بیٹے کو۔ میں نے کہا کہ یہ کون ہیں جبریلؑ نے کہا کہ یہ ابراہیمؑ ہیں (اس سے آگے کی روایت کے سلسلے میں) ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن حزم نے بتایا کہ حضرت ابن عباسؓ اور ابو حبۃ الانصاریؓ کہا کرتے تھے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر جبریلؑ مجھے اوپر چڑھا لے گئے، یہاں تک کہ میں بلند ہو کر ایک ہموار میدان میں پہنچا۔ وہاں مجھے (فرشتوں کے) قلموں (کے چلنے) کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ابن حزم اور حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر خدائے بزرگ و برتر نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں اور میں یہ (فریضہ) لے کر واپس لوٹا، یہاں تک کہ میں موسیٰؑ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا کہ اللہ نے آپؐ کی امت پر کیا فرض کیا ہے۔ میں نے کہا کہ پچاس نمازیں فرض کی ہیں انہوں نے کہا کہ آپؐ اپنے رب کی طرف واپس جائیے (اور کمی کرنے کی درخواست کیجئے، کیونکہ) آپؐ کی امت (پچاس نمازیں پڑھنے کی) طاقت نہیں رکھتی۔ پس میں لوٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا ایک حصہ معاف کر دیا۔ پھر میں پلٹ کر موسیٰؑ کی طرف آیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک حصہ معاف کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپؐ (پھر) اپنے رب کی طرف لوٹ جائیے (اور مزید کمی کرنے کی درخواست کیجئے کیونکہ) آپؐ کی امت اتنی (نمازوں) کی (بھی) طاقت نہیں رکھتی (چنانچہ) میں پھر لوٹا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا ایک (اور) حصہ معاف کر دیا۔ پھر میں موسیٰؑ کے پاس لوٹ کر آیا تو انہوں نے کہا کہ آپؐ (پھر) اپنے رب کی طرف لوٹ جائیے (اور اس سے مزید کمی کرنے کی درخواست کیجئے، کیونکہ) آپؐ کی امت اس کی (بھی) طاقت نہیں رکھتی (چنانچہ) میں پھر لوٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (اچھا اب) یہ پانچ (رکھی جاتی) ہیں مگر (ثواب کے لحاظ سے) یہ پچاس ہی ہیں، میرے ہاں بات بدلی نہیں جایا کرتی (اس لیے اگرچہ عدد کم کر کے پانچ کر دیا گیا ہے، مگر یہ پانچ نمازیں پڑھنے سے ثواب پچاس نمازوں ہی کا ہو گا) پھر میں لوٹ کر موسیٰؑ کے پاس آیا تو انہوں نے

(پھر) کہا کہ آپؐ اپنے رب کی طرف لوٹ جایئے (اور مزید کمی کی درخواست کیجئے)
مگر میںؐ نے کہا کہ (اب) مجھے اپنے رب سے (بار بار کہتے ہوئے) شرم آتی ہے۔
پھر جبرئیلؑ مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ میرے ساتھ سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی تک پہنچے۔ اُس
پر بہت سے رنگ چھا رہے تھے۔ میں نہ سمجھ سکا کہ وہ کیا ہیں۔ پھر مجھے جنت میں داخل
کیا گیا تو دیکھا کہ وہاں موتیوں کی لڑیاں ہیں اور وہاں کی مٹی مُشک ہے۔ (بخاری)

تشریح :- سدرہ بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ احادیث میں جس سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی کا ذکر آیا ہے اُس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ چھٹے یا ساتویں آسمان پر عرش کے دائیں جانب ایک بیری کا درخت ہے۔ جو فرشتوں کی پہنچ کی آخری حد ہے۔ وہ اس سے آگے نہیں جا سکتے۔ حضورؐ کے سوا کوئی بھی اس کے آگے نہیں گیا۔

شفاعت :

(۲۷۶)

مَعْبَد بن ہلال عَنَزِی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انسؓ بن مالک کے پاس گئے اور (اُن سے ملاقات کے لیے) ثابت کی سفارش چاہی۔ آخر ہم اُن تک پہنچے اور وہ (اس وقت) چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے۔ ثابت نے ہمارے لیے اجازت مانگی اور (اجازت ملنے پر) ہم اندر اُن کے پاس گئے۔ انہوں نے ثابت کو اپنے ساتھ اپنے پلنگ پر بٹھایا۔ ثابت نے اُن سے کہا : اے ابو حمزہؓ! آپ کے (یہ) بھائی جو اہل بصرہ میں سے ہیں آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ انہیں شفاعت والی حدیث سنائیں۔ حضرت انسؓ بن مالک نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان کیا کہ جب قیامت کا دن ہوگا لوگ سخت اضطراب کی حالت میں ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو جائیں گے، پھر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے اور اُن سے درخواست کریں گے کہ اپنی اولاد کے لیے شفاعت کیجئے۔ وہ کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں تمہیں چاہیے

کہ ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کے خلیل (یعنی دلی دوست) ہیں۔ پھر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ (بھی یہی) کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ تمہیں چاہیئے کہ موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں (جن سے اللہ نے کلام فرمایا تھا) پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا جائے گا تو وہ (بھی) کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، تمہیں چاہیئے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ کہ وہ روح اللہ اور اللہ کا کلمہ ہیں پھر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا جائے گا تو وہ (بھی) کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، تمہیں چاہیئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ پھر میرے پاس آیا جائے گا تو میں کہوں گا کہ میں اس کا اہل ہوں۔ پھر میں چل پڑوں گا اور اپنے رب سے پاس آنے کی اجازت طلب کروں گا، پس مجھے اجازت دے دی جائے گی۔ پھر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو جاؤں گا اور ایسے قابلِ تعریف الفاظ میں اس کی حمد کروں گا جن پر میں اس وقت قادر نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ (اس وقت) وہ الفاظ مجھے الہام کرے گا۔ پھر میں اس کے آگے سجدے میں گر جاؤں گا۔ پس مجھے کہا جائے گا کہ اے محمدؐ، اپنا سر اٹھایئے اور بات کیجئے، آپ کی بات سنی جائے گی اور مانگیے آپ کو وہ عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا کہ اے میرے رب، میری اُمت، میری اُمت! پس فرمایا جائے گا کہ جایئے اور جس کے دل میں گیہوں یا جَو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اُسے دوزخ سے نکال لیجئے۔ پس میں جاؤں گا اور (ایسے ہی) کروں گا (یعنی ان سب کو دوزخ سے نکال لاؤں گا جن کے دلوں میں گیہوں یا جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا) پھر میں اپنے رب کی طرف لوٹ آؤں گا اور انہیں قابلِ تعریف الفاظ میں اُس کی حمد کروں گا، پھر اُس کے آگے سجدے میں گر پڑوں گا۔ پس مجھے فرمایا جائے گا کہ اے محمدؐ اپنا سر اُٹھایئے، اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور مانگیے آپ کو وہ عطا کیا جائے گا۔ اور شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں پھر عرض کروں گا کہ میری اُمت، میری اُمت۔ پس مجھے فرمایا جائے گا کہ جایئے

اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسے دوزخ سے نکال لیجئے۔ پس میں جاؤں گا اور (ویسے ہی) کروں گا (کہ ان سب کو بھی دوزخ سے نکال لاؤں گا جن کے دلوں میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا) پھر میں اپنے ربّ کی طرف لوٹ آؤں گا اور انہیں قابلِ تعریف الفاظ میں اُس کی حمد کروں گا پھر اس کے آگے سجدے میں گر پڑوں گا۔ پس مجھے فرمایا جائے گا کہ اے محمدؐ اپنا سر اٹھایئے اور بات کیجئے، آپؐ کی بات سُنی جائے گی اور مانگیئے آپؐ کو وہ عطا کیا جائے گا۔ اور شفاعت کیجئے، آپؐ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں عرض کروں گا کہ اے میرے ربّ میری اُمّت میری اُمّت۔ پس مجھے کہا جائے گا کہ جایئے اور جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی کم، اس سے بھی کم، اس سے بھی کم ایمان ہو اس کو آگ سے نکال لیجئے۔ پس میں جاؤں گا اور (ایسے ہی) کروں گا (کہ ان کو بھی دوزخ سے نکال لاؤں گا جن کے دلوں میں رائی کے دانے سے بھی کم ایمان ہوگا) (حدیث کے راوی مَعبدُ بن ہلال عَنَزی بیان کرتے ہیں کہ) یہ حضرت انسؓ کی حدیث ہے جو انہوں نے ہمیں بتائی۔ پھر (اُن سے گفتگو کرنے کے بعد) ہم ان سے رخصت ہو کر چلے۔ پھر جب ہم جَبّان (کے قبرستان) کی بلندی پر پہنچے تو ہم نے کہا کاش کہ ہم حضرت حسن (بصریؒ) سے بھی مل لیتے اور اُنہیں سلام کر لیتے۔ وہ (اُن دنوں) ابو خلیفہ کے گھر میں چھپے ہوئے تھے کیونکہ (عراق کا ظالم گورنر حجاج بن یوسف اُن کے پیچھے پڑا ہوا تھا) غرضکہ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں سلام کیا اور عرض کیا کہ اے ابوسعید، ہم آپ کے بھائی ابوحمزہ (یعنی حضرت انسؓ بن مالک) کے ہاں سے آئے ہیں۔ انہوں نے ہمیں شفاعت کے بارے میں ایک ایسی حدیث سُنائی ہے کہ اس جیسی حدیث ہم نے کبھی نہیں سُنی تھی۔ انہوں نے کہا کہ وہ حدیث بیان کرو۔ ہم نے انہیں وہ حدیث سُنادی تو وہ فرمانے لگے کہ آگے بتاؤ۔ ہم نے کہا کہ انہوں نے تو ہمیں اس سے زیادہ نہیں بتایا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ حدیث تو حضرت انسؓ نے بیس برس ہوئے ہمیں سنائی تھی اُن دنوں وہ طاقت ور تھے اور ان کا حافظہ بھی قوی تھا۔ (اب تمہیں سناتے ہوئے) انہوں نے حدیث کا کچھ حصّہ چھوڑ دیا ہے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ

آیا یہ شیخ (یعنی حضرت انسؓ) بھول گئے ہیں یا انہوں نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ (وہ حصہ) تمہیں سنائیں، اس خوف کے باعث کہ کہیں تم اسی پر بھروسہ نہ کر لو (اور عمل کرنے سے لاپرواہ نہ ہو جاؤ) ہم نے کہا کہ (پھر) آپ ہمیں (وہ حصہ) سنا دیں۔ وہ ہنس پڑے اور کہا کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (یعنی انسان جلد باز مخلوق ہے۔ پھر فرمایا کہ) میں نے یہ بات تمہیں صرف اسی لیے بتائی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ (حدیث کا) وہ حصہ تمہیں سُنا دوں (جو حضرت انسؓ نے کسی وجہ سے نہیں سُنایا۔ اچھا سنو حضورؐ فرماتے ہیں کہ) پھر میں چوتھی مرتبہ اپنے ربّ کی طرف لوٹ کر آؤں گا اور انہیں قابلِ تعریف الفاظ کے ساتھ اس کی حمد کروں گا پھر اس کے سامنے سجدے میں گر جاؤں گا۔ پس مجھے کہا جائے گا کہ اے محمدؐ اپنا سر اٹھایئے اور بات کیجئے آپؐ کی بات سُنی جائے گی، اور مانگیے آپؐ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپؐ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا کہ اے میرے ربّ مجھے اُن لوگوں کے بارے میں بھی اجازت مرحمت فرمایئے جنہوں نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا ہو کہ میں انہیں بھی دوزخ سے نکال لاؤں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ آپؐ کا کام نہیں ہے۔ بلکہ (یہ کام میں بطور خود بغیر کسی کی شفاعت کے کروں گا) مجھے قسم ہے اپنی عزت کی اور اپنی کبریائی کی اور اپنی عظمت کی اور اپنی سلطانی اور غلبے کی کہ میں ضرور اُن لوگوں کو دوزخ سے نکال لوں گا جنہوں نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا ہوگا — (اس حدیث کے راوی مَعبد بن ہلال عَنزی) کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں (اس بات کی) کہ یہ حدیث ہمیں حضرت حسن (بصریؒ) نے سُنائی اور انہوں نے اسے حضرت انسؓ بن مالک سے سُنا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ انہوں نے (یہ بھی) فرمایا (کہ حضرت انسؓ نے انہیں یہ حدیث سُنائی تھی) بیس برس پہلے اُس زمانے میں جب حضرت انسؓ طاقت ور تھے اور ان کا حافظہ بھی قوی تھا۔

(مسلم)

۲۷۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میں

قیامت کے دن اولاد آدمؑ کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔ (مسلم)

مقامِ محمود :

مقامِ محمود کا لفظی ترجمہ ہے "وہ جگہ جس کی تعریف کی جاتی ہے"۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن حضورؐ لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے اور اس شفاعت سے چونکہ لوگوں کو بہت زیادہ فائدہ پہنچے گا اس لیے وہ آپؐ کی تعریف کریں گے۔ لہٰذا یہ شفاعت کا مقام جہاں آپؐ کو کھڑا کیا جائے گا "مقام محمود" ہوگا یعنی وہ مقام جس پر کھڑے ہونے والے کی تعریف کی جا رہی ہے۔

(۲۷۸)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ گروہ گروہ ہو جائیں گے۔ ہر گروہ (کے لوگ) اپنے نبیؑ کے پیچھے پیچھے یہ کہتے جا رہے ہوں گے کہ اے فلاں شفاعت کیجیے (مگر شفاعت نہیں ہوسکے گی) یہاں تک کہ شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر ٹھہرے گی اور یہی وہ دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ حضورؐ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا (یعنی شفاعت کے مقام پر اور حضورؐ شفاعت فرمائیں گے) (بخاری)

ختمِ نبوت :

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپؐ کے ساتھ نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے۔ انسان کو ایک صحیح کامیاب زندگی گزارنے کے لیے اور آخرت کی پوری کامیابی حاصل کرنے کے لیے جتنی معلومات کی ضرورت تھی وہ سب اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے ذریعے انسانوں تک پہنچا دیں۔ اب دین قیامت

تک کے لیے مکمل ہے، لہٰذا کسی مزید نبی کی ضرورت نہیں۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی آیا یا آئے گا وہ دائرۂ اسلام سے باہر ہے۔

(۲۷۹)

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری اُمت کے (بہت سے) قبائل مشرکین سے نہ مل جائیں اور یہاں تک کہ بتوں کی پرستش نہ شروع کر دیں اور میری اُمت میں تیس[۳۰] کذاب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک (یہی) گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (ترمذی)

(۲۸۰)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثال اور اُن انبیاء کی مثال جو مجھ سے پہلے گزر گئے ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک مکان بنایا اور اسے بہت عمدہ اور خوشنما بنایا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس مکان کے اردگرد پھرنے لگے اور تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی۔ (پھر) حضورؐ نے فرمایا کہ میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں (یعنی میرے آنے سے دین کی وہ عمارت جو پہلے انبیاء نے بنائی تھی مکمل ہو گئی ہے۔ اب کسی اور نبی کے آنے کی ضرورت نہیں) (بخاری)

قبولیتِ دعا:

(۲۸۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ کعبہ کے پاس

نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم میں کون ہے جو جا کر فلاں قبیلے کی اونٹنی کا بچہ دان لائے اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سجدے میں جائیں تو ان کی پشت پر رکھ دے۔ پھر اُن (بدبختوں) میں جو سب سے زیادہ بدبخت تھا اٹھا اور وہ بچہ دان لے آیا۔ پھر دیکھتا رہا یہاں تک کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو اُسے آپؐ کی پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں (یہ سب کچھ) دیکھ رہا تھا مگر (میں ایک بے وسیلہ شخص تھا، لہٰذا) کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کاش مجھے کوئی زور حاصل ہوتا (تو میں حضورؐ کی حمایت کرتا) پھر اُن (شریر) لوگوں نے (اپنی اس بیہودگی پر) ہنسنا شروع کر دیا اور (مارے ہنسی کے) ایک دوسرے پر گر گر پڑنے لگے۔ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم (کا یہ حال تھا کہ آپؐ) سجدے میں پڑے تھے اور اپنا سر نہیں اٹھا سکتے تھے، اتنے میں حضرت فاطمہؓ تشریف لے آئیں۔ انہوں نے حضورؐ کی پشت سے اُس (بچہ دان) کو نیچے پھینکا تو حضورؐ نے اپنا سر اُٹھایا۔ پھر آپؐ نے (بد) دعا کی کہ یا اللہ قریش کی ہلاکت یقینی فرما دے (آپؐ نے) تین مرتبہ (یہ بددعا کی) ان لوگوں پر یہ بات شاق گزری کیونکہ حضورؐ نے انہیں بددعا دی تھی۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جانتے تھے کہ اس شہر میں دُعا قبول ہوتی ہے۔ پھر حضورؐ نے (سب کے) نام لیے (اور بددعا کی کہ) اے اللہ ابوجہل کی ہلاکت یقینی فرما دے اور عُتبہ بن ربیعہ اور شَیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عُتبہ اور اُمیّہ بن خَلَف اور عُقبہ بن ابی مُعَیط کی ہلاکت یقینی فرما دے۔ اور حضورؐ نے ساتویں آدمی کا نام بھی گنا مگر مجھے وہ یاد نہیں رہا۔ پس قسم ہے اُس ہستی کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جن لوگوں کو حضورؐ نے گنا تھا (اور ان کے حق میں بددعا کی تھی) میں نے انہیں اندھے کنویں (یعنی) بدر کے اندھے کنویں میں پڑے ہوئے دیکھا۔ (بخاری)

۲۸۲

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا اور وہ مشرک تھیں (میری دعوت کو قبول نہیں کرتی تھیں) ایک دن میں نے انہیں دعوت دی تو انہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں میرے سامنے کوئی ایسی (گستاخی کی) بات کی جو مجھے (سخت) ناگوار گزری۔ میں روتا ہُوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ، میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف بلایا کرتا تھا مگر انکار کرتی تھیں۔ آج میں نے انہیں (پھر) اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے میرے سامنے آپؐ کے بارے میں ایسی بات کی جو مجھے (سخت) ناگوار گزری پس آپؐ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دے۔ اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے خدا، ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دے؛ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی (اس) دعا سے خوش ہوکر نکلا۔ پھر جب (گھر) آیا اور دروازے پر پہنچا تو وہ بند تھا۔ میری ماں نے میرے قدموں کی چاپ سُنی تو کہا کہ ابوہریرہؓ ذرا ٹھہر جاؤ۔ اور میں نے پانی کے گرنے کی آواز سنی۔ پس میری ماں نے غسل کیا اور اپنا کُرتا پہنا اور جلدی سے اپنی اوڑھنی اوڑھی اور دروازہ کھول دیا، پھر کہا: اے ابوہریرہؓ میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں (یہ صورتِ حالات دیکھ کر) میں (پھر) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور (حال میرا یہ تھا کہ) میں مارے خوشی کے رو رہا تھا، میں نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ، خوش ہو جائیے، اللہ نے آپؐ کی دعا قبول کر لی ہے اور ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دے دی ہے۔ اس پر حضورؐ نے اللہ کی تعریف کی اور اس کی ثنا بیان کی اور کلمۂ خیر کہا۔ میں نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ، اللہ سے دُعا کیجئے کہ وہ اپنے مومن بندوں کے دل میں میری اور میری ماں کی محبت ڈال دے اور ہمارے دلوں میں اُن کی محبت ڈال دے۔ پس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

دعا کی کہ اے خدا اپنے اس بندے یعنی ابوہریرہؓ اور اس کی ماں کو اپنے مومن بندوں کا محبوب بنا دے اور مومنوں کو ان کے محبوب بنا دے۔ (یہ روایت بیان کر کے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ) پھر کوئی مومن ایسا پیدا نہیں ہوا جس نے میرے بارے میں سُنا ہو اور مجھے دیکھا ہو مگر مجھ سے محبت نہ کی ہو۔ (مسلم)

۲۴۳

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں (ایک دفعہ) لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعے کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک بدو کھڑا ہو گیا اور کہا: یارسولؐ اللہ، مال تباہ ہو گیا اور بچے بھوک میں مبتلا ہو گئے، پس آپؐ اللہ سے ہمارے لیے دعا کیجیے (کہ ہم پر بارش برسائے) پس حضورؐ نے (دُعا کے لیے) اپنے ہاتھ اٹھائے۔ (اس وقت) ہمیں آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نظر نہیں آ رہا تھا، پس قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ حضورؐ نے ابھی ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے کہ بادل کے پہاڑوں جیسے (بڑے بڑے) ٹکڑے اُمڈ آئے، پھر ابھی آپؐ اپنے منبر سے نیچے نہیں اُترے تھے کہ میں نے بارش کو آپؐ کی ریش مبارک پر ٹپکتے دیکھا۔ پھر اس دن ہم پر بارش ہوئی اور اس سے اگلے دن اور اُس سے اگلے دن اور اس سے اگلے دن، یہاں تک کہ دوسرا جمعہ آنے تک (بارش ہوتی رہی) پھر وہی بدو اٹھا یا اس کے علاوہ کوئی اور اٹھا اور عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ مکانات گر گئے اور مال غرق ہو گیا، پس اللہ سے ہمارے لیے دعا کیجیے (کہ اب بارش بند ہو) پس آپؐ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دُعا کی کہ اے اللہ، ہمارے اردگرد (برسا) اور ہم پر نہ (برسا) اور آپؐ اپنے ہاتھ سے بادل کی جس طرف اشارہ فرماتے اس طرف سے بادل کھل جاتا اور مدینہ گول گڑھے کی طرح ہو گیا (کہ اردگرد بادل تھے اور مدینے میں مطلع صاف تھا) اور قناۃ کا پہاڑی نالہ ایک مہینے تک بہتا رہا۔ اور جو شخص بھی (مدینے کے اردگرد کے) کسی علاقے سے آتا وہ شدید بارش ہی کی باتیں

کرتا۔ (بخاری)

حضورؐ کے پیرووں کی کثرت

۲۸۴

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام انبیائے کرامؑ سے زیادہ میرے پیرو ہوں گے اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ (مسلم)

۲۸۵

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میں لوگوں میں سب سے پہلا ہوں گا جو جنّت میں شفاعت کروں گا اور تمام انبیاء سے زیادہ میرے پیرو ہوں گے۔ (مسلم)

اہلِ بیت پر صدقہ حرام

۲۸۶

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتا ہوں تو اپنے بستر پر ایک کھجور گری ہوئی دیکھتا ہوں۔ میں اسے کھانے کے لیے اٹھاتا ہوں مگر پھر ڈر جاتا ہوں کہ کہیں صدقے کی نہ ہو چنانچہ اُسے پھینک دیتا ہوں (اور نہیں کھاتا) (بخاری)

تشریح:۔ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے لیے بھی اور اپنی

اولاد کے لیے بھی زکوٰۃ کا مال حرام قرار دے دیا تھا جیسا کہ اس حدیث اور آئندہ حدیث سے ظاہر ہے۔ اس میں کئی مصلحتیں تھیں۔ ایک تو مخالفین یہ اعتراض کر سکتے تھے کہ زکوٰۃ فرض ہی اسی لیے کی گئی ہے کہ نبیؐ کے خاندان کو فائدہ پہنچے۔ اس کے علاوہ اگر اہلِ بیت کو زکوٰۃ لینا جائز ہوتا تو لوگ انہیں کو دینا پسند کرتے اور دوسرے مستحقین محروم رہ جاتے۔ لہٰذا حضورؐ نے اسے اپنے اور اہل بیت کے لیے حرام قرار دے دیا۔

۲۸۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے مُنہ میں ڈال لی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھی چھی، اسے پھینک دو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے! (مسلم)

سب سے پہلے حضورؐ کے لیے دروازہ کھلنا

۲۸۸

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اُسے کھلواؤں گا۔ خازن مجھ سے کہے گا کہ آپؐ کون ہیں۔ میں کہوں گا کہ (میں) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اس پر وہ کہے گا کہ آپؐ ہی کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپؐ سے پہلے کسی کے لیے (دروازہ) نہ کھولوں۔ (مسلم)

حضورؐ کو خواب میں دیکھنا

۲۸۹

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس

نے مجھے خواب میں دیکھا یقیناً اُس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ (مسلم)

حضورؐ کا اللہ کے خلیل ہونا

(۲۹۰)

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر میں اہلِ دُنیا میں سے کسی کو خلیل (یعنی دلی دوست) بناتا تو اَبُو قُحَافہ کے بیٹے (یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ) کو بناتا، مگر (اے مسلمانو!) تمہارے صاحب (یعنی حضورؐ خود) تو اللہ کے خلیل ہیں۔ (مسلم)

حضورؐ کی متفرّق خصوصیّات

(۲۹۱)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مجھے (دوسرے) انبیاء پر چھ چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے۔

۱۔ مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں،

۲۔ اور (مجھے) رُعب (عطا فرمایا گیا ہے اور اُس) کے ذریعے میری امداد کی گئی ہے۔

۳۔ اور میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے (جو پہلے انبیاء کے لیے حلال نہ تھا)

۴۔ اور (جہاں باقی انبیاء کی اُمتیں صرف اپنے عبادت خانوں ہی میں نماز ادا کرتی تھیں وہاں) میرے لیے (تمام) زمین کو نماز پڑھنے کی جگہ اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔

۵۔ اور (پہلے انبیاء خاص خاص اقوام کی طرف بھیجے جایا کرتے تھے مگر) مجھے تمام

مخلوقات کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے ،

۶ ۔ اور مجھ پر نبوت ختم کردی گئی ہے (میرے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا)

(ترمذی)

تشریح :۔ حدیث میں "جامع کلمات" کا ذکر آیا ہے ۔ جامع کلمات اُن کلمات کو کہا جاتا ہے جن میں الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوں اور اس شئے کو عبارت کی ایک بہت بڑی خوبی سمجھا جاتا ہے ۔ بعض علماء کے خیال کے مطابق یہاں "جامع کلمات" سے مراد قرآنِ پاک ہے جس کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں کم الفاظ میں بہت زیادہ مفہوم ادا کیا گیا ہے ۔

خود رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بھی یہ خصوصیت موجود ہے کہ الفاظ کم اور مفہوم زیادہ ہوتا ہے ۔ پھر یہ جو فرمایا گیا ہے کہ رعب کے ذریعے میری امداد کی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا رعب عطا کیا ہوا ہے ۔ کہ دشمنانِ دین میری شخصیت سے بہت زیادہ مرعوب ہو جانے کے باعث مجھے اور اس دعوت دین کو جو میں دے رہا ہوں زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے اور دوسری طرف اجنبی لوگ میری بارُعب شخصیت سے متاثر ہو کر میری دعوت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں ۔ جہاں تک حضورؐ کے اس فرمان کا تعلق ہے کہ زمین کو میرے لیے نماز پڑھنے کی جگہ اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دوسرے انبیاء کے پیرو اپنی عبادت گاہوں ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے ۔ اس کے برعکس مسلمانوں کو یہ آسانی عطا فرمادی گئی ہے کہ وہ ہر جگہ نماز پڑھ سکتے ہیں ۔ اسی طرح پہلی اقوام صرف پانی ہی سے طہارت حاصل کرتی تھیں مگر مسلمانوں کو اجازت ہے کہ پانی نہ ہونے یا اس کے میسر ہونے کی صورت میں مٹی سے تیمم کر لیں جو غسل اور وضوء دونوں کا قائم مقام ہو جاتا ہے ۔ ایسے ہی پہلے انبیاء خاص خاص اقوام کی طرف آیا کرتے تھے مگر حضورؐ کو تمام انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے اور ساتھ ہی حضورؐ پر نبوت کو ختم بھی کر دیا گیا ہے ۔

(۲۹۲)

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے آنے والے انبیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئی تھیں :

۱۔ میری مدد کی گئی ہے ایسا (زبردست) رُعب دے کر جو ایک مہینے کی مسافت (کے برابر دُوری) سے مرعوب کر دیتا ہے۔

۲۔ زمین کو میرے لیے نماز پڑھنے کی جگہ اور پاک کرنے کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے (لہذا) میری اُمت کے جس شخص کو (جہاں بھی) نماز (کا وقت) آلے وہ (وہیں) نماز پڑھ لے۔

۳۔ میرے لیے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا ہے۔

۴۔ ہر نبی خاص طور پر اپنی قوم ہی کی طرف بھیجا جاتا تھا لیکن مجھے تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

۵۔ مجھے شفاعت کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ (بخاری)

تشریح :۔ اس کی تشریح کے لیے حدیث ۲۹۱ کی تشریح دیکھ لی جائے۔

درُود و سَلام

درُود کا مطلب ہے رحمت بھیجنا اور سلام کا مطلب ہے ہر طرح کی تکلیف و مشقت سے سلامت رہنا۔ جب کسی کو سلام کیا جاتا ہے تو اس کے لیے یہ دعا کی جاتی ہے کہ وہ ہر طرح کی تنگی، تکلیف، پریشانی وغیرہ سے محفوظ رہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ آپؐ کا ذکر ہونے پر آپؐ پر درُود بھیجا جائے۔

۲۹۳

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت کعبؓ بن عجرہ ملے اور فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک تحفہ نہ دوں جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ میں نے کہا کہ کیوں نہیں آپ مجھے وہ تحفہ (ضرور) دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپؐ پر (یعنی) اہلِ بیت پر کسی طرح درود بھیجیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ تو سکھا دیا ہے کہ سلام کیسے بھیجیں (اب درود بھیجنے کا طریقہ آپ سکھا دیجئے) حضورؐ نے فرمایا کہ ایسے کہا کرو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

(اے خدا رحمت نازل فرما محمدؐ پر اور آلِ محمدؐ پر جیسے تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیمؑ پر اور آلِ ابراہیمؑ پر۔ بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔

اے خدا برکت نازل فرما محمدؐ پر اور آلِ محمدؐ پر جیسے تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیمؑ پر اور آلِ ابراہیمؑ پر بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے) (بخاری)

۲۹۴

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب تم لوگ مؤذن کو (اذان دیتے ہوئے) سنو تو وہی کہو جو وہ کہتا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ اس کے عوض اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے

اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگو اور وسیلہ جنّت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے سوا اور کسی کو سزاوار نہیں اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں، پس جس نے اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ مانگا اس کے لیے (میری) شفاعت واجب ہو گئی۔ (مسلم)

۲۹۵

حضرت علیؓ بن ابی طالب بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درُود نہ بھیجے۔ (ترمذی)

تشریح:۔ عام گفتگو میں اگر اتنا لمبا درود نہ پڑھا جا سکے جو حدیث ۲۹۲ میں بیان ہوا ہے تو صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پڑھ لینے سے بھی درُود بھیجنے کا حق انشاءاللہ ادا ہو جاتا ہے۔

۲۹۶

حضرت ابوطلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائے تو (ہم نے دیکھا کہ) آپؐ کے چہرۂ مبارک پر خوشی نظر آ رہی تھی۔ پھر (آپؐ نے اس خوشی کی وجہ بتاتے ہوئے) فرمایا کہ میرے پاس جبریلؑ آئے تھے اور انہوں نے کہا ہے کہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) اے محمدؐ کیا آپؐ اس بات پر راضی نہیں کہ آپؐ کی اُمّت میں سے جو شخص آپؐ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا میں اس پر دس دفعہ رحمت نازل کروں گا اور آپؐ کی اُمّت میں سے جو کوئی ایک بار آپؐ پر سلام پڑھے گا میں اس پر دس دفعہ سلامتی بھیجوں گا۔

(النسائی)

۲۹۷

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجا خدا اُس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اُس کے دس گناہ دُور ہوں گے اور اُس کے دس درجے بلند ہوں گے۔ (النسائیؒ)

۲۹۸

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور میری اُمت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔ (النسائیؒ)

باب ۱۳

حُبِّ رسولؐ اور اطاعتِ رسولؐ

انسان فطرتاً نیکی کو پسند کرتا اور نیکوں سے محبت رکھتا ہے۔ اور انسانوں میں سب سے زیادہ نیکو کار گروہ انبیائے کرامؑ کا تھا جنہوں نے خدا کی مخلوق کو خدا کا پیغام پہنچایا اور انہیں زندگی گزارنے کا وہ ڈھنگ بتایا جس سے انسان کی دنیوی اور آخروی دونوں زندگیاں کامیاب ہوتی ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ نبی کو اسی لیے بھیجا جاتا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے کیونکہ جب تک لوگ نبی کی اطاعت نہ کریں گے وہ ان تعلیمات پر عمل نہیں کر سکتے جو وہ نبی لے کر آیا ہوتا ہے۔ اور انسان صحیح اور پوری اطاعت اسی کی کرتا ہے جس کو وہ سچا سمجھتا ہے اور جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ جتنی محبت زیادہ ہوگی اتنی ہی اطاعت زیادہ آسان ہوگی۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو حضورؐ سے والہانہ محبت تھی۔ لہٰذا وہ اطاعت اور اتباع کے بہت اونچے درجے تک جا پہنچے تھے۔ حضورؐ نے خود بھی صحابہؓ کو اس حقیقت سے مطلع فرمایا تھا کہ ان کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک وہ حضورؐ کو تمام انسانوں سے بڑھ کر نہ چاہیں۔

۲۹۹

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (بخاری)

۳۰۰

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک بدّو نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا کہ قیامت کب ہوگی۔ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس سے پوچھا کہ تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ (میری تیاری یہ ہے کہ میرے دل میں) خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت (ہے) حضورؐ نے فرمایا کہ تُو (قیامت کے دن) انہیں کے ساتھ ہوگا جن سے تجھے محبت ہے۔ (مسلم)

۳۰۱

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ بیان کرتے ہیں کہ میں (مدینے کی طرف ہجرت کرتے ہوئے) چلا کہ اچانک بکریوں کے ایک چرواہے پر نظر پڑی جو اپنی بکریوں کو ہانک رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو کس کا (چرواہا) ہے۔ اس نے کہا کہ قریش کے ایک آدمی کا اور اُس شخص کا نام بتایا۔ میں نے اُسے پہچان لیا۔ پھر میں نے کہا کہ کیا تیری بکریوں میں کچھ دودھ ہے۔ اُس نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ کیا تو میرے لیے دودھ دوہ دے گا۔ اس نے کہا ہاں۔ پس میں نے اُسے (دودھ دوہنے کا) حکم دیا تو اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کو تھاما۔ پھر میں نے اُسے حکم دیا کہ اس کے تھن سے غبار وغیرہ جھاڑ دے۔ پھر میں نے اُسے (یہ) حکم (بھی) دیا کہ

اپنی دونوں ہتھیلیوں سے (بھی گرد و غبار) جھاڑے پس اس نے ایسے ہی (کیا کہ) اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا (تاکہ گرد و غبار دور ہو جائے) پھر اُس نے ایک پیالہ دودھ دوہا۔ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چھاگل رکھی ہوئی تھی جس کے منہ پر کپڑا (بندھا) تھا۔ پس (اس سے) میں نے دودھ پر پانی ڈالا۔ یہاں تک کہ اس کا نیچے کا حصہ بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! اسے نوش فرمایئے۔ بس حضورؐ نے اُسے نوش فرمایا یہاں تک کہ میں خوش ہو گیا۔ (بخاری)

٣٠٢

ابوالنضر بیان کرتے ہیں کہ انہیں خبر پہنچی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ اُحد میں شہید ہونے والوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن (کے مومن اور مجاہد فی سبیل اللہ ہونے) کی میں گواہی دیتا ہوں۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ، کیا ہم (بھی) اُن کے بھائی نہیں ہیں؟ جیسے انہوں نے اسلام قبول کیا ہم نے بھی کیا اور جیسے انہوں نے جہاد کیا ہم نے بھی کیا (تو پھر ہم آپؐ کی گواہی کے مستحق کیوں نہیں ہیں؟) اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں کیوں نہیں (تم لوگوں نے بھی انہیں کی طرح اسلام قبول کیا اور جہاد کیا) لیکن (وہ شہید ہو چکے ہیں اور تم ابھی زندہ ہو۔ لہٰذا) میں نہیں جانتا کہ تم میرے بعد کیا کرو گے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ (حبِ رسولؐ اور شدتِ غم کے باعث ایک دفعہ روئے۔ پھر (دوسری دفعہ) روئے اور پھر کہنے لگے (یا رسولؐ اللہ) کیا ہم آپؐ کے بعد زندہ رہیں گے!!! (مؤطا)

٣٠٣

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ جنگِ اُحد کے دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ کون مجھے سعدؓ بن ربیع انصاری کی خبر لا کر دے گا۔ تو ایک شخص نے کہا کہ میں لاتا ہوں یا رسولؐ اللہ۔ پھر وہ شخص چلا گیا اور لاشوں کے درمیان پھرنے لگا۔ (وہیں حضرت سعدؓ بن ربیع بھی زخمی ہو کر پڑے تھے) حضرت سعدؓ بن ربیع نے اس سے کہا کہ تجھے کیا کام ہے۔ اُس شخص نے عرض کیا کہ مجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی خبر لانے کے لیے بھیجا ہے۔ حضرت سعدؓ نے کہا کہ تم حضورؐ کے پاس جاؤ اور آپؐ کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرو اور آپؐ کو بتاؤ کہ مجھے برچھے کے بارہ زخم لگے ہیں اور برچھے میرے جسم کے اُن اعضاء کے آر پار ہو گئے ہیں جہاں ضرب لگنے سے موت واقع ہو جاتی ہے اور اپنی قوم سے کہہ دینا کہ اگر اُن میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہوا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ کے حضورؐ میں پیش کرنے کے لیے اُن کے پاس کوئی عذر نہ ہو گا۔ (مؤطا)

۳۰۴

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک جماعت کے پاس سے گزرے جن کے سامنے ایک بھُنی ہوئی بکری رکھی تھی۔ ان لوگوں نے اُنہیں (کھانے کی) دعوت دی مگر انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ حضورؐ دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپؐ نے جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی۔ (بخاری)

۳۰۵

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت چاہی۔ حضورؐ نے مجھے اجازت دے دی اور فرمایا کہ اے میرے چھوٹے بھائی، ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا۔ (حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ) حضورؐ نے ایک ایسا کلمہ کہا کہ اس کی جگہ مجھے ساری دنیا بھی مل جاتی تو مجھے خوشی نہ ہوتی۔ (اس حدیث کے راویوں میں حضرت شعبہؒ اور حضرت عاصمؒ بھی ہیں) شعبہؒ کہتے ہیں کہ بعد میں میں مدینہ

منورہ میں عاصمؓ سے ملا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث سنائی اور (پھر) فرمایا کہ اے میرے چھوٹے بھائی اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی شریک رکھنا۔ (ابوداؤد)

۳۰۶

(اسلام میں مردوں کے لیے سونا پہننا منع ہے) حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپؐ نے اُسے اُس کے ہاتھ سے اتار کر پھینک دیا۔ اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی جہنم کے انگارے کا ارادہ کرتا ہے کہ اسے اپنے ہاتھ میں لے گا۔ پھر جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو اس شخص سے کہا گیا کہ تو اپنی انگوٹھی اٹھا لے اور (اسے بیچ کر یا کسی اور طریقے سے) اس سے فائدہ حاصل کرلے (کیونکہ حضورؐ نے تو صرف اُس کے پہننے سے منع فرمایا ہے) مگر اس نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم میں اسے کبھی بھی نہیں لوں گا۔ جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھینک دیا ہے (اور اس نے اُسے نہ اٹھایا) (مسلم)

۳۰۷

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ہمارے پاس بحرین (کے علاقے) کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا اور اتنا اور اتنا دوں گا اور حضورؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو (چلّو کی شکل میں) ملا کر ان سے اشارہ فرمایا۔ پھر بحرین کا مال آنے سے پہلے ہی حضورؐ انتقال فرما گئے اور مال آپؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا تو انہوں نے ایک منادی کرنے والے کو حکم دیا تو اس نے منادی کی کہ جس شخص سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو یا جس کا آپؐ پر قرضہ ہو وہ آئے۔ اس پر میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر ہمارے پاس بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا

اور اتنا اور اتنا دوں گا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے (بحرین کے مال سے) ایک چلّو
بھر اپھر (مجھے دے کر) فرمایا کہ اسے گنو۔ میں نے گنا تو وہ پانچ سو (درہم یا دینار وغیرہ)
تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اس سے دُگنے (اور) لے لو۔ (مسلم)

۳۰۸

حضرت عمروؓ بن تغلب بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
مال یا قیدی آئے۔ آپؐ نے اس مال کو تقسیم فرمایا تو کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ لوگوں
کو نہ دیا۔ پھر آپؐ کو یہ خبر پہنچی کہ جن لوگوں کو آپؐ نے نہیں دیا تھا وہ ناراض ہیں
تو آپؐ نے (پہلے) اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر فرمایا: اما بعد پس خدا کی قسم میں
کسی کو دیتا ہوں اور کسی کو نہیں دیتا اور جس کو میں نہیں دیتا وہ مجھے زیادہ محبوب ہے
اس سے جسے میں دیتا ہوں۔ لیکن میں بعض لوگوں کو اس لیے دیتا ہوں کہ میں ان کے
دلوں میں بے صبری اور اضطراب دیکھتا ہوں۔ اور (جن کو میں نہیں دیتا) اُن لوگوں
کو میں اُس غناء اور بھلائی کے حوالے کر دیتا ہوں جو اللہ نے ان کے دلوں میں رکھی
ہوئی ہے اور انہیں لوگوں میں عمروؓ بن تغلب بھی ہے (حضرت عمروؓ بن تغلب فرماتے
ہیں کہ) خدا کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (نے اس طرح میرے بارے میں جو
اپنی پسندیدگی ظاہر فرمائی اُس سے میں اتنا خوش ہوا کہ حضورؐ) کے اس ارشاد کے عوض
مجھے سرخ اونٹ بھی منظور نہیں۔ (بخاری)

تشریح:۔ سُرخ اونٹ عربوں کے ہاں بہترین مال سمجھے جاتے تھے۔

۳۰۹

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسے
وقت باہر آئے جس وقت آپؐ باہر نہیں آیا کرتے تھے اور نہ اس وقت کوئی آپؐ
سے ملاقات کیا کرتا تھا۔ (آپؐ باہر تشریف لائے) تو حضرت ابوبکرؓ آ گئے۔ حضورؐ

نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ تم کیسے آئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں اس لیے نکلا تھا کہ خُدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کروں اور آپؐ کو دیکھوں اور سلام کروں۔ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ حضرت عمرؓ بھی آ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے عمرؓ تم کیسے آئے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ مجھے (تو) بھوک (یہاں) لے آئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے بھی کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔ پھر وہ (تینوں) ابو الہیثمؓ بن التیہان انصاری کے گھر کی طرف چل پڑے ان کے کھجوروں کے بہت سے درخت تھے اور بکریاں بھی بہت تھیں مگر ان کے پاس خادم نہیں تھے۔ ان (تینوں) نے انہیں (گھر) نہ پایا تو اُن کی اہلیہ سے پوچھا کہ تمہارے شوہر کہاں ہیں۔ اس نے کہا کہ وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لانے گئے ہیں۔ تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ ابو الہیثم ایک مشک لے کر آ گئے (جو اتنی بھری ہوئی تھی کہ) وہ اسے بمشکل اٹھائے ہوئے تھے۔ انہوں نے مشک کو رکھا اور آ کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے اور کہتے جاتے تھے کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ پھر وہ ان سب کو اپنے باغ میں لے گئے اور ان کے لیے فرش بچھایا۔ پھر کھجور کے ایک درخت کی طرف گئے اور ایک خوشہ لا کر (ان سب کے سامنے) رکھ دیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ہمارے لیے پکی ہوئی کھجوریں چن کر کیوں نہ لے آئے (خوشہ کیوں توڑا) ابو الہیثمؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میں چاہتا تھا کہ آپ لوگ پکی ہوئی اور ادھ پکی کھجوروں میں سے خود اپنی مرضی سے چن لیں۔ پھر ان سب نے (کھجوریں) کھائیں اور اس پانی سے پیا (جو حضرت ابو الہیثمؓ لائے تھے) پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ (چیزیں) ان نعمتوں میں سے ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن تم سے سوال ہو گا (دیکھو یہ) ٹھنڈا سایہ ہے، پکی ہوئی کھجوریں ہیں اور ٹھنڈا پانی ہے۔ پھر حضرت ابو الہیثمؓ ان سب کے لیے کھانا تیار کرنے چلے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (دیکھو) دودھ والی بکری ہرگز ذبح نہ کرنا۔ پس انہوں نے ان کے لیے ایک سال سے کم عمر والی بکری یا بکرا ذبح کیا اور اُسے (پکا کر) اُن

کے پاس لائے۔ پھر ان سب نے کھایا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کوئی خادم ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب ہمارے پاس قیدی آئیں گے تو تم ہمارے پاس آنا۔ اس واقعے کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو غلام آئے جن کے علاوہ کوئی تیسرا نہ تھا تو حضرت ابوالہیثمؓ حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے (کوئی ایک) چن لو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ ہی میرے لیے چن دیجئے۔ تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے مشورہ لیا جائے وہ امانت دار ہے (اس کے لیے ضروری ہے کہ مشورہ لینے والے کا راز چھپائے رکھے اور نیک مشورہ دے۔ لہٰذا) تم یہ (غلام) لے لو کیونکہ میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے (اور) اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کرو۔ پھر حضرت ابوالہیثمؓ اپنی بیوی کے پاس گئے اور انہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خبر دی تو ان کی بیوی نے کہا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے آپ اس پر پوری طرح عمل نہیں کر سکتے جب تک آپ اس کو آزاد نہ کر دیں۔ حضرت ابوالہیثمؓ نے فرمایا کہ (اچھا) یہ آزاد ہے۔ پھر (اس کے بعد) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (حاضرین کو تلقین کرتے ہوئے) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی یا (نبی کا) خلیفہ ایسا نہیں بھیجا جس کے دو اندرونی ہمراز رفیق نہ ہوں۔ ایک اندرونی رفیق (وہ ہے) جو اسے نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے اور برائی کرنے سے منع کرتا ہے اور (دوسرا) اندرونی رفیق (وہ ہے) جو اسے نیکی کرنے سے روکتا ہے اور برائی کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس طرح) اسے برباد کرنے میں اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ پس جو کوئی (اس) برے اندرونی رفیق سے بچا لیا گیا وہ (تمام اقسام کی شر سے محفوظ ہو گیا۔ (ترمذی)

تشریح:۔ اس حدیث میں جو دو اندرونی رفیقوں کا ذکر ہوا ہے اس کے بارے میں علماء کی ایک سے زیادہ رائیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ دو

اندرونی رفیق فرشتہ اور شیطان ہیں۔ فرشتہ اچھائی کی طرف بلاتا ہے اور شیطان برائی کی طرف۔ ایک اور رائے یہ بھی ہے کہ یہ دو اندرونی رفیق انسان کے دو طرح کے نفس ہیں۔ ایک وہ جو اُسے اچھائی کی طرف ابھارتا ہے اور دوسرا وہ جو اُسے بُرائی کی ترغیب دیتا ہے۔

۳۱۰

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے خدا کے رسولؐ! میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپؐ مجھے زادِ راہ عنایت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ خدا تمہیں تقوے کا زادِ راہ عنایت فرمائے۔ اس نے عرض کیا کہ مجھے مزید عنایت کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تیرے گناہ معاف فرمائے۔ اُس نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں مجھے (اور) زیادہ مرحمت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جہاں کہیں بھی تم ہو خدا تمہارے لیے بھلائی کو آسان کرے۔

(ترمذی)

تشریح:- اس خوش قسمت انسان کو حضورؐ نے جو زادِ راہ عنایت فرمایا دعائیں تھیں جو سب سے زیادہ قیمتی زادِ راہ تھا۔ وہ صاحب بھی اس گراں مایہ زادِ راہ کی قدر و قیمت کو سمجھتے تھے، لہٰذا بار بار درخواست کرتے تھے کہ اور زیادہ مرحمت فرمائیے۔

۳۱۱

حضرت خبابؓ بیان کرتے ہیں کہ میں جاہلیت میں لوہار تھا اور عاص بن وائل (کافر) پر میرا کچھ قرض تھا۔ میں قرض کا تقاضا کرنے کے لیے اُس کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ میں تجھے (تیرا قرض) نہیں دوں گا جب تک تو محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کرے۔ میں نے جواب دیا کہ میں (حضورؐ کا) انکار نہیں کروں گا یہاں تک کہ خدا تجھے

مارے اور پھر زندہ کرے اس نے کہا (اچھا) مجھے چھوڑ دو یہاں تک کہ مر جاؤں اور (پھر) اٹھایا جاؤں اور مجھے مال اور اولاد دی جائے تو پھر میں تیرا قرض ادا کر دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "پھر تو نے دیکھا اس شخص کو جو ہماری آیات کو ماننے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو ضرور مال اور اولاد سے نوازا جاؤں گا۔ کیا اُسے غیب کا پتہ چل گیا ہے ! یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لے رکھا ہے ؟" (سورہ مریم آیات ۷۷، ۷۸)
(بخاری)

۳۱۲

حضرت عبداللہ بن مُغفلؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ مجھے آپؐ سے محبت ہے حضورؐ نے فرمایا کہ جو کچھ کہہ رہے ہو سوچ سمجھ کر کہو۔ اس نے تین دفعہ کہا کہ خدا کی قسم مجھے آپؐ سے محبت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے محبوب رکھتے ہو تو پھر فقر و فاقہ کے لیے بچاؤ کا سامان تیار کر لو، کیونکہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے فقر و فاقہ اس کی طرف اس سے زیادہ تیزی سے پہنچتا ہے جتنی تیزی سے سیلاب اپنے منتہٰی تک پہنچتا ہے۔ (ترمذی)

تشریح :۔ اس حدیث میں حضورؐ نے یہ جو فرمایا ہے کہ فقر و فاقہ کے لیے بچاؤ کا سامان تیار کرلے تو بچاؤ کے سامان سے مُراد صبر و تحمل ہے۔ حضورؐ کے اس فرمان کا مطلب یہ بتایا جاتا ہے کہ جس کے دل میں حبِ رسولؐ ہو گی اس کی طرف فقر و فاقہ تیزی سے آئے گا اور فقر و فاقہ میں اگر انسان صبر و تحمل اور قناعت سے کام نہ لے اور قضا پر راضی نہ رہے تو اس بات کا خدشہ ہوتا ہے کہ وہ شخص ایسی باتیں کرنے لگے گا یا ایسے اعمال کا ارتکاب کرے گا جو اس کے دین کو نقصان پہنچائیں گے۔ لہٰذا جس کے دل میں حبِ رسولؐ ہو اُسے چاہیئے کہ اپنے اندر صبر و تحمل، قناعت اور رضا بالقضاء کی صفات پیدا کرنے کی سعی کرتا رہے تاکہ اس کا دین نقصان سے بچا رہے۔

۳۱۳

حضرت ابُو بُردَہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینۂ منوّرہ آیا تو مجھے حضرت عبداللہؓ بن سلام ملے اور مجھ سے فرمایا کہ (میرے) گھر چلو تو میں تمہیں اُس پیالے میں پلاؤں گا جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا تھا اور ہم اُس جگہ نماز پڑھیں گے جس جگہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ پس میں اُن کے ساتھ چل پڑا تو انہوں نے مجھے ستّو پلائے اور کھجوریں کھلائیں اور میں نے حضورؐ کی نماز پڑھنے کی جگہ پر نماز پڑھی۔

(بخاری)

۳۱۴

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو اُسَیدؓ انصاری کو شہادت دیتے ہوئے سنا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار کے گھرانوں میں سے بہترین گھرانہ بنو نجّار کا ہے۔ اس کے بعد بنو عبدالاشہل کا، اس کے بعد بنوالحارث بن الخزرج کا، اس کے بعد بنو ساعدہ کا، اور (ویسے تو) انصار کے تمام گھرانوں میں خیر اور بھلائی ہے۔ ابوسلمہؓ کہتے ہیں کہ ابو اُسیدؓ نے بیان کیا کہ (میں نے گھرانوں کی ترتیب اس طرح بتائی ہے جیسے حضورؐ نے بتائی تھی، کسی گھرانے کو آگے پیچھے نہیں کیا) کیا میں حضورؐ کی طرف غلط بات منسوب کر سکتا ہوں؛ اور اگر میں جھوٹا ہوتا تو میں اپنے قبیلے بنو ساعدہ کو پہلے درجے پر رکھتا۔ (پھر جب) یہ بات حضرت سعد بن عُبادہ انصاریؓ کو پہنچی تو (چونکہ ان کا تعلق بھی قبیلۂ بنو ساعدہ سے تھا اس لیے اس قبیلے کے نمبر چار آنے پر) انہیں افسوس ہوا اور انہوں نے کہا کہ ہمیں پیچھے کر دیا گیا ہے اور ہم چاروں گھرانوں کے آخر میں ہیں (اور حکم دیا کہ) میرے گدھے پر زین کسو، میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤں گا (اس پر) اُن کے بھتیجے سہل نے ان سے گفتگو کی اور کہا کہ کیا آپ حضورؐ کی بات کو ردّ کرنے جا رہے ہیں حالانکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

زیادہ جانتے ہیں (کہ کس گھرانے کا کیا رُتبہ ہے) کیا آپ کے لیے اتنا کافی نہیں کہ آپ (سب سے اوپر والے) چار گھرانوں میں سے چوتھے ہیں۔ اس پر حضرت سعدؓ بن عُبادہ لوٹ آئے اور فرمایا کہ (واقعی) اللہ اور اس کا رسولؐ (ہی) بہتر جانتے ہیں اور (حضور کی خدمت میں جا کر یہ بات کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے) اپنے گدھے کے بارے میں حکم دیا (کہ اس کی زین کھول دی جائے) لہٰذا اس کی زین کھول دی گئی (مسلم)

برکت حاصل کرنا :

۳۱۵

حضرت اُبو جُحَیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے۔ پھر آپؐ نے بَطْحَاء میں ظُہر اور عصر کی دو (دو) رکعتیں ادا کیں۔ آپؐ کے سامنے ایک نیزہ گاڑ دیا گیا اور آپ نے وضوء کیا تو لوگ آپؐ کے وضوء کے پانی کو (تبرکاً اپنے چہروں پر) ملنے لگے۔ (بخاری)

۳۱۶

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا کر لیتے تو مدینۂ منورہ کے خادم اپنے برتن لے کر آ جاتے جن میں پانی ہوتا (تاکہ حضورؐ اس میں ہاتھ ڈال کر اُسے بابرکت کر دیں) جو بھی (ایسا) برتن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا آپؐ (ضرور) اس میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے۔ بسا اوقات ایسے ہوتا کہ کسی (سخت) سردی والی صبح کو یہ اتفاق پیش آتا، تو بھی آپؐ اس میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے (تاکہ پانی لانے والے مایوس نہ ہوں) (مسلم)

۳۱۷

حضرت سہلؓ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت (رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) ایک بُردہ لے کر آئی (اتنی بات کر کے پھر حضرت سہلؓ نے حاضرین کو مخاطب کر کے) فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ بُردہ کیا ہوتی ہے۔ آپ کو بتایا گیا کہ جی ہاں، وہ بدن پر لپیٹی جانے والی چادر ہوتی ہے جس کے دونوں کناروں پر حاشیہ لگا ہوتا ہے (اس کے بعد حضرت سہلؓ نے پھر اس عورت کی بات شروع کر دی جو بُردہ لے کر آئی تھی اور فرمایا کہ) اس عورت نے (حضورؐ کی خدمت میں) عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ، میں نے اس (چادر) کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے تاکہ میں اسے آپؐ کو پہناؤں۔ پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر اس سے لے لی اور آپؐ کو (اس وقت) چادر کی ضرورت (بھی) تھی۔ پھر (اس کے بعد) حضورؐ ہمارے پاس تشریف لائے تو وہ چادر آپؐ کا تہہ بند تھی۔ اس پر لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ، یہ (چادر) مجھے عطا کر دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اچھا۔ آپؐ (تھوڑی دیر) مجلس میں بیٹھے اور پھر واپس لوٹ گئے اور وہ (چادر) تہہ کر کے اس شخص کو بھیج دی۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ تو نے یہ اچھا کام نہیں کیا کہ حضورؐ سے یہ (چادر) مانگی جب کہ تو جانتا تھا کہ آپؐ کسی سائل کو رد نہیں کیا کرتے۔ اس نے کہا کہ خُدا کی قسم، میں نے تو حضورؐ سے صرف اس لیے (چادر کا) سوال کیا ہے کہ جس دن میں مروں تو یہ (چادر) میرا کفن بنے۔ حضرت سہلؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر (وہ چادر واقعی) اس کا کفن بنی۔ (بخاری)

۳۱۸

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپؐ کا سر بنا رہا تھا اور آپؐ کے اصحابؓ آپؐ کے گرد جمع تھے۔ وہ چاہتے تھے

کہ کوئی بال (نیچے) نہ گرے، کسی نہ کسی کے ہاتھ میں گرے۔ (مسلم)

۳۱۹

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے عُبَیدَہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کچھ بال ہیں۔ ہم نے اُنہیں انسؓ کے پاس سے (یا یُوں کہا کہ انسؓ کے گھر والوں کے پاس سے پایا ہے۔ اس پر عُبَیدَہ نے کہا کہ اگر ان بالوں میں سے ایک بال بھی میرے پاس ہو تو وہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہو۔ (بخاری)

احترامِ رسولؐ

۳۲۰

حضرت سہلؓ بن سعد ساعدیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم (قبیلہ) بنی عَمرو بن عَوف کے ہاں تشریف لے گئے تاکہ اُن کے درمیان صلح کرا دیں (کیونکہ ان کے درمیان کوئی رنجش ہو گئی تھی۔ حضورؐ ابھی وہاں سے واپس تشریف نہیں لائے تھے) کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ مؤذن حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھا دیں گے تو میں اقامت کہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں (پڑھا دُوں گا) پس حضرت ابو بکرؓ نے نماز پڑھانی شروع کی اور لوگ ابھی نماز ہی میں تھے کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم تشریف لے آئے اور لوگوں کو چیر کر صف میں جا کھڑے ہوئے۔ اس پر لوگ ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگے (تاکہ حضرت ابو بکرؓ کو معلوم ہو جائے کہ حضورؐ تشریف لے آئے ہیں مگر حضرت ابو بکرؓ نے کچھ توجہ نہ کی کیونکہ) وہ نماز میں کسی طرف توجہ نہیں کیا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے کثرت سے ہاتھ پر ہاتھ مارے تو انہوں نے توجہ کی تو دیکھا کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم موجود ہیں۔ حضورؐ نے (حضرت ابو بکرؓ کو) اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے اپنے

دونوں ہاتھ بلند کئے اور خدا کی تعریف کی اس (فضیلت) پر جس کا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے حکم فرمایا تھا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے ہٹے یہاں تک کہ صف میں مل گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم آگے بڑھے (اور نماز پڑھائی) جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اے ابو بکرؓ تم اپنی جگہ پر کیوں نہ ٹھہرے رہے جب کہ میں نے تمہیں اس کا حکم دیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ ابو قحافہ کے بیٹے کی یہ مجال نہیں کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھے پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے (نمازیوں کو مخاطب کر کے) فرمایا کہ تم نے اس کثرت سے ہاتھ پر ہاتھ کیوں مارے اگر کسی (مرد) کو اپنی نماز کے دوران کوئی بات پیش آجائے تو وہ سُبحان اللہ کہے۔ جب وہ سُبحان اللہ کہے گا تو اس کی طرف توجہ دی جائے گی۔ ہاتھ پر ہاتھ مارنا تو صرف عورتوں کے لیے ہے۔ (مسلم)

تشریح :- ابو قحافہ حضرت ابو بکر صدّیقؓ کے والد کا نام تھا۔ اس حدیث میں ایک خاص مسئلہ بیان ہوا ہے وہ یہ کہ نماز کے دوران اگر کوئی ایسی بات پیش آجائے جس سے امام کو متوجّہ کرنا ہو تو مرد کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ سُبحانَ اللہِ کہہ دے اور عورت کو چاہیئے کہ وہ منہ سے نہ بولے بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز پیدا کردے۔ یہاں چونکہ مردوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارے اس لیے حضورؐ نے تنبیہ فرمائی کہ یہ طریقہ تمہارے لیے نہیں بلکہ عورتوں کے لیے ہے۔ اس کے علاوہ حدیث میں یہ جو بیان ہوا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر خدا کی تعریف کی اس (فضیلت) پر جس کا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے حکم فرمایا تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کا یہ اشارہ فرمانا کہ تم اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو، یعنی امامت کراؤ، حالانکہ حضورؐ خود وہاں موجود تھے، حضرت ابو بکرؓ کے لیے بڑی فضیلت کی بات تھی اور اسی فضیلت پر جو حضورؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو عطا فرمائی انہوں نے ہاتھ اٹھا کر خدا کی تعریف کی۔

۳۲۱

(سورۃ الحجرات کی دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اے ایمان والو اپنی آوازیں نبیؐ کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ نبیؐ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو"۔ یہ فرمان سن کر حضورؐ کے ایک صحابیؓ سخت غم و اندوہ میں مبتلا ہو گئے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ حضورؐ سے باتیں کرتے وقت ان کی آواز حضورؐ کی آواز سے زیادہ بلند ہوا کرتی تھی۔ یہی بات ہے جو ذیل کی حدیث میں بیان ہوئی ہے)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ثابتؓ بن قیس کو نہ پایا (اور ان کے بارے میں پوچھا) تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ، میں آپؐ کو ان کی خبر لا کر دیتا ہوں پھر وہ حضرت ثابتؓ بن قیس کے پاس آیا اور انہیں (اس حالت میں) پایا کہ اپنے گھر میں سر جھکائے بیٹھے تھے۔ اُس نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ بولے کہ بُرا حال ہے (اور اپنے بارے میں فرمایا کہ یہ نالائق) اپنی آواز کو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی آواز سے بلند کیا کرتا تھا، لہٰذا اس کے عمل برباد ہو گئے ہیں اور یہ دوزخیوں میں سے ہو گیا ہے۔ (یہ بات سن کر) وہ شخص (حضورؐ کی خدمت میں) آیا اور آپؐ کو بتایا کہ حضرت ثابتؓ بن قیسؓ نے ایسے اور ایسے کہا ہے (حضرت انسؓ کے بیٹے) موسیٰ بن انسؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص ایک بار پھر (حضرت ثابتؓ بن قیس کی طرف) لوٹ کر آیا (اور) ایک بہت بڑی خوش خبری لے کر (آیا۔ کیونکہ حضورؐ نے اُسے فرمایا تھا کہ تو ثابتؓ بن قیس کی طرف جا اور اسے کہہ دے کہ تو دوزخیوں میں سے نہیں ہے بلکہ جنتیوں میں سے ہے۔ (بخاری)

اِتباعِ رسولؐ

اتباع اور اطاعت کے معانی میں یہ فرق ہے کہ اطاعت کا مطلب ہے اس حکم کی تعمیل کرنا جو دیا گیا ہو مگر اتباع کا مطلب ہے پیروی کرنا چاہیے اس کام کا باقاعدہ حکم دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو۔ صحابۂ کرامؓ کو حضورؐ سے جو والہانہ عشق تھا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ ہر اس کام کو کرنے کی کوشش کرتے تھے جو حضورؐ کرتے ہوں چاہے حضورؐ نے وہ کام کرنے کا باقاعدہ حکم نہ بھی دیا ہو۔ ذیل کی احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہؓ کرامؓ کس طرح ہر اس کام کو کرنے کی کوشش کرتے تھے جو انہوں نے حضورؐ کو کرتے دیکھا ہو اور ہر اس شے کو پسند کرنے لگتے تھے جس کے لیے حضورؐ نے پسندیدگی کا اظہار کیا ہو۔

۳۲۲

موسیٰ بن عُقبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبداللہؓ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ (دورانِ سفر) راستے میں بعض مقامات کو تلاش کرتے تھے اور وہاں نماز پڑھتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ ان کے والد (حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی) ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے اور انہوں نے (یعنی حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مقامات پر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ موسیٰ بن عُقبہؓ بیان کرتے ہیں کہ (حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کے آزاد کردہ عالم غلام) نافع نے بھی حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کی طرف سے مجھ سے روایت کیا کہ وہ ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں نے سالم (بن عبداللہؓ بن عمرؓ) سے اس کے بارے میں پوچھا تو' مجھے یہی علم ہے کہ انہوں نے ان سب مقامات کے بارے میں نافع سے اتفاق کیا۔ البتہ (مقام) رَوْحَاء کی بلندی پر واقع ایک مسجد کے بارے میں دونوں میں اختلاف تھا۔ (ایک کا خیال تھا کہ یہ مسجد ان مقامات میں سے ہے جہاں حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے حضورؐ کی پیروی

کرتے ہوئے نماز پڑھی تھی اور دوسرے کا خیال تھا کہ یہ اُن میں سے نہیں)۔ (بخاری)

۲۲۳

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دعوت کی اور میں بھی حضورؐ کے ساتھ گیا۔ آپؐ کے پاس شوربا لایا گیا جس میں کدو (پڑا ہوا) تھا۔ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کدو کو کھانے لگے اور حضورؐ کو کدو پسند تھا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ دیکھا تو میں کدو کو حضورؐ کے سامنے رکھنے لگا اور خود نہیں کھاتا تھا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اس (واقعہ) کے بعد سے مجھے (بھی) کدو اچھا لگنے لگا ہے۔ (مسلم)

۲۲۴

حضرت طلحہ بن نافع بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ کو فرماتے سُنا کہ ایک روز رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر لے گئے۔ آپؐ کے سامنے روٹی کے کچھ ٹکڑے پیش کئے گئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا کوئی سالن نہیں ہے۔ گھر والوں نے عرض کیا کہ نہیں، بس کچھ سرکہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ سرکہ تو اچھا سالن ہے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جب سے میں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یہ بات سنی ہے مجھے سرکے سے محبت ہو گئی ہے اور طلحہ (بن نافع) کہتے ہیں کہ جب سے میں نے حضرت جابرؓ سے یہ بات سنی ہے مجھے (بھی) سرکے سے محبت ہو گئی ہے۔ (مسلم)

۲۲۵

بکر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ اس گھرانے (یعنی حضرت ابن عباس کے گھرانے) کے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ (ح

کے لیے آنے والے لوگوں کو) کھجور کا شربت پلاتے ہیں۔ حالانکہ ان کے چچا کے بیٹے (لوگوں کو) دودھ اور شہد اور ستو پلاتے ہیں کیا یہ لوگ (حضرت ابن عباسؓ کے گھرانے والے) بخیل ہیں یا کہ محتاج ہیں (کہ لوگوں کو کم قیمت چیز پلاتے ہیں۔ یہ بات سن کر حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ نہ ہم بخیل ہیں اور نہ محتاج ہیں، بلکہ (بات یہ ہے کہ ایک دن) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر ہمارے پاس تشریف لائے اور آپؐ کے پیچھے اُسامہؓ بن زیدؓ (بیٹھے) تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے کو کچھ مانگا، آپؐ کے پاس کھجور کا شربت لایا گیا، پس آپؐ نے اس سے پیا اور اپنا بچا ہوا (شربت) اسامہؓ کو دیا، انہوں نے بھی اس سے پیا۔ پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا، تم نے خوب کیا، ایسے ہی کیا کرو۔ پس ہم اسی طرح کرتے ہیں (جس طرح کرنے کو حضورؐ نے پسند فرمایا) ہم نہیں چاہتے کہ ہم حضورؐ کی فرمائی ہوئی بات کو بدل دیں۔ (ابوداؤد)

تشریح :۔ حضرت ابن عباسؓ کی مراد یہ تھی کہ چونکہ حضورؐ نے کھجور کا شربت پلائے جانے پر "تم نے اچھا کیا، تم نے خوب کیا، ایسے ہی کیا کرو" فرمایا تھا اس لیے اب ہم کھجور کا شربت ہی پلاتے ہیں تاکہ وہی کام کریں جس کو حضورؐ نے "اچھا" اور "خوب" کہا تھا اور جسے کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ ورنہ نہ ہم بخیل ہیں نہ محتاج کہ زیادہ قیمتی چیزیں چھوڑ کر نسبتاً کم قیمت چیز پلائیں۔

۲۲۶

ابورافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی انہوں نے (سورہ) اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھی اور (اس کے دوران) سجدہ (تلاوت) کیا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس سورۃ میں سجدہ کیا تھا، پس میں اس میں ہمیشہ سجدہ کرتا ہی رہوں گا جہاں تک کہ حضورؐ سے مل جاؤں۔ (بخاری)

تشریح :۔ قرآن کے جن مقامات پر سجدۂ تلاوت کرنے کا حکم ہے ان میں

ایک سورۃ الانشقاق کی آیت نمبر ۲۱ بھی ہے۔ چونکہ حضرت ابوہریرہؓ نے یہ سورہ پڑھی لہٰذا انہوں نے سجدۂ تلاوت کیا کیونکہ وہ حضورؐ کو اس جگہ سجدہ کرتے دیکھ چکے تھے ابوالقاسم حضورؐ کی کینت تھی۔

اطاعتِ رسولؐ

۲۲۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تمام اُمّت جنّت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ کون انکار کرے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنّت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا (لہٰذا وہ جنّت میں داخل نہیں ہوگا) (بخاری)

۲۲۸

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے کہ آپؐ کے پاس کچھ فرشتے آئے (اور آپس میں گفتگو کرنے لگے) ان میں سے بعض نے (دوسروں سے) کہا کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ تو ان میں سے بعض (دوسرے) بولے کہ بے شک (ان کی) آنکھ سوئی ہوئی ہے مگر (ان کا) دل بیدار ہے۔ اس پر (ان میں سے بعض نے) کہا کہ تمہارے ان صاحب کی ایک مثال ہے، پس ان کے لیے وہ مثال تو بیان کرو۔ پھر (دوبارہ) ان میں سے کچھ بول اٹھے کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں اور (پہلے ہی کی طرح) ان میں سے کچھ (اور) نے کہا کہ بے شک (ان کی) آنکھ سوئی ہوئی ہے مگر (ان کا) دل بیدار ہے۔ اس پر (اب ان میں سے کچھ فرشتے حضورؐ کی مثال بیان کرنے لگے اور) وہ کہنے لگے کہ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک گھر

بنایا اور اُس میں ایک دسترخوان بچھایا اور ایک بلانے والے کو بھیجا (کہ وہ لوگوں کو بلا لائے تاکہ وہ آکر اس دسترخوان سے کھائیں) پس جس شخص نے اُس بلانے والے کی بات مان لی وہ اس گھر میں داخل ہوا اور اس نے اس دسترخوان سے کھایا اور جس نے اس بلانے والے کی بات نہ مانی وہ اس گھر میں داخل نہ ہوا اور اس نے اس دسترخوان سے نہ کھایا اس پر (ان فرشتوں میں سے کچھ) بولے کہ انہیں اس بات کا مطلب بتا دیتا کہ یہ اسے سمجھ لیں۔ اس پر ان میں سے بعض (فرشتے پھر) بول اٹھے کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ اور (پہلے ہی کی طرح) ان میں سے بعض (اور) نے جواب دیا کہ بے شک (ان کی) آنکھ سوئی ہوئی ہے مگر (ان کا) دل بیدار ہے۔ اس پر اُن (مطلب سمجھانے والوں) نے کہا کہ وہ گھر (جس کا اس مثال میں ذکر کیا گیا ہے) جنت ہے اور بلانے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔

(بخاری)

تشریح:۔ اس حدیث میں جو بات بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تعلیمات دے کر بنی نوع انسان کے پاس بھیجا ہے اس میں لوگوں کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔ جو شخص ان تعلیمات کو مان لے گا وہ فائدہ حاصل کرلے گا اور جو نہیں مانے گا وہ فائدے سے محروم رہے گا۔ اور آخر میں یہ جو کہا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کے باعث مسلم اور کافر، مطیع اور نافرمان اور مؤمن اور منافق میں فرق ہو جاتا ہے۔ یعنی جو لوگ حضورؐ کی لائی ہوئی تعلیمات کو سچے دل سے مان کر ان پر عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں وہ مطیع، مسلمان اور مومن ہو جاتے ہیں اور نفع حاصل کرتے ہیں اور جو انہیں سچے دل سے نہیں مانتے اور ان پر عمل نہیں کرتے وہ نافرمان، کافر یا منافق بن جاتے ہیں اور نقصان اٹھاتے ہیں۔ لہٰذا حضورؐ کے لیے "فرق" کا لفظ

استعمال کیا گیا ہے یعنی وہ ہستی جو انسانوں کو مختلف گروہوں میں بانٹ کر اُن کے باہمی فرق کو نمایاں کرنے کا ذریعہ ہے۔

۳۲۹

حضرت ابوموسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور جو (حق) خدا نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اُس شخص کی مثال کی سی ہے جو ایک قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اے میری قوم میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے اور میں (تمہارے لیے) ایک عُریاں ڈرانے والا ہوں پس (تم اس لشکر کے حملوں سے) چھٹکارا (پانے کی کوشش کرو) پھر اس کی قوم کے ایک گروہ نے تو اس کا کہنا مانا اور رات کے پہلے حصے ہی میں چل دیے اور آرام آرام سے نکل گئے۔ پس انھوں نے نجات پالی۔ مگر ان میں سے ایک اور گروہ نے (ڈرانے والے) کو جھٹلایا اور اپنی جگہ پر ہی رہے پس صبح کے وقت لشکر حملہ آور ہوگیا اور انہیں ہلاک کردیا اور انہیں بالکل برباد کرکے رکھ دیا۔ پس وہ (پہلی) مثال ہے اُس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور جو (حق) میں لے کر آیا ہوں اس کی پیروی کی اور (یہ دوسری) مثال ہے اس شخص کی جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اُسے جھٹلایا۔ (بخاری)

تشریح :- اس حدیث میں بھی وہی بات بیان ہوئی ہے جو اس سے پہلے والی حدیث میں تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے ہیں جو شخص اسے اختیار کرے گا اور اس کے احکام پر عمل کرے گا وہ دنیا کی بہت سی مصائب سے بھی اور آخرت کے عذاب سے بھی نجات پالے گا اور جو نہیں مانے گا ▪▪ دونوں جہانوں میں عذاب کا شکار ہوگا اس حدیث میں ڈرانے والے سے مُراد حضورؐ کی اپنی ذات مبارک ہے اور لشکر سے مُراد مصائب اور عذاب کی وہ مختلف شکلیں ہیں جو انسانوں کو غلط عقائد، بدعملی اور بدکرداری کے باعث بھگتنی پڑتی ہیں۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ میں تمہارے لیے عُریاں

ڈرانے والا" ہوں اس کا مفہوم یہ بتایا جاتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے ہاں رواج تھا کہ جب کوئی بہت بڑی آفت آنے کا خطرہ ہوتا تھا تو کوئی شخص لباس اتار کر اور عریاں ہو کر کسی بلند جگہ پر چڑھ کر لوگوں کو خبردار کرتا تھا عریاں ہو کر سامنے آنے سے مُراد یہ ہوتی تھی کہ لوگ اس کی بات کی طرف خصوصی توجہ دیں۔ حضورؐ نے یہ لفظ بطور محاورہ استعمال فرمایا تھا۔

۲۳۰

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جس کام سے میں تمہیں منع کروں اس سے باز رہو اور جس کام کا میں تمہیں حکم دُوں اُسے کرو جہاں تک تم میں (اسے کرنے کی) استطاعت ہو۔ کیونکہ تم سے پہلے والے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ کثرت سے سوال کرتے تھے اور اپنے انبیاء کے احکام کی مخالفت کرتے تھے۔ (مسلم)

۲۳۱

حضرت کعبؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ابن اَبی حَدرَدْ پر اُن کا کچھ قرض تھا انہوں نے مسجد میں ان سے اس (قرض) کا تقاضا کیا اور ان دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں یہاں تک کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے گھر میں تھے اُن کی آوازیں سُن لیں۔ پس آپؐ اُن دونوں کی طرف باہر آئے اور اپنے حُجرے کا پردہ اٹھا کر پکارا کہ اے کعبؓ۔ حضرت کعبؓ نے عرض کیا کہ میں حاضر ہوں یا رسولُ اللہ، آپؐ نے فرمایا کہ اپنے قرض کا اتنا حصّہ معاف کر دے اور انہیں اشارہ کر کے بتایا کہ آدھا معاف کر دے) حضرت کعبؓ نے (فوراً) عرض کیا کہ میں نے معاف کر دیا یا رسولُ اللہ (پھر) حضورؐ نے (ابن ابی حَدرَدْ کو مخاطب کر کے) فرمایا کہ اُٹھ اور (بقیہ) قرض ادا کر دے۔ (بخاری)

۲۳۲

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہرگز ایسے نہ کرے کہ اپنے (مسلمان) بھائی کو اٹھا کر خود اُس کی جگہ پر بیٹھ جائے (یہ حکم سننے کے بعد) حضرت ابن عمرؓ کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی شخص ان کی خاطر (خود ہی) اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوتا (اور انہیں جگہ پیش کرتا) تو بھی وہ اس جگہ پر نہ بیٹھتے۔

(مسلم)

۲۳۳

مُجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے بیان کیا کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ عورتوں کو رات کے وقت مسجدوں میں جانے کی اجازت دے دیا کرو۔ اس پر حضرت ابن عمرؓ کے ایک بیٹے نے کہا کہ خدا کی قسم ہم تو انہیں ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ وہ اسے دھوکہ دینے کا ذریعہ بنا لیں گی (یعنی مسجد کے بہانے کسی اور جگہ چلی جایا کریں گی) خدا کی قسم ہم تو انہیں ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ (بیٹے کی یہ بات سُن کر) حضرت ابن عمرؓ نے اُسے بُرا بھلا کہا اور غضبناک ہو کر بولے کہ میں کہہ رہا ہوں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ انہیں اجازت دے دیا کرو اور تو کہہ رہا ہے کہ ہم انہیں ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ (ابوداؤد)

۲۳۴

ابن السوار بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمرانؓ بن حُصَین کو رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث بیان کرتے سُنا کہ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ حیا خیر ہی لاتی ہے۔ اس پر بُشَیر بن کعب نے کہا کہ حکمت (کی کتابوں) میں لکھا ہے کہ حیا سے وقار اور سکینت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت عمرانؓ (کو یہ بات بُری لگی کہ حضورؐ کی حدیث سُن لینے کے بعد کتابوں

سے سند پیش کی جائے۔ لہٰذا وہ ناراضی سے) بولے کہ میں تمہارے سامنے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کر رہا ہوں اور تم مجھ سے اپنی کتابوں کی باتیں کر رہے ہو۔

(مسلم)

سنّت کی پیروی

سنّت کا مطلب ہے طریقہ اور اصطلاح میں سنّت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ہدایت دینے کے لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے قرآن پاک نازل فرمایا اور حضورؐ نے اس پاک کتاب کے احکام کے مطابق زندگی گزار کر لوگوں کو دکھایا کہ صحیح زندگی یوں گزاری جاتی ہے۔ لہٰذا زندگی کے ہر ہر پہلو میں آپؐ نے جو طریقہ اختیار کیا وہ آپؐ کی سنّت ہے اور ایک مسلمان کا فرض ہے کہ آپ کی سنّت کی پیروی اختیار کرے یعنی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں وہ طریقے اختیار کرے جو حضورؐ نے کیے تھے۔

۲۲۵

امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ روایت پہنچی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک تم انہیں تھامے رہو گے تم گمراہ نہیں ہو گے (ایک) اللہ کی کتاب اور (دوسری) اس کے نبیؐ کی سنّت۔

(مؤطا)

باب ۱۴

آخری مرض، وصال اور تکفین و تدفین وغیرہ

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے مبعوث فرمایا گیا تھا کہ دین کو مکمل کر دیں اور اللہ کی مخلوق کو پوری پوری ہدایت بہم پہنچا دیں۔ جب آپؐ اپنا یہ معزز فریضہ سرانجام دے چکے، عرب میں ہر طرف اسلام پھیل گیا اور ایک ایسی ملت وجود میں آ گئی جو اس بات کی صلاحیت رکھتی تھی کہ خدا کے آخری پیغام کو آگے دوسری قوموں تک پہنچا دے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبیؐ کو واپس بلا لیا۔ ذیل میں ایک ترتیب کے ساتھ وہ احادیث بیان کر دی گئی ہیں جن میں حضورؐ کے آخری مرض سے لے کر آپؐ کی تکفین و تدفین اور حضورؐ کی جدائی پر مسلمانوں کے غم و اندوہ کا ذکر ہے۔

آخری مرض

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انصاف پسندی کے باعث امہات المؤمنینؓ کے گھروں میں باری باری رہا کرتے تھے۔ پھر آخری مرض میں مبتلا ہو جانے کے باعث جب آپؐ کی طبیعت ناساز ہوئی تو آپؐ کی خواہش تھی کہ اب آپؐ حضرت عائشہؓ ہی کے گھر میں رہیں مگر عدل کا تقاضا پورا کرنے کی خاطر آپؐ نے امہات المؤمنینؓ

سے اس بات کی اجازت مانگی اور جب ان نیکوکار خواتین نے آپؐ کو اس بات کی اجازت دے دی تو پھر آپؐ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لے آئے اور بقیہ دن وہیں بسر فرمائے اور اسی حجرے میں آپؐ کی تدفین عمل میں آئی۔

۲۳۶

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (آخری) مرض کی ابتداء (ام المؤمنین حضرت) میمونہؓ کے گھر میں ہوئی آپؐ نے اپنی ازواج سے اس بات کی اجازت مانگی کہ آپؐ کی تیمارداری میرے گھر میں کی جائے۔ ازواج مطہراتؓ نے آپؐ کو اس بات کی اجازت دے دی تو حضورؐ (میرے گھر تشریف لے آنے کے لیے حضرت میمونہؓ کے گھر سے) نکلے اور (کمزوری کے باعث) آپؐ اپنا ایک ہاتھ (اپنے چچازاد بھائی) فضلؓ بن عباسؓ پر رکھے ہوئے تھے اور ایک ہاتھ کسی دوسرے شخص پر اور آپؐ کے پاؤں زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ (اس حدیث کے ایک راوی) عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ کو سنائی تو انہوں نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ (دوسرا) شخص جس کا حضرت عائشہؓ نے نام نہیں لیا کون تھا (پھر فرمایا کہ) وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ (یعنی حضورؐ اپنے دونوں چچازاد بھائیوں حضرت فضلؓ بن عباسؓ اور حضرت علیؓ کا سہارا لے کر حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لائے) (مسلم)

۲۳۷

(یہ حدیث حضرت سعیدؒ بن جُبَیر نے بیان کی ہے، انہوں نے سلیمان بن ابی مسلم الاُحول سے سنی اور سلیمان بن ابی مسلم الاُحول نے سُفیان بن عیینہ سے سُنی)

حضرت سعیدؒ بن جُبَیر (بیان کرتے ہیں کہ انہوں) نے حضرت عبد اللہؓ بن عباسؓ کو فرماتے سُنا:

"جمعرات کا دن ! (ہائے) کیا تھا وہ جمعرات کا دن !!!"
اور پھر حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ (اتنا) روئے (اتنا روئے) کہ ان کے آنسوؤں نے سنگریزے تر کردیئے۔ (حضرت سعیدؒ بن جبیر فرماتے ہیں کہ) میں نے پوچھا کہ اے ابن عباسؓ، جمعرات کے دن کیا ہوا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ (اس دن) رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بیماری نے شدّت اختیار کرلی تھی (پھر انہوں نے حضورؐ کے آخری ایام کی مزید تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ) پھر حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پاس شانے کی ایک ہڈی لاؤ کہ میں تمہیں ایک تحریر لکھ دُوں کہ اس کے بعد پھر تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ پھر (کیا ہوا کہ) صحابہؓ آپس میں اختلاف کرنے لگے (کہ آیا بیماری کی اس شدّت میں حضورؐ کو لکھنے کی تکلیف دی جائے یا نہ دی جائے) حالانکہ یہ مناسب نہیں کہ نبیؐ کے پاس آپس میں اختلاف کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ حضورؐ کو کیا ہُوا ہے ؟ کہیں حضورؐ بیماری کی شدّت کے زیر اثر تو یہ بات نہیں کر رہے ؟ (اچھی طرح) سمجھ لو کہ حضورؐ کی مُراد کیا ہے۔ (مگر) پھر حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو۔ جس حالت میں مَیں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو ـــ پھر حضورؐ نے صحابۂ کرامؓ کو تین باتوں کا حکم فرمایا (ایک یہ) فرمایا کہ مشرکوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا اور (دوسرے یہ فرمایا کہ جو) وفود (دوسرے علاقوں سے اپنی اپنی قوم کی طرف سے پیغام لے کر آتے ہیں اُن) کو اسی طرح جائزہ دیا کرنا جس طرح میں انہیں دیتا رہا ہوں۔ اور (جہاں تک) تیسری بات (کا تعلق ہے) یا تو حضورؐ نے وہ بیان نہیں کی یا آپؐ نے بیان تو کی مگر مَیں اُسے بھُول گیا ہُوں ـــ (مندرجۂ بالا راوی) سُفیان (ابن عیینہ) بیان کرتے ہیں کہ یہ قول سلیمان (ابن ابی مسلم الاحول) کا ہے۔ (بخاری)

تشریح :۔ اس حدیث میں ذکر آیا ہے کہ حضورؐ نے لکھنے کے لیے شانے کی ہڈی مانگی۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ اس زمانے میں کاغذ عام طور پر ملنا مشکل ہوتا تھا اس لیے لوگ لکھنے کے لیے چوڑی چوڑی ہڈیوں کو بھی استعمال کیا کرتے تھے۔ ایسے ہی حضورؐ نے وفود کو "جائزہ" دینے کی جو تلقین فرمائی اس کی تفصیل یہ ہے کہ مہمانوں

کی مہمان داری کرنے کے سلسلے میں جو چیزیں پسندیدہ سمجھی جاتی تھیں اُن میں ایک یہ بھی تھی کہ جب مہمان جائیں تو انہیں اتنا خرچ دیا جائے جو ایک منزل تک کافی ہو جائے اس خرچ کو جیزہ یا جائزہ کہا جاتا تھا۔ حضورؐ نے وفود کو جائزہ دینے کی جو تلقین فرمائی اس سے مراد یا تو یہی ایک منزل کا خرچ تھا یا پھر حضورؐ کی مراد یہ تھی کہ وفود کی مہمانداری کیا کرنا جیسے کہ میں کرتا رہا ہوں، کیونکہ احادیث میں لفظ "جائزہ" مہمان کی مہمانداری کرنے کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔

(۲۳۸)

عبیداللہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کہا کہ کیا آپ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کا حال نہیں بتائیں گی۔ انہوں نے فرمایا کہ کیوں نہیں (بتاتی ہوں پھر انہوں نے حضورؐ کی آخری بیماری کا حال سنانا شروع کیا اور بتایا کہ جب) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی (اور عشا کی نماز کا وقت آیا) تو حضورؐ نے پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ نہیں یارسولؐ اللہ، وہ آپؐ کا انتظار کر رہے (کہ آپؐ جا کر اُنہیں نماز پڑھائیں) آپؐ نے فرمایا کہ میرے لیے لگن میں پانی رکھو لہٰذا ہم نے پانی رکھ دیا تو آپؐ نے غسل فرمایا۔ پھر (مسجد کی طرف) جانا چاہا تو بے ہوش ہو گئے پھر افاقہ ہوا تو (دوبارہ) فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے (پھر) عرض کیا کہ نہیں یارسولؐ اللہ، وہ آپؐ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپؐ نے پھر فرمایا کہ میرے لیے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے ویسے ہی کیا تو آپؐ نے غسل فرمایا۔ پھر جانا چاہا تو (پھر) بے ہوش ہو گئے۔ پھر افاقہ ہوا تو (سہ بارہ) فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ نہیں یارسولؐ اللہ وہ آپؐ کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ میرے لیے لگن میں پانی رکھو۔ ہم نے ویسے ہی کیا۔ پھر آپؐ نے غسل فرمایا اور جانا چاہا تو بیہوش ہو گئے۔ پھر افاقہ ہوا تو (چوتھی بار) فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے ہم نے

عرض کیا کہ نہیں یا رسولؐ اللہ وہ آپؐ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور لوگ مسجد میں جمع تھے اور نمازِ عشاء کے لیے حضورؐ کے تشریف لانے کا انتظار کر رہے تھے۔ (پھر) حضرت عائشہؓ بتاتی ہیں کہ (تین بار کوشش کرنے اور ہر بار بے ہوش ہو جانے کے بعد) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ پیغام بر نے ان کے پاس آکر کہا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نرم دل آدمی تھے (انہیں حضور کی جگہ کھڑے ہونا مشکل لگا) لہٰذا انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے عمرؓ تم لوگوں کو نماز پڑھا دو۔ مگر حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں چنانچہ حضرت ابوبکرؓ ان دنوں لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ پھر (ایک دن) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کو ہلکا پایا تو آپؐ ظہر کی نماز کے لیے دو آدمیوں کے سہارے سے نکلے ان میں ایک حضرت عباسؓ تھے۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹیں اور ان دو شخصوں سے (جن کے سہارے سے آپؐ تشریف لائے تھے) کہا کہ مجھے ابوبکرؓ کے پہلو میں بٹھا دو۔ پس انہوں نے آپؐ کو حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں بٹھا دیا (اب صورت یہ تھی کہ) حضرت ابوبکرؓ کھڑے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتدا کر رہے تھے اور صحابہ کرامؓ حضرت ابوبکرؓ کی نماز کی اقتدا کر رہے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے (نماز پڑھا رہے تھے۔

(اس حدیث کے راوی) عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا میں آپ کو وہ حدیث نہ سناؤں جو حضرت عائشہؓ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے بارے میں مجھے بتائی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں سناؤ۔ پس میں نے حضرت عائشہؓ کی حدیث انہیں سنائی تو انہوں نے (اسے درست سمجھا اور) اس میں سے کسی بات کا انکار نہ کیا سوائے اس کے کہ

انہوں نے پوچھا کہ کیا حضرت عائشہؓ نے تمہیں اس شخص کا نام بتایا تھا جو حضرت عباسؓ کے ساتھ تھا۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ (دوسرا شخص) حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے (مسلم)

۲۲۹

امام زہریؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انسؓ بن مالک انصاری نے جو (عقائد و اعمال میں) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے اور آپؐ کی خدمت کرتے تھے اور آپؐ کی صحبت میں رہتے تھے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری میں جس میں پھر حضورؐ نے وفات پائی حضرت ابو بکر صدیقؓ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ یہاں تک کہ جب پیر کا دن آیا اور لوگ صفیں باندھے نماز ادا کر رہے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ اٹھایا اور کھڑے ہو کر ہمیں دیکھنے لگے۔ (اس وقت) حضورؐ کا چہرۂ مبارک (سفیدی اور نورانیت کے باعث) گویا کلام اللہ کا ورق تھا۔ پھر آپؐ (صحابۂ کرامؓ کو اس طرح اتفاق اور یکجائی سے مصروفِ عبادت دیکھ کر) بشاشت سے ہنس دیئے (ادھر ہمارا یہ حال تھا کہ) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے باعث ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ ارادہ کیا کہ فتنے میں پڑ جائیں (یعنی نماز چھوڑ دیں) حضرت ابو بکرؓ نے سمجھا کہ شاید رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز (پڑھانے) کے لیے تشریف لانے ہیں لہٰذا وہ پیچھے ہٹے تاکہ صف کے ساتھ مل جائیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ اپنی نماز کو پورا کرو اور آپؐ نے پردہ ڈال دیا۔ پھر اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ (بخاری)

حضورؐ کی وفات

(۲۴۰)

حضرت عائشہ رضؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس سے پھر آپؐ اُٹھے نہیں فرمایا کہ اللہ یہودیوں پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اگر اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ حضورؐ کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیا جائے گا تو آپؐ کی قبر کو کھول دیا جاتا۔ (بخاری)

تشریح:۔ "کھول دیا جاتا" کا مطلب یہ بتایا جاتا ہے کہ حضورؐ کی قبر مبارک کھلے میدان میں ہوتی۔ لیکن چونکہ خدشہ تھا کہ لوگ اُسے سجدہ گاہ نہ بنا لیں اس لیے حضورؐ کو حجرے کے اندر دفن کیا گیا۔

(۲۴۱)

حضرت انس رضؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی وہ سختی آئی جو کہ آئی تو حضرت فاطمہ رضؓ نے کہا: "ہائے میرے باپ کی سختی!" تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی سختی نہیں آئے گی، اور تیرے باپ پر وہ وقت آیا ہے جو ہر ایک پر آنے والا ہے۔ اب قیامت کے دن (ہی) ملاقات ہوگی۔ (ابن ماجہ)

(۲۴۲)

حضرت عائشہ رضؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو (اس وقت)

دیکھا جب آپؐ کا وصال قریب تھا۔ آپ کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں پانی تھا۔ آپؐ اپنا ہاتھ پیالے میں ڈالتے پھر پانی کو منہ پر مَل لیتے، پھر فرماتے کہ اے خدا میری امداد کر موت کی سختیوں پر۔ یا آپؐ (یوں) فرماتے کہ (میری امداد کر) موت کی بے ہوشیوں پر۔ (شمائل ترمذی)

(۲۴۳)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے وفات سے پہلے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو (کچھ) فرماتے سنا۔ اس وقت حضورؐ حضرت عائشہؓ کے سینے کے ساتھ سہارا لگائے ہوئے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے کان لگا کر سُنا تو آپؐ فرمارہے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ

(اے خدا مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیقوں سے ملا دے)

(مسلم)

تشریح: رفیقوں سے مُراد وہ انبیائے کرام ہیں جو حضورؐ سے پہلے گزر چکے تھے۔

(۲۴۴)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں وفات پائی کہ آپؐ میری دگدگی اور ٹھوڑی کے درمیان تھے (یعنی آپؐ مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور آپؐ کا سرِ مبارک میرے سینے سے لگا ہوا تھا) پس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم (کی وفات کی سختی دیکھنے) کے بعد اب میں کبھی بھی کسی کی موت کی سختی کو بُرا نہیں سمجھتی۔ (بخاری)

تشریح: کسی کی موت کی سختی کو بُرا نہیں سمجھتی کہنے سے حضرت عائشہؓ

کی مراد یہ تھی کہ اب میں کسی شخص کی موت کی سختی کو اس بات کی علامت نہیں سمجھتی کہ اس کی آخرت خراب ہوئی کیونکہ یہ سختی تو حضور پر بھی گزری جو بخشے ہوئے تھے۔

۲۴۵

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صحت کی حالت میں فرمایا کرتے تھے کہ کسی نبی کی روح اس وقت تک ہرگز قبض نہیں کی جاتی جب تک وہ اپنا وہ ٹھکانہ نہ دیکھ لے جو جنت میں ہے اور پھر اُسے (دنیا میں رہنے یا دنیا سے چلے جانے کا) اختیار نہ دے دیا جائے (پھر) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب (موت کا فرشتہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتر آیا اور آپؐ کا سر میری ران پر تھا تو آپؐ ایک ساعت کے لیے بے ہوش ہو گئے، پھر افاقہ ہوا تو اپنی نگاہ چھت کی طرف اٹھائی اور فرمایا: اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی (اے خدا اب اوپر والے رفیق مطلوب ہیں یعنی انبیاء اور فرشتے) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ (حضورؐ کی یہ بات سن کر) میں نے کہا کہ اب آپؐ ہمیں اختیار نہیں فرمائیں گے (یعنی دنیا سے تشریف لے جائیں گے) نیز فرماتی ہیں کہ مجھے وہ بات یاد آگئی جو حضورؐ ہمیں بتایا کرتے تھے اور حضورؐ اپنی اس بات میں سچے تھے کہ کسی نبی کی روح اس وقت تک ہرگز قبض نہیں ہوتی جب تک وہ جنت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے (اور) پھر اُسے (دنیا میں رہنے یا نہ رہنے کا) اختیار نہ دے دیا جائے۔ حضرت عائشہؓ بتاتی ہیں کہ حضورؐ کا یہ قول "اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی" وہ آخری بات تھی جو حضورؐ نے کی۔ (مسلم)

۲۴۶

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی شخص بیمار ہوتا تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور (یہ دعا) کرتے:

اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ

شِفَآءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا۔
(اے انسانوں کے رب بیماری کو دُور فرما دے اور شفا عطا فرما دے کہ تو شفا عطا کرنے والا ہے۔ شفا تو تیری ہی شفا ہے۔ ایسی شفا عطا فرما جو کوئی بیماری باقی نہ چھوڑے)
پھر جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپؐ کی بیماری شدید ہوگئی تو میں نے آپؐ کا ہاتھ پکڑا تاکہ آپؐ کے ساتھ اُسی طرح کروں جیسے آپؐ (مریضوں کے ساتھ) کیا کرتے تھے، لیکن آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے کھینچ لیا پھر کہا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاجْعَلْنِیْ مَعَ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی (اے خدا مجھے بخش دے اور مجھے اُوپر والے رفیقوں سے ملا دے) پھر جو میں دیکھنے لگی تو آپؐ انتقال فرما چکے تھے (مسلم)

۲۴۷

حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ (آخری بیماری کے دوران) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چمڑے کا پیالہ تھا۔ یا لکڑی کا پیالہ تھا جس میں پانی تھا (اس حدیث کے ایک راوی) عمر (ابن سعید) کو شک ہے (کہ حضرت عائشہؓ نے چمڑے کا پیالہ کہا تھا یا لکڑی کا پیالہ۔ غرضیکہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں کو پانی میں ڈالتے اور پھر اُنہیں اپنے چہرے پر پھیرتے اور فرماتے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک موت میں شدید سختی ہے۔ پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ کھڑا کیا اور فرمانے لگے "فی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی" (یعنی خدایا مجھے اوپر والے رفیقوں میں داخل فرما دے) یہاں تک کہ آپؐ کی روحِ مبارک قبض ہوگئی اور آپؐ کا مبارک ہاتھ نیچے جھک گیا!!!
(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) (بخاری)

حضورؐ کی تکفین و تدفین

۳۴۸

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یمن کی بستی سحول کے بنے ہوئے تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔ (بخاری)

۳۴۹

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وصال ہوگیا تو آپؐ کی تدفین کے بارے میں صحابہؓ میں باہم اختلاف ہوگیا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ایک بات سنی تھی جس کو میں بھولا نہیں ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی کو اسی جگہ وفات دیتا ہے جہاں اس کا دفن کیا جانا اُسے پسند ہو (لہٰذا) حضورؐ کو آپؐ کی بستر کی جگہ ہی پر دفن کردو۔ (لہٰذا حضورؐ کو حضرت عائشہؓ کے حجرے ہی میں دفن فرما دیا گیا) (شمائل ترمذی)

۳۵۰

جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پیر کے دن وفات پائی۔ پھر اس دن اور (آگے آنے والی) منگل کی رات حضورؐ رہے اور (منگل اور بدھ کی درمیانی) رات کو حضورؐ کو دفن کیا گیا (اس حدیث کے ایک اور راوی) سفیان (بن عُیَیْنَہ) بیان کرتے ہیں کہ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رات کے آخری حصے میں کدالوں کی آواز سنی جاتی تھی۔ (شمائل ترمذی)

تشریح :- مولانا شبلی نعمانی نے علامہ ابن سعد کے حوالے سے لکھا ہے کہ

حضورؐ کی تدفین منگل کے دن ہوئی مگر بدھ کی شام شروع ہو چکی تھی۔

قبرِ مبارک

۳۵۱

سُفیان التمّار بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قبرِ مبارک دیکھی جو اونٹ کے کوہان کی شکل کی تھی۔ (بخاری)

حضورؐ کے وصال پر مسلمانوں کا غم واندوہ

۳۵۲

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے مجھ سے فرمایا کہ اے انسؓ تم لوگوں کے دلوں کو یہ کیسے گوارا ہوا کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم پر مٹی ڈالو۔

(اس حدیث کے ایک راوی) ثابت حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وصال ہوا تو حضرت فاطمہؓ کہنے لگیں:

ہائے میرے باپ! میں جبریلؑ کو ان کی وفات کی خبر سناتی ہوں!
ہائے میرے باپ! اپنے ربّ سے کتنے قریب ہو گئے!
ہائے میرے باپ! ان کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے!
ہائے میرے باپ! اپنے ربّ کا بُلانا قبول دیا!

(ثابت سے یہ حدیث سننے والے راوی) حمّاد بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جب ثابت نے یہ حدیث بیان کی تو وہ اتنا روئے (اتنا روئے) کہ ان کی پسلیاں تلے اوپر ہو گئیں۔ (ابن ماجہ)

۳۵۳

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ آپ کے پاس آئے اور اپنا منہ حضورؐ کی دونوں آنکھوں کے درمیان رکھا (یعنی پیشانئ مبارک پر بوسہ دیا) اور اپنے دونوں ہاتھ آپؐ کی دونوں کلائیوں پر رکھ کر کہا: "ہائے نبیؐ! ہائے صفی! ہائے خلیل!" (شمائل ترمذی)

تشریح:۔ صفی کا مطلب ہے چنا ہوا اور خلیل کا مطلب ہے دلی دوست۔

۳۵۴

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت ابو بکرؓ (مدینے کی ایک قریبی بستی) عوالی میں اپنی بیوی کے پاس تھے جو خارجہ کی بیٹی تھیں۔ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تو نہیں ہوئی (بلکہ) آپؐ تو اس قسم کی حالت میں ہیں جس حالت میں آپؐ وحی آنے پر ہوا کرتے تھے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ آئے اور آپؐ کا چہرہ کھولا اور (یہ دیکھ کر کہ آپؐ واقعی وفات پا چکے ہیں) آپؐ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا کہ آپؐ کی عزت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ ہے کہ وہ آپؐ پر دو دفعہ موت وارد کرے۔ (اور فرمایا کہ) خدا کی قسم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں (ادھر) حضرت عمرؓ (کا شدت غم سے یہ حال تھا کہ وہ) مسجد کے ایک کونے میں کہہ رہے تھے کہ خدا کی قسم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات نہیں پائی اور آپؐ اس وقت تک وفات نہیں پائیں گے جب تک منافقوں میں سے بہت

سے لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کٹوا نہیں دیں گے (یہ صورت حالات دیکھ کر) حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو گئے اور (لوگوں کو خطاب کرنے کے لیے) منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ (تم میں سے) جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا ہے تو (وہ جان لے کہ) اللہ زندہ ہے، ہرگز نہیں مرے گا۔ اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہے تو (وہ سن لے کہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا گئے ہیں (پھر آپ نے سورہ آل عمران کی آیت ۱۴۴ پڑھی)

"محمدؐ تو بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں (جو اپنے اپنے وقت پر وفات پاتے گئے تھے) پھر کیا اگر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم بھی) وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (یاد رکھو کہ) جو اُلٹے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا (بلکہ اپنا ہی نقصان کرے گا) اور اللہ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔"

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ (جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی تو مجھے ایسے محسوس ہوا) گویا میں نے اس دن سے پہلے یہ آیت کبھی پڑھی ہی نہ تھی۔ (ابن ماجہ)

تشریح: حضورؐ کی وفات پر مسلمانوں کے غم و الم کا وہ عالم تھا کہ حضرت عمرؓ جیسے دانا شخص بھی گویا ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ نے جو آیت پڑھی اس میں حضورؐ کی وفات کی طرف اشارہ موجود تھا اور حضرت عمرؓ اس آیت کو پہلے سن چکے تھے مگر جب حضرت ابوبکرؓ نے بروقت اس آیت کو پڑھ کر سنایا تو انہیں ایسا محسوس ہوا گویا انہوں نے یہ آیت پہلی ہی دفعہ سُنی تھی۔

حضورؐ کے بعد

(۲۵۵)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ دن تھا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ

وسلّم مدینہ منوّرہ میں تشریف لائے تھے تو مدینے کی ہر شے روشن ہو گئی تھی، پھر جب وہ دن آیا جب حضورؐ نے وفات پائی تو مدینے کی ہر شے تاریک ہو کر رہ گئی اور ہم نے ابھی اپنے ہاتھ مٹّی سے صاف بھی نہیں کئے تھے اور ابھی ہم حضورؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تدفین میں مصروف ہی تھے کہ ہمیں اپنے دلوں کی کیفیت بدلتی معلوم ہونے لگی! (شمائل ترمذی)

کتاب ۳

خدا کی مکرم کتاب

باب ۱۵

قرآن سیکھنے، سکھانے اور اس کی تلاوت کرنے کی تاکید اور فضیلت

اللہ تعالیٰ انسانوں کی ہدایت کے لیے وقتاً فوقتاً الہامی کتب بھی بھیجتے رہے ہیں جو انبیائے کرام کے ذریعے انسانوں تک پہنچائی جاتی تھیں۔ ان الہامی کتب میں سے اس وقت صرف چار کتابیں موجود ہیں یعنی تورات، زبور، انجیل اور قرآن پاک۔ ان کے علاوہ "صحفِ ابراہیم" کا نام بھی ملتا ہے۔ مگر اس کا کوئی حصہ بھی کہیں پایا نہیں جاتا۔ جو الہامی کتب موجود ہیں ان میں بھی صرف قرآن پاک ہی ایک ایسی کتاب ہے جو اپنی صحیح اور اصل شکل میں پائی جاتی ہے۔ آگے آنے والی احادیث میں قرآن سیکھنے، اس کی تلاوت کرنے، اور اسے دوسروں کو سکھانے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی خاص خاص سورتوں اور آیات کی خصوصی فضیلت واضح کی گئی ہے۔ اور قرآن خوانی کے بارے میں ضروری ہدایات دی گئی ہیں۔ جن میں ایک خصوصی ہدایت یہ ہے کہ جو کچھ پڑھا جائے اس پر حتی الامکان عمل کرنے کی کوشش جاری رکھی جائے۔

قرآن کی اثر انگیزی

مسلمانوں کو قرآن کی شکل میں ایک بہترین دستورِ حیات دے کر اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ اور یہ ان کی بدقسمتی کی انتہا ہے کہ وہ اس سے غفلت برتیں یا اُسے پڑھ تو لیں مگر اُس پر عمل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ قرآن پاک کی زبان، انداز بیان اور نفس مضمون ہر شے میں اس بلا کی دل کشی ہے کہ حامی تو حامی مخالف بھی اس سے بے اختیار متاثر ہو جاتے تھے۔ خود حضورؐ جن پر قرآن نازل ہوا تھا دوسروں سے پڑھوا کر سنتے تو شدتِ تاثر سے آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

۲۵۶

حضرت عبداللہؓ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ مجھے (قرآن) پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، کیا میں آپؐ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ یہ آپ ہی پر نازل ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں (تم مجھے سناؤ) پس میں نے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہنچا۔ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ (پھر سوچو کہ اس وقت یہ کیا کریں گے جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان لوگوں پر آپ کو گواہ کی حیثیت سے کھڑا کریں گے) حضورؐ نے فرمایا کہ اب بس کرو۔ میں آپؐ کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

(بخاری)

۲۵۷

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ضماد مکۂ مکرمہ میں آیا۔ وہ (قبیلہ) ازد شنوءہ

کا فرد تھا اور وہ جنون اور آسیب وغیرہ کو جھاڑتا تھا۔ اس نے اہل مکہ میں سے بے وقوفوں کو یہ کہتے سنا کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ) مجنون ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ اگر میں اس شخص کو دیکھوں تو شاید اللہ اسے میرے ہاتھ سے شفا دے دے۔ پس وہ حضورؐ سے ملا اور کہا کہ اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس جنون کو جھاڑتا ہوں اور اللہ میرے ہاتھ سے جسے چاہتا ہے شفا دے دیتا ہے۔ کیا آپ کو (میرے جھاڑنے میں) کوئی دلچسپی ہے۔ (اس کی بات سن کر) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ (یعنی سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس سے امداد مانگتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ گمراہ کر دے اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں امّابعد) اس پر ضماد نے کہا کہ اپنے ان کلمات کو میرے سامنے دہرایئے۔ پس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کو اس کے سامنے تین مرتبہ دہرایا۔ اس پر اس نے کہا کہ میں نے کاہنوں کی باتیں بھی سنی ہیں اور جادوگروں کی بھی اور شاعروں کا کلام بھی مگر آپ کے ان کلمات جیسا کلام میں نے کبھی نہیں سنا۔ یہ کلمات تو سمندر کے بیچ تک پہنچ گئے ہیں (یعنی از حد اثر انگیز ہیں) پھر اس نے کہا کہ اپنا ہاتھ لایئے میں اسلام پر آپؐ کی بیعت کروں چنانچہ اس نے حضورؐ کی بیعت کی۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری قوم کی طرف سے بھی بیعت لیتا ہوں ضماد نے کہا کہ ہاں میں اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کرتا ہوں۔ پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستۂ فوج بھیجا۔ وہ لوگ ضماد کی قوم کے پاس سے گزرے تو فوج کے سالار نے فوج سے پوچھا کہ کیا تم لوگوں نے ان لوگوں سے کچھ

حاصل کیا ہے۔ تو لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے ان سے ایک طہارت کا برتن (یعنی لوٹا) حاصل کیا ہے۔ سالار نے کہا کہ اسے واپس دے دو کیونکہ یہ لوگ ضماد کی قوم ہیں (اور ضماد کے بیعت کر لینے کے باعث امن میں آ چکے ہیں) (مسلم)

قرآن کی تلاوت کرتے رہنے کی تاکید

۳۵۸

حضرت عبداللہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ لازم کر لو اپنے آپ پر دو شفاؤں کو (ایک) شہد اور (دوسری) قرآن۔ (ابنِ ماجہ)

تشریح :- شہد جسمانی بیماریوں کے لیے شفا ہے اور قرآن پاک روحانی بیماریوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل آیت ۶۹ میں شہد کے متعلق فرمایا ہے :

فِیۡہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ (اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے)

اور سورۃ بنی اسرآئیل آیت ۸۲ میں کلام پاک کے بارے میں فرمایا ہے :

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا ہُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۙ

(ہم اس قرآن کے سلسلۂ تنزیل میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے) لہٰذا حضورؐ نے ہدایت فرمائی ہے کہ ان دونوں شفاؤں کو لازم پکڑ لو تاکہ جسم اور روح دونوں تندرست رہیں۔

۳۵۹

حضرت ابن عمر رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ قرآن (پڑھنے) والے کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کے مالک جیسی ہے کہ اگر وہ اُس اونٹ

کی نگہبانی کرے گا تو اسے روکے رکھے گا اور اگر اسے چھوڑ دے گا تو وہ چلا جائے گا (بخاری)

تشریح:- حضورؐ کی مراد یہ تھی کہ قرآن کی تلاوت جاری رہنی چاہیے اگر تلاوت کا دھیان نہیں رکھا جائے گا تو قرآن بہت جلد ذہن سے نکل جائے گا جس طرح اونٹ کا مالک اگر اپنے اونٹ کو باندھے رکھے گا تو وہ اسے بھاگ جانے سے محفوظ رکھے گا اور اگر اسے باندھ کر نہیں رکھے گا تو وہ بھاگ جائے گا۔

(۲۶۰)

حضرت ابو موسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ قرآن کی نگہبانی کرو (یعنی اس کی تلاوت کرتے رہو) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی جان ہے کہ جتنی جلدی اونٹ اپنا بندھن توڑ کر بھاگتا ہے اس سے زیادہ جلدی قرآن (ذہن سے نکل) بھاگتا ہے (مسلم)

تشریح:- قرآن کی یہ خصوصیت کہ وہ جلد بھول جاتا ہے بڑی حکمت پر مبنی ہے کیونکہ جو شخص اس بات کا خواہش مند ہوگا کہ قرآن اسے یاد رہے وہ پھر اس پر مجبور ہوگا کہ التزام سے اس کی تلاوت کرتا رہے۔ اور یہ شے اس کے لیے بے پناہ اجر و ثواب کا باعث بنتی رہے گی۔

قرآن سیکھنے، سکھانے، اور اس کی تلاوت کرنے کی فضیلت:

(۲۶۱)

حضرت عثمانؓ بن عفّان بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے

فرمایا کہ تم میں سے سب سے زیادہ فضیلت والا وہ ہے جس نے (خود) قرآن کا علم حاصل کیا اور (دوسروں کو) اس کی تعلیم دی۔ (بخاری)

۳۶۲

حضرت ابوموسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پڑھنے والے (مومن) کی مثال سنگترے کی سی ہے کہ اس کا ذائقہ بھی عمدہ ہوتا ہے اور خوشبو بھی عمدہ۔ اور وہ (مومن) جو قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ اس کا ذائقہ تو عمدہ ہوتا ہے مگر اس میں خوشبو نہیں ہوتی۔ اور جو فاسق قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال گل ریحان کی سی ہے کہ اس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے مگر ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اور قرآن نہ پڑھنے والے فاسق کی مثال اندرائن (کے پھل) جیسی ہے کہ اس کا ذائقہ بھی کڑوا ہوتا ہے اور اس میں خوشبو بھی نہیں ہوتی۔

(بخاری)

۳۶۳

حضرت عبداللہؓ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی کتاب کا ایک حرف پڑھا اس کو وہ ایک حرف پڑھنے کی وجہ سے ایک نیکی ملے گی اور نیکی دس گنا ہوتی ہے (تو گویا جس نے قرآن پاک کا ایک حرف بھی پڑھا اُسے دس نیکیوں کا ثواب عطا ہوگا۔ پھر حضورؐ نے یوں وضاحت فرمائی کہ) میں یہ نہیں کہہ رہا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک (علیحدہ) حرف ہے اور لام ایک (علیحدہ) حرف ہے اور میم ایک (علیحدہ) حرف ہے (تو گویا الٓمٓ پڑھنے ہی سے پڑھنے والے کو تیس۳۰ نیکیاں مل جائیں گی) (ترمذی)

۳۶۴

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر رشک کرو تو صرف دو پر کرو۔ ایک اس شخص پر جسے خدا نے قرآن کا علم دیا اور وہ اُسے دن رات پڑھتا ہے تو اس کا ہمسایہ سُن کر کہتا ہے کہ کاش کہ مجھے بھی (قرآن کا علم) دیا جاتا۔ جیسے اس شخص کو دیا گیا ہے تو میں بھی اسی طرح (تلاوت) کرتا جیسے یہ کرتا ہے۔ دوسرے اس شخص پر جسے اللہ نے مال دیا اور وہ اسے راہ حق میں صرف کرتا ہے تو اُسے ایسا کرتے دیکھ کر کوئی شخص کہہ اٹھتا ہے کہ کاش کہ مجھے بھی اس شخص کی طرح (مال) دیا جاتا تو میں بھی اسی طرح (صرف) کرتا جیسے یہ کرتا ہے۔
(بخاری)

۳۶۵

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن (پڑھنے) والا قیامت کے دن پیش ہوگا تو قرآن کہے گا کہ اے میرے رب اسے جوڑا پہنا۔ پس اُسے عزت اور کرامت کا تاج پہنایا جائے گا۔ پھر قرآن کہے گا کہ اے میرے رب اسے اور زیادہ پہنا تو اسے عزت اور کرامت کا جوڑا پہنایا جائیگا۔ پھر قرآن کہے گا کہ اے میرے رب، اس سے راضی ہو جا۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا۔ پھر اسے کہا جائے گا کہ (قرآن) پڑھو اور (بلند درجات پر) چڑھ جاؤ۔ اور ہر آیت کے بدلے اس کی ایک نیکی بڑھائی جائے گی۔ (ترمذی)

۳۶۶

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ قرآن (پڑھنے) والے سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور (بلند درجات پر) چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسے تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا۔ جیسے جیسے تو پڑھتا جائے گا تیرا رتبہ بلند سے بلند تر ہوتا جائے گا۔ پھر) جس رتبے پر تو آخری آیت پڑھ کر پہنچے گا وہی تیرا (انتہائی) رتبہ ہوگا۔ (ترمذی)

۳۶۷

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں قرآن کا کوئی حصہ نہیں وہ اجڑے ہوئے گھر کی مانند ہے (ترمذی)

تشریح: دلوں کی آبادی ایمان، صحیح عقائد اور نیک اعمال کے ارادوں سے ہوتی ہے اور قرآن یہ خوبیاں پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا جس دل میں قرآن کا کوئی حصہ نہ ہوگا وہ دل بربادی کا شکار ہوگا۔

۳۶۸

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن میں مہارت رکھنے والا (قیامت کے دن) پیغام لانے والے، عزت دار، نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور جو (ماہر نہیں اور) قرآن پڑھتے ہوئے اٹکتا ہے اور اسے تلاوت کرتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے تو اس کے لیے دہرا اجر ہے۔ (مسلم)

تشریح: دہرا اجر اس لیے کہ وہ ایک ماہر کی نسبت زیادہ تکلیف اٹھا کر قرآن پڑھ رہا ہے۔ اس حدیث میں ان لوگوں کو جو ماہر نہیں اس بات کا شوق دلایا گیا ہے کہ ماہر نہ ہونے کے باوجود تلاوت کرتے رہیں۔ ظاہر ہے کہ پڑھتے رہیں گے تو انشاء اللہ ماہر بھی ہو جائیں گے۔ یہاں جو ماہر نہ ہونے

والوں کو دُگنے ثواب کی خوشخبری سنائی گئی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ ماہروں کا رُتبہ خدانخواستہ کم ہوگا۔ ان کے متعلق تو فرما ہی دیا گیا ہے کہ وہ "پیغام لانے والے، عزّت دار، نیکو کار" فرشتوں کے ساتھ ہوں گے۔ البتہ غیر ماہروں کو بھی اگر وہ تکلیف اٹھا کر قرآن پڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ بہت ثواب عنایت فرمائیں گے۔

۳۶۹

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی مومن کی دنیوی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دُور کی۔ اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی سختیوں میں سے کوئی سختی دور فرمائے گا،

اور جس نے کسی تنگ دست پر آسانی کی، حق تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا۔

اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، حق تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی عیب پوشی کرے گا۔

اور جب تک بندہ اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کی امداد فرماتا رہتا ہے۔

اور جو شخص حصولِ علم کی راہ پر چلا، حق تعالیٰ اس کے سبب اس کے لیے بہشت کا راستہ آسان کر دے گا۔

اور جو لوگ خدا کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوئے اور اللہ کی کتاب کی تلاوت کی اور باہم اُسے پڑھتے پڑھاتے رہے تو ان پر سکونِ قلب اترتا ہے اور خدا کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان پر سایہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان (فرشتوں) کے درمیان کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔

اور جس شخص کو اس کے (بُرے) عمل نے (قیامت کے دن) پیچھے ڈال دیا اس کا نسب اُسے آگے نہیں بڑھائے گا۔ (مسلم)

(۲۷۰)

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دسؔ آیات کے ساتھ قیام کیا وہ غافلوں میں نہیں لکھا جائے گا۔ اور جس نے سوؔ آیات کے ساتھ قیام کیا فرمانبرداروں میں لکھا جائے گا اور جس نے ہزارؔ آیات کے ساتھ قیام کیا وہ ان لوگوں میں لکھا جائے گا جو بہت زیادہ ثواب جمع کرتے ہیں۔ (ابوداؤد)

تشریح:۔ دسؔ آیات یا سوؔ آیات یا ہزارؔ آیات کے ساتھ قیام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رات کو عبادت کرتے ہوئے قیام میں اتنی آیات پڑھی جائیں۔

(۲۷۱)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی سجدے کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا علیحدہ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے افسوس، آدمؑ کے بیٹے کو سجدے کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کر لیا اور اس کے لیے جنت ہے اور مجھے سجدے کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کیا، پس میرے لیے دوزخ ہے۔ (مسلم)

(۲۷۲)

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے

شہیدوں (کو دفن کرتے وقت ان) میں سے دو دو کو ایک ایک کپڑے میں لپیٹتے تھے اور پھر فرماتے تھے کہ ان میں سے کون قرآن کو زیادہ یاد کرنے والا تھا۔ پھر جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کر کے آپ کو بتایا جاتا تو آپ اُسے قبر میں پہلے رکھتے اور فرماتے کہ میں قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گا اور حضورؐ نے حکم دیا کہ انہیں ان کے خون سمیت دفن کر دیا جائے۔ لہٰذا نہ انہیں غسل دیا گیا اور نہ ان پر نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ (بخاری)

تشریح :- شہید کی نمازِ جنازہ پڑھی جانے کے بارے میں فقہا کی دو رائیں ہیں۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی اور دوسرے کا خیال ہے کہ پڑھی جاتی ہے۔

۲۷۲

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جب وہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس جائے تو وہاں تین حاملہ، بڑی بڑی اور موٹی تازی اونٹنیاں پائے۔ ہم نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تین آیات جو تم میں سے کوئی اپنی نماز میں پڑھے اس کے لیے بہتر ہیں تین حاملہ، بڑی بڑی، موٹی تازی اونٹنیوں سے۔ (مسلم)

تشریح :- عربوں کے ہاں اونٹ اور اونٹنیاں قیمتی مال سمجھی جاتی تھیں وہ ان کا گوشت کھاتے تھے، ان کا دودھ پیتے تھے، ان کے چمڑے سے خیمے بناتے تھے اور ان کے ذریعے لمبے لمبے بے تکلیف وہ سفر طے کرتے تھے۔

(۲۷۴)

سہل بن معاذ جہنی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن پڑھا اور جو تعلیمات اس میں ہیں اُن پر عمل کیا اس کے والدین کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی کا یہ عالم ہوگا کہ اگر تمہارے پاس سورج ہوتا (اور اس سے تم اپنے گھروں کو روشن کرتے) تو ان دنیوی گھروں میں سورج کی روشنی اتنی نہ ہوتی (جتنی اس تاج کی ہوگی۔ اب اگر والدین کے رتبے کا یہ عالم ہوگا) تو پھر تمہارا کیا خیال ہے خود اس کے بارے میں جس نے قرآن پر عمل کیا ہوگا (کہ اس کا رتبہ کتنا بڑا ہوگا) (ابوداؤد)

(۲۷۵)

عامر بن واثلہ بیان کرتے ہیں کہ نافع بن عبدالحارث جنہیں حضرت عمرؓ نے مکہ کا حاکم بنایا ہوا تھا حضرت عمرؓ کو عسفان (کی بستی) میں ملے (جو مکے سے دو منزل کے فاصلے پر ہے) حضرت عمرؓ نے اُن سے پوچھا کہ تم وادی والوں (یعنی اہل مکہ) پر کس کو حاکم بنا آئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ابن اُبزیٰ کو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ابنِ اُبزیٰ کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک آزاد کردہ غلام ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم اہل مکہ پر ایک آزاد کردہ غلام کو اپنا قائم مقام بنا آئے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے قاری ہیں۔ اور احکام و فرائض کو (خوب) جاننے والے ہیں (اس پر) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بے شک تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس

کتاب کے ذریعے بعض لوگوں کے درجے بلند کرتا ہے اور بعض کو گرا دیتا ہے (لہٰذا اس پاک کتاب کے تعلق نے ایک غلام کو مکہ مکرمہ کا حاکم بنا دیا) (مسلم)

۲۷۶

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنا یہ بھی ہے کہ تین انسانوں کی عزت کی جائے۔

(یعنی) بوڑھے مسلمان کی اور اس ماہر قرآن کی جو نہ اس میں مبالغہ کرنے والا ہو نہ کمی اور انصاف کرنے والے حاکم کی۔

(ابو داؤد)

تشریح: قرآن کے معاملے میں مبالغہ کرنا یہ ہے کہ قرآن کے بیانات اور احکام کے بارے میں وسوسوں اور شکوک کو راہ دی جائے یا آیات میں سے اپنے مطلب اور مرضی کے احکام نکالنے کی کوشش کی جائے یا اس کی تلاوت کرتے ہوئے حد سے زیادہ جلدی کی جائے وغیرہ وغیرہ۔ اور قرآن میں کمی کرنا یہ ہے کہ اس کی تلاوت کرنے میں سستی برتی جائے، اس کے احکام پر عمل کرنے میں کوتاہی کی جائے اور اسے یاد کر کے بے پرواہی کے باعث بھلا دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔

باب ۱۶

خاص خاص سورتوں اور خاص خاص آیات کی فضیلت

سورۃ الفاتحۃ

۲۷۷

ابو سعیدؓ بن المعلیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ پس میں نے آپؐ کو جواب نہ دیا (نماز ختم کرنے کے بعد) میں نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ارشاد نہیں فرمایا کہ جب خدا اور رسولؐ تمہیں بلائیں تو جواب دو۔ پھر فرمایا کہ کیا میں تمہارے مسجد سے نکلنے سے پہلے تمہیں قرآن کی سب سے عظیم سورت نہ سکھا دوں۔ پھر آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر جب ہم نے (مسجد سے) نکلنے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ کیا میں تمہیں قرآن کی سب سے عظیم سورت نہ سکھا دوں (تو اب مجھے وہ عظیم سورت سکھائیے) آپؐ نے فرمایا کہ (وہ

سب سے عظیم سورت) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (ہے) یہی اَلسَّبْعُ الْمَثَانِیْ اور اَلْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ ہے جو مجھے دی گئی ہے۔ (بخاری)

تشریح:۔ اَلسَّبْعُ الْمَثَانِیْ کا مطلب ہے وہ سات آیات جو بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ سورۃ الفاتحۃ کو اَلسَّبْعُ الْمَثَانِیْ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں سات آیات ہیں اور چونکہ سورۃ الفاتحۃ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے، اس لیے یہ آیات بار بار دہرائی جاتی ہیں

۲۷۸

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ (ایک روز) جب حضرت جبرئیل علیہ السلام رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے حضورؐ نے اپنے اُوپر سے ایک آواز سُنی۔ آپؐ نے اپنا سر اُٹھایا تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھولا گیا ہے اور جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا۔ پھر اس میں سے ایک فرشتہ نیچے اُترا تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو زمین کی طرف اُترا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں اترا تھا۔ پھر اُس (فرشتے) نے (حضورؐ کو) سلام کیا اور کہا کہ آپؐ کو دو نوروں کی خوش خبری ہو جو آپؐ کو دیے گئے ہیں اور جو آپؐ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے، (ایک) فاتحۃ الکتاب (یعنی سورہ فاتحہ) اور (دوسرے) سورہ البقرہ کی آخری آیات۔ آپ جو حرف بھی ان دونوں میں سے تلاوت کریں گے تو لازماً آپ کو اس پر اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔ (مسلم)

سورۃ البقرۃ:

۲۷۹

حضرت اُسیدؓ بن حُضَیر بیان کرتے ہیں کہ وہ رات کو سورہ البقرہ پڑھ رہے تھے

اور ان کی گھوڑی ان کے قریب بندھی ہوئی تھی۔ اچانک گھوڑی بدکنے لگی پھر وہ خاموش ہو گئے تو پھر گھوڑی ٹھہر گئی۔ پھر وہ پڑھنے لگے تو پھر گھوڑی بدکنے لگی۔ اس کے بعد وہ (پڑھنے سے) رک گئے، کیونکہ ان کا بیٹا یحییٰ گھوڑی کے قریب ہی (سویا ہوا) تھا اور وہ ڈر گئے کہ کہیں گھوڑی اُسے تکلیف نہ پہنچادے۔ جب انہوں نے اپنے لڑکے کو وہاں سے ہٹا لیا تو انہوں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو انہیں آسمان نظر نہ آیا۔ پھر جب صبح ہوئی تو انہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سارا واقعہ سنایا تو حضورؐ نے اُن سے فرمایا کہ اے ابن حُضَیرؓ تم پڑھتے رہتے، اے ابن حُضَیرؓ تم پڑھتے رہتے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ، میں ڈر گیا تھا کہ کہیں وہ یحییٰ کو کچل نہ ڈالے کیونکہ وہ اُس کے قریب ہی تھا۔ اس لیے میں نے اپنا سر اٹھا لیا اور یحییٰ کی طرف متوجہ ہو گیا (پھر انہوں نے حضورؐ کو بعد کا واقعہ سناتے ہوئے عرض کیا کہ) میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا تو (مجھے آسمان نظر نہ آیا بلکہ) ایک سائبان سا نظر آیا جس میں چراغوں کی مانند روشنیاں تھیں۔ پھر میں باہر نکلا تو مجھے وہ دکھائی نہ دیا (حضرت ابن حضیرؓ کی یہ بات سن کر) حضورؐ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ وہ کیا تھا۔ حضرت ابنِ حُضَیرؓ نے عرض کیا کہ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ تو فرشتے تھے جو تیری آواز سن کر قریب آ گئے تھے اور اگر تو پڑھتا رہتا تو صبح تک رہتے (اور) لوگ انہیں دیکھتے، وہ ان سے نہ چھپتے۔ (بخاری)

(۳۸۰)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ (بلکہ گھروں میں بھی سنتیں اور نفل ادا کیا کرو اور نماز میں قرآن پڑھا کرو) کیونکہ شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۃ البقرہ پڑھی جاتی ہے۔ (مسلم)

سُورۃ البقرۃ اور سُورۃ آلِ عمران

۳۸۱

ابوامامہ باہلیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ (اے لوگو) قرآن پڑھو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفاعت کرنے والا بن کر آئے گا، (اے لوگو) دو چمکتی ہوئی روشن سورتیں پڑھو یعنی البقرہ اور آل عمران کیونکہ وہ قیامت کے دن (اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرنے کے لیے اس طرح) آئیں گی گویا کہ وہ بادل کے دو ٹکڑے ہوں گی، یا گویا کہ وہ دو سائبان ہوں گی، یا گویا کہ وہ صفیں بنا کر اڑتے ہوئے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہوں گی، اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے حجت پیش کر رہی ہوں گی (تاکہ انہیں عذاب سے بچا لیں۔ اے لوگو) سورۃ البقرہ پڑھو کیونکہ اس کا پڑھنا (موجب) برکت ہے اور اسے چھوڑ دینا (موجب) حسرت ہے اور بَطَلَہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ (اس حدیث کے ایک راوی) مُعَاوِیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بَطَلَہ کا مطلب جادوگر ہے (لہٰذا حضورؐ کے فرمان کا مطلب یہ ہوا جادوگر سورہ البقرہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے) (مسلم)

سُورۃ بنی اسرآئیل اور سُورۃ الزُّمَر

۳۸۲

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب تک سورۃ

بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اور سُورۃ الزُّمَر نہیں پڑھ لیتے تھے اس وقت تک سوتے نہیں تھے۔ (ترمذی)

سُورَۃُ الْکَہْفِ

(۲۸۳)

حضرت بَرَاءؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سورۃ الکہف پڑھ رہا تھا اور اس کے پاس ہی ایک گھوڑا دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ اس شخص پر ایک بادل (سا) چھا گیا اور بتدریج اس کے قریب آنے لگا اور اس کا گھوڑا بدکنے لگا۔ پھر جب صبح ہوئی تو وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ کو یہ واقعہ سنایا حضورؐ نے فرمایا کہ وہ تو سکینہ تھا جو قرآن (کے پڑھے جانے) کے باعث نازل ہوا تھا (سکینہ یعنی سکون وطمانیت کا فرشتہ) (بخاری)

سُوْرَۃُ الْفَتْحِ :

(۲۸۴)

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی سفر میں رات کے وقت چل رہے تھے اور حضرت عمرؓ بن خطاب بھی آپؐ کے ساتھ چل رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے کوئی بات پوچھی تو حضورؐ نے انہیں جواب نہ دیا۔ انہوں نے حضورؐ سے پھر پوچھا۔ حضورؐ نے انہیں پھر جواب نہ دیا۔ انہوں نے پھر (تیسری مرتبہ) حضورؐ سے پوچھا، حضورؐ نے پھر انہیں جواب نہ

دیا (اس پر) حضرت عمرؓ (سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئے اور) پکار اٹھے کہ اے عمرؓ تیری ماں تجھے کھوئے، تو نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تین دفعہ بات پوچھنے پر اصرار کیا، مگر ہر بار حضورؐ نے تجھے جواب نہیں دیا۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی (اور اسے تیز کر دیا) یہاں تک کہ میں لوگوں سے آگے ہو گیا، میرے دل میں خوف تھا کہ (حضورؐ مجھ سے ناراض ہیں، لہٰذا) میرے بارے میں قرآن نازل ہو گا (ابھی) تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ میں نے کسی پکارنے والے (کی آواز) کو سنا جو مجھے پکار رہا تھا تو میں کہہ اٹھا کہ میں تو (پہلے ہی) خوف زدہ تھا کہ میرے بارے میں قرآن نازل ہوا ہو گا، پھر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپؐ کو سلام کیا۔ آپؐ نے (جواب دے کر) فرمایا کہ آج کی رات مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ پھر آپؐ نے پڑھا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا (بے شک ہم نے آپ کو کھلی کھلی فتح عطا فرمائی) (مؤطا)

تشریح:۔ حضورؐ کا حضرت عمرؓ کو جواب نہ دینا ناراضی کے باعث نہ تھا بلکہ غالباً اس لیے تھا کہ حضورؐ پر اس وقت سورۃ الفتح کی آیات نازل ہو رہی تھیں جن کے بارے میں بعد میں حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو بتایا بھی۔ حضرت عمرؓ اپنی شدت محبت کے باعث جواب نہ ملنے پر بے انتہا پریشان ہو گئے اور ان کے دل میں خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں کلام پاک میں اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ناراضی کی آیات نہ نازل فرما دیں۔

سُوْرَةُ الْمُلْكِ:

(۳۸۵) ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ حمید بن عبدالرحمٰنؒ بن عوف نے ان سے کہا کہ قُلْ

ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ تہائی قرآن کے برابر ہے اور تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْكُ (یعنی سورۃ الملک) اپنے پڑھنے والے (کو بخشوانے کے لیے اس) کی طرف سے جھگڑا کرے گی۔ (موطا)

۳۸۶

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پاک میں ایک سورت ہے جس کی تیس ۳۰ آیات ہیں وہ شفاعت کرے گی (اس شخص کی (جو اسے پڑھتا رہا ہوگا) یہاں تک کہ اس شخص کو بخش دیا جائے گا۔ وہ (سورت) تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْكُ ہے۔ (ترمذی)

سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ

۳۸۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ جمع ہو جاؤ، میں عنقریب تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھتا ہوں۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر جنہوں نے جمع ہونا تھا جمع ہو گئے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھی اور پھر اندر تشریف لے گئے۔ اس پر ہم نے ایک دوسرے سے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں عنقریب تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھتا ہوں (مگر آپؐ صرف سورہ اخلاص پڑھ کر اندر تشریف لے گئے ہیں) ہمارا خیال ہے کہ یہ کوئی خبر ہے جو آسمان سے حضورؐ کے پاس آئی ہے (اسی لیے آپؐ اندر تشریف لے گئے ہیں) پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم (دوبارہ) باہر نکلے اور فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ میں عنقریب تمہارے

سامنے تہائی قرآن پڑھتا ہوں (سو میں نے تمہارے سامنے سورۃ الاخلاص پڑھ دی ہے) سن لو کہ یہ (سورۂ اخلاص) تہائی قرآن کے برابر ہے۔
(ترمذی)

۳۸۸

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں ایک صاحب تھے جو مسجد قباء میں لوگوں کی امامت کیا کرتے تھے ان کا طریقہ یہ تھا کہ جن نمازوں میں قراءت (بلند آواز میں) کی جاتی ہے ان میں سے کسی نماز میں جب وہ نمازیوں کے لیے کوئی سورت پڑھنی شروع کرتے تو آغاز قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سے کرتے۔ اس سے فارغ ہو کر پھر اس کے ساتھ کوئی اور سورت بھی پڑھتے۔ وہ ہر رکعت میں ایسے ہی کیا کرتے۔ اس پر ان کے ساتھیوں نے (اس معاملے میں) ان سے گفتگو کی اور کہا کہ آپ اس سورت سے آغاز کرتے ہیں، پھر اسے اپنے لیے کافی نہیں سمجھتے اور اس کے ساتھ ایک اور سورت پڑھتے ہیں۔ پس یا تو آپ اسی کو پڑھا کریں یا پھر اس کو چھوڑ کر کوئی دوسری پڑھا کریں۔ وہ کہنے لگے کہ میں تو اسے نہیں چھوڑوں گا۔ اگر تم لوگ پسند کرتے ہو کہ میں اسی طرح تمہاری امامت کرتا رہوں تو میں کرتا رہوں گا اور اگر تمہیں یہ ناپسند ہے تو میں تمہاری امامت چھوڑ دوں گا (اور وہ لوگ جانتے تھے کہ وہ (امام) ان (سب) سے افضل ہیں، اس لیے وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کے علاوہ کوئی اور ان کا امام بنے۔ پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے آپؐ کو یہ بات بتائی۔ آپؐ نے (ان امام سے) فرمایا کہ اے فلاں تمہیں اس سے کیا چیز مانع ہے کہ تم وہی کرو جو تمہارے ساتھی کہتے ہیں اور تمہیں ہر رکعت میں اس سورت کو لازم کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے۔ ان (امام) نے عرض کیا کہ میں (اسے ہر رکعت میں اس لیے پڑھتا ہوں کہ میں) اس سے محبت رکھتا ہوں (یہ سن کر) حضورؐ نے فرمایا کہ تیرا اس سے محبت رکھنا تجھے جنت میں داخل کر دے گا۔ (بخاری)

تشریح :- ہمارے ہاں یہ عام دستور ہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پڑھنا ہی ضروری سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ ضروری نہیں۔ سورہ فاتحہ کے بعد قرآن مجید کا کوئی حصہ پڑھا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی ایک سے زیادہ سورتیں پڑھنے کی بھی ممانعت نہیں۔ مسجد قباء کے نمازیوں نے جو اپنے امام سے گفتگو کی وہ اس لیے کہ انہوں نے سمجھا کہ شاید امام صرف سورہ اخلاص پڑھنے کو کافی نہیں سمجھتے۔ حضورؐ نے بھی ان کی بات سن کر امام سے جو فرمایا کہ تم اپنے ساتھیوں کی بات کیوں نہیں مانتے اس میں حضورؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ تم کرتے ہو وہ غلط ہے۔ پھر امام کے یہ کہنے پر کہ میں اس سورۃ سے محبت رکھتا ہوں آپؐ نے جو فرمایا کہ اس کی محبت تمہیں جنت میں داخل کردے گی اس سے سورۃ اخلاص کی فضیلت واضح ہو جاتی ہے۔

(۳۸۹)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو ایک دستۂ فوج کا امیر بنا کر بھیجا۔ وہ نماز میں اپنے ساتھیوں کے لیے قراءت کیا کرتے تھے اور ہمیشہ اسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پر ختم کرتے تھے۔ جب اہلِ لشکر واپس لوٹے تو انہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ وہ ایسے کیوں کرتا تھا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ (ایسی سورت ہے جس میں) رحمٰن کی صفت ہے اور میں اس بات سے محبت رکھتا ہوں کہ اسے پڑھوں اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے بتا دو کہ خدا اس سے محبت رکھتا ہے۔ (بخاری)

(۳۹۰)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آیا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھتے سُنا تو آپؐ نے فرمایا کہ "واجب ہو گئی"۔ میں نے آپؐ سے عرض کیا کہ کیا (واجب ہو گئی) یا رسول اللہ؟۔ آپؐ نے فرمایا کہ جنت۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ اس شخص کے پاس جاؤں اور اُسے خوشخبری دُوں مگر پھر میں ڈر گیا کہ کہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو میں نے صبح کا کھانا کھانا ہے وہ نہ رہ جائے۔ پس میں نے پہلے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کا کھانا کھایا اور پھر اس شخص کی طرف گیا تو دیکھا کہ وہ جا چکا تھا۔ (مُؤطّا)

مُعَوِّذَتَیْن (یعنی سُورۃُ الفَلَق اور سُورۃُ النَّاس)

مُعَوِّذَتَیْن کا مطلب ہے دو ایسی سُورتیں جن میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے یہ دونوں سُورتیں پناہ مانگنے کے لحاظ سے بڑی جامع ہیں اور ان کے اندر تمام اقسام کی شروں سے اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے۔

۳۹۱

حضرت عُقبہ بن عامر جُہنیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کچھ آیات نازل فرمائی ہیں جن کی مثال نہیں دیکھی گئی (وہ آیات یہ ہیں) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ سورۃ کے آخر تک اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ سورت کے آخر تک۔ (ترمذی)

۳۹۲

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بیماری میں جس میں پھر آپؐ نے وفات پائی مُعَوِّذات پڑھ کر اپنے آپ پر دم کیا کرتے

تھے ۔پھر جب آپ کی بیماری شدید ہو گئی تو پھر میں انہیں پڑھ کر آپؐ پر دم کرتی تھی اور برکت کے لیے خود آپؐ ہی کے ہاتھ کو آپؐ پر پھیرتی تھی (اس حدیث کے ایک اور راوی بیان کرتے ہیں کہ) میں نے (اس حدیث کے ایک دوسرے راوی امام) زہری سے پوچھا کہ حضورؐ کیسے دم کیا کرتے تھے تو انہوں نے بتایا کہ حضورؐ اپنے ہاتھوں پر دم کرتے پھر انہیں اپنے چہرے پر پھیر لیتے ۔ (بخاری)

تشریح :۔ مُعَوِّذَتَین کا مطلب ہے دو ایسی سورتیں جن میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے ۔مگر اس حدیث میں لفظ مُعَوِّذَات استعمال ہوا ہے جو جمع کا صیغہ ہے اور عربی میں جمع کا اطلاق تین کے عدد سے شروع ہوتا ہے ۔ اس لفظ مُعَوِّذَات کی تشریح یوں کی گئی ہے کہ مُعَوِّذَات کہنے سے یا تو یہ مراد ہے کہ حضورؐ سورہ الفلق ، سورہ النّاس اور سورہ اخلاص پڑھتے تھے یا پھر یہ مراد ہے کہ سورہ الفلق اور سورہ الناس اور قرآن پاک کی وہ آیات پڑھتے تھے جن میں اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے ۔یا پھر یہی دو سورتیں یعنی سورہ الفلق اور سورہ الناس ہی مراد ہیں مگر ان کے لیے جمع کا صیغہ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ ان میں دو سے زیادہ چیزوں سے خدا کی پناہ مانگی گئی ہے مثلاً (۱) اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہر شے کی شر سے (۲) اندھیری رات کی شر سے جب وہ چھا جائے (۳) جادو کرنے والیوں کی شر سے (۴) حاسد کی شر سے جب وہ حسد کرے (۵) تمام شیطانوں کی شر سے چاہے وہ جنوں میں سے ہوں یا انسانوں میں سے ۔ پھر ان پانچ چیزوں کے اندر بہت کچھ آجاتا ہے ۔مثلاً اندھیری رات کی شر سے پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام خرابیوں سے پناہ مانگی جارہی ہے جن کا ارتکاب رات کے اندھیرے میں کیا جاتا ہے ۔ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہر شے کی شر سے پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر ممکن قسم کی شر سے خدا کی پناہ مانگی جارہی ہے ۔

(۳۹۳)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ہر رات جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

بستر پر تشریف لاتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان پر قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس پڑھ کر ان پر دَم کرتے اور پھر انہیں جہاں تک ہو سکتا اپنے سارے جسم پر پھیر لیتے۔ آپؐ اپنے سر اور اپنے چہرے اور اپنے جسم کے آگے کے حصے سے ہاتھ پھیرنا شروع کرتے۔ آپؐ تین مرتبہ ایسے کرتے (بخاری)

سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات

۲۶۴

حضرت ابو مسعود انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورہ البقرہ کے آخر کی دو آیتیں (ایسی) ہیں کہ جس نے انہیں رات کو پڑھا تو وہ اس کے لیے کافی ہوں گی۔ (بخاری)

تشریح:- کس بات کے لیے کافی ہوں گی؟ اس کے بارے میں ایک سے زیادہ رائیں ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو رات کو یہ دو آیتیں پڑھے تو اب اُسے رات کے وقت مزید نفل عبادت کرنے کی ضرورت نہیں ان دو آیتوں کی تلاوت ہی اُسے وہ ثواب دلوانے کے لیے کافی ہو جائے گی جو اس نے رات کو نفل عبادت کر کے حاصل کرنا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ جو شخص رات کو یہ دو آیتیں پڑھے گا تو یہ اُسے ہر طرح کی شر سے بچانے کے لیے کافی ہو جائیں گی۔ اسی طرح اور رائیں بھی ہیں۔ ان سب کی روشنی میں جو مفہوم معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ رات کو ان دو آیات کا پڑھنا بہت زیادہ خیر و برکت کا باعث ہوتا ہے۔

آیۃ الکرسی

۳۹۵

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رمضان کی زکوٰۃ (کے مال) کی حفاظت پر مقرر کیا (ایک رات جب میں اس کی حفاظت کر رہا تھا تو) میرے پاس ایک شخص آیا اور لپ بھر کر اناج لینے لگا۔ میں نے اُسے پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ خدا کی قسم میں ضرور تجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤں گا۔ وہ کہنے لگا کہ میں محتاج ہوں اور مجھ پر بال بچوں کی ذمہ داری ہے اور مجھے سخت ضرورت ہے۔ اس پر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہؓ کل رات تیرے قیدی نے کیا کیا۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس نے سخت ضرورت اور اہل وعیال کی (ذمہ داری کی) شکایت کی تو مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یاد رکھو کہ اس نے تمہارے ساتھ جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا۔ پس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمانے پر کہ پھر آئے گا مجھے یقین ہو گیا کہ وہ (واقعی) پھر آئے گا۔ پس میں اس کی تاک میں رہا۔ چنانچہ وہ پھر آیا اور اناج کی لپ بھر کر لینے لگا تو میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں ضرور تمہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں محتاج ہوں اور مجھ پر بال بچوں کی ذمہ داری ہے۔ میں (اب پھر) نہیں آؤں گا۔ پھر مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے اُسے چھوڑ دیا پھر صبح ہوئی تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوہریرہؓ تیرے قیدی نے کیا کیا۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس نے شدید ضرورت اور اہل عیال کی (ذمہ داری کی) شکایت کی تو مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یاد رکھو کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا۔ پس میں تیسری

مرتبہ اس کی تاک میں بیٹھ گیا۔ چنانچہ وہ آیا اور لپ بھر کر اناج لینے لگا تو میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں ضرور ہی تجھے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لے جاؤں گا۔ یہ تیسری بار ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں نہیں آؤں گا مگر پھر آ جاتا ہے اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو، میں تجھے کچھ کلمات سکھاؤں گا جن سے اللہ تجھے فائدہ دے گا۔ میں نے کہا کہ وہ کیا ہیں۔ اس نے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ آیت کے آخر تک پڑھ لیا کرو تو صبح تک اللہ کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والا (فرشتہ) مسلسل تم پر متعین رہے گا اور شیطان ہرگز تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ چنانچہ میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ پھر صبح ہوئی تو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھ سے فرمایا کہ کل رات تیرے قیدی نے کیا کیا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے کچھ کلمات سکھائے گا جن سے اللہ مجھے فائدہ دے گا۔ اس لیے میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ کیا تھے۔ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھے کہا کہ جب تو اپنے بستر پر جائے تو آیۃ الکرسی اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کو شروع سے آخر تک پڑھ لے اور اُس نے مجھے بتایا کہ صبح تک اللہ کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والا (فرشتہ) تم پر متعین رہے گا اور شیطان تمہارے پاس نہیں آنے پائے گا۔ اور صحابہؓ تو خیر کے سب سے زیادہ حریص تھے۔ اس پر رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ البتہ (اس معاملے میں) اُس نے تمہارے ساتھ سچ بولا ہے۔ ویسے وہ ہے بڑا جھوٹا (پھر حضورؐ نے حضرت ابوہریرہؓ سے فرمایا کہ) اے ابوہریرہؓ کیا تم جانتے ہو کہ تین راتوں سے تم کس سے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا کہ نہیں آپؐ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔ (بخاری)

تشریح :- اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جو شخص رات کو سونے سے پہلے آیۃ الکرسی پڑھ لے وہ صبح تک اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے اور شیطان اس کے قریب نہیں آسکتا۔

۳۹۶

حضرت اُبَیؓ بن کعب (جن کی کنیت اَبُوالمُنذر تھی) بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوالمنذرؓ کیا تم جانتے ہو کہ خدا کی کتاب کی کونسی آیت تمہارے پاس سب سے بڑی ہے۔ حضرت اُبَیؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ حضورؐ نے (پھر) فرمایا کہ اے ابوالمنذر کیا تم جانتے ہو کہ خدا کی کتاب کی کونسی آیت تمہارے پاس سب سے بڑی ہے۔ حضرت اُبَیؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ اس پر حضورؐ نے میرے سینے پر (ہاتھ) مارا اور فرمایا اے ابوالمنذرؓ تمہیں علم مبارک ہو۔ (مسلم)

سُورۃ الکَھف کی دس آیات

۳۹۷

حضرت ابوالدَّرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے سورۃ الکَھف کی شروع کی دس آیات یاد کیں وہ دَجّال کے فتنے سے محفوظ رہے گا (مسلم)

تشریح :- دَجل کا مطلب ہے جھوٹ بولنا، اس سے دَجّال ہے یعنی بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا، فریبی، مکّار۔ احادیث میں دجال کا ذکر آتا ہے جو آخر زمانہ میں پیدا ہوگا۔ اس کے ساتھ یہودیوں کا لشکر ہوگا۔ وہ اہل ایمان کو شدید آزمائشوں میں مبتلا کردے گا اور اُن کے مصائب کی انتہا نہیں رہے گی۔ پھر حضرت مسیحؑ نازل ہوں

گے اور دجّال کو قتل کر کے اس کے فتنے کو ختم کریں گے۔ اس حدیث میں سورۃ الکہف کی ابتدائی دس آیتوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ انہیں یاد کرنے والا اس فتنے سے محفوظ رہے گا جس میں دجّال مسلمانوں کو مبتلا کرے گا۔ بعض جگہ ابتدائی دس آیات کے بجائے آخری دس آیات کا ذکر ہے۔ ان آیتوں کو "یاد کرنے" کی تشریح کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ انہیں یاد کر کے اُن کے مضمون پر غور و تدبر کرنا مراد ہے۔

باب ۱۷

تلاوت کے بارے میں ہدایات

ٹھہر ٹھہر کر سکون سے پڑھنا

۳۹۸

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں قرآن کتنی مدت میں ختم کیا کروں آپؐ نے فرمایا کہ ایک مہینے میں ختم کیا کر۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بیسؔ دن میں ختم کیا کر۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ پندرہ دن میں ختم کیا کر۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ دس دن میں ختم کیا کر۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ پانچ دن میں ختم کیا کر۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ مگر آپؐ نے مجھے اس (سے کم دنوں میں قرآن

ختم کرنے) کی اجازت نہ دی (ترمذی)

تشریح :- قرآن کی تلاوت کے بارے میں جو ہدایات دی گئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ جلدی جلدی پڑھنے کو پسند نہیں کیا گیا بلکہ آرام آرام سے ٹھہر ٹھہر کر اور قرآن کے مضامین پر غور و فکر کرتے ہوئے پڑھنا پسندیدہ ہے۔ اب جو شخص بہت کم مدت میں قرآن ختم کرنے کی کوشش کرے گا ظاہر ہے وہ تلاوت کا پورا حق ادا نہیں کر سکے گا۔

سمجھ سمجھ کر پڑھنا

۳۹۹

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قرآن تین دن سے کم میں ختم کیا وہ (اسے) سمجھا نہیں۔ (ترمذی)

تشریح :- اس حدیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن پڑھنے کا زیادہ پسندیدہ طریقہ یہی ہے کہ اُسے سمجھ کر پڑھا جائے، کیونکہ قرآن مسلمانوں کو زندگی گزارنے کا طریقہ بتاتا ہے اور اس طریقے کو جاننا اسی صورت میں ممکن ہے کہ جو کچھ پڑھا جائے اسے سمجھا بھی جائے۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص قرآن کو بہت کم مدت میں ختم کرنے کی کوشش کرے گا وہ اسے ٹھیک طور پر سمجھ نہیں پائے گا۔

خوش آوازی سے پڑھنا

۴۰۰

عبدالجبار بن وَرد کہتے ہیں کہ میں نے ابن اَبی مُلیکہ کو کہتے سنا کہ عبیداللہ بن ابی یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو لُبابہ ہمارے پاس سے گزرے تو ہم ان کے پیچھے پیچھے چل

پڑے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ ہم بھی اندر ان کے پاس آ گئے دیکھا تو وہاں ایک شخص تھا بد حال اور پھٹے حالوں۔ میں نے اُسے کہتے سنا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن کو خوش آوازی سے نہ پڑھے (اس حدیث کے راوی) کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے کہا کہ اے ابو محمد، یہ تو بتایئے کہ اگر کسی کی آواز اچھی نہ ہو تو (وہ کیسے خوش آوازی سے پڑھے)۔ انہوں نے کہا کہ جہاں تک ہو سکے اُسے اچھا بنائے (یا جہاں تک ہو سکے قرآن کو اچھی آواز سے پڑھے) (ابوداؤد)

تشریح :- قرآن کو خوش آوازی سے پڑھنے کا مطلب یہ نہیں کہ اُسے گا گا کر پڑھا جائے۔ بلکہ حتی الامکان اچھی آواز میں اور جہاں تک امکان میں ہو صحیح تلفظ کے ساتھ اور عمدہ ادائگی سے پڑھا جائے۔

پڑھ کر یاد رکھنا

۱۰۸

حضرت سعدؓ بن عُبَادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور پھر (پڑھنا چھوڑ دینے کے باعث) اُسے بھول جاتا ہے وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے گنجا ہو کر ملے گا (یا جذامی ہو کر ملے گا) (ابوداؤد)

پڑھ کر اس پر عمل کرنا

قرآن پاک نے زندگی گزارنے کا وہ ڈھنگ سکھایا ہے جس سے یہ عارضی دنیوی زندگی اور دائمی اُخروی زندگی دونوں سُدھرتی ہیں۔ لہٰذا اُسے پڑھتے ہوئے سمجھتے جانا اور سمجھنے کے بعد اس کے احکام پر عمل کرنا ضروری امر ہے۔ اگرچہ اس کی محض تلاوت بھی بے انتہا خیر و برکت کا باعث ہے، تاہم اس کے بھیجے جانے کا اصل مقصد انسانوں کو ہدایت کی راہ

پر لگانا تھا اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ انسان حتی الامکان اس کے احکام پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کرے۔ جیسے کہ صحابۂ کرامؓ کیا کرتے تھے۔

(۴۰۲)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ کھجور کے درختوں کے لحاظ سے انصار مدینہ میں سب سے زیادہ دولت مند تھے۔ اور اپنے اموال میں سے انہیں (اپنا باغ) بیرحا سب سے زیادہ عزیز تھا۔ یہ باغ مسجد (نبوی) کے سامنے تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اس باغ کا عمدہ اور شیریں پانی پیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ۔

"تم اس وقت تک نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اس شے کو (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو جو تمہیں عزیز ہے۔"

تو ابو طلحہؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے خدا کے رسولؐ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ اور میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب مال بیرحا ہے اور میں اُسے خدا کی راہ میں خیرات کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کے اجر و ثواب کا امیدوار ہوں۔ پس یا رسولؐ اللہ، آپؐ جیسے مناسب سمجھیں اس میں تصرف فرمائیں۔ اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واہ واہ یہ تو مفید مال ہے۔ یہ تو مفید مال ہے (اس کا خیرات کرنا تمہیں بہت فائدہ بخشے گا۔ اچھا) تم نے جو کچھ کہا وہ میں نے سن لیا اور مجھے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو۔ اس پر حضرت ابو طلحہؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ، ایسے ہی کرتا ہوں اور انہوں نے اس باغ کو اپنے رشتہ داروں اور اپنے چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

(ریاض الصالحین بحوالہ مسلم و بخاری)

۴۰۳

امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ ان تک خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سورہ البقرہ کو آٹھ برس تک سیکھتے رہے۔ (مُوَطّا)

تشریح :- واضح رہے کہ عربی حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کی مادری زبان تھی، سورہ البقرہ اُن کے لیے ایسے ہی تھی جیسے ہم میں سے کوئی اردو کی کوئی تحریر پڑھے۔ تو پھر وہ آٹھ برس تک کیا سیکھتے رہے۔ اس کا جواب بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہیں سورہ البقرہ کے مطالب پر غور کرنے، انہیں ذہن نشین کرنے اور اپنی زندگی کو ان احکام کے مطابق ڈھالنے میں اتنی دیر لگی ہو گی۔

۴۰۴

(جریرؓ ابو حیّان سے ایک حدیث بیان کرتے ہیں جس میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ)

اللہ کی کتاب میں ہدایت اور نور ہے، جو اسے چمٹا رہے گا اور اُسے پکڑے رکھے گا وہ ہدایت پر رہے گا اور جس نے اُسے چھوڑ دیا وہ گمراہ ہو جائے گا۔ (مسلم)

کتاب ۴

آخرت

باب ۱۸

ایمان بالآخرت، دُنیا کی بے ثباتی اور موت کا مرحلہ

ایمان بالآخرت

اسلام کا نظریۂ آخرت فرد اور معاشرے دونوں کی اصلاح کے معاملے میں جڑ اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب انسان کے دل میں یہ بات نقش ہو جاتی ہے کہ میں نے ایک دن کہیں جاکر اپنے اعمال کا جواب دینا ہے اور میرے اعمال مجھے ابدی راحت بھی دے سکتے ہیں اور دائمی عذاب بھی تو پھر اُس کے دل میں خود بخود ہی یہ تلاش پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ کیا طرزِ عمل ہے جسے اختیار کر کے میں دائمی عذاب سے بچ سکتا ہوں اور اَبدی راحت حاصل کر سکتا ہوں اور یہ اندرونی جذبۂ تلاش پھر اُسے خدا، رسولؐ، نماز، روزے، امانت و دیانت، پرہیزگاری و پاکبازی، خدا ترسی و فرض شناسی کی راہوں کی طرف لیے چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاک کلام میں دیکھیے کہ جو آیات اور سورتیں بالکل ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی تھیں ان میں عقیدۂ آخرت کا بکثرت ذکر آتا ہے۔ اسلام کے عقیدۂ آخرت میں جن چیزوں پر خصوصی زور دیا گیا ہے وہ حسبِ ذیل ہیں۔

زندگی کی بے ثباتی،
موت کا مرحلہ،
عالم برزخ یا قبر کی مدت قیام کے احوال،
قیامت کا وقوع، حشر و نشر وغیرہ،
انسانوں کے اعمال کی جانچ پڑتال اور حساب،
دنیوی زندگی میں کیے ہوئے اعمال کی بنا پر جنت یا دوزخ کا حصول،
اُخروی زندگی کا دوام،

دُنیا کا حقیر اور بے ثبات ہونا

قرآن و حدیث نے دنیا کو حقیر و بے ثبات کہا ہے جو ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے، تاہم اس بات کو پسندیدہ نہیں سمجھا گیا کہ دنیا سے بالکل علیحدہ ہو کر اور انسانی تعلقات کو توڑ کر گوشہ نشینی اختیار کر لی جائے۔ بلکہ اس عارضی دنیوی زندگی کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے دوران دائمی اُخروی زندگی کو کامیاب بنانے کی تیاری کر لی جائے جو از روئے اسلام اس دنیوی زندگی کو احکام الٰہی کے مطابق بسر کر کے اور انسانی تعلقات کو قائم رکھ کر ہی ہو سکتی ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو اس عارضی دنیوی زندگی کا ہر لمحہ انتہائی قیمتی ہے، کیونکہ انہیں لمحات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں صرف کر کے ہم اپنی دائمی اُخروی زندگی کو آرام و سکون اور مسرت و اطمینان کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔ ذیل کی احادیث میں جو دنیا کے حقیر اور بے ثبات ہونے پر زور دیا گیا ہے تو وہ اس لیے کہ آخرت کے مقابلے میں یہ فی الحقیقت انتہائی بے ثبات اور حد درجے حقیر ہے اور جو لوگ اسے آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنانے کے بجائے خود اسی کو مقصود بنا لیتے ہیں وہ خدا فراموش ہی نہیں بلکہ حد درجے نادان بھی ہیں۔

۴۰۵

یحییٰ بن سعید نے اسمٰعیل سے سُنا۔ اسمٰعیل نے قیس سے سُنا۔ قیس کہتے ہیں کہ میں نے مُستَورِد کو جو بنو فہر کے بھائی تھے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ خدا کی قسم دُنیا آخرت کے مقابلے میں ایسی ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی اس انگلی کو سمندر میں ڈالے اور پھر دیکھے کہ کتنا پانی لے کر لوٹی ہے۔ (یہ حدیث بیان کرتے ہوئے) یحییٰ نے اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔ (مسلم)

تشریح :- حضورؐ کی مراد یہ ہے کہ جس طرح سمندر کے پانی کے مقابلے میں وہ چند قطرے پانی جو انگلی کو لگ جاتا ہے۔ کچھ حیثیت نہیں رکھتا ایسے ہی یہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلے میں بالکل بے حیثیت ہے اپنی مدت کے لحاظ سے بھی اور آرام وچین اور مسرت وسرور کے لحاظ سے بھی۔

۴۰۶

حضرت سہلؓ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ذوالحُلَیفَہ (کے میدان) میں تھے کہ اچانک ایک مُردہ بکری نظر آئی جو اپنا پاؤں اٹھائے ہوئے تھی۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ بکری اپنے مالک کی نگاہ میں ذلیل ہے؟ (پھر فرمایا) پس قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جتنی یہ (مری ہوئی بے کار) بکری اپنے مالک کے نزدیک ذلیل ہے اس سے زیادہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وزن رکھتی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کبھی اس میں سے کسی کافر کو ایک قطرہ (پانی) بھی نہ دیتا۔

(ابن ماجہ)

(۴۰۷)

حضرت انس رضؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آدم کا بیٹا ہے اور یہ اس کی اجل ہے اور (یہ فرماتے ہوئے) آپؐ نے اپنا ہاتھ اپنی گدّی (یعنی گردن کی پشت) کے پاس رکھا، پھر اُسے پھیلایا اور فرمایا کہ اس کی امیدیں وہاں ہیں اور وہاں ہیں۔ (ترمذی)

تشریح: حضورؐ کی مُراد یہ تھی کہ انسان کی موت اس کے بالکل قریب ہے مگر اس کی امیدیں اور آرزوئیں اتنی زیادہ اور اتنی دُور دُور تک پہنچی ہوئی ہوتی ہیں کہ اسے یاد ہی نہیں رہتا کہ موت تو اس کی شہ رگ کے قریب ہی کھڑی ہے۔ وہ اپنی انہیں لمبی لمبی آرزوؤں اور اُمیدوں میں مگن ہوتا ہے کہ موت اچانک اُسے آلیتی ہے۔

(۴۰۸)

حضرت عبداللہ رضؓ بن عمر رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا شانہ پکڑ کر فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہ گویا تو پردیسی یا مسافر ہے۔ (اس کے بعد پھر حضرت ابن عمر رضؓ کہا کرتے تھے کہ جب شام ہو تو صبح کا انتظار نہ کر اور جب صبح ہو تو شام کا منتظر نہ رہ اور اپنی صحت کے زمانے میں اپنی بیماری کے زمانے کے لیے توشہ لے لے اور اپنی زندگی کے دوران اپنی موت کے لیے تیاری کر لے۔ (بخاری)

تشریح: مراد یہ ہے کہ دنیا میں دل لگا کر نہ بیٹھ جا۔ یاد رکھ کہ زندگی کا وقفہ بڑا مختصر ہے۔ جب صحت کی حالت ہو تو زیادہ سے زیادہ نیکیاں کما لے تاکہ بیماری کی حالت میں جب کچھ نہیں کر سکے گا تو اس کی کمی پوری ہو جائے اور جب تک زندگی ہے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کر لے تاکہ آخرت میں درجات بلند

۴۰۹

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کے کسی حصے کو پکڑ کر فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہ گویا کہ تو پردیسی یا مسافر ہے اور اپنے آپ کو قبروں والوں میں شمار کر (مجاہد کہتے ہیں کہ یہ حدیث سنانے کے بعد) پھر حضرت ابن عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ جب صبح ہو تو اپنے دل سے شام کی باتیں مت کر اور جب شام ہو تو اپنے دل سے صبح کی باتیں مت کر اور بیمار ہونے سے پہلے اپنی صحت میں سے توشہ لے لے اور موت آنے سے پہلے اپنی زندگی سے توشہ لے لے، کیونکہ اے خدا کے بندے، تو نہیں جانتا کہ کل تیرا کیا نام ہوگا (زندہ یا مردہ، نیک یا بد، خوش بخت یا بدبخت۔ لہٰذا جب تک فرصتِ حیات میسر ہے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کر لے) (ترمذی)

۴۱۰

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعراء نے جو کچھ کہا ہے اس میں سب سے سچا بیت یہ ہے۔

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہُ بَاطِلٌ

آگاہ رہو کہ خدا کے سوا ہر شے باطل ہے (مسلم)

۴۱۱

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت۔ (مسلم)

تشریح :- دنیا کے مومن کا قید خانہ ہونے کا مطلب یہ بتایا جاتا ہے کہ زندگی میں مومن اعمال نیک کرنے اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے مشقتیں کرتا

رہتا ہے اور موت کے بعد ایسی راحت اور امن وسکون کی زندگی حاصل کر لیتا ہے جس میں کسی قسم کی کوئی پریشانی یا غم فکر نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس راحت دوام کے مقابلے میں اس کی دنیا کی زندگی گویا قید خانہ ہے۔ اس کے برعکس کافر اس دنیوی زندگی میں نیکی اور رضائے الٰہی کے لیے مشقت بھی نہیں اٹھاتا اور اگرچہ وہ بھی زندگی کے دکھ سکھ کا مقابلہ کرنے پر مجبور رہتا ہے تاہم جو ہولناک عذاب اسے موت کے بعد ملتا ہے اس کے مقابلے میں اس کی دنیا کی زندگی گویا بہشت ہے۔

(۴۱۲)

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم (مدینے کے پاس والے ایک گاؤں) العالیہ کے کسی حصے سے (مدینہ منورہ کی طرف) آرہے تھے آپؐ بازار کے پاس سے گزرے اور آپؐ کے دونوں طرف لوگ تھے۔ آپؐ بکری کے ایک چھوٹے کانوں والے مردہ بچے کے پاس سے گزرے۔ حضورؐ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اُسے کان سے پکڑا پھر (لوگوں کو مخاطب کر کے) فرمایا کہ تم میں کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اسے ایک درہم کے عوض لے لے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم تو اسے کسی بھی شے کے عوض لینا پسند نہیں کرتے اور ہم نے اسے کرنا ہی کیا ہے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ یہ تمہیں مل جائے۔ انھوں نے عرض کیا کہ خدا کی قسم اگر یہ زندہ بھی ہوتا تو بھی یہ عیب دار تھا کیونکہ یہ چھوٹے کانوں والا ہے اور اب جب یہ ساتھ مرا ہوا بھی ہے تو ہم اسے لینا کیسے پسند کر سکتے ہیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم جتنا یہ بچہ تمہاری نگاہوں میں ذلیل ہے دُنیا اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس سے زیادہ ذلیل ہے۔ (مسلم)

(۴۱۳)

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر سو گئے

پھر آپؐ اٹھے تو جسم مبارک پر چٹائی (کی بناوٹ) کے نشانات نمایاں تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر ہم آپؐ کے لئے (نرم) بستر بچھا دیں (تو یہ اس سے بہتر ہے کہ آپؐ چٹائی پر سوئیں اور وہ آپؐ کے جسم مبارک پر نشانات ڈال دے) آپؐ نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا تعلق ہے تو دنیا میں اسی طرح ہوں جیسے ایک سوار (دوران سفر) سایہ حاصل کرنے کے لیے ایک درخت کے نیچے ٹھہرا۔ پھر اُسے چھوڑ کر چل دیا۔ (ترمذی)

موت کا مرحلہ :-

۴۱۴

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لکیریں کھینچیں (اور) پھر فرمایا کہ یہ (انسان کی لمبی لمبی) آرزوئیں ہیں اور یہ اُس کی موت ہے (جو اس کے بالکل قریب ہے) پس وہ اسی طرح (امیدوں اور آرزوؤں کی حالت میں) ہوتا ہے کہ قریبی لکیر (یعنی موت) اُسے آلیتی ہے (بخاری)

۴۱۵

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (چار لکیریں کھینچ کر) ایک مربع شکل بنائی اور اس کے وسط میں ایک لکیر کھینچی جو اس (مربعے) سے باہر نکلی ہوئی تھی اور وسطی لکیر کے اس حصے کے ساتھ جو (مربعے کے) اندر تھا چھوٹی چھوٹی (اور) لکیریں کھینچیں (یہ شکل یوں بن گئی [شکل]) پھر حضورؐ نے فرمایا کہ یہ (وسطی لکیر کا مربعے کے اندر کا حصہ) تو انسان ہے اور یہ (مربعے کی چار لکیریں) اس کی موت ہے جس نے اُسے (چاروں اطراف سے) گھیرا ہوا ہے اور (وسطی لکیر کا) یہ (حصہ) جو (مربعے سے) باہر نکلا ہوا ہے اس کی (لمبی لمبی امیدیں اور) آرزوئیں ہیں اور یہ چھوٹی چھوٹی لکیریں (جو وسطی لکیر کے اس حصے کے ساتھ کھینچی ہوئی ہیں جو مربعے کے

اندر ہے یہ وہ) آفتیں ہیں (جن میں انسان مبتلا ہوتا رہتا ہے) کہ اگر ایک سے بچ جاتا ہے تو دوسری آ پڑتی ہے اور اگر اس سے بچ نکلتا ہے تو کوئی اور آ اسے آ گھیرتی ہے۔ (بخاری)

(۴۱۶)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب مومن کی رُوح (اس کے جسم سے) نکلتی ہے تو دو فرشتے اُسے ملتے ہیں اور اُسے اُوپر چڑھا لے جاتے ہیں تو آسمان والے کہتے ہیں کہ ایک پاک روح زمین کی طرف سے آئی ہے (پھر وہ اس رُوح کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے نیک روح) اللہ رحمت نازل فرمائے تجھ پر بھی اور اس جسم پر بھی جسے تو آباد رکھتی تھی۔ پھر اس روح کو اُس کے ربّ عزّوجلّ کے پاس لے جایا جاتا ہے تو وہ (اس کے بارے میں) فرماتا ہے کہ اسے آخری میعاد (یعنی قیامت) تک کے لئے (سدرۃ المنتہیٰ کی طرف) لے جاؤ۔ اور کافر کی روح جب (اس کے جسم سے) نکلتی ہے (تو اُسے بھی اسی طرح اُوپر چڑھا لے جایا جاتا ہے) تو آسمان والے کہتے ہیں کہ ایک خبیث رُوح زمین کی طرف سے آئی ہے۔ پھر (اس کے بارے میں) حکم دیا جاتا ہے کہ اسے آخری میعاد (یعنی قیامت) تک کے لیے (سجین میں) لے جاؤ۔ حضرت ابوہریرہؓ (یہ بھی) بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے (خبیث رُوح کی بدبو ظاہر کرنے کے لیے) اُس اکہری چادر کو جو آپؐ اوڑھے ہوئے تھے اس طرح اپنی ناک سے لگالیا۔

(اس حدیث کے ایک راوی) حمّادؔ بیان کرتے ہیں کہ (ان کے استاد بُدیل نے جب یہ حدیث اُن سے بیان کی اور مومن کی رُوح کے اوپر چڑھا لے جانے کا ذکر کیا تو) پھر انہوں نے مومن کی روح کی عمدہ خوشبو کا ذکر کیا اور مُشک کا ذکر کیا۔ (ایسے ہی) حمّاد (یہ بھی) بیان کرتے ہیں کہ بُدیل نے (جب کافر کی رُوح کے اس کے جسم سے نکلنے کا ذکر کیا تو) اُس رُوح کی بدبُو کا ذکر کیا اور لعنت کا ذکر کیا۔ (مسلم)

تشریح :- اس حدیث کے سلسلے میں جن راویوں کا ذکر آتا ہے ان میں ایک مشہور راوی حماد بھی ہیں جنہوں نے یہ حدیث بُدَیل سے سُنی تھی۔ حماد کے بارے میں جو حدیث میں آیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ان کے استاد بُدَیل نے ان سے یہ حدیث بیان کرتے وقت مومن کی روح کی عمدہ خوشبو کا ذکر کیا اور مُشک کا ذکر کیا تو اس کا مفہوم بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ بُدَیل نے کہا کہ مومن کی رُوح مُشک کی سی خوشبو دار ہوتی ہے۔ ایسے ہی حماد نے یہ جو بیان کیا ہے کہ بُدَیل نے کافر کی روح کی بدبُو کا ذکر کیا اور لعنت کا ذکر کیا تو اُس کا مطلب بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کافر کی بدبودار رُوح کو لعنت زدہ قرار دیا یا اس پر لعنت کی یا بتایا کہ اہل آسمان نے اس پر لعنت کی پھر دونوں روحوں کے بارے میں یہ جو بیان ہوا ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کے بارے میں فرمایا جاتا ہے کہ اسے آخری میعاد تک لے جاؤ اس کی تشریح یہ بتائی گئی ہے کہ مومن کی روح کو قیامت تک کے لیے سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی کی طرف لے جانے کا حکم دیا جاتا ہے اور کافر کی رُوح کو سجّین میں لے جانے کا سِدْرَۃُ الْمُنْتَہٰی کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ ایک بیری ہے جو عرش الٰہی کے داہنی جانب ہے۔ یہ فرشتوں وغیرہ کی پہنچ کی آخری حد ہے۔ اس سے آگے وہ نہیں جا سکتے اور سجّین کا مطلب ہے قید خانہ۔ یہ دوزخ کی ایک وادی ہے۔ اس کے علاوہ وہ رجسٹر بھی جس میں عذاب کے مستحق لوگوں کے نام وغیرہ درج کئے جاتے ہیں سجّین کہلاتا ہے۔

۱۷ ۴

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جس نے میرے دوست کے ساتھ دشمنی کی میرا اُس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے اور جب میرا بندہ میرا تقرّب حاصل کرنے کے لیے اُن اعمال کو بجالاتا ہے جو میں نے اس پر فرض کئے ہیں تو یہ شے مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور

جب میرا بندہ میرا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان اعمال کو بجا لاتا رہتا ہے جنہیں نوافل کی حیثیت حاصل ہے ۔ تو پھر میں اُسے محبوب بنا لیتا ہوں پھر جب میں اُسے محبوب بنا لیتا ہوں تو پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے ۔ اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں وہ شے اُسے ضرور عطا کرتا ہوں ۔ اور اگر وہ میری پناہ چاہتا ہے تو میں اُسے اپنی پناہ بھی ضرور دیتا ہوں ۔ اور جو کوئی کام بھی میں کرتا ہوں اُسے کرنے میں مجھے اس طرح تردد (یعنی تأمل یا توقف) نہیں ہوتا جس طرح مومن کی جان (لینے) کے بارے میں تردد ہوتا ہے (کیونکہ) وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ اُسے کوئی بُرائی پہنچے (بخاری)

تشریح :- اس حدیث قدسی کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی اس رحمت و رافت اور لطف و مہربانی کا ذکر ہے جو وہ اپنے مومن بندے پر فرماتا ہے پہلے یہ جو فرمایا گیا ہے کہ میں اس کا کان اور آنکھ اور ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں اس سے یہ مُراد ہے کہ مومن ان چاروں اعضاء سے کام لے کر جتنے کام بھی کرتا ہے میں اُن میں اس کی رہنمائی کرتا ہوں اور ان میں خیر و برکت عطا کرتا ہوں اور آخر میں جو فرمایا گیا ہے کہ مجھے مومن کی جان لینے میں تردد ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے لفظ "تردّد" صرف مثال کے طور پر استعمال کیا ہے ۔ جو کچھ بیان کرنا مقصود ہے وہ صرف یہ ہے کہ جب مومن کی جان نکلنے لگتی ہے تو بتقاضائے بشریت وہ موت اور موت کی تکالیف کو ناپسند کرتا ہے لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اُسے دنیا کی تکالیف اور پریشانیوں سے بچا کر اپنے پاس لے آؤں جہاں اس کے لیے اَبدی انعامات ہیں لہٰذا صورت یہ ہو جاتی ہے کہ ایک طرف تو مومن موت کو ناپسند کرتا ہے اور دوسری طرف موت ذریعہ ہوتی ہے اس کے دنیاوی آفات سے بچ کر ابدی راحت و آرام حاصل کرنے کا ۔ اور میں ان دونوں باتوں کے درمیان گویا متردد ہو جاتا ہوں

کہ مومن پر موت وارد کی جائے یا نہ کی جائے کیونکہ یہ تو موت کو ناپسند کرتا ہے مگر فائدہ اس کا مر جانے ہی میں ہے ۔۔۔ جیسے کہ بیان ہو چکا یہ بات کرنے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ وہ مومن پر حد درجے مہربان ہے اور کسی بھی ایسی بات کو پسند نہیں کرتا جو مومن کے لیے تکلیف دہ ہو یا جس سے وہ تکلیف محسوس کرے ۔۔۔ بعض علماء نے اس کی تشریح اس طرح بھی کی ہے کہ مومن چونکہ موت اور موت کی تکالیف کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس پر حد درجے مہربان ہوں اور نہیں چاہتا کہ اُسے تکلیف ہو، اس لیے میں اس کی جان بہت آہستگی سے نکالتا ہوں کہ اُسے تکلیف نہ ہو۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

۴۱۸

اُمّ المؤمنین حضرت اُم سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب تم میّت کے پاس جاؤ تو بھلی بات کہو (یعنی اچھی دعا کرو) کیونکہ جو کچھ تم کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں (حضرت امّ سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ) جب (میرے پہلے شوہر) ابو سلمہؓ نے وفات پائی تو میں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میں (اس وقت) کیا کہوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ تو (یوں) کہہ کہ اے خدا، اسے بخش دے اور ہمیں اس کا بہتر بدلہ عطا فرما۔ حضرت امّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ابو سلمہؓ کے بدلے مجھے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم عطا فرما دیئے (کیونکہ بعد میں حضورؐ نے حضرت امّ سلمہؓ سے نکاح کر لیا اور وہ امّ المومنین بن گئیں) (ابو داؤد)

۴۱۹

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اپنے مرنے والوں کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرو (تاکہ ان کا آخری کلام توحید و رسالت کا اقرار ہو) (مسلم)

۴۲۰

حضرت مُعاذ رضؓ بن جَبَل بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس شخص کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا (کیونکہ وہ توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوا) (ابوداؤد)

۴۲۱

حضرت جابر رضؓ بن عبداللہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو آپؐ کی وفات سے تین دن پہلے فرماتے سُنا کہ تم میں سے ہر ایک اسی حالت میں مرے کہ وہ اللہ سے اچھا گمان رکھتا ہو (یعنی اللہ تعالیٰ سے بخشش کی امید رکھتا ہو۔ اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو) (ابوداؤد)

جنازہ :-

۴۲۲

حضرت ابوسعید خدری رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب جنازہ رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اُسے اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ (میت) نیک ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ مجھے آگے لے چلو۔ اور اگر وہ نیک نہیں ہوتی تو کہتی ہے کہ ہائے میری کم بختی تم مجھے کہاں لیے جا رہے ہو اس کی آواز انسان کے سوا ہر شے سنتی ہے۔ اور اگر انسان اُسے سن لے تو دہشت اور خوف کی شدت کے باعث غش کھا کر گر پڑے۔ (بخاری)

تشریح :- یہ وہ انجام ہے جس سے ہر نیک و بد نے لازماً دوچار ہونا ہے۔ جن لوگوں نے اس وقت کو یاد رکھا اور اس کے لیے تیاری کرتے رہے وہ

تو مطمئن دل کے ساتھ اس کا استقبال کریں گے اور کہیں گے کہ ہاں ہمیں آگے لے چلو، ہم تو جانتے ہی تھے کہ ایک دن ہم نے وہاں جانا ہے۔ مگر جو فانی زندگی ہی کو مقصود بناتے ہوئے فرصتِ حیات کے قیمتی لمحات کو خدا کی نافرمانی میں بسر کرتے رہے تھے اور بھولے سے بھی کبھی اس نہ ٹلنے والی گھڑی کو یاد نہیں کیا تھا وہ جب اس انجام کو پہنچیں گے اور دیکھیں گے کہ لوگ تو ہمیں قبر کے حوالے کرآنے کے لیے لے جارہے ہیں تو وہ چلا اٹھیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی، ہمیں کہاں لیے جارہے ہو!!!

۴۲۳

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جب کوئی شخص مر جائے تو اس کے) جنازے کو جلدی سے لے جاؤ کیونکہ اگر وہ میت نیک ہے تو وہ ایک بھلائی ہے جسے تم آگے بھیج رہے ہو
(لہٰذا اُسے جلدی آگے بھیجو) اور اگر وہ میت اس کے سوا ہے (یعنی بُرے اعمال کرتی رہی ہے) تو وہ ایک شر ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اُتار رہے ہو (لہٰذا اسے جلدی سے اتار دو) (بخاری)

۴۲۴

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی میت پر مسلمانوں کا ایک گروہ جن کا عدد سو تک پہنچتا ہو نماز پڑھے اور (اس کی بخشش کے لیے) سفارش کرے تو اس کے حق میں ان کی سفارش قبول ہو گی۔
(النسائی)

۴۲۵

حضرت مالکؓ بن ہُبَیرَۃ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ جو میّت بھی وفات پائے اور اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھیں تو اللہ تعالیٰ (اس کے لیے جنّت) واجب کر دیتا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مالک رض جب دیکھتے کہ نماز جنازہ پڑھنے والے لوگ کم ہیں تو اس حدیث پر عمل کرنے کے لیے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے تین صفوں میں تقسیم کر دیتے۔ (ابوداؤد)

۴۲۶

حضرت ابن عباس رض بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو مسلمان بھی مر جائے اور پھر اس کے جنازے پر چالیس ایسے آدمی (نماز پڑھنے) کھڑے ہوں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوں تو اس میّت کے حق میں ان کی سفارش قبول کی جائے گی۔ (ابوداؤد)

تشریح :- نماز جنازہ پڑھنے والوں کے عدد کے بارے میں یہاں تین احادیث بیان ہوئی ہیں۔ حضرت عائشہ رض کی مندرجہ بالا حدیث میں سَو آدمیوں کا ذکر ہے، حضرت مالک رض بن ہبیرہ کی حدیث میں تین صفوں کا ذکر ہے اور اس حدیث میں چالیس ایسے انسانوں کا ذکر ہے جو شرک نہ کرتے ہوں ان احادیث سے جو کچھ مقصود ہے وہ یہ ہے کہ کسی میّت پر نماز جنازہ کا پڑھا جانا اور لوگوں کا میت کی بخشش کے لیے دعا کرنا میّت کی بخشش کا باعث بنتا ہے۔ اگر چالیس آدمی بھی نماز پڑھ لیں جو شرک نہ کرتے ہوں یا تین صفیں بھی ہو جائیں تو میّت کو فائدہ پہنچ جائے گا۔ باقی رہا سَو آدمیوں کا نماز پڑھنا تو اگر چالیس کے نماز جنازہ پڑھنے اور بخشش کی دعا کرنے سے میّت کی بخشش ہو جائے گی تو پھر سَو کے بخشش مانگنے سے تو انشاءاللہ بدرجۂ اولیٰ ہو گی۔

۴۲۷

حضرت ابوہریرہ رض بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص

کسی جنازے کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھ لی جائے تو اس شخص کو ایک قیراط (ثواب) ملے گا اور جو شخص (کسی جنازے کے) ساتھ رہے یہاں تک کہ اس میت کو دفن کر دیا جائے تو اس شخص کو (ثواب کے) دو قیراط ملیں گے۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ یا رسولؐ اللہ، دو قیراط کیا ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ (وہ دو قیراط) دو عظیم الشان پہاڑوں کی مانند ہیں (یعنی جو شخص کسی میت کے دفن کر دیے جانے تک اس کے ساتھ رہے اُسے دو عظیم الشان پہاڑوں کے برابر ثواب ملے گا) (نسائی)

۴۲۸

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی تعریف کی اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ اور ایک دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس (میت) کو بُرا کہا اس پر (بھی) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واجب ہو گئی اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں ایک جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کی تعریف کی تو آپؐ نے فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ اور ایک (دوسرا) جنازہ گزرا، لوگوں نے اس (میت) کو بُرا کہا تو (بھی) آپؐ نے (یہی) فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ جس میت کی تم لوگوں نے تعریف کی اس کے لیے جنت واجب ہو گئی اور جس میت کو تم لوگوں نے بُرا کہا اس کے لیے دوزخ واجب ہو گئی۔ تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ (النسائی)

تشریح:- بات یہ ہے کہ عموماً انسان اپنے اعمال ہی کی بنا پر معاشرے میں اچھا یا بُرا مشہور ہوتا ہے اور اس کی یہ شہرت موت کے بعد بھی کچھ دیر تک، یا زیادہ عرصے تک، قائم رہتی ہے۔ جو شخص دُنیا سے چلا گیا وہ اب کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا کہ انسان اس فائدے کو حاصل کرنے کے لیے اس کی تعریف کرے۔ لہٰذا کسی شخص کے مر جانے کے بعد اگر کوئی اس کی تعریف کر رہا ہے تو اسی لیے کر رہا ہے کہ اس نے زندگی میں اچھے کام کیے ہوں گے۔ ایسے ہی جو مر چکا ہے وہ اب کسی کو کوئی تکلیف بھی نہیں دے رہا۔

پھر بھی اگر اُسے بُرا کہا جا رہا ہے تو اسی لیے کہا جا رہا ہے کہ زندگی میں بُرے کام کر کر کے وہ بُری شہرت حاصل کر چکا ہو گا۔ اکثر یہی ہوتا ہے کہ عوام کا عام طور پر کسی کو بُرا کہنا دلیل ہوتا ہے اس بات کی کہ وہ شخص بُرا ہے اور عوام کا عام طور پر کسی کو اچھا کہنا دلیل ہوتا ہے اس بات کی کہ وہ اچھا ہے یہی مطلب ہے حضورؐ کے اس فرمان کا کہ تم زمین پر خدا کے گواہ ہو۔

۴۲۹

حضرت عائشہ رضؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ مر چکے ہوں انہیں بُرا مت کہو کیونکہ جو کچھ انہوں نے (اپنے لیے) آگے بھیجا ہے وہ اس کو پہنچ چکے ہیں۔ (یعنی زندگی میں اگر برائی کی تھی تو اب اس کے انجام سے دو چار ہیں۔ اب تمہارے انہیں بُرا کہنے کی کیا ضرورت ہے) (النسائی)

۴۳۰

حضرت عائشہ رضؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی مُردے کا ذکر بُرائی سے کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنے مُردوں کا ذکر بھلائی ہی سے کیا کرو۔ (النسائی)

باب ۱۹

عالمِ برزخ

موت کے مرحلے سے گزرنے کے بعد انسان کو قبر کا مرحلہ پیش آتا ہے۔ انسانوں کی اپنی اپنی وفات سے لیکر قیامت برپا ہونے تک انسانی روحیں جہاں رہیں گی اسے عالم برزخ کہا جاتا ہے۔ احادیث نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم برزخ میں بھی عذاب اور راحت موجود ہے۔ جن لوگوں نے دنیوی زندگی میں کفر و نافرمانی کا رویہ اختیار کیے رکھا ہو گا ان کا عذاب عالم برزخ یعنی قبر ہی سے شروع ہو جائے گا اور جو دنیا میں سیدھی راہ پر چلتے رہے ہوں گے ان کے لیے قبر کی زندگی ہی راحت، آرام اور آسائش کی زندگی ہو جائے گی۔

(۴۳۱)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت جب قبر میں جاتی ہے تو نیک آدمی کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے نہ اس کو ہول ہوتا ہے اور نہ کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو

کس دین پر تھا۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں اسلام پر تھا۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ شخص کون ہیں (یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم) تو وہ جواب دیتا ہے کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ اللہ کے ہاں سے ہمارے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے، لہذا ہم نے ان کی تصدیق کی۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا تو نے خدا کو دیکھا ہوا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ کسی (انسان) کے یہ لائق نہیں کہ وہ خدا کو دیکھے۔ پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے تو وہ دوزخ کو دیکھتا ہے کہ اس کے مختلف حصے ایک دوسرے کو توڑ رہے ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کی طرف دیکھ جس سے خدا نے تجھے بچا لیا ہے۔ پھر اس کے لیئے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے۔ تو وہ اس کی تر و تازگی کو اور جو کچھ (نعمتیں) اس میں ہیں انہیں دیکھتا ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانہ اور اسے کہا جاتا ہے کہ تو یقین ہی پر (زندہ) رہا اور یقین ہی پر مرا اور انشاء اللہ (حشر کے دن) یقین ہی پر اٹھایا جائے گا۔ اور بُرے شخص کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو وہ (سخت) ڈرا ہوا اور پریشان ہوتا ہے۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو کس دین پر تھا تو وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ پھر اس سے (رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں) پوچھا جاتا ہے کہ یہ شخص کون ہیں۔ تو وہ جواب دیتا ہے کہ (میں خود تو کچھ جانتا نہیں) میں نے لوگوں کو کچھ بات کرتے سنا تھا، پس میں (بھی) وہی کہنے لگا۔ پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے تو وہ اس کی تر و تازگی کو اور جو کچھ (نعمتیں) اس میں ہیں انہیں دیکھتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ اس کی طرف دیکھ جس سے خدا نے تجھے محروم کر دیا ہے پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے اور وہ اس کی طرف دیکھتا ہے کہ اس کے مختلف حصے ایک دوسرے کو توڑ رہے ہیں۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانہ۔ تو شک ہی پر (زندہ) رہا، شک ہی پر مرا اور انشاء اللہ (حشر کے دن) شک ہی پر اٹھایا جائے گا۔ (ابن

تشریح :۔ "تو یقین ہی پر رہا اور یقین ہی پر مرا اور انشاء اللہ یقین ہی پر

اٹھایا جائے گا" سے مراد یہ ہے کہ تجھے اللہ کی ذات و صفات پر بھی یقین تھا اور ان سب حقائق پر بھی یقین تھا جن پر یقین رکھنے کا خدا نے حکم فرمایا ہوا ہے. لہٰذا جو یقین تمہیں زندگی کے دوران اور موت کے وقت حاصل تھا وہی تمہیں اس دن بھی حاصل ہوگا جب تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور یہ یقین تمہارے لیے نیک انجامی کا باعث بنے گا — ایسے ہی "تو شک ہی پر رہا اور شک ہی پر مرا اور ان شاء اللہ شک ہی پر اٹھایا جائے گا" کا مطلب بھی یہی ہے کہ تجھے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، رسالت، آخرت وغیرہ ان سب امور کے بارے میں شک رہا جن پر یقین رکھنے کا خدا نے حکم فرمایا تھا، پھر اسی شک کی حالت میں تو مر گیا، لہٰذا اب جب تو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا. تو بھی تو شک ہی کی حالت میں ہوگا اور یہ شک تیرے لیے عذاب کا باعث بنے گا۔

۴۳۲

فاطمہ (بنت منذر) اپنی دادی حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ سے بیان کرتی ہیں حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جب سورج کو گرہن لگا تو میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئی۔ دیکھا تو لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور وہ بھی نماز پڑھ رہی تھیں (یہ نماز جو وہ سب پڑھ رہے تھے نماز خسوف تھی جو سورج گرہن کے موقع پر پڑھی جاتی ہے) میں نے کہا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے (یہ بے وقت کی نماز کیسی ہے) حضرت عائشہؓ نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ سبحان اللہ میں نے پوچھا کہ کیا یہ کوئی نشانی ہے؟۔ حضرت عائشہؓ نے (سر سے) اشارہ کیا کہ ہاں۔ پھر میں بھی نماز پڑھنے کھڑی ہوگئی (نماز بہت لمبی پڑھی گئی) یہاں تک کہ مجھ پر غشی طاری ہونے لگی تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کی تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور اس کی خوبی بیان کی پھر فرمایا کہ کوئی بھی شے جو میں نے (آج تک) نہیں دیکھی تھی اُسے میں نے (اب) اپنے

اس مقام پر کھڑے کھڑے) دیکھ لیا ہے یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی (دیکھ لیا ہے) اور میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تم لوگ قبروں میں آزمائے جاؤ گے۔ یہ آزمائش اسی طرح کی ہوگی جیسی دجال کے آنے پر ہوگی یا اس کے قریب قریب ہوگی۔ فاطمہ بنت منذر کہتی ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماءؓ نے ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات کہی۔ (آیا یہ کہا کہ یہ آزمائش دجال کی آزمائش جیسی ہوگی یا یہ کہا کہ اس کے قریب قریب ہوگی۔ بہر حال حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ) تم میں سے ہر ایک کے پاس (فرشتے) آئیں گے۔ اور اس سے (میرے بارے میں) پوچھا جائے گا کہ ان شخص کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔ پھر جو مومن ہوگا یا یقین کرنے والا ہوگا۔ (یہاں پھر فاطمہ بنت منذر کہتی ہیں کہ) مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماءؓ نے "مومن" کہا تھا یا "یقین کرنے والا" ـــــ وہ تو کہے گا کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ ہمارے پاس روشن نشانیاں اور ہدایت لے کر آئے، پس ہم نے ان کی بات مان لی اور ایمان لے آئے اور (ان کی) پیروی کی۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ تو آرام سے سو جا۔ ہم نے جان لیا ہے کہ تو یقین رکھنے والا ہے اور جہاں تک منافق کا تعلق ہے یا شک کرنے والے کا ہے۔ (یہاں پھر فاطمہ بنت منذر کہتی ہیں کہ) مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماءؓ نے منافق کہا یا شک کرنے والا کہا ـــــ تو وہ کہے گا کہ میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا تو میں بھی وہی کہنے لگا۔ (بخاری)

تشریح:- ان احادیث میں جو کچھ واضح کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان قبر میں پہنچے گا تو اس کے پاس فرشتے آئیں گے جو اس سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں اور دین اسلام کے بارے میں اور حضورؐ کے بارے میں سوال کریں گے جو شخص دنیا میں ایمان والا رہا ہوگا وہ درست جواب دے گا اور قیامت قائم ہونے تک آرام میں رہے گا اور جو دنیا میں کفر اور شک کا شکار رہا ہوگا وہ درست جواب نہیں دے سکے گا اور قیامت قائم ہونے تک سخت قسم کے عذاب کا شکار رہے گا ـــــ اس کے علاوہ حدیث میں فاطمہ بنت منذر جو بار بار کہتی ہیں کہ مجھے معلوم

نہیں کہ حضرت اسمارؓ نے یہ کہا تھا یا وہ کہتا تھا یہ وہی بات ہے جو پہلے بیان ہو چکی کہ حدیث کو روایت کرنے والوں میں سے دیندار اور ذمہ دار لوگ حدیث کے معاملے میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اگر کسی لفظ یا جملے کے بارے میں شک پڑ جاتا تھا تو واضح کر دیتے تھے کہ ہمیں ٹھیک طرح یاد نہیں رہا یا تو یہ کہا گیا تھا یا وہ کہا گیا تھا۔

(۴۲۳)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی عورت اُن کے پاس آئی، اس نے قبر کے عذاب کا ذکر کیا اور پھر انہیں دعا دی کہ خدا آپ کو قبر کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے بارے میں سوال کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے نہیں دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز پڑھی ہو اور (اس میں) قبر کے عذاب سے پناہ نہ مانگی ہو۔ (بخاری)

(۴۲۴)

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مر جاتا ہے تو ہر صبح اور ہر شام اُسے اُس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتیوں میں سے ہوتا ہے تو (جنت میں اس کا مقام) اور اگر دوزخیوں میں سے ہوتا ہے تو (دوزخ میں اس کا مقام) اور اُسے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تمہارا ٹھکانہ۔ (اس کا انتظار کرو) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن اٹھائے (اور پھر تمہیں یہ ٹھکانہ دے دے) (بخاری)

تشریح :- پہلے بیان ہو چکا ہے کہ برزخ یعنی قبر میں بھی راحت اور عذاب ہوتا ہے۔ اس حدیث میں بھی اُسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ نیک لوگوں کے لئے عالم برزخ میں یہ بھی ایک بڑی مسرت کی بات ہوگی کہ ہر صبح اور ہر شام

انہیں ان کا جنت والا ٹھکانہ دکھایا جایا کرے گا اور خوشخبری دی جایا کرے گی کہ قیامت کے دن جب تم اٹھائے جاؤ گے تو یہ راحت اور سرور والا ٹھکانہ تمہیں دے دیا جائے گا۔ ایسے ہی خدا کے نافرمانوں کے لیے عالم برزخ میں یہ بھی ایک بڑی اذیت کی بات ہوگی کہ ہر صبح اور ہر شام انہیں ایک ہولناک مقام دکھایا جایا کرے گا اور اطلاع دی جایا کرے گی کہ انجام کار تم نے یہاں پہنچنا ہے۔

(۴۳۵)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو سورج اُسے ایسے دکھائی دیتا ہے جیسے غروب ہونے کے قریب ہو (پھر اگر وہ شخص دنیا میں نماز پڑھنے والا تھا) تو وہ آنکھیں ملتا بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو، میں نماز پڑھوں۔ (ابن ماجہ)

(۴۳۶)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینے یا مکے کے باغوں میں سے کسی باغ کے پاس سے گزرے تو آپؐ نے دو انسانوں کی آواز سُنی جنہیں اُن کی قبروں میں عذاب دیا جارہا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور کسی بڑی بات پر نہیں دیا جارہا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیوں نہیں (وہ بات بڑی ہی ہے) ان میں سے ایک اپنے پیشاب سے نہیں بچا کرتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا پھرتا تھا۔ پھر آپؐ نے ایک ہری ڈالی منگوائی اور اُسے توڑ کر دو ٹکڑے کیا اور ان دونوں قبروں میں سے ہر ایک پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ یا رسولؐ اللہ، آپ نے ایسے کیوں کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ امید ہے کہ جب تک یہ دونوں ٹکڑے خشک نہ ہو جائیں ان پر عذاب کم رہے گا۔ (بخاری)

۴۳۷

حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام ہانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بن عفان جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو رونے لگتے یہاں تک کہ آپ کی ڈھاڑی تر ہو جاتی آپ سے کہا گیا کہ آپ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور اس بات پر روتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے پس اگر کوئی اس سے نجات پا گیا تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے زیادہ آسان ہوں گی اور اگر کوئی اس سے نجات نہ پا سکا تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہوں گی (نیز) آپ نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جتنے بھی (ہولناک) منظر میں نے دیکھے ہیں قبر ان سب سے زیادہ ہولناک ہے۔ (ابن ماجہ)

۴۳۸

حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں تھے۔ حضورؐ قبر کے کنارے پر بیٹھ گئے اور رونے لگے یہاں تک کہ (آپؐ کے آنسوؤں سے) مٹی گیلی ہو گئی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے میرے بھائیو اس جیسی کے لیے تیاری کرو۔ (ابن ماجہ)

تشریح :۔ حضورؐ کی مراد یہ تھی کہ ہر ایک نے ایک نہ ایک دن یہاں پہنچنا ہے، اس لیے زندگی میں ایسے اعمال کرو کہ یہاں پہنچ کر راحت نصیب ہو۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میرا ایک فرزند تھا۔ یہ لڑکا نہایت خوب صورت تھا اور مجھے اس سے انتہا درجے کی محبت تھی۔ اس کی وفات سے مجھ پر کوہِ غم ٹوٹ پڑا اور میں حواس باختہ ہو گیا۔ اسی حواس باختگی کے عالم میں ایک دن اپنے فرزند کی قبر پر پہنچا اور قبر کا ایک تختہ اکھاڑ کر اسے دیکھنا چاہا۔ لیکن وہاں کا ہولناک منظر دیکھ کر غش کھا کر گر پڑا۔

ہوش میں آیا تو بیٹے کو زبانِ حال سے یہ کہتے سنا۔

گرت وحشت آمد ز تاریک جائے ہُش باش و یارِ روشنائی در آئے

شبِ گور خواہی منوّر چوں رُوز ازیں جا چراغِ عمل برفروز

(اگر آپ کو تاریک جگہ سے وحشت ہوتی ہے تو ہوشیار رہیں اور روشنی لے کر آئیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ قبر کی رات دن کی طرح روشن ہو تو اس جگہ عمل کا چراغ روشن کر لیں)

(۴۳۹)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن کی موت قریب ہوتی ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشمی کپڑا لے کر اس کے پاس آتے ہیں اور (اس کی روح سے مخاطب ہو کر) کہتے ہیں کہ نکل آ، تو اللہ سے راضی اور اللہ تجھ سے راضی (نکل آ) اللہ کی رحمت کی طرف اور روزی کی طرف اور ایسے رب کی طرف جو (تجھ سے) غصے نہیں ہے۔ پھر وہ نکلتی ہے جیسے مشک کی عمدہ ترین خوشبو، پھر فرشتے اسے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں یہاں تک کہ اُسے آسمان کے دروازے تک لے آتے ہیں پھر وہ فرشتے (آسمان والوں سے) کہتے ہیں کہ کتنی عمدہ ہے یہ خوشبو جو زمین کی طرف سے تمہارے پاس آئی ہے۔ پھر وہ فرشتے اس روح کو مومنوں کی روحوں کے پاس لاتے ہیں تو وہ روحیں اس نئی روح کو مل کر اتنی خوش ہوتی ہیں کہ تم میں سے کوئی اپنے غائب شخص کے آنے پر بھی اتنا خوش نہیں ہوتا، پھر وہ اس سے (ان لوگوں کا حال پوچھتے ہیں جنہیں وہ دنیا میں چھوڑ آئے تھے اور) کہتے ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے، فلاں کا کیا حال ہے۔ پھر (ان میں سے بعض دوسروں سے) کہتے ہیں کہ (ابھی آتے ہی اس سے اتنے سوال نہ کرو) اسے ذرا چھوڑ دو۔ یہ دنیا کے غم میں تھا (ذرا دم لے لے تو سوال کرنا) پھر جب وہ آنے والا

کہتا ہے کہ (جس شخص کا تم پوچھ رہے ہو وہ تو مر چکا ہے تو) کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا تو وہ روحیں کہتی ہیں کہ (نہیں ہمارے پاس تو نہیں آیا۔ اچھا پھر وہ بداعمال ہوگا لہٰذا) اسے اس کے ٹھکانے جہنم میں لے گئے ہوں گے (یہ صورت تو ہوگی مومن کی، باقی رہا کافر تو) جب کافر کی موت قریب ہوتی ہے تو عذاب کے فرشتے ایک کمل کا ٹکڑا لے کر اس کے پاس آتے ہیں اور (اس کی روح سے مخاطب ہو کر) کہتے ہیں کہ نکل آ، تو اللہ سے ناراض اور اللہ تجھ سے ناراض (نکل آ) اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف، پھر وہ نکلتی ہے جیسے سڑے ہوئے مردار کی شدید بدبو یہاں تک کہ فرشتے اسے زمین کے دروازے پر لاتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ کتنی بری بدبو ہے۔ پھر اسے کافروں کی روحوں کے پاس لے جاتے ہیں۔ (النسائی)

(۴۴۰)

(ذیل کی حدیث حضرت براءؓ بن عازب نے بیان کی اور ان سے آگے کئی لوگوں نے اسے روایت کیا۔ سنن ابی داؤد میں یہ حدیث دو واسطوں سے آئی ہے۔ ایک واسطے کے راویوں میں مشہور راوی جریرؒ ہیں اور دوسرے واسطے کے راویوں میں ہناد ہیں۔ حدیث کے بعض حصے کسی ایک واسطے سے دوسرے کی نسبت زیادہ بیان کیے گئے ہیں اور کہیں دونوں متفق ہیں۔ ذیل میں حدیث کو مسلسل بیان کر کے دائیں طرف حاشیے میں ساتھ ساتھ واضح کر دیا گیا ہے کہ کہاں دونوں بزرگوں میں سے کسی ایک نے کوئی بات دوسرے سے زیادہ بیان کی ہے اور کہاں دونوں متفق ہیں وغیرہ۔

حضرت براءؓ بن عازب بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک انصاری شخص کے جنازے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ جب قبر کے پاس پہنچے تو (دیکھا کہ) وہ ابھی کھدی ہوئی نہیں تھی۔ لہٰذا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے (اور ہم اس طرح خاموش

ساکت بیٹھے ہوئے تھے) گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے تھے (کہ ذرا بھی ہلے تو وہ اُڑ جائیں گے)۔ حضورؐ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپؐ زمین کرید رہے تھے۔ پھر آپؐ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ قبر کے عذاب سے خدا کی پناہ مانگو۔ یہ بات آپؐ نے دو دفعہ یا تین دفعہ فرمائی۔

اور آپؐ نے فرمایا کہ جب (میّت کو دفن کرنے والے) پُشت پھیر کر واپس لوٹتے ہیں اور مُردہ ان کے جوتوں کی چاپ سن رہا ہوتا ہے کہ (فرشتے سوال کرنے کیلئے اسکے پاس آجاتے ہیں، پس) اس سے پوچھا جاتا ہے کہ اے شخص تیرا ربّ کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے۔

بخاری کی حدیث میں یہاں (اتنا حصہ) زیادہ ہے

حضورؐ نے فرمایا کہ مُردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اُسے (اٹھا کر) بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا ربّ اللہ ہے۔ پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ یہ شخص کون ہیں جنہیں تم لوگوں کی طرف بھیجا گیا تھا وہ جواب دیتا ہے کہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر وہ پوچھتے ہیں کہ تجھے یہ بات کیسے معلوم ہوئی۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کو سچ سمجھا۔

(یہی بات مسند، ابوداؤد (براء) بیان کرتے ہیں

پس یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۚ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۝

(ایمان لانے والوں کو اللہ ایک قول ثابت کی بنیاد پر دنیا اور آخرت دونوں میں ثبات عطا کرتا ہے اور ظالموں کو اللہ بھٹکا دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے) (سورۃ ابراہیم: ۲۷)

بخاری کی حدیث میں (اتنا حصہ) زیادہ ہے

حضورؐ فرماتے ہیں کہ پھر ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اس کے لیے جنّت کا بچھونا بچھاؤ اور اسے جنّت کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے جنّت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ پھر اس کی طرف جنّت کی ہوا اور جنّت کی خوشبو آنے لگتی ہے اور اس کی قبر اُس کے لیے (اتنی وسیع ہو جاتی ہے کہ) جہاں تک اس کی نگاہ جاتی ہے وہاں تک وہ کھلی ہوتی ہے۔ پھر کافر کی موت کو بیان کیا کہ اس کی روح کو اس کے جسم میں واپس لایا جاتا ہے اور دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اُسے (اٹھا کر) بٹھا دیتے ہیں۔ پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا ربّ کون ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا۔ پھر وہ پوچھتے ہیں کہ یہ شخص جنہیں تم لوگوں کی طرف بھیجا گیا تھا کون ہیں۔ تو وہ کہتا ہے کہ ہاہ ہا میں نہیں جانتا پھر ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا۔ پس اس کے لیے دوزخ کا بچھونا بچھا دو اور اسے دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ پھر دوزخ کی گرمی اور لُو اُس کی طرف آنے لگتی ہے اور اس کی قبر اس پر تنگ کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے اندر اس کی پسلیاں تلے اوپر ہو جاتی ہیں۔

پھر آنحضرت ﷺ میں برزخ اور منکر و نکیر دونوں منقول ہیں۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ پھر اُس پر ایک اندھا، گونگا (فرشتہ) مسلط کر دیا جاتا ہے جس کے پاس ایک لوہے کا گرز ہوتا ہے (جو اتنا بھاری ہوتا ہے) کہ اگر پہاڑ کو مارا جائے تو وہ مٹی ہو جائے۔ وہ فرشتہ اس گرز کے ساتھ اُس کافر کو ایک ضرب لگاتا ہے جس کی آواز انسانوں اور جنوں کے

برزخ کی حدیث میں

[(از حضرت براءؓ بن عازبؓ)]

سوا ہر وہ شے سنتی ہے جو مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔ پس (اس ضرب کے باعث) وہ کافر خاک ہو کر رہ جاتا ہے۔ پھر اس میں دوبارہ رُوح ڈالی جاتی ہے (اور پھر اُسے ضرب لگا کر مٹّی کر دیا جاتا ہے اور پھر رُوح ڈالی جاتی ہے۔ قیامت تک اس پر ایسے ہی عذاب ہوتا رہتا ہے)

(ابوداؤد)

(۴۴۱)

حضرت زیدؓ بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ (ایک روز) رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے خچّر پر سوار بنو نجار کے ایک باغ میں تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے کہ اچانک خچر بدک گئی اور قریب تھا کہ حضورؐ کو گرا دے۔ دیکھا تو وہاں چھ یا پانچ یا چار قبریں تھیں حضورؐ نے فرمایا کہ ان قبروں والوں کو کون جانتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں جانتا ہوں آپؐ نے پوچھا کہ یہ لوگ کب مرے تھے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ شرک کی حالت میں مرے تھے اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو ان کی قبروں میں مبتلائے عذاب کیا جا رہا ہے اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم (ڈر کے مارے) اپنے مُردے دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ قبر کا عذاب جو میں سن رہا ہوں خدا وہ تمہیں بھی سُنا دے۔ پھر آپؐ نے اپنا چہرۂ مبارک ہماری طرف کر لیا اور فرمایا کہ دوزخ کے عذاب سے خدا کی پناہ مانگو۔ صحابۂ کرامؓ نے کہا کہ ہم دوزخ کے عذاب سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ قبر کے عذاب سے خدا کی پناہ مانگو۔ صحابہؓ نے کہا کہ ہم قبر کے عذاب سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ فتنوں سے خدا کی پناہ مانگو، ظاہری فتنوں سے بھی اور باطنی سے بھی۔ صحابہؓ نے کہا کہ ہم فتنوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں، ظاہری فتنوں سے بھی اور باطنی سے بھی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ دجّال کے فتنے سے خدا کی پناہ مانگو۔ صحابہؓ نے کہا کہ ہم

دجّال کے فتنے سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ (مسلم)

۴۴۲

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میّت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں۔ پھر دو واپس آجاتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہتی ہے۔ اس کے ساتھ (ایک تو) اس کے گھر والے جاتے ہیں اور (دوسرے) اس کا مال اور (تیسرے) اس کا عمل پھر اس کے گھر والے اور اس کا مال تو واپس آ جاتے ہیں اور اس کا عمل (اس کے ساتھ) رہ جاتا ہے (جو اچھا ہونے کی صورت میں اس کیلئے راحت اور خوشی کا باعث بنتا ہے اور برا ہونے کی صورت میں اس کے لیے ذریعۂ عذاب ثابت ہوتا ہے) (بخاری)

۴۴۳

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ (اے خدا میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور آگ کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجّال کے فتنے سے۔ (بخاری)

باب ۲۰

قیامت، اس کی علامات اور احوال

تمام انبیاء کی اُمتیں یہ عقیدہ رکھتی ہیں کہ ایک دن ایسا آئے گا جب یہ نظام کائنات درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ اس دن کو روز قیامت کہا گیا ہے۔ قرآن اور حدیث دونوں میں قیامت کا ذکر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صور پھونکا جائے گا جس سے ہولناک آواز پیدا ہو گی اور سب لوگ جو اس وقت زندہ ہوں گے موت کا شکار ہو جائیں گے۔ پھر ایک مدت کے بعد، جس کا حال صرف خدا ہی کو معلوم ہے کہ وہ کتنی ہو گی، دوبارہ صور پھونکا جائے گا جس سے تمام انسان زندہ ہو جائیں گے اور میدانِ حشر میں جمع ہو جائیں گے۔ پھر ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور طے کیا جائے گا کہ کس کس نے دوزخ میں اور کس کس نے جنت میں جانا ہے قیامت کے بعد موت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔ کوئی خوشی کی حالت میں ہو گا یا غم اور تکلیف کی، اُس کی زندگی دائمی ہو گی۔

علاماتِ قیامت :-

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت سے پہلے بعض علامات ظاہر ہوں گی

جو اس بات کی دلیل ہوں گی کہ اب قیامت قریب ہے۔ مثلاً

۱۔ لوگ خدا کا ذکر کرنا چھوڑ دیں گے۔

۲۔ مال و دولت کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ کوئی کسی کی خیرات قبول نہیں کرے گا،

۳۔ ذمے داریاں نااہلوں کے سپرد کر دی جائیں گی،

۴۔ علم اٹھا لیا جائے گا اور جہالت بڑھ جائے گی۔

۵۔ فتنے بہت ظاہر ہوں گے، مصائب بہت آئیں گے، یہاں تک کہ لوگوں کی زندگی اجیرن ہو جائے گی،

۶۔ لوگوں کے دلوں میں بخیلی پیدا ہو جائے گی،

۷۔ قتل و خون بکثرت ہوگا۔

۸۔ بدکاری بہت بڑھ جائے گی،

۹۔ شراب کثرت سے پی جائے گی،

۱۰۔ مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی،

۱۱۔ مسلمانوں میں سے بعض یا بہت سے لوگ مشرکوں سے مل جائیں گے اور بت پوجنے لگیں گے،

۱۲۔ تیس ۳۰ یا تیس ۳۰ کے قریب کذاب آچکے ہونگے جن میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا ہو گا کہ میں نبی ہوں،

۱۳۔ دجال ظاہر ہو گا جو مسلمانوں کو شدید قسم کے مصائب میں مبتلا کر دے گا۔

۱۴۔ حضرت مسیحؑ ایک حاکم عادل کی حیثیت سے تشریف لائیں گے،

۱۵۔ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہو گا، وغیرہ وغیرہ

(۴۴۴)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت

تب قائم ہو گی جب دنیا میں (اتنی خدا فراموشی پھیل چکی ہو گی کہ) اللہ اللہ نہیں کہا جائے گا۔ (مسلم)

۴۴۵

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ میرے سوا اور کوئی بھی یہ حدیث تم سے بیان نہیں کرے گا۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے (کچھ نشانیاں) یہ ہیں کہ علم اٹھا لیا جائے گا۔ جہالت کی کثرت ہو جائے گی، بدکاری بہت ہو گی، کثرت سے شراب پی جائے گی، مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی۔ یہاں تک کہ پچاس عورتوں کی خبرگیری کرنے والا اور ان کے امور کا ذمہ دار ایک مرد ہو گا۔ (بخاری)

۴۴۶

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ قریب ہو جائے گا (یعنی وقت تیزی کے ساتھ گزرے گا یا قیامت قریب آ لگے گی) اور علم اٹھا لیا جائے گا۔ اور فتنے ظاہر ہوں گے۔ اور (دلوں میں) بخیلی ڈال دی جائے گی، اور ہرج بکثرت ہو گا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ ہرج کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قتل (و خو(ن)) (مسلم)

۴۴۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ تم میں مال کی کثرت ہو جائے گی (اتنی کہ) وہ بہتا پھرے گا۔ مال والے کو یہ غم لگا ہو گا کہ کوئی اس کے صدقے کو قبول کرے (مگر کوئی اس

صدقے کو قبول نہ کرے گا) وہ اپنا مال پیش کرے گا مگر جس کے سامنے اسے پیش کرے گا وہ کہے گا کہ مجھے حاجت نہیں۔ (بخاری)

۴۴۸

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ (فتنہ و فساد اور مصائب کے باعث انسانوں کی زندگی ایسی اجیرن ہو جائے گی کہ) ایک شخص دوسرے شخص کی قبر کے پاس سے گزرے گا تو (حسرت سے) کہے گا کہ کاش اس کی جگہ میں (اس قبر میں) ہوتا۔

(مسلم)

۴۴۹

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ دنیا فنا نہیں ہوگی جب تک کہ لوگوں پر وہ دن نہ آجائے جس میں قاتل کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ اس نے کیوں قتل کیا اور مقتول کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ اُسے کیوں قتل کیا گیا۔ عرض کیا گیا کہ یہ کیونکر ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کشت و خون ہوگا، (لہٰذا) قاتل اور مقتول (دونوں) دوزخ میں جائیں گے۔

(مسلم)

۴۵۰

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری امت کے (بہت سے) قبیلے مشرکوں سے نہ مل جائیں اور بُت نہ پوجنے لگیں۔ اور میری امت میں تیس۳۰ کذاب ہوں گے، ان میں ہر ایک یہی گمان کرتا ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی

نہیں (آئے گا) (ترمذی)

(۴۵۱)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ (ایک روز) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں (بیٹھے) لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک بدو آگیا اور کہنے لگا کہ قیامت کب ہوگی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (نے اس کی بات کا کچھ جواب نہ دیا اور اپنی) بات کرتے رہے لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ حضورؐ نے اس کی بات سُنی تو ہے مگر اس نے جو کچھ کہا ہے اسے پسند نہیں فرمایا۔ اُن میں سے کسی (اور) نے کہا کہ نہیں بلکہ آپؐ نے (اس کی بات) سُنی ہی نہیں یہاں تک کہ جب آپؐ اپنی بات پوری کر چکے تو فرمایا کہ کہاں ہے — (راوی بیان کرتے ہیں کہ) میرا خیال ہے (کہ آپؐ نے یہ بھی کہا کہ) قیامت کے بارے میں سوال کرنے والا۔ اُس بدو نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ، میں یہاں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ اس نے پوچھا کہ امانت ضائع کیسے ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب معاملات نا اہلوں کے سپرد کئے جانے لگیں تو قیامت کا انتظار کرنا۔ (بخاری)

تشریح:- جب کسی کام کو کسی ایسے انسان کے سپرد کر دیا جائے جو اُسے کرنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو شدید خرابی پیدا ہوتی ہے۔ حضورؐ نے قیامت کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی بتائی کہ ذمہ داریاں نا اہلوں کے سپرد کی جایا کریں گی۔

(۴۵۲)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ (حضرت عیسیٰؑ) ابن مریم تم میں ایک عادل حاکم بن کر اتریں گے۔ پھر (اترنے کے بعد) وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال اتنا زیادہ ہو جائے گا کہ کوئی اسے لینا قبول نہیں

کرے گا۔ (بخاری)

(۴۵۳)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک روز) جب سورج غروب ہوا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کہاں جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ یہ جاتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے' پھر (طلوع ہونے کی) اجازت مانگتا ہے۔ پھر اسے اجازت دی جاتی ہے (تو طلوع ہوتا ہے) اور عنقریب وہ وقت آئے گا کہ یہ سجدہ کرے گا تو وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور (طلوع ہونے کی) اجازت مانگے گا تو اسے اجازت نہیں دی جائے گی (بلکہ) اسے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے اسی طرف لوٹ جا لہٰذا یہ مغرب سے طلوع ہوگا (اور اس کا مغرب سے طلوع ہونا ایک علامت ہوگی قیامت کی) پس یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ (اور سورج، وہ اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے، یہ زبردست علیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے) (یٰسٓ ۳۸)

(بخاری)

قیامت :

(۴۵۴)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس انسان کو یہ بات خوش کرے کہ وہ قیامت کے دن کو اس طرح دیکھے گویا وہ اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو اُسے چاہیئے کہ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ اور

إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ اور إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ پڑھے۔ (ترمذی)

تشریح:- یہ تینوں سورتیں کلام پاک کے آخری پارے میں ہیں۔ پہلی سورت کا نام ہے سُوْرَۃُ التَّکْوِیْرِ دوسری کا سُوْرَۃُ الاِنْفِطَارِ اور تیسری کا سُوْرَۃُ الاِنْشِقَاقِ۔ ان تینوں سورتوں میں قیامت کے احوال اس عمدگی سے بیان کئے گئے ہیں کہ انہیں پڑھنے سے قیامت کا منظر گویا آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ ذیل میں ان کے مضمون کا تھوڑا تھوڑا حصہ اور اس کا مفہوم پیش کیا جارہا ہے۔

"جب سورج لپیٹ دیا جائے گا، اور جب تارے بکھر جائیں گے، اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے، اور جب دس مہینے کی حاملہ اونٹنیاں اپنے حال پر چھوڑ دی جائیں گی، اور جب جنگلی جانور سمیٹ کر اکٹھے کر دیئے جائیں گے، اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے، اور جب جانیں (جسموں سے) جوڑ دی جائیں گی، اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی، اور جب اعمالنامے کھولے جائیں گے، اور جب آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے گا، اور جب جہنم دہکائی جائے گی، اور جب جنت قریب لے آئی جائے گی، اس وقت ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔ (سورۃ التکویر، آیات ۱ تا ۱۴)

"جب آسمان پھٹ جائے گا، اور جب تارے بکھر جائیں گے، اور جب سمندر پھاڑ دیئے جائیں گے، اور جب قبریں کھول دی جائیں گی، اس وقت ہر شخص کو اس کا اگلا پچھلا سب کیا دھرا معلوم ہو جائے گا (سورہ الانفطار، آیات ۱ تا ۵)

"جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کے فرمان کی تعمیل کرے گا اور اس کے لیے حق یہی ہے (کہ اپنے رب کا حکم مانے) اور جب زمین پھیلا دی جائے گی اور جو کچھ اس کے اندر ہے اُسے باہر پھینک کر خالی ہو جائے گی اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرے گی اور اس کے لیے حق یہی ہے (کہ اس کی تعمیل کرے) اے انسان تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جارہا ہے اور اس سے ملنے والا ہے۔ پھر جس کا نامۂ اعمال اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا اُس سے ہلکا حساب

لیا جائے گا اور وہ اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش پلٹے گا، رہا وہ شخص جس کا نامۂ اعمال اُس کی پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا تو وہ موت کو پکارے گا اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پڑے گا۔ وہ اپنے گھر والوں میں مگن تھا۔ اس نے سمجھا تھا کہ اسے کبھی پلٹنا نہیں ہے۔ پلٹنا کیسے نہ تھا، اُس کا رب اس کے کرتوت دیکھ رہا تھا۔

(سورۃ الانشقاق: آیات ۱ تا ۱۵)

ان آیات سے پایا جاتا ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی تو آسمان پھٹ جائے گا۔ سورج اور ستاروں کی روشنی ختم ہو جائے گی، وہ بندش جس نے ستاروں سیاروں کو اپنے اپنے مقام اور مدار پر باندھ رکھا ہے کھل جائے گی اور سب ستارے سیارے کائنات میں منتشر ہو جائیں گے۔ زمین کی وہ کشش بھی ختم ہو جائے گی جس کی بدولت پہاڑ وزنی ہیں اور جمے ہوئے ہیں لہٰذا سارے پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں گے۔ اور زمین پر اس طرح چلنے لگیں گے جیسے فضا میں بادل چلتے ہیں، سمندر بھڑکنے لگیں گے۔ جس طرح دنیا میں کوئی عام مصیبت آنے پر ہر طرح کے جنگلی جانور بھاگ کر ایک جگہ اکٹھے ہو جاتے ہیں اسی طرح اس عظیم آزمائش کے وقت سب جنگلی جانور اکٹھے ہو جائیں گے، وہ پریشانی کا عالم ہو گا کہ لوگوں کو اپنے قیمتی ترین مال کی بھی پرواہ نہیں ہوگی۔ آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے گا اور جو کچھ اب نگاہوں سے اوجھل ہے نظر آنے لگے گا۔ میدان حشر میں جہنم کی دہکتی ہوئی آگ بھی نظر آرہی ہوگی۔ اور جنت بھی اپنی ساری نعمتوں کے ساتھ سامنے موجود ہوگی تاکہ بُد بھی جان لیں کہ وہ کس چیز سے محروم ہو کر کہاں جانے والے ہیں اور نیک بھی جان لیں کہ وہ کس شئے سے بچ کر کن نعمتوں سے سرفراز ہونے والے ہیں اس وقت زمین کی اونچ نیچ برابر ہو کر وہ ایک ہموار میدان بن جائے گی اور وہ سب لوگ جو ابتدا سے لیکر انتہا تک مرے تھے زندہ ہو کر قبروں سے باہر نکل آئیں گے۔ اور زمین اندر سے خالی ہو جائے گی۔ پھر لوگوں کو ان کے اعمالنامے دیئے جائیں گے جس سے ہر شخص کو اپنا اگلا، پچھلا سب کیا دھرا معلوم ہو جائے گا یہ اعمالنامے لبعض

لوگوں کے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور بعض کو ان کی پشتوں کے پیچھے سے۔ جن لوگوں کے اعمالنامے ان کے داہنے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے ان کا آسان حساب لیا جائے گا اور وہ خوش خوش اپنے گھر والوں کی طرف واپس آئیں گے۔ مگر جن کو ان کے اعمالنامے ان کی پشتوں کے پیچھے سے دیئے جائیں گے ان کا وہ حال ہوگا کہ وہ موت کو پکارنے لگیں گے اور دوزخ میں جا داخل ہوں گے۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ لوگوں نے دنیا میں جو ایک دوسرے پر ظلم ڈھائے ہوں گے ان کے بارے میں سوال ہوگا اور جو لوگ دنیا ہی میں مگن رہا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ انہیں کبھی اللہ کے حضور میں حاضر ہونا ہی نہیں وہ دیکھ لیں گے کہ جن حقیقتوں کو وہ جھٹلاتے رہے تھے وہ تو اب سامنے ہیں۔

ان تین سورتوں کے علاوہ قرآن پاک کی اور بھی کئی سورتوں میں آخرت کا حال بیان ہوا ہے اور ایسے ہی حضورؐ کی احادیث نے بھی آخرت کے احوال پر مؤثر انداز میں روشنی ڈالی ہوئی ہے۔

(۴۵۵)

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص بیان کرتے ہیں کہ ایک بدّو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ صُور کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا (تو قیامت برپا ہو جائے گی)۔ (ترمذی)

(۴۵۶)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کیسے خوش رہ سکتا ہوں جب صورت یہ ہے کہ صُور (بجانے والا فرشتہ) صُور منہ میں لیے ہوئے ہے، اس کی پیشانی جھکی ہوئی ہے اور وہ کان لگائے انتظار کر رہا ہے کہ اسے (صُور) پھونکنے کا حکم دیا جائے تو وہ (صُور) پھونکے

(اور قیامت برپا ہو جائے۔ حضورؐ کی یہ بات سن کر) مسلمانوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ (جب صورتِ حالات یہ ہے تو پھر بتایئے کہ) ہم کیا پڑھا کریں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم پڑھا کرو حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ (کافی ہے ہمارے لیے اللہ اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا) (اس حدیث کے ایک راوی) سفیان کبھی کبھی (یا اکثر) تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ کی جگہ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا کہتے تھے۔ (ترمذی)

۴۵۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ سورج اپنے غروب ہونے کی جگہ سے طلوع کرے گا (یعنی مغرب سے) پھر جب وہ (مغرب سے) طلوع ہوگا اور لوگ اسے دیکھ لیں گے تو (پھر) سب کے سب ایمان لے آئیں گے۔ لیکن یہ ایسا وقت ہوگا کہ جو شخص اس سے پہلے ایمان نہ لا چکا ہوگا یا اپنے ایمان کی حالت میں کوئی نیکی نہ کمائی ہوگی اس کا اس وقت ایمان لانا اسے فائدہ نہ دے گا۔ (پھر جب قیامت قائم ہوگی تو وہ اس طرح ایک دم آجائے گی کہ) دو آدمیوں نے (خرید و فروخت کے لیے) اپنے درمیان اپنا کپڑا پھیلا رکھا ہوگا مگر ابھی وہ باہم خرید و فروخت کرنے نہیں پائیں گے اور نہ اس کو لپیٹ سکیں گے کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور کوئی شخص اپنی دودھ والی اونٹنی کا دودھ لے کر چلا ہوگا مگر ابھی اسے پینے نہیں پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور کوئی شخص اپنا حوض لیپ پوت رہا ہوگا مگر ابھی (اپنے جانوروں کو) اس میں پانی نہیں پلائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ اور کوئی شخص اپنا لقمہ اٹھا کر اپنے منہ کی طرف لے جا رہا ہوگا۔ مگر ابھی اسے کھانے نہیں پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ (بخاری)

۴۵۸

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند قیامت کے دن لپیٹ لیے جائیں گے (یعنی ان کی روشنی ختم ہو جائے گی) (بخاری)

۴۵۹

حضرت مقداد بن اسودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن سورج لوگوں سے اتنا قریب ہو جائے گا کہ بقدر ایک میل کے رہ جائے گا (اس حدیث کے ایک اور راوی) سُلیم بن عامر (ہیں جنہوں نے یہ حدیث حضرت مقدادؓ سے سُنی تھی۔ وہ) کہتے ہیں کہ خدا کی قسم، میں نہیں جانتا کہ میل سے حضرت مقدادؓ (یا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم) کی مراد کیا تھی، آیا زمین کی مسافت (کا میل) یا وہ سلائی جس سے آنکھ میں سُرمہ لگایا جاتا ہے (کیونکہ عربی زبان میں سرمہ لگانے والی سلائی کو بھی میل کہا جاتا ہے۔ غرضکہ) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جب سورج اتنا قریب آجائے گا تو) لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ہوں گے۔ اُن میں کوئی ایسا ہوگا جس کا پسینہ اس کے ٹخنوں تک ہوگا۔ اور ان میں کوئی ایسا ہوگا جس کا پسینہ اس کے گھٹنوں تک ہوگا۔ اور ان میں کوئی ایسا ہوگا جس کا پسینہ اس کی کمر تک ہوگا اور ان میں کوئی ایسا ہوگا جس کے منہ میں پسینے کی لگام ہوگی (یعنی پسینہ اس کے منہ میں جا رہا ہوگا) اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مسلم)

۴۶۰

تیسویں پارے میں سورۃ الزلزال میں قیامت کا ذکر کرتے ہوئے زمین کے

متعلق فرمایا گیا ہے۔ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا یعنی اس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا اور فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اس کی خبریں کیا ہوں گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کی خبریں یہ ہوں گی کہ وہ ہر بندے اور ہر بندی کے بارے میں گواہی دے گی کہ اس نے اس کی پشت پر کیا کیا عمل کیا تھا۔ زمین (ایک ایک شخص کے بارے میں) کہے گی کہ اس نے فلاں اور فلاں اور فلاں دن (یہ اور یہ) عمل کیا تھا۔ پس یہ ہیں اس کی خبریں (جو وہ قیامت کے دن بیان کرے گی) (ترمذی)

۴۶۱

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) زمین کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور فرمائے گا کہ میں ہوں بادشاہ، زمین کے بادشاہ (اس وقت) کہاں ہیں!!! (بخاری)

۴۶۲

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام آسمانوں کو لپیٹ لے گا، پھر انہیں اپنے دائیں ہاتھ میں لے لے گا۔ پھر فرمائے گا کہ میں ہوں بادشاہ! کہاں ہیں مغرور و سرکش! کہاں ہیں متکبر! پھر تمام زمینوں کو اپنے بائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا پھر فرمائے گا کہ میں ہوں بادشاہ! کہاں ہیں غرور اور سرکشی کرنے والے! کہاں ہیں تکبر کرنے والے!!! (مسلم)

۴۶۳

حضرت عبداللہؓ بن اُنیسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ بندوں کو جمع کرلے گا پھر انہیں ایسی آواز میں پکارے گا جسے دور والے بھی ویسے ہی سنیں گے جیسے قریب والے (فرمائے گا کہ) میں ہوں بادشاہ! میں ہوں اعمال کا بدلہ دینے والا۔ (بخاری)

۴۶۴

(سورۂ بنی اسرائیل آیت ۹۷ میں اللہ تعالیٰ نے گمراہ لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ط (اور ہم قیامت کے روز ان کو اندھا گونگا بہرا کرکے مُنہ کے بل چلائیں گے) حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبیؐ، کافر کا حشر اس کے منہ کے بل کیسے ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا وہ ذات جس نے اُسے دنیا میں پاؤں کے بل چلایا اس بات پر قادر نہیں کہ قیامت کے دن اُسے اس کے مُنہ کے بل چلائے حضرت قتادہ (جنہوں نے یہ حدیث حضرت انسؓ سے سُنی اسے سُن کر کہہ اٹھے) کیوں نہیں، قسم ہے اپنے پروردگار کی عزت کی (وہ یقیناً اس بات پر قادر ہے کہ کافر کو روز قیامت منہ کے بل چلائے) (بخاری)

۴۶۵

حضرت صفوانؓ بن عسّال بیان کرتے ہیں کہ ایک بلند آواز بدُو خدمتِ نبوی میں آیا اور عرض کیا کہ اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک شخص بعض (نیک اعمال کرنے والے) لوگوں سے محبت رکھتا ہے مگر ان جیسے اچھے عمل نہیں کرسکا (تو اس کا کیا انجام ہوگا) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان (قیامت کے دن)

اُسی کے ساتھ ہو گا جس سے اس نے محبت کی ہو گی۔ (ترمذی)

حساب :

اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ دنیوی زندگی گزارنے اور دنیا میں خدا کے دین کو نافذ کرنے کے لئے بہت سی قوتیں، صلاحیتیں اور مادی سازوسامان کی نعمتیں عطا کر رکھی ہیں۔ جسے "حساب" کہا گیا ہے وہ یہی ہے کہ قیامت کے دن انسان سے مؤاخذہ ہو گا کہ اس نے کہاں تک ان نعمتوں کا شکر ادا کیا اور انہیں کن راہوں پر صرف کیا۔ آیا ان راہوں پر جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والی تھیں یا ان پر جو اس کے غضب کو بھڑکانے والی تھیں۔ پھر حساب صرف اُن نعمتوں ہی کا نہیں لیا جائے گا جو ہمیں عطا کی گئی ہیں بلکہ ان ذمہ داریوں کا بھی لیا جائے گا جو ہم پر ڈالی گئی ہیں کہ ہم نے کہاں تک انہیں ادا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی انسان نہیں جسے خدا نے نعمتیں نہ عطا کی ہوں اور جس پر ذمہ داریاں نہ ڈالی ہوں۔ لہٰذا زندگی میں اس وقت کی تیاری کرتے رہنا ضروری ہے جب ان دونوں کے بارے میں مؤاخذہ ہو گا، اور وہ ایک ایسا وقت ہو گا جب ہمارے اپنے جسمانی اعضاء بھی گواہی دیں گے کہ ہم نے ان سے کام لے کر نیکیاں کمائیں یا برائیاں سمیٹیں۔

(۴۶۶)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ کسی دن یا کسی رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپؐ کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ملے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس وقت تمہارے اپنے گھروں سے باہر نکلنے کا سبب کیا ہے۔ ان دونوں نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ بھوک (لگی ہے اور کھانے کو کچھ نہیں) آپؐ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جس چیز نے تمہیں باہر نکالا ہے اسی نے مجھے بھی نکالا ہے۔ (اچھا تو پھر) اٹھ کھڑے ہو، پس وہ دونوں حضورؐ کے ساتھ کھڑے

ہو گئے اور حضورؐ (انہیں لے کر) ایک انصاری شخص کے ہاں تشریف لائے۔ دیکھا تو وہ اپنے گھر میں نہیں تھے۔ اُن کی بیوی نے جب حضورؐ کو دیکھا تو کہا کہ خوش آمدید۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ فلاں کہاں ہے (یعنی اُن انصاری کا پوچھا) اُن خاتون نے کہا کہ وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لانے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری آ گئے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا تو کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ آج مہمانوں کے لحاظ سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ معزز نہیں۔ پھر وہ گئے اور کھجور کا ایک خوشہ مہمانوں کے پاس لے آئے جس میں گدری کھجوریں بھی تھیں سوکھی بھی اور تازی بھی اور عرض کیا کہ اس سے کھائیے۔ پھر ایک چھری پکڑی۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ دیکھو دودھ دینے والی بکری ذبح نہ کرنا۔ پھر اُن انصاری نے ان کے لیے (بکری) ذبح کی (اور کھانا تیار کیا گیا) چنانچہ انہوں نے بکری (کا گوشت) اور اس خوشے کی کھجوریں کھائیں اور (پانی) پیا۔ پس جب وہ سب سیر ہو گئے اور سیراب ہو گئے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کے بارے میں ضرور سوال ہوگا۔ بھوک نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا تھا۔ پھر تم ابھی واپس نہ لوٹے کہ یہ نعمتیں تمہیں حاصل ہو گئیں۔ (مسلم)

تشریح:۔ یعنی تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ان نعمتوں کے شکر کا حق ادا کیا تھا یا نہیں کیا تھا۔ نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی تین شکلیں بتائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ دل میں شکر کا احساس ہو اور منہ سے خدا کا شکر ادا کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اُن نعمتوں میں اپنے اُن بہن بھائیوں کو شریک کیا جائے جنہیں وہ عطا نہیں ہوئیں مثلاً دولت کی نعمت حاصل ہو تو غریبوں کی امداد کی جائے، صحت کی نعمت حاصل ہو تو بیماروں کی تیمارداری کی جائے، علم کی نعمت حاصل ہو تو جاہلوں کو علم سکھایا جائے اور ان کی رہنمائی کی جائے۔ تیسرے یہ کہ ان نعمتوں کو ایسے کاموں پر صرف نہ کیا جائے جو نعمتیں عطا کرنے والے منعم حقیقی کو ناپسند ہیں مثلاً دولت کو ناجائز عیش و عشرت

پر صرف نہ کیا جائے، صحت کو فسق و فجور کی نذر نہ کیا جائے، علم کو فخر و غرور اور غیر شرعی طور پر دنیا کمانے کا ذریعہ نہ بنایا جائے وغیرہ۔

۴۶۷

حضرت ابُوبُرزَۃ اَسلَمی رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کے قدم اس وقت تک نہیں ہٹیں گے جب تک اُس سے (ذیل کی چار چیزوں کے بارے میں) سوال نہ کر لیا جائے (ایک) اُس کی عمر کے بارے میں کہ اُسے کن کاموں میں ختم کیا (دُوسرے) اُس کے علم کے بارے میں کہ اُس سے کیا عمل کیا۔ (تیسرے) اُس کے مال کے بارے میں کہ اُسے کہاں سے حاصل کیا اور کن مصارف پر صرف کیا، اور (چوتھے) اس کے جسم کے بارے میں کہ اُسے کن مصروفیات میں پرانا کیا۔ (ترمذی)

تشریح:- یہ وہ چار سوال ہیں کہ اگر ہر انسان زندگی گزارتے ہوئے اس وقت کا تصوّر رکھے جب اس نے ان کا جواب دینا ہوگا تو لوگوں کی آخرت سنورنے کے علاوہ یہ دنیا بھی بہشت بن جائے۔ کیونکہ ہمارے ان گنت دکھ اور اذیتیں نتیجہ ہوتی ہیں عمر کو بے کار کاموں اور بداعمالیوں میں صرف کرنے کا، علم حاصل کر کے بھی عمل سے غفلت برتنے کا، دولت کو حرام ذرائع سے کمانے اور حرام مصارف پر صرف کرنے کا اور جسمانی اعضاء اور قوتوں سے وہ کام لینے کا جنہیں خدا نے گناہ قرار دیا ہے جو شخص اس وقت سے ڈرے گا جب اس نے ان چار سوالوں کا جواب دینا ہوگا وہ کوشش کرے گا کہ اس کے زندگی کے قیمتی اوقات، جنہیں مفید اور نیکی کے کاموں میں صرف کر کے وہ اس نازک وقت میں خدا کے حضور سرخرو ہو سکتا ہے، بے کار اور بُرے کاموں پر ضائع نہ ہونے پائیں، جو علم اُسے حاصل ہے اس پر عمل ہوتا رہے تاکہ وہ اس نازک وقت میں اس کے لیے فائدہ مند ثابت ہو، وہ مال کو پاک ذرائع سے حاصل کرے اور جائز مصارف پر صرف کرے تاکہ اس کا مال اس

نازک وقت میں شرمندگی اور عذاب کا ذریعہ نہ بنے اور وہ اپنے جسم کے اعضا اور قوتوں سے وہ کام نہ لے جن کے باعث کل اُس نازک وقت میں اس کے اپنے اعضا ہی اس کے خلاف گواہی دینے لگیں۔ جس معاشرے کے افراد میں یہ پرہیزگاری پیدا ہو جانے کے باعث معاشرے میں بداعمالی، بددیانتی اور بے عملی ختم ہو جائے گی اس کے دکھ اور اذیتیں کیوں نہ کم ہوں گے اور اس کا سکھ اور چین کیوں نہ بڑھے گا۔

(۴۶۸)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تم میں سے ہر ایک راعی (یعنی نگران اور ذمہ دار) ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ (یعنی ان کے بارے میں جن کی نگرانی اور اصلاح کا وہ ذمہ دار ہے)۔ پس جو شخص لوگوں پر امیر مقرر ہے وہ بھی راعی ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ اور مرد اپنے اہل خانہ پر راعی ہے اور اس سے اُن کے بارے میں سوال ہوگا اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد پر راعیہ ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا اور غلام اپنے مالک کے مال پر راعی ہے اور اس سے اس (مال) کے بارے میں سوال ہوگا۔ آگاہ رہو کہ تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک سے اُس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ (مسلم)

تشریح:۔ اس حدیث میں یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ ہر مرد اور ہر عورت سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ جو لوگ یا اشیاء ان کے زیر نگرانی تھیں اور جن کی حفاظت اور اصلاح وغیرہ کے وہ ذمہ دار تھے ان کی ذمہ داری انہوں نے کہاں تک پوری کی۔ کہاں تک ان کی حفاظت کی، کہاں تک ان کی اصلاح کی، کہاں تک ان کے حقوق ادا کیے۔ وغیرہ۔

(۴۶۹)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس (بیٹھے) تھے کہ اتنے میں آپؐ ہنسے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں کس بات پر ہنسا ہوں۔ ہم نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ میں اُس گفتگو پر ہنسا ہوں جو بندہ اپنے رب کے ساتھ کرے گا۔ وہ کہے گا کہ اے میرے رب کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیوں نہیں (ضروری ہے) بندہ کہے گا کہ پھر میں تو اپنے خلاف گواہی کے لیے اپنی ذات کے علاوہ کسی کو مجاز نہیں سمجھتا اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ (اچھا) آج کے دن اپنے آپ کے بارے میں گواہی دینے کے لیے تو (خود) کافی گواہ ہے اور کراماً کاتبین کافی گواہ ہیں۔ پھر اُس کے مُنہ پر مُہر کر دی جائے گی اور اس کے جسم کے اعضاء سے کہا جائے گا کہ بولو۔ چنانچہ وہ بول کر اس کے اعمال بتا دیں گے۔ پھر اس کے مُنہ سے مُہر ہٹا دی جائے گی تو (وہ اپنے اعضاء سے) کہے گا: تم پر ہلاکت آئے، دُور دفع ہو جاؤ، میں تو تمہارے ہی لیے جھگڑا کر رہا تھا (تاکہ تم عذاب کی تکلیف سے بچ جاؤ مگر تم نے خود ہی بتا دیا کہ میں تم سے کیا کیا کام لیتا رہا ہوں) (مسلم)

تشریح :- اس حدیث میں جو بات واضح کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے اعضاء سے کام لے کر جو جو اعمال ہم نے کیے ہوں گے ہمارے اپنے اعضاء ہی ان اعمال کی گواہی دے دیں گے۔

(۴۰)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بنو عبد مناف تم اپنی جانوں کو اللہ (کے عذاب) سے بچاؤ، اے بنو عبد المطّلب تم اپنی جانوں کو اللہ (کے عذاب) سے بچاؤ، اے زبیرؓ بن عوّام کی والدہ (اور) اللہ کے رسولؐ کی پھوپھی (صفیہ بنت عبد المطّلب) اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہؓ تم دونوں اپنی جانوں کو اللہ (کے عذاب) سے بچاؤ۔ تم دونوں میرے

مال میں سے جو چاہو مانگ لو مگر میں تمہیں اللہ (کے عذاب) سے بچانے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔ (بخاری)

تشریح :۔ عبد المطلب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے اور عبد مناف بھی حضورؐ کے آباؤ اجداد میں سے تھے۔ آپؐ نے اپنے اہل خاندان یہاں تک کہ اپنی صاحبزادی سے بھی فرمایا کہ خدا کے عذاب سے بچنے کے لیے اعمال نیک اختیار کرو، صرف میرے رشتہ دار ہونے کے باعث تم بخشے نہیں جاؤ گے۔

میزان، اعمالنامے اور صراط

۴۷۱

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ انہیں دوزخ یاد آیا تو وہ رونے لگیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں کس بات پر رونا آیا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ مجھے دوزخ یاد آ گیا تو میں رونے لگی۔ تو کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے۔ اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین مقامات ایسے ہیں جہاں کوئی بھی کسی کو یاد نہیں رکھے گا (ایک) میزان کے پاس (کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا) یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ آیا اس کی میزان ہلکی رہی یا بھاری (دوسرے) اعمالنامے دیئے جانے کے وقت جب کہا جائے گا کہ لو دیکھو پڑھو میرا اعمالنامہ، یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ اس کا اعمالنامہ کہاں رکھا گیا ہے، آیا اس کے داہنے ہاتھ میں یا اس کے بائیں ہاتھ میں یا اُسے اُس کی پشت کے پیچھے سے دیا گیا ہے۔ اور (تیسرے) صراط کے پاس جب اُسے دوزخ کی پشت پر رکھا جائے گا (اور سب لوگوں کو حکم دیا جائے گا کہ اُس کے اوپر سے گزریں)

(ابو داؤد)

تشریح :۔ آخرت کے بارے میں جو معلومات دی گئی ہیں ان سے واضح

ہوتا ہے کہ انسان کے اچھے اور بُرے دونوں طرح کے اعمال تولے جائیں گے۔ جس کے اچھے اعمال کا پلڑا بھاری ہوا اسے انعام کا مستحق سمجھا جائے گا۔ اور جس کے اچھے اعمال کا پلڑا ہلکا رہا اور بُرے اعمال کا بھاری ہوا وہ سزا کا مستحق قرار دیا جائے گا اور انسان کا یہ حال ہوگا کہ جب تک اُسے معلوم نہ ہو جائے گا کہ اس کے نیک اعمال کا پلڑا ہلکا ہے یا بھاری اُسے مارے فکر کے کوئی بھی یاد نہ ہوگا ایسے ہی یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ ہمارا ہر اچھا، بُرا عمل لکھا جا رہا ہے اور ہر انسان کی ایک کتاب تیار ہو رہی ہے جسے اعمالنامہ کہا جاتا ہے۔ قیامت کے دن ہر انسان کو اس کا اعمالنامہ دے دیا جائے گا۔ نیکوں کو ان کے دائیں ہاتھ میں اور بُروں کو ان کے بائیں ہاتھ میں یا پُشت کے پیچھے سے۔ اس وقت بھی لوگوں کی فکرمندی اتنی شدید ہوگی کہ انہیں کوئی بھی یاد نہ ہوگا جب تک کہ معلوم نہ ہو جائے گا کہ اعمالنامہ کیسے دیا گیا ہے۔ دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں یا پشت کے پیچھے سے۔ ایسے ہی یہ بتایا گیا ہے کہ دوزخ کے اوپر ایک راستہ ہوگا جس پر سے ہر انسان کو گزرنا ہوگا۔ نیک لوگ اس پر سے آرام سے گزر جائیں گے اور بَد اس پر سے گر کر نیچے دوزخ میں جا پڑیں گے۔ لہٰذا اس صراط کے پاس بھی جسے عام زبان میں پُل صراط کہا جاتا ہے لوگ اتنے پریشان ہوں گے کہ کسی کو کسی کی کچھ ہوش نہ ہوگی۔ اعمالناموں کے سلسلے میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ "جب کہا جائے گا کہ لو دیکھو پڑھو میرا اعمالنامہ" اس کا مطلب یہ ہے کہ نیک لوگ اپنے اعمالنامے کو دائیں ہاتھ میں پاکر اس قدر خوش ہوں گے کہ لوگوں کو دکھاتے پھریں گے کہ لو پڑھو میرا اعمالنامہ۔

۴۷۲

سورۃ ابراہیم آیت ۴۸ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ جس دن زمین اور آسمان بدل کر کچھ

وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ سے کچھ کر دیئے جائیں گے اور سب کے سب اللہ واحد قہار کے سامنے بے نقاب حاضر ہوں گے)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں دریافت کیا یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (اور پوچھا کہ) پھر لوگ اس دن کہاں ہوں گے تو حضورؐ نے فرمایا کہ (وہ) پل صراط پر ہوں گے۔ (ابنِ ماجہ)

شفاعت :-

شفاعت کا مطلب ہے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو بخشوانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اُن کی سفارش کرنا۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار الخ کی حدیث نمبر ۵۰ میں حضرت جابرؓ نے بیان کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ (بعض لوگ) شفاعت کے ذریعے دوزخ سے نکل آئیں گے۔ اس تالیف کی حدیث ۸ اور حدیث ۲۷۶ میں بھی شفاعت کے بارے میں معلومات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ خالص جی سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والا بھی حضورؐ کی شفاعت سے فیض یاب ہوگا اور جن کے دلوں میں گیہوں یا جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا، یا رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا یا اس سے بھی بہت کم ایمان ہوگا وہ بھی حضورؐ کی شفاعت سے دوزخ سے نکال لیے جائیں گے وغیرہ۔

(۴۷۳)

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اذان (کی آواز) سُن کر یہ دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ

اے اللہ اس مکمل پکار کے ربّ اور سدا رہنے والی نماز کے ربّ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ عطا کر اور فضیلت عطا کر اور آپؐ کو مقام محمود پر پہنچا جس کا تو نے آپؐ سے وعدہ کیا ہوا ہے۔

(پس جس نے اذان سن کر یہ دعا کی) اس کے لیے قیامت کے دن (میری) شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (ابوداؤد)

تشریح :- اذان کو "مکمل پکار" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اذان کامل اور بہت فضیلت والی شے ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف بلایا جاتا ہے۔ نماز کو "سدا رہنے والی" اس لیے کہا گیا ہے کہ نماز کا یہ نظام قیامت تک قائم رہے گا۔ "وسیلة" بہشت میں ایک خاص مقام ہے جو حضورؐ کے لیے مخصوص ہے۔ "مقام محمود" کا مطلب ہے وہ جگہ جہاں کھڑے ہونے والے کی سب تعریف کریں گے یعنی شفاعت کا مقام۔ حضورؐ لوگوں کی شفاعت کر کے ان کے عذاب سے بچنے کا ذریعہ بنیں گے، لہٰذا سب آپؐ کی تعریف و توصیف کریں گے۔

حوضِ کوثر :-

قیامت کے سلسلے میں حضورؐ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے اس میں حوض کوثر کا ذکر بھی آتا ہے۔ یہ پانی کا ایک حوض ہوگا جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا جائے گا۔ ایمان والوں کو اس سے پانی پلایا جائے گا۔ جسے پینے کے بعد پھر وہ کبھی پیاس کا شکار نہیں ہوں گے۔ حوض کوثر کے بارے میں مزید معلومات ذیل کی احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔

(۲۷۴)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے

پوچھا گیا کہ کوثر کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ یعنی جنّت میں۔ وہ دودھ سے زیادہ سفید ہے اور (اس کا پانی) شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی طرح (لمبی) ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ (پرندے) تو خوب عیش میں ہوں گے۔ اس پر رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اُن کو کھانے والے (یعنی اہل جنّت) ان سے زیادہ عیش میں ہوں گے۔ (ترمذی)

۴۷۵

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ کوثر جنّت میں ایک نہر ہے۔ اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور وہ موتی اور یاقوت پر بہتی ہے۔ اس کی مٹّی مُشک سے زیادہ خوشبودار ہے اور اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے (ترمذی)

۴۷۶

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ (معراج کے موقع پر) میں جنّت میں چل رہا تھا کہ میرے سامنے ایک نہر آگئی جس کے دونوں کناروں پر موتی کے گنبد تھے۔ میں نے فرشتے سے کہا کہ یہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ (نہر) کوثر ہے جو اللہ نے آپؐ کو عطا کی ہے پھر اُس نے اس کی گیلی مٹّی میں ہاتھ مارا اور (اس میں سے) مُشک نکالا۔ پھر میرے لیے سدرہ المنتہیٰ کو بلند کیا گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے پاس ایک بہت بڑا نور تھا۔ (ترمذی)

تشریح: سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى کے متعلق بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ ایک بیری ہے جو عرش الٰہی کی دائیں جانب ہے۔ یہ فرشتوں کی گزرگاہ کی آخری حد ہے۔

۴۷۷

حضرت حارثہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ میرا حوض اتنا (بڑا) ہے جتنا صنعاء اور مدینہ منورہ کے درمیان کا فاصلہ (یہ بات سن کر ایک اور راوی) مُستَوْرِد نے حضرت حارثہؓ سے کہا کہ کیا آپ نے حضورؐ کو (حوضِ کوثر کے) برتنوں کا ذکر کرتے نہیں سُنا۔ حضرت حارثہؓ نے جواب دیا کہ نہیں۔ مُستَوْرِد نے کہا کہ اس پر (یعنی حوضِ کوثر پر) ستاروں کی طرح برتن دکھائی دیں گے (مسلم)

تشریح:۔ صَنْعَاء عرب کے جنوبی علاقہ یمن کا ایک مشہور شہر ہے۔ مدینہ منورہ سے صنعاء بڑی دُور کی مسافت پر واقع ہے۔

۴۷۸

حضرت سعید بن جُبیرؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے کوثر کے (مفہوم کے) بارے میں فرمایا کہ کوثر وہ خیر (و برکت) ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے (حضرت سعیدؒ بن جُبیرؒ نے یہ حدیث ایک اور راوی ابو بشر سے بیان کی) ابو بشر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جُبیرؒ سے کہا کہ لوگوں کا خیال تو یہ ہے کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے۔ اس پر حضرت سعیدؒ (بن جبیر) نے فرمایا کہ (وہ بھی درست کہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ کوثر نام کی) جو نہر جنت میں ہے وہ بھی اس خیر (و برکت) کا ایک حصّہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو عطا کی ہے۔ (بخاری)

تشریح:۔ کوثر کا مفہوم "بہت خیر و برکت" بھی ہے اور کوثر جنت کی اس نہر کا نام بھی ہے جو حضورؐ کو عطا فرمائی گئی ہے۔ حضرت سعیدؒ بن جُبیرؒ کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو ہر طرح کی خیر و برکت عطا فرمائی ہے اور اسی خیر و برکت کی ایک شکل نہر کوثر بھی ہے۔

۴۷۹

حضرت اسماءؓ (بنت ابی بکرؓ) بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے حوضِ (کوثر) پر انتظار کروں گا ان لوگوں کا جو پانی پینے کے لیے میرے پاس آئیں گے پھر بعض لوگوں کو میرے سامنے سے پکڑ لیا جائے گا۔ اس پر میں کہوں گا کہ (انہیں کیوں پکڑا گیا ہے) یہ تو میری امت ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ (تمہارے بعد) یہ الٹے پاؤں واپس چلے گئے تھے (حضرت اسماءؓ سے یہ حدیث ابن ابی مُلیکہ نے سُنی تو) ابن ابی مُلیکہ دعا کرنے لگے کہ خدایا ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ ہم الٹے پاؤں پھر جائیں یا فتنے میں مبتلا ہو جائیں۔ (بخاری)

۴۸۰

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حوضِ (کوثر) پر تمہارا پیش خیمہ ہوں گا۔ تم میں سے بعض لوگ میرے پاس لائے جائیں گے، یہاں تک کہ جب میں جھکوں گا کہ انہیں پانی دوں تو انہیں میرے سامنے سے کھینچ لیا جائے گا۔ اس پر میں کہوں گا کہ اے میرے رب، یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں کیں۔ (بخاری)

تشریح :۔ مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دین کے اصولوں سے ہٹ جائے گا یا اس میں بدعتیں پیدا کرے گا وہ حوض کوثر سے سیراب ہونے کا مستحق نہیں سمجھا جائے گا۔

باب ۲۱

اُخروی زندگی اور اس کا دوام

بہشت اور دوزخ :-

آخرت کی جن حقیقتوں پر ایمان لانا ایک مومن کے لیے فرض ہے اُن میں بہشت اور دوزخ بھی ہیں جو انسانوں کے آخری ٹھکانے ہیں۔ ان دونوں کے بارے میں قرآن و حدیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کے بارے میں یہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ ان دونوں جگہوں کی اصل حقیقت کا علم وہاں پہنچ کر ہی ہو سکتا ہے کیونکہ جن مقامات کو نہ کسی انسانی آنکھ نے کبھی دیکھا ہو نہ انسانی کانوں نے کبھی وہاں کی آوازیں سُنی ہوں ان میں جو کچھ بھی احوال و کیفیات ہوں ان کو بیان کرنے کے لیے انسانی زبانوں میں الفاظ نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا صرف اتنا ہی کیا گیا ہے کہ انسانی زبانوں میں پائے جانے والے الفاظ کی مدد سے وہاں کے احوال و کیفیات کا کچھ تصور دلا دیا گیا ہے۔ باقی وہاں کے احوال درحقیقت کیا ہوں گے یہ اللہ ہی کے علم میں ہے اور انسانوں کے علم میں بھی اس وقت آجائیں گے

جب وہ وہاں پہنچ جائیں گے۔ لہٰذا جنّت اور دوزخ کے بارے میں جو کچھ بھی فرمایا گیا ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں دوزخ اور اس کے عذاب کا خوف پیدا ہو اور وہ ان برائیوں سے بچیں جو دوزخ میں لے جاتی ہیں اور جنّت اور اس کی بہاروں اور لذّتوں کا شوق ابھرے تاکہ وہ ان نیک اعمال کو اختیار کریں جو جنّت میں پہنچانے والے ہیں۔

(۱۸۴)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جنّت تکالیف سے گھری ہوئی ہے اور دوزخ نفسانی خواہشات سے گھری ہوئی ہے۔ (مسلم)

تشریح:۔ اس جامع حدیث میں حضورؐ نے جو کچھ واضح فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ جنّت حاصل کرنا ہو تو مشقت اور تکالیف میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ عبادات کو ان کی تمام شرائط پوری کرتے ہوئے ادا کرنا، مخلوق کے حقوق کا دھیان رکھنا، ملک و ملّت کی خدمات بجا لانا، تنگی تکلیف، دکھ مصیبت میں صبر و استقلال سے کام لینا، اور زندگی کے ہر نشیب و فراز میں خدا کی رضا کو پیش نظر رکھنا، یہ سب کام ایسے ہیں جنہیں کرتے ہوئے بہرحال تکلیف سے دوچار ہونا پڑتا ہے مگر اس کا اجر اللہ تعالیٰ کی جنت ہے گویا جنّت ان تکالیف سے گھری ہوئی ہے کہ ان سے گزر کر ہی جنّت تک پہنچا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی جو شخص نفسانی خواہشات پوری کرنے میں لگا رہے گا وہ انجام کار دوزخ کا مستحق ہو جائے گا۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ خواہشات سے یہاں مُراد ناجائز خواہشات ہیں۔ جائز خواہشات پوری کرنے سے انسان دوزخ کا حقدار نہیں ہوتا البتّہ یہ ضروری ہے کہ جائز خواہشات کو پورا کرتے ہوئے بھی مبالغے سے کام لینا اور اکثر اوقات خواہشات ہی کو پورا کرنے میں لگے رہنا بہرحال خطرناک ہے کیونکہ جائز خواہشات کے معاملے

ہیں بھی بہت زیادتی کرتا آخر انسان کو خدا کی یاد اور آخرت کی نیک انجامی کے خیال سے غافل کر دیتا ہے اور عجب نہیں کہ خواہشات ہی کا بندہ بن جانے کے باعث آخر انسان ناجائز خواہشات بھی پوری کرنے لگے اور دوزخ کا مستحق ہو جائے. گویا نفسانی خواہشات نے دوزخ کو گھیر رکھا ہے اور جو ان میں مبتلا رہے گا آخر دوزخ میں پہنچ کر ہی دم لے گا۔ یہی مضمون ہے جو آگے آنے والی حدیث میں زیادہ وضاحت سے بیان فرمایا گیا ہے۔

۴۸۲

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا تو حضرت جبرئیلؑ کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ (جاکر) جنت کو دیکھو اور (راحت و آرام کے) اس (ساز و سامان) کو دیکھو جو میں نے اس میں اہل جنت کے لیے تیار کیا ہے۔ پس جبرئیلؑ جنت میں آئے اور اسے (دیکھا) اور اس (ساز و سامان) کو دیکھا جو خدا تعالیٰ نے اس میں اہل جنت کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف واپس لوٹے (اور) عرض کیا کہ (خدایا، تُو نے تو یہ جنت اتنی پرکشش اور آرام دہ بنائی ہے کہ) تیری عزت کی قسم جو کوئی بھی اس کے بارے میں سن پائے گا وہ (پوری کوشش کرے گا کہ اس میں داخل ہو اور آخر کار) اس میں داخل ہو کر رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جنت کے بارے میں حکم فرمایا (کہ اسے تکالیف اور مشقتوں سے گھیر دیا جائے) تو اسے تکالیف سے گھیر دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا کہ جنت کی طرف جاؤ اور دیکھو کہ میں نے اس میں اہل جنت کے لیے کیا کچھ تیار کیا ہے۔ پس جبرئیلؑ (دوبارہ) جنت کی طرف گئے تو دیکھا کہ وہ تو تکلیف دہ امور سے گھری ہوئی ہے پس وہ اللہ تعالیٰ کی طرف واپس آئے اور عرض کیا کہ (خدایا) آپ کی عزت کی قسم (اب تو) مجھے یہ خوف ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔ پھر

اللہ تعالیٰ نے (حضرت جبرئیلؑ سے) فرمایا کہ (اب) دوزخ کی طرف جاؤ اور اسے دیکھو اور ان (عذاب دینے والی) چیزوں کو بھی دیکھو جو میں نے اس میں دوزخیوں کے لیے مہیا کی ہیں۔ (لہٰذا حضرت جبرئیلؑ دوزخ کی طرف گئے) اور کیا دیکھا کہ (اس کی ہولناکی کا وہ عالم ہے کہ گویا) اس کا ایک حصہ دوسرے حصے پر سوار ہو رہا ہے۔ پھر جبرئیلؑ اللہ تعالیٰ کی طرف واپس آئے اور عرض کیا کہ (خدایا) تیری عزت کی قسم (دوزخ تو ایسی ڈراؤنی جگہ ہے کہ) جو کوئی اس کے بارے میں سن پائے گا (وہ اس سے بچنے کی پوری کوشش کرے گا لہٰذا) وہ کبھی اس میں داخل نہ ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے بارے میں حکم فرمایا (کہ اسے نفسانی خواہشات سے گھیر دیا جائے) پس اسے نفسانی خواہشات سے گھیر دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے (جبرئیلؑ کو) حکم دیا کہ (دوبارہ) دوزخ کی طرف جاؤ چنانچہ وہ اس کی طرف گئے اور (پھر واپس آکر) عرض کیا (خدایا) تیری عزت کی قسم (اب تو) مجھے خوف ہے کہ اس سے ایک بھی نہ بچ سکے گا۔ سبھی اسی میں جا داخل ہوں گے۔ (ترمذی)

تشریح:۔ اس کی تشریح کے لیے حدیث ۴۸۱ کی تشریح دیکھ لی جائے۔

(۴۸۲)

حضرت عبداللہؓ (ابن مسعود) بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت تم میں سے کسی کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے اور یہی صورت دوزخ کی بھی ہے۔ (بخاری)

تشریح:۔ جنت اور دوزخ کا انسان کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ اس کے قریب ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ موت انسان کے ہر وقت قریب ہے۔ ایک سانس لیا ہے۔ خدا معلوم دوسرا آئے گا یا نہیں آئے گا اور اگرچہ انسان کا مستقل طور پر جنت یا دوزخ میں جانا تو قیامت کے بعد ہی ہوگا۔

مگر اس کے اچھے یا بُرے اعمال کی جزا یا سزا تو قبر ہی میں ملنی شروع ہو جاتی ہے۔ پھر قیامت کے بارے میں بھی تو کچھ نہیں کہا جا سکتا ہو سکتا ہے کہ وہ بھی قریب ہی آلگی ہو اور اس کے بعد تو پھر جنّت یا خدانخواستہ دوزخ ہی ہے۔ لہٰذا انسان جنّت اور دوزخ کے بالکل قریب ہوتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اپنی غفلت کے باعث اسے اس کا احساس نہ ہو۔

ایک دوسرا مفہوم بھی جو اس حدیث پاک سے نکل سکتا ہے یہ ہے کہ انسانی دل کی کیفیات بڑی پُراسرار ہوتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص بُرائی کے راستے پر جا رہا ہو مگر کوئی اچانک واقعہ اس کے دل کو بدل دے اور وہ نیکی کی راہ اختیار کر کے جنّت کا مستحق ہو جائے گویا جنّت اس کے بالکل ہی قریب تھی اور وہ فوراً اُس میں داخل ہو گیا۔ ایسے ہی عین ممکن ہے کہ کوئی شخص نیکی کی راہ پر جا رہا ہو مگر کسی اچانک واقعے سے متاثر ہو کر بُرائی کی راہ اختیار کر کے دوزخ کا مستحق ہو جائے۔ گویا دوزخ اس کے بالکل ہی قریب تھی کہ وہ فوراً اس میں داخل ہو گیا۔ جب صورت یہ ہے تو پھر برائی کی راہ پر چلنے والے کے لیے نا اُمید ہو جانے کا کوئی موقع نہیں۔ جنّت اس کے بالکل ہی قریب ہے وہ سچی توبہ کر کے نیکی کی راہ اختیار کرے اور اس میں آ جائے۔ اور نیکی کی راہ پر چلنے والے کے لیے فخر اور خود پسندی کی کوئی گنجائش نہیں۔ دوزخ اس کے قریب ہی ہے۔ کیا پتہ کب اس کا دل بدل جائے اور وہ بُرائی کی راہ اختیار کر کے اُس میں آ داخل ہو۔ لہٰذا اس دنیوی زندگی کو گزارتے ہوئے ایک طرف نا اُمید ہو جانے سے بچنا ضروری ہے اور دوسری طرف فخر و خود پسندی کے لیے قطعی کوئی جواز نہیں۔

(۴۸۴)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ دوزخ

اور جنّت نے باہم بحث کی ۔ دوزخ نے کہا کہ مجھ میں جبّار اور متکبّر لوگ داخل ہوں گے اور جنت نے کہا کہ مجھ میں کمزور اور مسکین لوگ داخل ہوں گے ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے ، تیرے ذریعے میں جسے چاہوں گا عذاب دوں گا اور کبھی یوں بھی فرماتے کہ تیرے ذریعے میں جسے چاہوں گا تکلیف دوں گا ، اور جنّت سے فرمایا کہ تو میری رحمت ہے ، تیرے ذریعے میں جس پر چاہوں گا رحم فرماؤں گا اور تم دونوں میں سے ہر ایک نے بھرا جانا ہے ۔ (مسلم)

تشریح :- حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ وہ مغرور لوگ جو دنیا میں کمزوروں پر جبر کرتے اور تکبّر سے کام لیتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے عذاب کا نشانہ بنانے کے لیے اپنی عذاب دینے کی جگہ ، یعنی جہنّم ، میں داخل کردے گا ۔ اور وہ کمزور اور مسکین لوگ جنہیں جبّار اور متکبّر لوگ ادنیٰ سمجھتے ہوئے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ، آخرت میں خدا کی رحمت کے مقام یعنی بہشت میں جگہ پائیں گے ۔ اور اس طرح وہ جبّار اور متکبّر لوگ دیکھ لیں گے کہ فی الحقیقت کون ادنیٰ تھا اور کون اعلیٰ تھا ۔

۴۸۵

حضرت انس رضؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے تین بار جنّت مانگے تو جنت کہتی ہے کہ اے خدا ، اسے جنت میں داخل فرمادے اور جو شخص تین بار دوزخ سے پناہ مانگے تو دوزخ کہتی ہے کہ اے خدا اسے دوزخ سے پناہ عطا فرما ۔ (ترمذی)

۴۸۶

حضرت انس رضؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اس دوزخی کو لایا جائے گا جو اہلِ دنیا میں سے سب سے زیادہ

خوش حال تھا، پھر اُسے آگ میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اُس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدمؑ کے بیٹے کیا تو نے کبھی کوئی بھلائی دیکھی، کیا تجھ پر کبھی راحت گزری۔ تو وہ جواب دے گا کہ نہیں، خدا کی قسم اے میرے رب (میں نے کبھی راحت نہیں دیکھی) اور (ایسے ہی) اس جنتی کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب لوگوں سے زیادہ تکلیف میں رہا ہوگا اور اُسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اسے کہا جائے گا کہ اے آدمؑ کے بیٹے کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی، کیا تجھ پر کبھی کوئی شدت گزری تو وہ کہے گا کہ نہیں، خدا کی قسم اے میرے رب! مجھ پر کبھی کوئی تکلیف نہیں گزری اور نہ میں نے کبھی کوئی شدت دیکھی۔ (مسلم)

تشریح:- اس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس سے مُراد یہ واضح کرنا ہے کہ دنیا کا عیش وآرام آخرت کے عیش وآرام کے مقابلے میں بالکل عارضی اور انتہائی گھٹیا ہے اور یہی حال دنیا کی تکالیف کا بھی ہے کہ وہ بھی آخرت کے عذاب کے مقابلے میں انتہائی عارضی اور بالکل معمولی ہیں۔ لہذا وہ شخص جو دنیا میں انتہائی عیش وآرام میں رہا ہوگا، مگر ہوگا خدا کا نافرمان، وہ صرف ایک دفعہ جہنم میں غوطہ دیئے جانے کے بعد اپنی دنیوی آسائش وآرام کو اس طرح بھول چکا ہوگا کہ خدا کی قسم کھا کر کہے گا کہ میں نے تو کبھی کوئی آرام دیکھا ہی نہیں اور ایسے ہی جو شخص دنیا میں سب سے زیادہ تکالیف کا شکار رہا ہوگا، مگر ہوگا خدا کا فرمانبردار اُسے جنت میں ایک ہی غوطہ دیا جائے گا تو وہ اپنے سارے دکھ درد اس طرح بھول جائے گا کہ خُدا کی قسم کھا کر کہے گا کہ میں نے تو کبھی کوئی تکلیف دیکھی ہی نہیں۔

(۴۸۷)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ میں برابر لوگ ڈالے جاتے رہیں گے (مگر وہ بھرے گی نہیں بلکہ) وہ کہتی

رہے گی کہ کیا کچھ اور بھی ہے یہاں تک کہ ربّ العزت اس میں اپنا قدم رکھیں گے تو پھر اس کا ایک حصّہ دوسرے حصّے سے جُڑ جائے گا (یعنی وہ سکڑ جائے گی) اور کہے گی کہ (خدایا) تیری عزت اور کرم کی قسم بس بس۔ اور جنت میں برابر حصّہ خالی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کیلئے (اور) مخلوق پیدا کرے گا اور اُسے جنّت کے خالی حصّے میں سکونت پذیر کرے گا۔ (یعنی جنّت اور جہنم دونوں بہت زیادہ وسیع ہوں گے) (مسلم)

(۴۴۸)

حضرت علاءؒ بن زیاد (تابعی) دوزخ کا ذکر کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے کہا کہ آپ (دوزخ سے ڈرا ڈرا کر) لوگوں کو (بخشش سے) نا امید کیوں کر رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا میں قدرت رکھتا ہوں کہ لوگوں کو نا امید کروں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ (الزمر ۵۳)

اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔

نیز وہ (یہ بھی) فرماتا ہے کہ

وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ (المؤمنین ۴۳)

اور حد سے گزرنے والے آگ میں جانے والے ہیں۔

(لہٰذا میں لوگوں کو نا اُمید نہیں کر رہا بلکہ حد سے گزرنے والوں کو دوزخ سے ڈرا رہا ہوں) مگر تم لوگ یہی پسند کرتے ہو کہ تمہارے بُرے اعمال کے باوجود تمہیں جنّت (ہی) کی خوش خبری دی جائے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اسی لیے مبعوث فرمایا تھا کہ جو شخص آپؐ کی اطاعت کرے اُسے جنّت کی خوش خبری دے دیں اور جو کوئی آپؐ کی نافرمانی کرے اسے دوزخ سے ڈرائیں۔ (بخاری)

تشریح :- اس حدیث میں اسی بنیادی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کا ایمان اسی صورت میں صحیح طور پر قائم رہ سکتا ہے کہ اس کے دل میں خدا کے عذاب کا خوف بھی ہو اور اس کی رحمت کی امید اور شوق بھی۔ کلام پاک میں عام طور پر ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں جہنم کا ذکر کیا ہے ساتھ ہی جنت کا بھی کر دیا ہے اور انسانوں کو اپنی رحمت اور اپنے قہر دونوں کی اطلاع فرمائی ہے۔ کیونکہ انسان کا بے انتہا خوف کا شکار ہو جانا یا نامناسب حد تک پر امید ہو جانا دونوں اس کے ایمان اور اسلامی سیرت و کردار کے لیے مضر ہیں۔

(۴۸۹)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی جنّت میں داخل ہوگا اسے اس کا دوزخ والا (وہ) ٹھکانہ دکھا دیا جائے گا (جو اسے ملتا) اگر وہ بُرائی کرتا تاکہ (جنّت ملنے پر) وہ زیادہ شکر گزار ہو۔ اور جو کوئی بھی دوزخ میں داخل ہوگا اُسے اس کا جنت والا (وہ) ٹھکانہ دکھا دیا جائے گا (جو اُسے ملتا) اگر وہ نیکی کرتا تاکہ (اس سے محروم رہ کر دوزخ میں چلے جانا) اس کے لیے موجب حسرت ہو۔ (بخاری)

بہشت :

قرآن و حدیث میں جنت کی جو تفصیلات دی گئی ہیں ان کا مطالعہ کرنے سے تصور کی آنکھوں کے سامنے ایک ایسی دلفریب سرزمین آجاتی ہے جہاں راحت ہی راحت اور سکون ہی سکون ہے۔ وہاں ایک ابدی زندگی ہے جس نے نہ کسی موت پر جاکر ختم ہونا ہے اور نہ کسی غم کے کانٹے سے الجھنا ہے غم کے فقدان کے علاوہ بہشت میں کسی قسم کا معمولی سا آزار بھی نہ ہوگا۔ نہ سردی گرمی کی تکلیف نہ تکان نہ بیماری، نہ باہمی رنجشوں کی اذیت انسان ایک ابدی آرام و سکون کی حالت

میں رہے گا اور کسی ایسی شے کا وجود نہ ہوگا۔ جو اس سکون میں ذرا سا بھی رخنہ ڈال لے۔

جیسے کہ بیان کیا جا چکا ہے بہشت کے اصلی احوال و کیفیات کو بیان کرنے کے لیے انسانی زبانوں میں الفاظ موجود نہیں لہٰذا اس دنیوی زندگی میں انسان کے لیے جو کیفیات و اشیاء دل پسند اور جاذب توجہ ہوتی ہیں انہی کا نام لے کر وہاں کی جاذبیت اور دلفریبی کا تصور دلایا گیا ہے۔ مثلاً انسان کو بتایا گیا ہے کہ وہاں باغات پھول پھل اور بہتے پانی ہوں گے، اعلیٰ درجے کی غذا اعلیٰ درجے کا لباس اور اعلیٰ درجے کی رہائش گاہیں ہوں گی، انسان کو بہت عزت و اکرام حاصل ہوگا یہاں تک کہ اللہ رب العٰلمین خود اور اس کے فرشتے اسے سلام کہیں گے۔ اسے صحت خوب صورتی اور نوعمری حاصل ہو گی اور جو آسائشیں اور نعمتیں اسے حاصل ہوں گی ان کے چھن جانے یا ختم ہو جانے کا کوئی کھٹکا نہیں ہوگا کیونکہ اس کی وہ اُخروی زندگی اور اس کی نعمتیں ابدی اور سرمدی ہوں گی ـــــ یہی چیزیں ہیں جو انسان کے لیے کشش کا باعث بنتی ہیں۔ لہٰذا انہیں پرکشش چیزوں کا ذکر کر کے انسان کو اس ارفع زندگی کا کچھ تصور دلایا جاتا ہے۔ جس کی نعمتوں کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں ان کا خیال گزرا۔

(۴۹۰)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا نہ کسی بشر کے دل میں اس کا خیال گزرا (یہ بے مثال نعمتیں نیکوکاروں کے لیے) ذخیرہ کی ہوئی ہیں۔ چھوڑ دو ان نعمتوں کو جنہیں تم (قرآن و حدیث کے ذریعے) جان چکے ہو۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ج جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (السجدۃ ۱۷)

پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے اعمال کی جزا میں ان کے لیے چھپا رکھا گیا ہے اس کی کسی متنفس کو خبر نہیں ہے۔ (بخاری)

تشریح :- یہ جو فرمایا گیا ہے کہ چھوڑو ان نعمتوں کو جن پر تم اطلاع پا چکے ہو۔ اس سے مراد یہ واضح کرنا ہے کہ بہشت کی وہ نعمتیں جن کی ابھی تمہیں اطلاع نہیں دی گئی وہ اُن نعمتوں سے بہت اعلیٰ وارفع ہیں جن کی اطلاع تمہیں مل چکی ہے۔

(۴۹۱)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جنت میں داخل ہو جائے گا وہ (ہمیشہ) عیش میں رہے گا، اُسے کوئی رنج و تکلیف نہیں پہنچے گی۔ نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ اُس کا شباب فناہ ہوگا۔ (مسلم)

(۴۹۲)

حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جنت میں) ایک پکارنے والا پکارے گا کہ (اے اہل جنت) تمہارے لیے یہ مقرر ہو چکا ہے کہ تم صحت مند رہو گے، کبھی بھی بیمار نہیں ہو گے، اور تمہارے لیے یہ مقرر ہو چکا ہے کہ تم زندہ رہو گے، کبھی بھی نہیں مرو گے۔ اور تمہارے لیے یہ مقرر ہو چکا ہے کہ تم جوان رہو گے، کبھی بھی بوڑھے نہیں ہو گے، اور تمہارے لیے یہ مقرر ہو چکا ہے کہ تم عیش و آرام میں رہو گے، کبھی بھی رنج و تکلیف کا شکار نہیں ہو گے۔ پس یہی مطلب ہے، اللہ تعالیٰ

کے اس قول کا:

وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْکُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (الاعراف ۴۳)

اس وقت ندا آئے گی کہ یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو تمہیں اُن اعمال کے بدلے میں ملی ہے جو تم کرتے رہے تھے (مسلم)

(۴۹۳)

حضرت ابوسعید خُدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنّت سے فرمائے گا کہ اے جنّت والو، وہ (جواباً) عرض کریں گے لَبَّیْکَ رَبَّنَا وَ سَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْکَ (اے ہمارے رب ہم تیری خدمات میں بار بار حاضر ہیں، تیری عبادت کے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور ساری کی ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تم راضی اور خوش ہو۔ وہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے ربّ ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم راضی اور خوش نہ ہوں۔ جب صورت یہ ہے کہ آپؐ نے ہمیں وہ کچھ عطا فرما دیا ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا میں تمہیں اس سے بھی افضل شئے عطا نہ کروں وہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے ربّ اس سے افضل اور کون سی شئے ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ (اس سے افضل شئے یہ ہے کہ) میں تم پر اپنی خوشنودی نازل کرتا ہوں۔ پس اس کے بعد میں تم سے کبھی بھی ناراض نہیں ہوں گا۔ (مسلم)

(۴۹۴)

حُمَیْد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ بن مالک کو بیان کرتے سُنا کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس بندے کے لیے اللہ کے پاس

بھلائی ہوتی ہے وہ مرنے کے بعد یہ نہیں چاہتا کہ دنیا کی طرف واپس آئے چاہے اُسے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے (سب) دے دیا جائے۔ سوائے شہید کے، وہ چونکہ شہادت کی فضیلت دیکھ چکا ہوتا ہے اس لیے وہ پسند کرتا ہے کہ دنیا کی طرف واپس آئے اور ایک دفعہ پھر (اللہ کی راہ میں) قتل کیا جائے۔ (حُمَیدؒ راوی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ) میں نے حضرت انسؓ بن مالک کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے (یہ بھی) روایت کرتے سُنا کہ اللہ کی راہ میں رات کے وقت نکلنا یا دن کے وقت نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کی بہشت میں کمان بھر جگہ یا چابک بھر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر اہل جنت میں سے کوئی عورت زمین والوں کی طرف رُخ کرے تو جو کچھ آسمان اور زمین کے بیچ میں ہے سب کو روشن کر دے اور خوشبو سے بھر دے اور بے شک اس کا وہ دوپٹہ جو اس کے سر پر ہے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

(بخاری)

۴۹۵

(قرآن و حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اہل جنّت اپنے اپنے اعمال کے لحاظ سے مختلف درجوں میں ہوں گے۔ بعض ہلکے درجوں والے ہوں گے اور بعض اعلیٰ درجات کے مالک ہوں گے اور بالاخانوں میں رہیں گے)

حضرت ابوسعید خُدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ہلکے درجات والے) اہل جنّت اپنے اوپر بالاخانوں والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم (آسمان کے) مشرقی یا مغربی کنارے پر موتی کی طرح چمکتا ہوا ستارہ دیکھتے ہو جو ڈوبنے کے قریب ہوتا ہے۔ یہ اس لیے ہو گا کہ اہل جنّت کے درمیان (درجات کی) فضیلت کا فرق ہو گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ (کیا) یہ انبیاء کے مقامات ہوں گے جن پر کوئی اور نہیں

پہنچ سکے گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیوں نہیں پہنچ سکے گا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انبیاء کی تصدیق کی (وہ وہاں پہنچ سکیں گے) (مسلم)

تشریح:۔ یہ حدیث انسان کو اس بات کا شوق دلاتی ہے کہ وہ نیکی کے معاملے میں حریص ہو اور حتی الامکان زیادہ سے زیادہ نیکی کرے تاکہ وہ صرف جنت ہی کا مستحق نہ ٹھہرے بلکہ جنت میں بھی اعلیٰ سے اعلیٰ درجات حاصل کر سکے۔ کیونکہ نیکیوں کی کمی یا زیادتی کے باعث اہلِ جنت کے درجات میں اتنا فرق ہوگا کہ ایک عام جنتی کے مقابلے میں بلند درجات والے جنتی اتنے زیادہ بلند ہوں گے جتنے ہمارے مقابلے میں وہ ستارے بلند ہیں جنہیں ہم آسمان کے کناروں پر دیکھتے ہیں۔

(۴۹۶)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک بازار ہے جس میں جنتی لوگ ہر جمعے کو آیا کریں گے، پھر شمالی ہوا چلا کرے گی اور وہ ان کے چہروں اور کپڑوں میں (جنت کی زمین کی مٹی یعنی مشک) بھر دیا کرے گی جس سے اُن کا حسن و جمال اور زیادہ بڑھ جایا کرے گا، پھر جب وہ اس حالت میں واپس اپنے گھر والوں کے پاس آئیں گے کہ ان کا حسن و جمال زیادہ بڑھ چکا ہوگا تو ان کے اہل خانہ ان سے کہیں گے کہ خدا کی قسم ہمارے (پاس سے جانے کے) بعد تو تم اور بھی زیادہ حسین و جمیل ہو گئے ہو تو وہ (جواب میں) کہیں گے کہ خدا کی قسم تم بھی تو ہمارے (جانے کے) بعد حسن و جمال میں (پہلے سے) زیادہ بڑھ گئے ہو۔

(مسلم)

(۴۹۷)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہو گا ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گی، اور ان کے بعد جو لوگ جنّت میں جائیں گے (ان کے چہرے) آسمان کے جگمگاتے ستاروں سے زیادہ روشن ہوں گے (یہ جنّتی لوگ کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جس سے دنیا میں گھن آتی ہے) نہ وہ پیشاب کریں گے، نہ پاخانہ کریں گے، نہ ناک صاف کریں گے، نہ تھوکیں گے۔ اُن کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کا پسینہ مشک کی طرح (خوشبودار) ہو گا، ان کی انگیٹھیوں میں عُود سلگتا ہو گا۔ اور ان کی بیویاں بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ ان کے اخلاق ایک جیسے ہوں گے (لہذا ان میں باہم حسد بغض اور لڑائی جھگڑا نہ ہو گا) وہ اپنے باپ آدمؑ کی صورت پر ہوں گے اور قد میں ساٹھ ہاتھ ہوں گے۔ (مسلم)

تشریح :۔ انسانی دکھوں میں سے بہت سے دکھوں کی تہہ میں انسانوں کے باہمی تعلقات کی خرابی کارفرما ہوتی ہے۔ بہشت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ ہوگی کہ لوگوں کے باہمی تعلقات انتہائی خوشگوار ہوں گے۔ مسلم کتاب الجنة و صفة نعیمہا الخ کی حدیث اکیس۲۱ میں بھی مندرجہ بالا حدیث کا مضمون بیان ہوا ہے اس کے آخر میں حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کے (یعنی اہلِ جنّت کے) درمیان کوئی مخالفت نہیں ہو گی، نہ اُن (کے دلوں) میں ایک دوسرے کے لیے بغض ہو گا۔ سب کے دل (باہمی الفت و محبّت کے باعث مل کر گویا) ایک دل ہو گئے ہوں گے۔ وہ صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کریں گے۔

(۴۹۸)

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص وفات

پا گیا جو مدینے ہی میں پیدا ہوا تھا۔ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس پر نماز (جنازہ) پڑھی اور پھر فرمایا کہ کاش کہ وہ اپنی جائے پیدائش کے سوا کسی اور جگہ فوت ہوتا۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کیوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی جائے پیدائش کے سوا کسی اور جگہ فوت ہوتا ہے تو اس کی جائے پیدائش سے لے کر اس کی موت کے مقام تک (جتنی زمین بنتی ہے اتنی) زمین اُسے جنت میں دی جاتی ہے (کیونکہ وہ ایک پردیسی کی حیثیت سے مرا ہوتا ہے) (نسائی)

۴۹۹

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جنت میں بعض لوگ ایسے جائیں گے جن کے دل (نرمی اور توکّل میں) پرندوں کے دلوں کی مانند ہوں گے۔ (مسلم)

۵۰۰

(قرآن اور حدیث دونوں میں ایک لفظ "عِلّیّون" استعمال ہوا ہے جس کے ایک سے زیادہ مطلب بتائے گئے ہیں مثلاً فرشتوں کا وہ دفتر جس میں نیک لوگوں کے اعمال لکھے جاتے ہیں عِلّیّون کہلاتا ہے، ایسے ہی اس کا مطلب جنّتِ اعلیٰ بھی بنایا گیا ہے اور ساتواں آسمان بھی۔ اس کے علاوہ وہ لوگ جو شہر کے اُونچے مقامات پر رہتے ہیں، امیر اور شریف لوگ وہ بھی اہل عِلّیّین کہلاتے ہیں۔ غرضیکہ جنت میں عِلّیّون والوں میں سے ہونا بہت زیادہ عزت اور شرف کی بات ہو گی)

حضرت ابو سعید خُدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ عِلّیّون والوں میں سے ایک شخص (عام) اہل جنّت کی طرف جھانکے گا تو جنت اس کے چہرے کے باعث اس طرح روشن ہو جائے گی گویا وہ موتی کا سا چمکتا ہوا

تارا ہو (اور حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ) بے شک ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی انہیں میں سے ہوں گے بلکہ ان سے بھی زیادہ ہوں گے۔ (ابوداؤد)

۵۰۱

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنّت میں ایک درخت ہے (جو اتنا بڑا ہے) کہ سوار اس کے سائے میں سَو برس تک چلتا رہے گا مگر اسے طے نہیں کر سکے گا۔ (مسلم)

۵۰۲

حَارِثَۃ بن وَھْب خُزَاعِی بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں جنّت والے نہ بتاؤں (کہ وہ کون ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ) ہر کمزور شخص جسے لوگ کمزور اور حقیر سمجھتے ہیں (لیکن اس کی نیکوکاری اور خدا پرستی کا یہ عالم ہے کہ) اگر وہ خدا کے اعتماد پر قسم کھالے تو خدا اس کی قسم کو پورا کردے (ایسا ہر شخص جنّتی ہے۔ پھر فرمایا کہ) کیا میں تمہیں دوزخ والے نہ بتادوں (کہ وہ کون ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ) ہر سخت جھگڑالو، غلط نسب کا دعویٰ کرنے والا، متکبّر (دوزخی ہے) (مسلم)

۵۰۳

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ (بن مسعود) بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔ یہ ایک ایسا شخص ہوگا جو اوندھے منہ دوزخ سے نکلے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا کہ جاکر جنّت میں داخل ہوجا۔ پس وہ جنّت کے پاس آئے گا تو اس کا یہ خیال ہوگا کہ یہ تو بھری ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ واپس

لوٹ جائے گا۔ اور عرض کرے گا کہ اے میرے ربّ میں نے تو اُسے بھری ہوئی پایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ (دوبارہ) فرمائے گا کہ جا کر جنّت میں داخل ہو جا۔ پھر وہ اس کی طرف آئے گا تو اُسے یہی خیال گزرے گا کہ جنّت بھری ہوئی ہے۔ پس وہ واپس جا کر (پھر) عرض کرے گا کہ اے میرے ربّ میں نے تو اُسے بھری ہوئی پایا۔ اللہ تعالیٰ (تیسری بار) فرمائے گا کہ جا کر جنّت میں داخل ہو جا، تیرے لیے تو (وہاں) دنیا کے برابر (جگہ) ہے اور اس سے دس گنا (زیادہ) ہے یا (یوں فرمایا) کہ تیرے لیے تو (وہاں) دنیا سے دس گنا زیادہ (جگہ) ہے۔ (اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کے پیشِ نظر اس کے لیے مشکل ہو جائے گا کہ یقین کرے کہ واقعی اسے اتنا بڑا انعام دیا گیا ہے۔ وہ سمجھے گا کہ شاید اس سے مذاق کیا جا رہا ہے) چنانچہ وہ عرض کرے گا کہ (اے خدا) تو بادشاہ ہو کر مجھ سے مذاق کر رہا ہے۔ یا (حضورؐ نے یوں فرمایا کہ وہ کہے گا کہ تُو بادشاہ ہو کر) مجھ سے ہنسی کر رہا ہے۔ (اس حدیث کے راوی بتاتے ہیں کہ) پھر میں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ (یہ بات بتاتے ہوئے) آپؐ ہنسے یہاں تک کہ آپؐ کے دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے۔ (راوی یہ بھی بتلاتے ہیں کہ) کہا جاتا تھا کہ یہ شخص اہلِ جنّت میں سے سب سے کم رتبے والا ہو گا۔ (بخاری)

۵۰۴

حضرت عمرانؓ بن حُصَین بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت کے ذریعے سے ایک گروہ دوزخ سے نکلے گا اور جنّت میں داخل ہو جائے گا (پھر اس نسبت سے کہ پہلے وہ لوگ دوزخ میں رہ چکے ہوں گے۔ اور وہاں سے نجات پا کر جنّت میں آئے ہوں گے) ان کا نام "جہنّم والے" رکھا جائے گا۔

(بخاری)

۵۰۵

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرما رہے تھے اور آپؐ کے پاس ایک دیہاتی شخص بیٹھا تھا۔ (حضورؐ نے فرمایا کہ) اہل جنت میں سے ایک شخص اپنے رب سے کھیتی باڑی کرنے کی اجازت مانگے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کیا تجھے وہ سب کچھ حاصل نہیں جو تو چاہتا ہے۔ وہ عرض کرے گا کہ کیوں نہیں۔ لیکن میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ کھیتی باڑی کروں۔ (پس اللہ تعالیٰ اسے کھیتی باڑی کرنے کی اجازت مرحمت فرمادے گا تو) پھر وہ جلدی کرے گا اور بیج بو دے گا تو پلک جھپکنے سے پہلے پہلے وہ اُگ بھی آئے گا اور کھیتی پک بھی جائے گی۔ اور کاٹ بھی لی جائے گی اور غلے کے پہاڑوں جیسے ڈھیر لگ جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ لے لے، اے آدمؑ کے بیٹے، کوئی چیز تیرا پیٹ نہیں بھرتی (حضورؐ کی یہ بات سن کر) اس دیہاتی نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ آپؐ اس شخص کو قریشی یا انصاری پائیں گے کیونکہ یہی لوگ کھیتی باڑی کرنے والے ہیں۔ ہم تو کھیتی باڑی نہیں کرتے اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ (بخاری)

۵۰۶

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لایا۔ اور نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ پر (اس کا یہ) حق ہے کہ وہ اُسے جنت میں داخل کرلے، چاہے اُس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہو یا اسی سرزمین میں بیٹھا رہا ہو جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ، کیا ہم یہ بات لوگوں کو بتا نہ دیں حضورؐ نے (اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے) فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ نے ان لوگوں

کے لیے تیار کیے ہوئے ہیں جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ پس جب تم اللہ سے (کچھ) مانگو تو اس سے فردوس مانگو کیونکہ وہ جنّت کے وسط میں واقع ہے اور اس کا بلند ترین حصّہ ہے۔ اس کے اوپر (خدائے) رحمٰن کا عرش ہے اور اسی میں سے جنّت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔ (بخاری)

۵۰۷

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مومن دوزخ سے چھٹکارا پائیں گے تو انہیں ایک پل پر روک لیا جائے گا جو جنّت اور دوزخ کے درمیان ہوگا پھر انہیں ایک دوسرے سے بدلہ دلایا جائے گا ان مظالم کا جو انھوں نے دنیا میں ایک دوسرے پر کیے ہوں گے، یہاں تک کہ جب وہ (گناہوں سے) پاک صاف ہو جائیں گے تو انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے گی، پس مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی جان ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنے جنّت والے گھر کے راستے کو زیادہ جانتا ہوگا بہ نسبت دنیا والے گھر کے راستے کے۔ (بخاری)

۵۰۸

حضرت مُغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ نے منبر پر رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ربّ سے سوال کیا کہ اے میرے ربّ جنتیوں میں سے کون آدمی سب سے نیچے درجے کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (سب سے نیچے درجے والا) ایک (ایسا) شخص ہوگا جو جنتیوں کے جنّت میں داخل ہونے کے بعد آئے گا۔ اس سے کہا جائے گا کہ (جنّت میں) داخل ہو جا۔ وہ کہے گا کہ میں کیسے داخل ہوں لوگ اپنی اپنی جگہ لے چکے ہیں اور جو

کچھ لینا تھا اسے حاصل کر چکے ہیں۔ اُسے کہا جائے گا کیا تو اُس سے راضی ہے کہ تیرے لیے اتنا ہو جتنا دنیا کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے پاس تھا۔ وہ عرض کرے گا کہ ہاں میرے پروردگار میں راضی ہوں۔ اس پر ارشاد ہو گا کہ اچھا تیرے لیے اتنا ہی ہے اور اس کے برابر اور اس کے برابر اور اس کے برابر (یعنی اس سے تین گنا اور زیادہ) وہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار میں راضی ہوں۔ ارشاد ہو گا کہ اچھا تیرے لیے یہ سب ہے اور اس کا دس گنا ہے۔ وہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار میں راضی ہو گیا۔ ارشاد ہو گا کہ اچھا تیرے لیے اس سب کے علاوہ وہ بھی ہے جس کے لیے تیرا دل چاہے اور جس سے تیری آنکھوں کو لذّت ملے۔ (ترمذی)

۵۰۹

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کا جنّت میں ادنیٰ ترین مرتبہ یہ ہو گا کہ اس سے کہا جائے گا کہ تمنا کر۔ پس وہ تمنا کرے گا اور تمنّا کرے گا (یعنی اپنی ہر تمنّا بیان کر دے گا) پھر اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو تمنّا کر چکا۔ وہ کہے گا کہ جی ہاں (میں نے اپنی سب تمنائیں بیان کر دی ہیں) پھر اُس سے کہا جائے گا کہ جو (جو) تمنائیں تو نے کی ہیں وہ (سب) تمہیں دی جاتی ہیں اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور دیا جاتا ہے۔ (مسلم)

۵۱۰

عبدالرحمٰن بن کعبؓ بن مالک اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت کعبؓ کی وفات ہونے لگی تو براء بن معرور کی بیٹی اُمّ بشر ان کے پاس آئیں اور انہیں کہنے لگیں کہ اے ابو عبدالرحمٰن اگر آپ

(وفات کے بعد) فلاں شخص سے ملیں تو اسے میری طرف سے سلام کہہ دیں انہوں نے کہا کہ اے امّ بشرؓ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے ہم اتنے مشغول ہونگے کہ اس کام کی فرصت نہیں ہو گی امّ بشرؓ نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن کیا آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہیں سُنا تھا کہ مومنوں کی رُوحیں سبز پرندوں کی شکل میں جنّت کے درخت سے لٹکتی ہوں گی (یعنی جنّت کے میوے کھاتی ہوں گی) انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں (سُنا تھا) اُمّ بشرؓ نے کہا کہ بس یہی مطلب ہے (یعنی جب وہ بھی اور آپ بھی دونوں پرندوں کی شکل میں جنّت میں ہوں گے تو پھر سلام پہنچانا کیا مشکل ہو گا) (ابن ماجہ)

رُوئیتِ باری تعالیٰ

۵۱۱

حضرت عدیؓ بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (آخرت میں) تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا ربّ اس طرح گفتگو کرے گا کہ اس کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان نہ کوئی ترجمان ہو گا اور نہ کوئی پردہ جو اسے چھپائے۔ (بخاری)

۵۱۲

حضرت ابو سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسولؐ، کیا ہم (آخرت میں) اپنے ربّ کو دیکھیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا دوپہر کے وقت جب کہ (آسمان پر) بادل بھی نہ ہوں تم لوگوں کو سورج کو دیکھنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ جُڑنے (یعنی ہجوم و اژدحام کرنے) کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ نہیں (اژدحام کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی جگہ

کھڑے ہو کر اطمینان سے سورج کو دیکھ سکتا ہے) حضورؐ نے فرمایا کہ کیا چاند کی چودھویں رات کو جب کہ آسمان پر بادل بھی نہ ہوں تمہیں چاند کو دیکھنے کے لیے ایک دوسرے کو ضرر پہنچانے (یعنی ایک دوسرے کے ساتھ دھکم دھکا کرنے) کی ضرورت ہوتی ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ نہیں (چاند بھی ہر ایک کو اپنی اپنی جگہ کھڑے ہی نظر آجاتا ہے۔ ایک دوسرے کو دھکے دینے کی کیا ضرورت ہے) حضورؐ نے فرمایا کہ جس طرح تمہیں ان دونوں کو دیکھنے کے لیے ایک دوسرے کو ضرر پہنچانے کی ضرورت نہیں ہوتی اسی طرح تمہیں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے لیے بھی ایک دوسرے کو ضرر پہنچانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ (ابن ماجہ)

تشریح:- اگر کوئی چیز کسی خاص جگہ ہی سے نظر آتی ہو اور بہت سے لوگوں نے اسے دیکھنا ہو تو اس جگہ بھیڑ ہو جائے گی۔ بہت سے لوگوں کے ایک جگہ جمع ہو جانے کے باعث لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے کو دھکے دیں گے اور ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے۔ اور اس سے ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کا ذریعہ بھی بن جائیں گے۔ کیونکہ ہر ایک کی خواہش ہوگی کہ میں ضرور دیکھ لوں۔ لیکن اگر وہ دیکھی جانے والی شے ایسی ہو کہ ہر جگہ سے نظر آسکتی ہو تو پھر دیکھنے والوں کو کسی ایک جگہ ہجوم کرنے اور ایک دوسرے سے جھگڑا کرنے اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ہر شخص جہاں کھڑا ہوگا وہیں سے اسے دیکھ لے گا جیسے چاند یا سورج کو دیکھنے کے لیے باہم کش مکش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ وہ تو ہر ایک کو ہر جگہ سے نظر آجاتے ہیں۔ اس حدیث میں حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار ہونے کے بارے میں جو کچھ فرمایا اس کا یہی مطلب ہے کہ ہر انسان بغیر کسی تکلیف کے اور بغیر کسی دوسرے کے ساتھ کسی قسم کی کش مکش کیے آرام سے اور بڑی وضاحت سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرلے گا۔

۵۱۳

حضرت صُہیبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ط (یونس ۲۶)

جن لوگوں نے بھلائی کا طریقہ اختیار کیا ان کے لیے بھلائی ہے اور مزید فضل:

اور فرمایا کہ جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے جنت والو اللہ کے پاس تمہارے لیے ایک وعدہ ہے۔ جسے وہ تمہارے لیے پورا کرنا چاہتا ہے اس پر جنتی کہیں گے کہ وہ کیا ہے (اللہ تعالیٰ نے تو پہلے ہی ہم پر بے پناہ انعامات فرمائے ہیں) کیا اس نے ہمارے نیک اعمال کو بھاری نہیں کر دیا۔ اور ہمارے موہنوں کو سفید نہیں کر دیا (جو عزت اور بخشش کی علامت ہے) اور ہمیں جنت میں داخل نہیں کر دیا اور ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دے دی۔ (اب کیا انعام باقی رہ گیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ہمیں سرفراز فرمانا چاہتے ہیں) پھر (کیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اور اہل جنت کے درمیان کا) حجاب اٹھا لیا جائے گا اور اہلِ جنت اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے لگیں گے۔ پس خدا کی قسم کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی نعمتیں انہیں عطا کر رکھی ہوں گی ان میں کوئی بھی ان کے نزدیک اللہ کا دیدار کرنے سے زیادہ محبوب اور آنکھ کی ٹھنڈک بہم پہنچانے والی نہ ہو گی (یعنی یہ دیدار انہیں سب نعمتوں سے زیادہ محبوب ہو گا) (ابن ماجہ)

۵۱۴

حضرت سعیدؒ بن مُسیّب بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابوہریرہؓ سے ملے تو

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تجھے جنت کے بازار میں جمع کرے۔ حضرت سعیدؒ نے پوچھا کہ کیا جنت میں بازار ہوگا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ہاں۔ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہوں گے تو وہاں اپنے اپنے اعمال کے درجے کے لحاظ سے اتریں گے (یعنی جس نے جتنے زیادہ اچھے اعمال کیے ہوں گے اتنے ہی بڑے درجے پر وہ فائز ہوگا) دنیا کے دنوں میں جمعے کے دن کی جتنی مقدار تھی (یا دنیا کے دنوں میں ایک ہفتے کی جتنی مقدار تھی) اس کے مطابق انہیں (شرف ملاقات کی) اجازت بخشی جائے گی۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے۔ اور وہ ان کے لیے اپنے تخت کو ظاہر کردے گا اور بہشت کے چمنوں میں سے ایک چمن میں ان کے لیے نمودار ہوگا (یعنی انہیں اپنا جمال مبارک دکھلائے گا) پھر اہل بہشت کے (بیٹھنے کے) لیے (منبر) رکھے جائیں گے: نور کے منبر اور موتی کے منبر اور یاقوت کے منبر اور زبرجد کے منبر اور سونے کے منبر اور چاندی کے منبر (یہ سب کرسیاں ہوں گی جن پر اعلیٰ درجے کے جنتی بیٹھیں گے) اور اہل جنت میں سے جو کم درجے والے ہوں گے۔ حالانکہ اُن میں کوئی گھٹیا نہ ہوگا، (غرضیکہ ان میں جو کم درجے والے ہوں گے) وہ مشک اور کافور کے ٹیلوں پر (بیٹھے) ہوں گے۔ وہ یہ نہیں سمجھیں گے کہ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کی بیٹھنے کی جگہ ان کی جگہوں سے افضل ہے (بلکہ ہر جنتی اپنی ہی جگہ کو بہترین سمجھے گا) ۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یارسولؐ اللہ کیا ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں (دیکھو گے) کیا تم سورج کو دیکھنے میں باہم جھگڑا کرتے ہو، اور چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں باہم جھگڑا کرتے ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ایسے ہی تم اپنے پروردگار عزّ وجلّ کو دیکھنے میں بھی باہم جھگڑا نہیں کروگے۔ اور اس مجلس میں کوئی ایسا باقی نہ رہے گا جس سے اللہ تعالیٰ نے مخاطب ہو کر بات نہ کی ہوگی۔ یہاں تک کہ تم میں سے

ایک شخص سے فرمائے گا کہ اے فلاں کیا تجھے وہ دن یاد نہیں جب تو نے ایسے اور ایسے کیا تھا۔ اور اُسے اُس کی بعض دغا بازیاں یاد دلائے گا جو اُس نے دنیا میں کی ہوں گی۔ وہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار کیا تو نے مجھے بخش نہیں دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیوں نہیں (میں نے تجھے بخش دیا تھا) اور میری بخشش کے وسیع ہونے ہی کے باعث تو تو اپنے اس مرتبے تک پہنچا ہے۔ پھر (اللہ تعالیٰ کے اس دربار کے) وہ (سب درباری) اسی حالت میں ہوں گے کہ ایک ابر ان کے اُوپر سے آکر انہیں ڈھانپ لے گا اور ان پر ایسی خوشبو برسائے گا کہ انہوں نے اس کی مہک جیسی کوئی چیز کبھی بھی نہ پائی ہوگی پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ (اب) کھڑے ہو جاؤ (اور چلو) اس انعام واکرام کی طرف جو میں نے تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے، اور جو پسند ہو لے لو۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پھر ہم بازار میں آئیں گے جسے فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا اور اس میں وہ کچھ ہوگا کہ نہ آنکھوں نے اس کی مانند دیکھا نہ کانوں نے سنا نہ دلوں میں اس کا خیال گزرا۔ پھر جس جس شئے کو ہم پسند کریں گے وہ ہمارے لیے بار کر دی جائے گی۔ نہ وہاں کوئی چیز بکے گی اور نہ خریدی جائے گی اور اس بازار میں اہل جنت ایک دوسرے سے ملیں گے۔ پھر سامنے سے ایک بلند مرتبے والا شخص آئے گا اور اس سے وہ شخص ملے گا جس کا مرتبہ اس سے کم ہوگا۔ حالانکہ ان میں کوئی بھی گھٹیا نہ ہوگا پھر وہ کم رُتبے والا بلند رتبے والے کا (شاندار) لباس دیکھے گا تو ڈر جائے گا لیکن ابھی اس کی اس سے گفتگو کا آخری حصہ ختم نہیں ہوا ہوگا کہ اس کم رتبے والے کے جسم پر بھی بلند رتبے والے سے بہتر لباس بن جائے گا اور ایسا اس لیے ہوگا کہ (وہ دوسرے کے لباس کو اپنے لباس سے بہتر دیکھ کر غمزدہ نہ ہو، کیونکہ اہل جنت میں سے) کسی کے شایان نہیں کہ وہ جنت کے اندر غم زدہ ہو۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پھر ہم اپنے گھروں کی طرف لوٹیں گے تو ہماری بیویاں ہم سے ملیں گی اور کہیں گی کہ خوش آمدید، تم اس حالت میں آئے ہو کہ تمہارا حسن وجمال اور خوشبو اُس وقت سے کہیں زیادہ

ہے جب تم ہمیں چھوڑ کر گئے تھے۔ ہم جواب دیں گے کہ (بات یہ ہے کہ) آج ہم اپنے صاحبِ جبروت پروردگار کے پاس بیٹھے تھے لہٰذا ہمیں اسی حالت میں لوٹنا سزاوار تھا جس میں ہم لوٹے ہیں (یعنی حسن و جمال اور خوشبو میں آگے سے زیادہ ہو کر)۔ (ابن ماجہ)

تشریح :- اس کی تشریح کے لیے حدیث ۵۱۲ کی تشریح دیکھ لی جائے۔

دوزخ :

قرآن و حدیث میں دوزخ کی سزاؤں کی جو تفصیلات دی گئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ ایک انتہائی ہولناک جگہ ہوگی۔ وہاں صرف جسمانی عذاب ہی نہیں ہوگا بلکہ ذلت و رسوائی کی تکلیف اور ندامت و شرمندگی کی اذیت بھی ہوگی۔ وہاں کی اذیتوں میں ایک مزید اذیت یہ ہوگی کہ کوئی کسی کی امداد کو نہ آئے گا۔ جن مالوں اور اولادوں کی محبت میں اندھے ہو کر انسان نے یہ عذاب سمیٹے ہوں گے وہ اس دن ذرہ برابر بھی کام نہیں آسکیں گے۔ محض اپنی تنہا جان ہوگی جو اپنی بدکرداری کے انجام تلے پسنی چلی جا رہی ہوگی۔ جن گمراہ کرنے والے رہنماؤں کے پیچھے چل کر گمراہیاں اختیار کی ہوں گی وہ اس وقت انتہائی بُرے لگیں گے۔ ان رہنماؤں اور ان پیروی کرنے والوں کے درمیان احترام اور محبت کے تمام تعلقات ٹوٹ چکے ہوں گے اور وہ ایک دوسرے سے بیزار ہو رہے ہوں گے۔ المختصر دوزخ ایک ایسی جگہ ہوگی جہاں ہر طرح کی اذیت کے سامان ہوں گے۔ جسمانی اذیت کے بھی، ذہنی اذیت کے بھی اور روحانی اذیت کے بھی۔

(۵۱۵)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (دوزخ کی)

آگ کو ہزار سال تک بڑھکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہو گئی۔ پھر اُسے ہزار سال تک بڑھکایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہو گئی، پھر اُسے ہزار سال تک بڑھکایا گیا، یہاں تک کہ وہ کالی ہو گئی۔ پس (اب) وہ کالی سیاہ ہے۔ (ترمذی)

۵۱۶

(کلام پاک میں واضح فرمایا گیا ہے کہ اہل دوزخ کا کھانا تھوہر ہو گا۔ تھوہر کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ یہ ایک سخت کڑوا اور بدبو دار پھل ہو گا اور اس کو کھانا بہت مشکل ہو گا)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ آیت پڑھی:

اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ	اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے
وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا	کا حق ہے اور تم کو موت نہ آئے مگر اس
وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ	حالت میں کہ تم مسلم ہو۔

(آلِ عمران ۱۰۲)

(نیز) حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر تھوہر کا ایک قطرہ بھی دنیا میں ٹپک پڑے تو (اپنی کڑواہٹ اور عفونت وغیرہ کے باعث تمام) اہل دنیا کی معاش کو برباد کر دے، پس کیا حال ہو گا ان کا جن کا کھانا ہی یہ (تھوہر) ہو گا۔ (ترمذی)

۵۱۷

حضرت عبداللہؓ (بن مسعود) بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) دوزخ کو لایا جائے گا۔ اُس دن اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے

ہوں گے۔ (مسلم)

۵۱۸

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری (یہ دنیا کی) آگ دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ یہ (دنیا کی آگ) ہی (جلانے اور عذاب دینے کے لیے) کافی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ اس پر اُنہتر حصّے زیادہ کر دی گئی ہے۔ ہر حصّے میں دنیا کی آگ جتنی گرمی ہے۔ (بخاری)

۵۱۹

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ اچانک آپؐ نے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ (آواز) کیا ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسولؐ خوب جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ ایک پتھر ہے جسے ستر برس پہلے دوزخ میں پھینکا گیا تھا اور وہ اب تک برابر دوزخ میں گر رہا تھا یہاں تک کہ (اب) اس کی تہہ میں جا پہنچا ہے۔ (مسلم)

تشریح :- اس حدیث میں حضورؐ نے دوزخ کی گہرائی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ دوزخ اتنی گہری ہے کہ ایک پتھر اس میں پھینکا گیا تو اسے تہہ تک پہنچنے میں ستر برس لگ گئے۔

۵۲۰

(سورۃ الحج آیت ۱۹ اور ۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے متعلق فرمایا ہے

کہ ان کے لیے آگ کے لباس کاٹے جا چکے ہیں۔ ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔

يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ جس سے ان کی کھالیں ہی نہیں پیٹ کے اندر کے حصے تک گل جائیں گے)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ گرم پانی دوزخیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا تو وہ سرایت کرتا ہوا ان کے پیٹوں تک جا پہنچے گا اور جو کچھ پیٹ میں ہو گا (یعنی انتڑیوں وغیرہ) اسے کاٹ دے گا یہاں تک کہ پھر دوزخیوں کے قدموں کے راستے باہر نکل آئے گا۔ اور یہی (وہ) "گل جانا" ہے (جس کا سورۃ الحج آیت ۲۰ میں ذکر ہوا ہے) پھر (ان کی انتڑیاں وغیرہ) دوبارہ ویسی ہی (ٹھیک) ہو جائیں گی جیسے پہلے تھیں (اور پھر انہیں گرم پانی کاٹ کر قدموں کے راستے باہر نکل جائے گا اور بار بار ایسے ہی ہوتا رہے گا) (ترمذی)

۵۲۱

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (سورۃ المؤمنون کی آیت ۱۰۴ کے ان الفاظ کو) پڑھا وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ (جن کا مطلب یہ ہے کہ دوزخ میں کافروں کے دانت ظاہر ہو جائیں گے۔ پھر آپؐ نے کلامِ پاک کے ان الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے) فرمایا کہ آگ کافر کو بھون دے گی جس سے اس کا اُوپر والا ہونٹ سکڑ جائے گا یہاں تک کہ اس کے سر کے وسط تک جا پہنچے گا۔ اور اس کا نیچے کا ہونٹ لٹک جائے گا، یہاں تک کہ اس کی ناف تک جا پہنچے گا (لہٰذا دانت ظاہر ہو جائیں گے) (ترمذی)

۵۲۲

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ کافر کا جسم دوزخ میں بہت بڑھ جائے گا۔ یہاں تک کہ اس) کی جلد کی موٹائی بیالیس ہاتھ ہوگی۔ اور اس کی ڈاڑھ اُحد (پہاڑ) کے برابر ہوگی اور دوزخ میں اس کے بیٹھنے کی جگہ اتنی ہوگی جتنی مکّے سے مدینے تک کی مسافت۔ (ترمذی)

۵۲۳

حضرت سَمُرَہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے سنا کہ لوگوں میں بعض ایسے ہیں جنہیں آگ ان کے ٹخنوں تک پکڑے گی اور ان میں بعض ایسے ہیں جنہیں آگ اُن کی کمر تک پکڑے گی اور ان میں بعض ایسے ہیں جنہیں آگ ان کی گردن تک پکڑے گی (مسلم)

۵۲۴

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ دوزخ والوں میں سے سب سے ہلکے عذاب والا شخص وہ ہوگا جسے آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی، (ان) جوتیوں کی حرارت سے اس کا دماغ کھولتا رہے گا۔

(مسلم)

۵۲۵

حضرت نعمانؓ بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ اہل دوزخ میں سے سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کے جوتے

اور تسمے آگ کے ہوں گے، ان کے باعث اس کا دماغ ایسے کھول رہا ہوگا جیسے ہنڈیا جوش مارتی ہے وہ سمجھے گا کہ اور کسی کو اس سے زیادہ شدید عذاب نہیں دیا جارہا حالانکہ وہ اہلِ دوزخ میں سے سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔ (مسلم)

۵۲۶

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے تھے کہ قیامت کے دن کافر کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ بتا کہ اگر تیرے پاس زمین بھر سونا ہوتا تو کیا تو اسے اس (عذاب) سے بچنے کے لیے بطور فدیہ دے دیتا۔ وہ کہے گا کہ ہاں (دے دیتا) اس پر اُسے کہا جائے گا کہ تجھ سے ایک ایسی بات کا مطالبہ کیا گیا تھا جو اس سے زیادہ آسان تھی (یعنی یہ کہ خدائے واحد پر ایمان لاؤ اور شرک سے بچو) (بخاری)

۵۲۷

حضرت سَمُرَۃؓ بن جُندُب بیان کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم (صبح کی) نماز ادا فرما لیتے تو ہماری طرف رُخ کر لیتے اور فرماتے کہ تم میں سے کس نے رات کو کوئی خواب دیکھا ہے۔ پھر اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو وہ بیان کرتا، پھر آپؐ جو خدا کو منظور ہوتا فرماتے۔ ایک دن آپؐ نے ہم سے (یہی) سوال کیا اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ جی نہیں۔ آپؐ نے فرمایا لیکن میں نے آج رات دو آدمیوں کو (خواب میں) دیکھا۔ وہ میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑا۔ پھر مجھے (گھر سے) نکال کر ارضِ مقدّس کی طرف لے

گئے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے اور ایک (پاس) کھڑا ہے۔ ہمارے بعض اصحاب نے (اس حدیث کے ایک راوی) موسیٰ سے (اس طرح) روایت کیا ہے کہ اس کھڑے انسان کے ہاتھ میں لوہے کا ایک آنکڑا ہے۔ وہ اس آنکڑے کو اس (بیٹھے ہوئے شخص) کے منہ کی ایک باچھ میں داخل کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ آنکڑا (اس کی باچھ کو چیرتا ہوا) اس کی گردن کے پچھلے حصّے تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر وہ اس کی دُوسری باچھ کے ساتھ بھی ایسے ہی کرتا ہے اور (اس دوران میں) اس کی پہلی باچھ جڑ جاتی ہے۔ پھر وہ شخص واپس آتا ہے اور (اس کی پہلی باچھ کے ساتھ از سرِ نو) ویسے ہی کرتا ہے (اور اسی طرح وہ کبھی اس کی ایک باچھ کو اور کبھی دوسری کو چیر چیر کر اُسے عذاب دے رہا ہے) میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو (میرے) ان دونوں (ساتھیوں) نے کہا کہ (آگے) چلیے پس ہم چل پڑے یہاں تک کہ ایک شخص کے پاس پہنچے جو چت لیٹا ہوا تھا اور (دوسرا) شخص ایک پتھر لیے اس کے سر پر کھڑا تھا۔ وہ اس (پتھر) سے اس (لیٹے ہوئے شخص) کا سر توڑتا تھا۔ جب وہ اُسے پتھر مارتا تو پتھر لڑھک جاتا اور وہ شخص اسے پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے جاتا اور ابھی وہ اس (لیٹے ہوئے شخص) کی طرف واپس نہ آیا ہوتا کہ اس کا سر جڑ کر ویسے ہی ہو جاتا جیسے پہلے تھا۔ پھر وہ (پتھر مارنے والا) اس کی طرف واپس آتا اور (پھر) اُسے (پتھر) مارتا۔ میں نے کہا کہ یہ کون ہے تو (میرے) ان دونوں (ساتھیوں) نے کہا کہ (آگے) چلیے۔ پس ہم چل پڑے (اور) ایک سوراخ کے پاس پہنچے جو تنور کی مانند تھا۔ اس کا اوپر کا حصّہ تنگ تھا اور نیچے کا وسیع تھا۔ اس کے نیچے آگ روشن تھی۔ جب آگ کی لپیٹ اوپر آتی تو وہ لوگ (جو اس کے اندر تھے) اوپر آجاتے یہاں تک کہ باہر نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب آگ دھیمی ہو جاتی تو وہ اس میں واپس چلے جاتے۔ اور اس میں مرد اور عورتیں تھیں جنہوں نے لباس نہیں پہنا ہوا تھا۔

میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو وہ دونوں کہنے لگے کہ (آگے) چلیے۔ چنانچہ ہم چل پڑے۔ یہاں تک کہ ایک خون کی نہر پر پہنچے۔ اس میں ایک شخص کھڑا تھا۔ اور نہر کے وسط میں (یا جیسے کہ اس حدیث کے دو اور راویوں) یزید بن ہارون اور وہب بن جریر نے کہا ہے کہ نہر کے کنارے پر ایک (اور) شخص تھا جس کے سامنے پتھر رکھے تھے جو شخص نہر میں تھا وہ آگے بڑھتا اور جب وہ (نہر سے) نکلنے کا ارادہ کرتا تو وہ شخص (جس کے سامنے پتھر تھے) اس کے منہ میں ایک پتھر مارتا اور جہاں سے وہ آیا ہوتا اسے وہیں لوٹا دیتا۔ پس جب بھی وہ آتا تاکہ (نہر سے) نکل جائے (دوسرا) شخص اس کے منہ میں پتھر مارتا اور وہ جہاں سے آیا ہوتا وہیں لوٹ جاتا۔ (حضورؐ فرماتے ہیں کہ) میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ تو ان دونوں نے کہا کہ (آگے) چلیے۔ پس ہم چل پڑے یہاں تک کہ ہم ایک ہرے بھرے سرسبز چمن میں پہنچے جس میں ایک بہت بڑا درخت (کھڑا) تھا اس کی جڑ میں ایک بوڑھا شخص اور کچھ بچے تھے۔ دیکھا تو درخت کے قریب ہی ایک (اور) شخص تھا جس کے آگے آگ تھی جسے وہ جلا رہا تھا۔ پھر وہ دونوں مجھے اس درخت میں چڑھا لے گئے اور مجھے ایک ایسے گھر میں داخل کر دیا کہ اس سے زیادہ خوب صورت اور اعلیٰ پائے کا گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اس میں بوڑھے مرد (بھی) تھے اور جوان (بھی) اور عورتیں (بھی) اور بچے (بھی) پھر وہ دونوں مجھے وہاں سے لے کر نکلے اور مجھے درخت پر چڑھا لے گئے اور مجھے ایک ایسے گھر میں داخل کیا جو (پہلے گھر سے بھی) زیادہ خوب صورت اور اعلیٰ پائے کا تھا۔ اس میں بوڑھے اور جوان تھے۔ (پھر) میں نے (ان دونوں سے) کہا کہ تم نے ساری رات مجھے گھمایا ہے، پس جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس کے متعلق مجھے بتاؤ (کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟) انہوں نے کہا کہ اچھا (بتلاتے ہیں) وہ شخص جس کو آپؐ نے دیکھا کہ اس کی باچھ چیری جا رہی تھی وہ بہت جھوٹا تھا۔ وہ جھوٹ

بولتا تھا۔ پھر لوگ اس سے وہ جھوٹ سن کر آگے پھیلاتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ ساری دنیا میں پھیل جاتا تھا۔ پس قیامت کے دن تک اس کے ساتھ ایسے ہی ہوتا رہے گا (کہ اس کی باچھیں بار بار چیری جائیں گی اور بار بار وہ جُڑ جائیں گی اور پھر چیری جائیں گی)۔ اور جس شخص کو آپؐ نے دیکھا کہ اس کا سر توڑا جا رہا تھا تو وہ ایک ایسا شخص تھا جسے خدا نے قرآن کا علم عطا فرمایا تھا مگر وہ رات کو اس سے غافل ہو کر سو رہتا اور دن کے وقت اس (کی تعلیمات) پر عمل نہ کرتا۔ پس قیامت کے دن تک اس کے ساتھ ایسے ہی ہوتا رہے گا۔ (کہ بار بار اس کا سر توڑا جاتا رہے گا) اور جن لوگوں کو آپؐ نے سوراخ میں دیکھا تھا تو وہ بدکار لوگ تھے اور جس کو آپؐ نے (خون کی) نہر میں دیکھا تھا۔ وہ سود خور تھے اور وہ بوڑھے شخص جو درخت کی جڑ میں تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے اردگرد جو بچے تھے وہ لوگوں کی اولاد تھے اور جو شخص آگ جلا رہا تھا وہ دوزخ کا داروغہ "مالک" تھا۔ اور پہلا گھر جس میں آپؐ داخل ہوئے تھے وہ عام مومنوں کا گھر تھا اور یہ گھر شہیدوں کا گھر ہے اور میں جبرئیلؑ ہوں اور یہ (میرے ساتھی) میکائیلؑ ہیں۔ پھر (انہوں نے کہا کہ) اپنا سر اٹھایئے، پس میں نے سر اٹھایا دیکھا تو میرے اوپر ایک ابر سا تھا۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ آپؐ کا مقام ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے مقام میں داخل ہو جاؤں، ان دونوں نے کہا کہ (ابھی) آپؐ کی عمر باقی ہے جو آپؐ نے پوری نہیں کی۔ اگر آپؐ اپنی عمر پوری کر چکے ہوتے تو اپنے مقام میں داخل ہو جاتے (لہٰذا جب آپؐ کی عمر پوری ہو جائے گی آپؐ اس میں داخل ہو جائیں گے)۔ (بخاری)

اُخروی زندگی کا دوام :

آخرت کے سلسلے میں ایک خاص طور پر یاد رکھی جانے والی بات یہ ہے کہ آخرت

پر صرف ایمان ہی نہیں رکھنا بلکہ ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی پوری طرح ذہن نشین کرنا ہے کہ جو زندگی آخرت میں ملے گی وہ پھر کبھی بھی ختم نہیں ہوگی۔ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ آخرت پر لکھنے اور بولنے والے جتنا زور دنیوی زندگی کی بے ثباتی پر دیتے ہیں اتنا آخرت کے دوام پر نہیں دیتے۔ ویسے تو جو شخص آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اسے دائمی بھی جانتا ہے مگر آخرت کو دائمی "سمجھنا" ایک بات ہے اور اس کے دوام کو اس طرح ذہن نشین کرنا جیسے کہ ذہن نشین کرنے کا حق ہے ایک بالکل دوسری بات ہے۔ بے شمار لوگ نظری حد تک مانتے ہیں کہ خدا ہر وقت دیکھ رہا ہوتا ہے مگر اس کے باوجود بڑے دھڑلے سے بُرے اعمال کرتے رہتے ہیں اور اس وقت انہیں ذرا بھی یاد نہیں ہوتا کہ خدا انہیں یہ بدعملیاں کرتے دیکھ رہا ہے۔ ایسے ہی نظری حد تک مان لینا کہ آخرت دائمی ہے مگر ساتھ ہی دنیا کی بے حقیقت اور ناپائیدار آسائشوں کے لیے ایمان فروخت کرتے رہنے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ آخرت کے دوام پر یقین ہونے کا دعویٰ تو ہے مگر یہ "یقین" دل و دماغ میں رچا بسا ہوا نہیں ہے۔ لہٰذا آخرت کے دوام پر صحیح معنوں میں یقین ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر کماحقہٗ غور و خوض کیا جاتا رہے اور اس دوام کو حتی الامکان دل و دماغ میں نقش کرنے کی کوشش جاری رہے تاکہ دنیا کی حقیر نفسانی خواہشات کی بے ثباتی کا احساس اتنا گہرا ہو جائے کہ پھر انسان اللہ کی نافرمانی سے دُور سے دُور تر ہوتا چلا جائے۔

جہاں تک ممکن ہو بار بار یاد کرنا چاہیئے کہ آخرت کی زندگی انجام سے ناآشنا ہے، اس کا کوئی دوسرا کنارہ نہیں، اس نے کبھی ختم نہیں ہونا، وہاں موت کا کوئی وجود نہیں، وہ ہمیشہ، ہمیشہ، ہمیشہ رہنے والی زندگی ہے۔ اس میں اگر اللہ تعالیٰ خوشی کی رات دے گا تو اس کے بعد کوئی غم کا دن نہیں آئے گا اور اگر کوئی مسرت کا دن عطا فرمائے گا تو اس کے بعد کوئی دکھ کی کالی لمبی رات نہیں

آئے گی۔ اس دنیا میں اگر مسرت کا کوئی لمحہ آ بھی جاتا ہے تو بسا اوقات اس کے دوران بھی دل میں یہ کانٹا کھٹک رہا ہوتا ہے کہ کل کیا ہوگا۔ مگر آخرت کی زندگی میں "کل کیا ہوگا؟" کا کوئی وجود نہیں ہوگا۔ وہاں کی مسرت، قائمی دائمی ہوگی۔ اور وہاں کا عذاب۔ خدا محفوظ رکھے۔ وہ ناقابلِ برداشت ہوگا۔ زندگی میں یہ بھی ایک کیا جانے والا کام ہے اور بہت ضروری کام ہے کہ اس حقیقت کو بار بار، بار بار، بار بار ذہن نشین کرنے کی کوشش جاری رکھی جائے کہ آخرت کی زندگی کبھی ختم نہیں ہوگی۔

۵۲۸

حضرت عبداللہ رضؓ (ابن مسعود) بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں داخل کرے گا۔ اور اہل دوزخ کو دوزخ میں۔ پھر ایک پکارنے والا ان کے درمیان کھڑا ہوگا اور کہے گا کہ اے جنت والو، (اب) موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو (اب) موت نہیں ہے۔ جو شخص جس حالت میں ہے اسی میں ہمیشہ رہے گا۔ (مسلم)

۵۲۹

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا یہاں تک کہ اُسے جنت اور دوزخ کے درمیان رکھا جائے گا۔ پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا (اور موت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی) پھر ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے جنت والو، (اب) موت نہیں ہے، اے دوزخ والو، (اب) موت نہیں ہے۔ اس سے جنت والوں کی (پہلی) خوشی پر اور خوشی کا اضافہ ہو جائے گا اور دوزخ والوں کے (پہلے) غم پر اور غم کا اضافہ ہو جائے گا۔ (بخاری)

باب ۲۲

فکرِ آخرت اور شوقِ آخرت

فکرِ آخرت

۵۳۰

حضرت عبداللہؓ (بن مسعود) بیان کرتے ہیں کہ میں نے تم لوگوں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس شخص نے تمام فکروں کو چھوڑ کر ایک ہی فکر لگائی، یعنی آخرت کی فکر، اللہ تعالیٰ اس کے دنیوی فکروں کے معاملے میں اس کے لیے کافی ہو جائے گا، اور جسے طرح طرح کے دنیاوی فکروں نے پریشان رکھا (اور وہ آخرت کی فکر کو بھولا رہا) تو اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ)

۵۳۱

ابان بن عثمانؓ بن عفان بیان کرتے ہیں کہ حضرت زیدؓ بن ثابت مروان

(اُموی) کے پاس سے (ٹھیک) دوپہر کے وقت نکلے۔ میں نے کہا کہ مروان نے انہیں اس وقت ضرور کوئی بات پوچھنے کے لیے بلایا ہوگا۔ پس میں نے حضرت زیدؓ بن ثابت سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس نے ہم سے کچھ باتیں پوچھی تھیں۔ جو ہم نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سنی تھیں (پھر انھوں نے بتایا کہ) میں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے سُنا کہ جس شخص کو دنیا ہی کی فکر لگی رہے اللہ تعالیٰ اس کے کام پراگندہ کر دے گا اور اس کی محتاجی کو اس کی آنکھوں کے سامنے لے آئے گا اور (پھر بھی) اُسے دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی اس کے لیے (اس کی تقدیر میں) لکھی جا چکی ہوگی۔ اور جس کی نیّت آخرت (کی فلاح حاصل کرنا) ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کے معاملات میں جمعیت پیدا کرے گا اور اس کے دل میں تونگری پیدا کرے گا اور دنیا ناک رگڑتی اس کے پاس آئے گی۔ (ابن ماجہ)

تشریح: ان دونوں حدیثوں میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ فکر کی جانے والی اصل شے آخرت ہے جس نے کبھی ختم نہیں ہونا۔ جو شخص اس فکر میں مصروف رہے گا اس کے دنیوی معاملات خدا کی مہربانی سے خود بخود ہی سُدھر جائیں گے۔ کیونکہ آخرت کی بہتری کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو راستہ بتایا ہے وہ ایسا ہے کہ اس پر چلنے سے دنیوی معاملات خود بخود ہی درست ہو جاتے ہیں مثلاً جو حلال کی روزی کمائے گا اس کی کمائی میں خیر و برکت ہوگی۔ جو نیکوکاری کی زندگی گزارے گا لوگ اسے عزّت اور محبّت دیں گے، جو تاجر دیانتداری برتے گا اس کی تجارت چمک اٹھے گی، جو اپنے والدین کا خدمت گزار ہوگا اس کی اولاد اس کی خدمت گزار ثابت ہوگی، جو رشتے داروں سے صلۂ رحمی کرے گا اُسے اپنے دکھ سکھ میں رشتے داروں کی امداد اور ان کا تعاون حاصل رہے گا۔ غرضکہ جیسے حضورؐ نے فرمایا جو اپنا مقصود آخرت کی کامیابی رکھے گا دنیا خود بخود اس کے دروازے پر آئے گی۔ پھر آخرت کی فکر رکھنے والا گناہوں سے پرہیز کرنے

کی کوشش کرے گا اور گناہوں سے پرہیز کرنے کے باعث وہ ان اذیتوں سے بچ جائے گا جو گناہوں کی پیداوار ہوتی ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جن اعمال کو گناہ قرار دیا ہے انہیں اسی لیے گناہ کہا ہے اور اسی لیے ان سے روکا ہے کہ وہ انسانوں کو ضرر پہنچانے والے تھے۔ اس کے علاوہ جس انسان کو اپنی آخرت بہتر بنانے کا شوق ہوگا اس کے لیے دنیوی ساز و سامان اور شان و شوکت میں ایسی کشش نہ ہوگی کہ وہ انہیں ناجائز ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش کرے اور خدا اس کے دل میں ایسی قناعت پیدا کر دے گا اور اسے ایسا سیر چشم بنا دے گا کہ دنیوی حرص و لالچ سے پیدا ہونے والی پریشانیاں بھی اُس تک نہیں پہنچ سکیں گی اور خدا کی مہربانی سے اس کے دل میں سکون ہوگا اور اس کے معاملات سُدھر جائیں گے۔

اس کے برعکس جو شخص آخرت کو تو بھولا رہے گا اور ہر وقت دنیوی فکر ہی اس کے دل و دماغ پر حاوی رہیں گے اور وہ انہیں چکروں میں رہے گا کہ کہیں یہ پریشانی نہ مجھے آلے، کہیں میں اس نقصان کا شکار نہ ہو جاؤں، کسی طرح مجھے یہ مل جائے کسی طرح مجھے وہ حاصل ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اُسے اس کے ان اندیشوں اور فکروں کے ساتھ تنہا چھوڑ دے گا اور اس کی امداد نہیں فرمائے گا نہ اس بات کی پرواہ کرے گا کہ کونسا دنیوی فکر اُسے برباد کر دیتا ہے حدیث میں یہ بھی واضح فرما دیا گیا ہے کہ دنیا کا اتنا زیادہ فکر لگا لینے والا انسان اپنے اس غم و فکر سے اپنی دنیا کو کچھ سُدھار نہیں سکے گا۔ بلکہ اس ساری سوچ بچار اور پریشانیوں کے باوجود دنیا اُسے اتنی ہی ملے گی جتنی اس کی قسمت میں لکھی جا چکی ہوگی۔ یہ بے کار کا غم و فکر ہوگا جس میں وہ اپنی جان کھپاتا رہے گا۔

(۵۳۲)

ابن شماسۃ مہری بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کی

وفات قریب تھی تو ہم ان کے پاس آئے۔ وہ دیر تک روتے رہے اور اپنے چہرے کو دیوار کی طرف پھیر لیا۔ ان کا بیٹا (انہیں تسلی دینے کے لئے) کہنے لگا کہ اے میرے باپ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ خوش خبری نہیں دی تھی، کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو وہ خوش خبری نہیں دی تھی۔ پھر انہوں نے اپنا چہرہ ہمارے سامنے کر لیا اور کہا کہ سب سے فضیلت والا (زاد آخرت) جو ہم تیار کرتے ہیں وہ تو اس بات کی گواہی دینا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسولؐ ہیں۔ میں تین حالتوں میں رہا ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو اس حالت میں (بھی) دیکھا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھ سے زیادہ شدید بغض رکھنے والا اور کوئی نہ تھا اور مجھے سب سے زیادہ محبوب یہ بات تھی کہ مجھے حضورؐ پر قدرت حاصل ہو جائے اور میں (نعوذ باللہ) آپؐ کو شہید کر دوں۔ اگر میں اسی حالت میں مر جاتا تو میں دوزخیوں میں سے ہوتا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام (کا خیال) ڈال دیا۔ تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ اپنا دایاں ہاتھ پھیلایئے میں آپؐ کی بیعت کروں گا۔ آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ پھیلایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے عمروؓ تجھے کیا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں ایک شرط کرنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے کیا شرط کرنی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میرے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے نہیں کہ اسلام تمام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت تمام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج تمام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے (اس کے بعد پھر میری یہ حالت تھی کہ) مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا اور نہ آپؐ سے زیادہ کوئی میری نگاہوں میں صاحب جلال تھا۔ آپؐ کی شان و جلال کے باعث میں آپؐ کو نگاہ بھر کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اگر مجھ

سے کہا جائے کہ میں آپؐ کا حلیۂ مبارک بیان کروں تو میں نہیں کر سکتا کیونکہ میں آپؐ کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھتا تھا۔ اگر میں اس حالت میں مر جاتا تو امید کرتا ہوں کہ میں اہل جنت میں سے ہوتا۔ پھر ہم بہت سی چیزوں کے ذمہ دار بنا دیئے گئے (یعنی حضورؐ کے تشریف لے جانے کے بعد ہمیں حکومت اور اختیارات مل گئے) اور میں نہیں جانتا کہ ان میں میرا کیا حال رہا۔ پس جب میں مر جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ نہ نوحہ کرنے والی عورت جائے اور نہ آگ (جیسا کہ اسلام سے پہلے دستور تھا اور جس سے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے منع فرمایا تھا) پھر جب تم مجھے دفن کر چکو تو مجھ پر اچھی طرح پوری مٹّی ڈالنا اور میری قبر کے گرد اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے اُنس حاصل کر سکوں اور دیکھوں کہ اپنے ربّ کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دے سکوں گا۔ (یعنی نکیرین کو جو قبر میں سوال پوچھتے ہیں) (مسلم)

۵۳۳

عَلاء بن مُسَیّب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے والد نے بتایا کہ میں (حضورؐ کے صحابیؓ) حضرت بَرَاءؓ بن عَازِب سے ملا اور میں نے (ان سے) عرض کیا کہ آپ کو مبارک ہو کہ آپ نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت کا شرف حاصل کیا اور آپ نے (صلح حدیبیہ کے زمانے میں) درخت کے نیچے حضورؐ کی بیعت کی (جو ایک بہت بڑا شرف تھا) اس پر حضرت بَرَاءؓ نے فرمایا کہ اے بھتیجے تجھے کیا معلوم کہ حضورؐ کے (دنیا سے تشریف لے جانے کے) بعد ہم نے کیا کچھ کیا۔ (بخاری)

تشریح :- جن لوگوں کے دلوں میں واقعی آخرت کی فکر ہوتی ہے

انہیں اپنی نیکیاں بڑی نہیں لگتیں بلکہ وہ تو اس خوف سے لرزاں رہتے ہیں کہ خدا معلوم ہم سے کیا کیا اعمال ایسے ہو گئے ہوں جو ہماری آخرت پر بُرا اثر ڈال دیں۔

(۵۳۴)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ لذّتوں کو مٹا دینے والی (یعنی موت) کو بکثرت یاد کیا کرو۔ (النسائی)

تشریح :- موت کو "لذّتوں کو مٹا دینے والی" یا تو اس لیے کہا گیا ہے کہ موت آجاتی ہے تو دنیوی لذّتوں کو ختم کر دیتی ہے۔ یا پھر اس لیے کہا گیا ہے کہ جو شخص اکثر موت کو یاد کرتا رہتا ہے اُسے دنیا کی بے ثبات اور عارضی لذّتوں میں دلچسپی نہیں رہتی۔ گویا موت کی یاد نے ان لذّتوں کو مٹا دیا۔

شوقِ آخرت :-

انسان کے لیے کسی کام کا مشکل یا آسان ہونا ایک حد تک اس بات پر بھی منحصر ہوتا ہے کہ جس مقصد کے لیے وہ اُس کام کو کر رہا ہے اُس کے لیے اس کے دل میں کشش کتنی ہے۔ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات کے زیرِ اثر صحابہ کرامؓ کے دلوں میں اُخروی زندگی کو کامیاب بنانے کی کشش اتنی زیادہ تھی کہ خدا کی مہربانی سے اُن کے لیے مشکلات کے پہاڑ ریت کے ٹیلے بنتے چلے گئے۔ آخرت کی لگن نے انہیں وہ سیر چشمی، بہادری، نظم وضبط، فرض شناسی اور عزم و استقلال عطا فرمایا کہ اگرچہ اُن کا مقصد آخرت ہی تھا مگر دنیا میں بھی وہ ایسے روشن نام چھوڑ گئے جن کی مثالیں ملنی مشکل ہیں۔

۵۲۵

حضرت انس رضؓ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن انصار رضؓ پڑھ رہے تھے۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا

عَلَی الْجِھَادِ مَا حَیِیْنَا اَبَدًا

(یعنی ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی ہے کہ جب تک زندہ رہیں گے ہمیشہ جہاد کرتے رہیں گے)

اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جواب دیا۔

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃ

فَاَکْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

(اے خدا عیش تو صرف آخرت کا عیش ہی ہے، پس تو انصار اور مہاجرین کی عزت افزائی فرما) (بخاری)

۵۲۶

حضرت سہل رضؓ بیان کرتے ہیں کہ (جنگ خندق کے دوران) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جب کہ ہم خندق کھود رہے تھے اور اپنے کندھوں پر مٹی ڈھو رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا " اے خدا عیش تو آخرت کا عیش ہی ہے پس تو مہاجرین اور انصار کی عزت و تکریم فرما دے۔ (بخاری)

(۵۳۷)

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ (جنگ) اُحد کے دن ایک شخص نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں (اس جنگ میں) شہید ہو جاؤں تو آپؐ کا کیا خیال ہے کہ میں کہاں ہوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جنت میں ہو گے پس (یہ بات سُن کر وہ جنت کے اشتیاق میں ایسا از خود رفتہ ہوا کہ) جو کھجوریں اس کے ہاتھ میں تھیں وہ پھینک دیں۔ پھر (جاکر) جہاد میں مشغول ہو گیا یہاں تک کہ شہادت حاصل کر لی۔ (بخاری)

(۵۳۸)

ابوعبدالرحمٰن حُبلی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص سے ایک شخص نے سوال کیا اور کہا کہ کیا ہم نادار مہاجرین میں سے نہیں ہیں؟ میں نے سنا کہ حضرت عبداللہؓ نے اس سے کہا کہ کیا تمہاری بیوی ہے جس کے پاس تم رہتے ہو اس نے کہا کہ جی ہاں۔ حضرت عبداللہؓ نے سوال کیا کہ کیا تمہارا گھر ہے جس میں تم سکونت رکھتے ہو۔ اس نے کہا کہ جی ہاں۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ پھر تو تم مالداروں میں سے ہو (یعنی جس کی بیوی بھی ہو اور گھر بھی وہ نادار کیسے ہوا) وہ شخص کہنے لگا کہ میرا تو ایک خادم بھی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ پھر تو تم بادشاہوں میں سے ہو۔ ابوعبدالرحمٰن (یہ بھی) بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص کے پاس تین شخص آئے اور (اس وقت) میں بھی آپ کے پاس ہی تھا۔ ان (آنے والوں) نے کہا کہ اے ابومحمدؒ خدا کی قسم ہمیں کوئی شے میسر نہیں۔ نہ خرچ نہ سواری نہ اسباب۔ حضرت عبداللہؓ نے اُن سے

فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہیں وہ دیں گے جو خدا نے تمہارے لیے لکھا ہے اور اگر چاہو تو ہم تمہارے معاملے کا ذکر بادشاہ سے کریں (تاکہ وہ تمہاری امداد کرے) اور اگر چاہو تو صبر کرو۔ کیونکہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ نادار مہاجرین قیامت کے دن مالداروں سے چالیس برس پہلے جنت میں جائیں گے (یہ بات سن کر ان سوال کرنے والوں کے دل میں آخرت کی جزا کا ایسا اشتیاق پیدا ہوا کہ) وہ کہنے لگے کہ پھر تو ہم صبر ہی کریں گے اور کچھ نہیں مانگیں گے۔ (مسلم)

۵۳۹

ایک دن (حضورؐ کے صحابیؓ) حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی خدمت میں ان کا کھانا پیش کیا گیا تو وہ فرمانے لگے کہ حضرت مُصعبؓ بن عُمیرؓ مجھ سے بہتر تھے۔ وہ شہید ہو گئے تو (مسلمانوں کی مفلسی کا وہ عالم تھا کہ) اُن کے لیے ایک چادر کے سوا اور کوئی چیز نہ ملی جو اُن کا کفن بنتی۔ اور حضرت حمزہؓ یا کوئی اور شخص جو مجھ سے بہتر تھے شہید ہوئے تو ایک چادر کے سوا اور کوئی چیز نہ ملی جو ان کا کفن بنتی (مگر اب ہم لوگ خوش حال ہو گئے ہیں) مجھے خوف آتا ہے کہ کہیں ایسے تو نہیں کہ ہماری نیکیوں کا اجر ہمیں جلدی سے ہماری دنیوی زندگی ہی میں دے دیا گیا ہے (اور آخرت میں ہم اس اجر سے محروم ہو جائیں گے) پھر آپ (آخرت کی محرومی کے خیال سے) رونے لگے۔ (بخاری)

تشریح:۔ یہ تھے وہ لوگ جنہیں صحیح معنوں میں آخرت کی بہتری کی تمنا تھی۔ وہ دنیوی خوش حالی کے پیچھے بھاگنے اور اس کے ملنے پر اُسے ذریعۂ فخر بنانے کے بجائے اس سے ڈرتے تھے کہ کہیں وہ ان کے آخرت کے اجر

میں کمی کا باعث نہ بن جائے۔

۵۴۰

امام زین العابدین علی بن حسینؓ کے ایک ساتھی سعید بن مرجانہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ کو فرماتے سنا کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس مسلمان شخص نے کسی مسلمان آدمی کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ آزاد کئے جانے والے کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے کے عضو کو دوزخ سے نجات دے گا۔ سعید بن مرجانہ کہتے ہیں کہ جب میں نے حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث سُنی تو میں نے جا کر (امام زین العابدین) حضرت علی بن حسینؓ سے اس کا ذکر کیا انہوں نے (یہ حدیث سن کر) اپنا ایک غلام آزاد کر دیا (جو اتنا قیمتی تھا کہ) ابن جعفر اس کی قیمت دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار دے رہے تھے۔ (مسلم)

۵۴۱

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہم سب تو موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ (یہ بات) ایسے نہیں ہے (جیسے تم سمجھ رہی ہو) بلکہ (یوں ہے کہ) مومن کو جب خدا کی رحمت اور اس کی خوشنودی اور اس کی جنت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو وہ اس سے ملاقات کرنے کا

مشتاق ہو جاتا ہے۔ تو پھر خدا (بھی) اس سے ملاقات کرنے کا مشتاق ہو جاتا ہے اور کافر کو جب خدا کے عذاب اور اس کے غصّے کی اطلاع دی جاتی ہے تو وہ اس سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرنے لگتا ہے تو (پھر) خدا (بھی) اس سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرتا ہے۔ (ترمذی)

۵۴۲

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا کہ یا رسولؐ اللہ، کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے۔ حضور نے فرمایا کہ کیا تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں باہم جھگڑا کرتے ہو جب کہ اس کے اوپر ابر (بھی) نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں یا رسولؐ اللہ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم سورج کو دیکھنے میں باہم جھگڑا کرتے ہو جب کہ اس کے اوپر ابر (بھی) نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بے شک تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے۔

(اس کے بعد حضورؐ نے قیامت کے مزید احوال بیان فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ)

قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو کوئی جس کی پرستش کرتا تھا، اس کے پیچھے ہو لے۔ پس ان میں سے بعض سورج کے پیچھے ہو لیں گے اور ان میں سے بعض چاند کے پیچھے ہو لیں گے اور ان میں سے بعض بتوں کے پیچھے ہو لیں گے۔ پس یہ امّت باقی رہ جائے گی۔ اور اس میں اس کے منافق بھی ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ (ایسی صورت میں جسے وہ نہیں پہچانتے ہوں گے) ان کے پاس آئے گا اور کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ وہ کہیں گے (ہم تمہیں نہیں جانتے) ہم تو اسی جگہ کھڑے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ہمارا رب ہمارے پاس آجائے۔ جب ہمارا رب آجائے گا۔ تو ہم اسے

پہچان لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ (ایسی شکل میں جسے وہ پہچانتے ہوں گے) ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ تو وہ جواب دیں گے (ہاں واقعی) تو ہمارا رب ہے۔ پھر خدا انہیں بلائے گا اور جہنم کی پشت کے اوپر راستہ بنایا جائے گا (اور انبیاء اپنی امتوں کے ساتھ اس پر سے گزریں گے) اور میں (ان) انبیاء میں سے پہلا ہوں گا جو اپنی امت کے ساتھ اس پر سے گزروں گا۔ اس دن انبیاء کے سوا کوئی بات نہیں کر سکے گا اور انبیاء کا کلام اس دن ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ (اے خدا سلامتی عطا کر، سلامتی عطا کر) اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں کی طرح آنکڑے ہوں گے۔

(پھر حضورؐ نے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ) کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ جی ہاں (آپؐ نے فرمایا کہ) پس وہ (آنکڑے) سعدان کے کانٹوں کی طرح ہوں گے۔ البتہ ان کی بڑائی کا اندازہ کسی کو نہیں سوائے خدا کے۔ پس وہ آنکڑے لوگوں کے اعمال کے مطابق انہیں اُچکیں گے، پس اُن میں بعض ایسے ہوں گے جو اپنے اعمال کے باعث (جہنم میں گر کر) ہلاک ہو جائیں گے اور ان میں بعض ایسے ہوں جو (مارے زخموں کے) ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ پھر (اس کے بعد) نجات پائیں گے۔ یہاں تک کہ جب اللہ رحمت کرنے کا ارادہ کرے گا تو اہلِ دوزخ میں سے جن لوگوں کے بارے میں اس کا یہ ارادہ ہوگا ان کے بارے میں فرشتوں کو حکم دے گا کہ انہیں (دوزخ سے) نکال لیں (یعنی ان کو) جو اللہ کی عبادت کرتے رہے ہوں گے۔ پس فرشتے انہیں نکال لیں گے اور انہیں سجدوں کے نشانات سے پہچانیں گے اور (حضورؐ نے بتایا کہ) اللہ نے آگ پر یہ بات حرام کر دی ہے کہ وہ سجدوں کے نشانات کو کھائے۔ پس وہ (لوگ جنہیں خدا دوزخ سے نکالے جانے کا حکم دے گا) دوزخ سے نکالے جائیں گے جہنم کی آگ انسان

کے تمام جسم کو کھائے گی سوائے سجدوں کے نشان کے۔ پس وہ آگ سے نکالے جائیں گے تو بالکل جل چکے ہوں گے۔ پھر اُن پر آبِ حیات ڈالا جائے گا تو (اس کے ڈالے جانے سے) وہ ایسے (تروتازہ) نکل آئیں گے جیسے دانہ سیل کے لائے ہوئے کوڑے کچرے میں اُگتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا اور ایک شخص دوزخ اور جنت کے درمیان باقی رہ جائے گا اور وہ اہلِ دوزخ میں سے آخری شخص ہوگا جو جنت میں داخل ہوگا۔ اس کا منہ دوزخ کی طرف ہوگا۔ کہے گا کہ اے میرے رب میرے چہرے کو دوزخ کی طرف سے پھیر دے کیونکہ اس کی ہوا نے مجھے زہر آلود کر دیا ہے اور اس کے شعلے نے مجھے جلا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو ایسا تو نہ کرے گا کہ اگر تیرے ساتھ یہ (احسان) کر دیا جائے تو تو اس کے علاوہ اور کچھ مانگے۔ تو وہ کہے گا کہ نہیں، تیری بزرگی کی قسم (میں اور کچھ نہیں مانگوں گا) پھر وہ (اس بات پر) اللہ تعالیٰ سے جتنا کہ وہ چاہے گا پختہ عہد وپیمان کرے گا تو خدا اس کے چہرے کو آگ کی طرف سے پھیر دے گا۔ پھر جب وہ جنت کی طرف منہ کرلے گا تو اس کی تروتازگی کو دیکھے گا (پھر) جتنی دیر خدا کو منظور ہوگا، خاموش رہے گا، پھر عرض کرے گا کہ اے میرے رب مجھے جنت کے دروازے سے قریب کر دے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کیا تو نے قول وقرار نہیں کئے تھے کہ جو کچھ مانگ چکا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں مانگے گا وہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار، مجھے تیری مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کہیں ایسے تو نہ ہوگا کہ اگر تجھے یہ (بھی) دے دیا جائے تو تو اس کے علاوہ کسی اور شے کا سوال کر دے تو وہ عرض کرے گا کہ نہیں تیری بزرگی کی قسم، میں اس کے سوا کسی اور شے کا سوال نہیں کروں گا۔ پھر جتنا خدا کو منظور ہوگا وہ اپنے رب کو قول وقرار دے گا تو اللہ اُسے

جنت کے دروازے کے قریب کر دے گا۔ پھر جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچ جائے گا تو اس کی شگفتگی اور اس میں پائی جانے والی تر و تازگی اور سرور کو دیکھے گا، تو پھر جتنی دیر خدا کو منظور ہوگا خاموش رہے گا پھر عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار، مجھے جنت میں داخل کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ابن آدم تیری خرابی ہو، تو کس قدر عہد شکن واقع ہوا ہے۔ کیا تو نے یہ عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ جو کچھ تجھے دیا جا چکا ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں مانگے گا۔ تو وہ عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار، مجھے اپنی مخلوق میں سے سب سے زیادہ بدنصیب نہ بنا۔ پس اللہ تعالیٰ اس (کی باتوں) پر ہنس پڑے گا۔ پھر اسے جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دے گا پھر اس سے فرمائے گا کہ تو آرزو کر۔ پس وہ آرزوئیں بیان کرنے لگے گا یہاں تک کہ اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ اور یہ چیز اور مانگ۔ اس کا پروردگار اُسے یاد دلانے لگے گا (کہ تو یہ بھی مانگ اور وہ بھی مانگ) یہاں تک کہ اس کی تمام خواہشیں ختم ہو جائیں گی (پھر) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھے یہ (سب کچھ) بھی دیا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے (اس آخری بات کے بارے میں اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ سے) کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو (یہ) فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ (اس شخص سے) فرمائے گا کہ تجھے یہ (سب کچھ) بھی دیا جاتا ہے اور اس سے دس گنا (اور بھی) حضرت ابو ہریرہؓ کہنے لگے کہ مجھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فرمان یاد ہے۔ کہ تجھے یہ (سب کچھ) بھی دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ میں نے تو حضورؐ کو یہی فرماتے سُنا کہ تجھے یہ (سب کچھ) بھی دیا جاتا ہے اور اس سے دس گنا (اور بھی) (بخاری)

تشریح:۔ دونوں بزرگوں کے اقوال سے کم از کم یہ ضرور واضح ہو

جاتا ہے کہ اس شخص کی جتنی تمنائیں ہوں گی ان سے دُگنا اُسے ضرور ملے گا اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس سے دس گُنا بھی عطا فرما دے۔

حدیث کے شروع میں جو حضورؐ کا فرمان ہے کہ کیا تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں یا سورج کو دیکھنے میں باہم جھگڑا کرتے ہو اس کے لیے جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ تُمَادُوْنَ ہے۔ جس کا ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے کہ تم باہم جھگڑا کرتے ہو اور یہ بھی ہے کہ تم شک کرتے ہو۔ اگر اس کا ترجمہ "تم باہم جھگڑا کرتے ہو" لیا جائے تو اس کی تشریح کے لیے حدیث ۲۱۵ کی تشریح دیکھ لی جائے اور اگر اس کا ترجمہ "تم شک کرتے ہو" لیا جائے تو وہ تو واضح ہی ہے کہ جیسے چاند اور سورج کو دیکھتے ہوئے تمہیں کوئی شک نہیں ہوتا کہ آیا یہ چاند اور سورج ہیں یا کوئی اور شے اسی طرح تم اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے کہ تمہیں اس بات میں کوئی شک نہیں ہو گا کہ یہ تمہارا پروردگار ہی ہے جس کا تم دیدار کر رہے ہو۔

یہ حدیث اُن احادیث میں سے ہے جنہیں پڑھ کر آخرت کے احوال اس طرح واضح ہو کر آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں کہ دل تڑپ اٹھتا ہے کہ کاش کہ اس ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی زندگی میں کامیاب اور بامراد ہو جائیں۔ آمین

کتاب ۵

نماز

باب ۲۳

نماز کی فرضیّت اور فضیلت

نماز پنجگانہ قوت کا خزانہ ہے۔ ایک سچے مسلمان کی زندگی ایک مسلسل جدوجہد ہے۔ اس کے پاس زندگی گزارنے کا ایک دستور ہے اور اس کا فرض ہے کہ اپنی زندگی کو بھی اس دستور کے مطابق گزارے اور خدا کی مخلوق کو بھی آمادہ کرے کہ وہ اس قانون کو اپنائیں۔ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کی راہ میں بے پناہ مشکلات ہیں اور یہ مشکلات اس برتر ہستی کی رحمت اور امداد کے بغیر دور نہیں ہو سکتیں جس نے مسلمان کو اس مشکل راہ پر چلنے کا حکم فرمایا ہے۔ نماز اس کی رحمت اور امداد حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

نماز کا نظام ایک طرف تو آخرت کی فضیلت عطا کرتا ہے اور دوسری طرف اس دنیوی زندگی میں بھی انسان کو سکون قلب عطا کرتا اور قوت و طاقت بہم پہنچاتا ہے۔ یہ نظام انسان کو موقع بہم پہنچاتا ہے کہ دن میں پانچ مرتبہ اس مختارِ کل کے حضور میں حاضری دے جو قادرِ مطلق اور مشکل کشا ہے۔ نماز کی یہ پابندی کہ اسے صبح و شام کے دوران پانچ مرتبہ ادا کرنا ضروری ہے ایک ایسی شے ہے جس نے

اس کی افادیت کو بہت زیادہ بڑھا دیا ہے۔ زندگی کے جان لیوا دکھوں اور جلتے مسائل میں سے بار بار نکل کر چند گھڑیاں اس ہستی کے حضور میں گزارنی جو رؤوف ہے، رحیم ہے، ودود ہے، پریشانیوں سے تنے ہوئے اعصاب کو بے پناہ سکون دیتا ہے۔ ایسے ہی انسان کے مادی جسم کے ہر وقت مادے میں گھرے رہنے کا قدرتی نتیجہ ہے کہ مادی ضروریات ذہن پر اپنی اہمیت نقش کرتی اور منہ زور ہو کر روح پر حملہ آور ہوتی رہیں۔ اس صورت حالات میں بار بار اس مادی ماحول سے ایک طرف ہو کر چند لمحے اپنے اللہ سے لو لگانا روح کو اتنی طاقت بہم پہنچا دیتا ہے کہ وہ مادی خواہشات سے مغلوب ہو جانے کے بجائے انہیں اپنی حدود میں رہنے پر مجبور کر سکے۔ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ الخ کی پانچویں حدیث کا ایک حصہ درج ذیل کیا جاتا ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ انسان نماز پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے کس قدر قریب ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ خدائے بزرگ و برتر فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھوں آدھ تقسیم کر لیا ہے اور میرا بندہ جو کچھ مانگے گا اس کو ملے گا۔ پس جب بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) تو اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف کی۔

اور جب بندہ کہتا ہے کہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (نہایت رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے) تو خدائے بزرگ و برتر فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری ثنا کی۔

اور جب بندہ کہتا ہے مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ (جزا کے دن کا مالک ہے) تو اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ اور ایک دفعہ فرمایا (کہ اللہ فرماتا ہے کہ) میرے بندے نے (اپنے سب امور) میرے سپرد کر دیے۔

پس جب بندہ کہتا ہے کہ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے نے جو کچھ مانگا ہے اسے ملے گا۔

پھر جب بندہ کہتا ہے اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ (دکھا ہمیں سیدھی راہ، اُن لوگوں کی جن پر تُو نے انعام فرمایا، جن پر تیرا غضب نازل نہ ہوا، اور جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے نے جو کچھ مانگا ہے اسے ملے گا . . . .

ایسے ہی بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ ، باب المصلّی یناجی ربّہٗ کی پہلی حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل ہوا ہے۔

"جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے پروردگار سے سرگوشی کر رہا ہوتا ہے"

اس سے بڑا اعزاز اور کیا ہو سکتا ہے کہ ضعیف البنیان انسان اپنے قادر مطلق سے سرگوشی کرے !!!

نماز کی فرضیت

(۵۴۲)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ انسان اور کفر و شرک کے درمیان نماز کا ترک کرنا ہے (مسلم)

تشریح :۔ مراد یہ ہے کہ جب انسان نماز ترک کر دیتا ہے تو اس کے کافر اور مشرک ہو جانے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہتی اور وہ اس خطرے

میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ کسی وقت بھی کفر و شرک اختیار کر لے۔

۵۴۴

حُریث بن قبیصہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا تو میں نے دعا کی کہ اے خدا مجھے کوئی نیک ہم نشین عطا فرما۔ پھر میں حضرت ابوہریرہؓ کے پاس بیٹھ گیا اور ان سے عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مجھے نیک ہم نشین عطا فرمائے (تو آپ مجھے مل گئے ہیں) پس آپ مجھ سے کوئی حدیث بیان کیجئے جو آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مجھے نفع دے۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بندے کے اعمال میں سے سب سے پہلی چیز جس کا قیامت کے دن محاسبہ ہوگا، اس کی نماز ہوگی، اگر نماز اچھی ہوئی تو وہ مراد کو پہنچا اور کامیاب ہوا اور اگر نماز خراب ہوئی تو نقصان میں رہا اور نامراد ہوا۔ پھر اگر فرض نماز میں کچھ کمی رہی ہوگی تو پروردگار تبارک و تعالیٰ فرمائے گا کہ دیکھو کیا میرے بندے کے پاس کوئی نفل ہے (اگر کوئی نفل ہوا) تو فریضے کی کمی نفل سے پوری کر دی جائے گی۔ پھر تمام اعمال کے معاملے میں ایسا ہی ہوگا۔ (ترمذی)

۵۴۵

عبدالملک بن ربیع بن سبرہ اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کا ہو جائے (اور سمجھانے بجھانے کے باوجود نماز نہ پڑھے) تو اسے اس پر مارو (تاکہ اسے نماز کی اہمیت کا احساس ہو)

(ابو داؤد)

۵۴۶

حضرت انس رضؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ چھ مہینے تک رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ طریقہ رہا کہ جب آپؐ صبح کی نماز کے لیے باہر تشریف لاتے تھے تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضؓ کے دروازے پر سے گزرتے اور فرماتے کہ اے اہل بیت، نماز (قائم کرو۔ پھر سورہ الاحزاب کی آیت ۳۳ پڑھتے) اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہلِ بیت نبوی سے گندگی کو دُور کر دے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے) (ترمذی)

۵۴۷

حضرت انس رضؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص کسی نماز کو بھول جائے اُسے چاہیے کہ جب یاد آئے تو (اس کی قضا) پڑھ لے۔ اس کا یہی کفارہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔ (بخاری)

۵۴۸

حضرت جابر رضؓ بن عبداللہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ بن خطاب (جنگ) خندق کے دن غروب آفتاب کے بعد آئے اور کفار قریش کو بُرا بھلا کہنے لگے اور (حضورؐ کی خدمت میں) عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میں عصر کی نماز نہ پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے (بھی) نمازِ عصر نہیں پڑھی۔ پھر ہم (مدینہ منورہ کے نالے) بُطحان کی طرف گئے اور حضورؐ نے نماز کے لیے وضو کیا اور ہم نے بھی نماز کے

لیے وضوء کیا۔ پھر آپؐ نے غروبِ آفتاب کے بعد عصر پڑھی اور اس کے بعد مغرب پڑھی۔ (بخاری)

تشریح :۔ جنگ کی مصروفیت اتنی شدید تھی کہ حضورؐ کی عصر کی نماز قضا ہو گئی اور حضرت عمرؓ کی نماز بھی اسی وجہ سے قضا ہوئی۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جب کوئی ایسی صورتِ حالات پیش آ جائے جس میں انسان مجبور ہو جائے اور نماز صحیح وقت پر ادا نہ کر سکے تو نماز بالکل معاف نہیں ہو جاتی بلکہ اس کی قضاء پڑھنی چاہیئے۔

نماز کی فضیلت

۵۴۹

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے سُنا کہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو کیا تمہارے خیال میں یہ نہانا اُس کے (جسم پر) میل کو باقی رہنے دیگا صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ (نہانا) اس کے میل کو کچھ بھی باقی نہیں رہنے دے گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ پانچ نمازوں کی یہی مثال ہے۔ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (جیسے کہ پانچ مرتبہ نہانے سے جسم کا میل ختم ہو جاتا ہے) (بخاری)

۵۵۰

عبداللہ بن بُسر بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میری اُمت قیامت کے دن سجدوں کے باعث حسین اور روشن چہرے والی ہو گی اور وضوء کے باعث سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والی ہو گی۔ (ترمذی)

۵۵۱

حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز پڑھنا اور ان (دونوں) کے درمیان کوئی بیہودہ کام نہ کرنا ایسا عمل ہے جو علیین میں لکھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح:۔ لفظ علیین کے بارے میں بعض علماء نے بتایا ہے کہ یہ ایک مقام ہے، جو ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے ہے اور بعض نے کہا کہ علیین فرشتوں کا ایک دفتر ہے جس میں نیک اعمال لکھے جاتے ہیں۔ بہر صورت کسی عمل کا علیین میں لکھا جانا بہت بڑا اعزاز ہوگا۔

۵۵۲

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا کرتا تھا اور آپؐ کے پاس آپؐ کے وضو کا پانی اور آپؐ کی (دوسری) ضرورت کی چیزیں لایا کرتا تھا۔ آپؐ نے مجھے فرمایا کہ مانگ (کیا مانگتا ہے) میں نے عرض کیا کہ میں جنت میں آپؐ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کے علاوہ اور کچھ؟ میں نے عرض کہ بس یہی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ پھر کثرت سے سجدے کر کے اپنے معاملے میں میری مدد کر۔ (مسلم)

تشریح:۔ حضورؐ کے اس فرمان کا مفہوم یہی معلوم ہوتا ہے کہ تو زیادہ نمازیں پڑھ تاکہ تو اس قابل ہو جائے کہ میں آسانی سے تمہاری سفارش کر سکوں۔

۵۵۳

حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ

مسجد کے صحن میں تھے۔ عصر کے وقت ان کے پاس مؤذن آیا تو انہوں نے وضوء کا پانی منگوایا اور وضو کیا، پھر فرمایا کہ خدا کی قسم میں تم لوگوں سے ایک حدیث بیان کروں گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایک آیت نہ ہوتی (جس میں علم کی بات چھپانے والوں کو وعید سنائی گئی ہے) تو میں تم سے یہ حدیث بیان نہ کرتا (حدیث یہ ہے کہ) میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو مسلمان شخص وضو کرتا ہے اور اچھی طرح کرتا ہے پھر نماز پڑھتا ہے تو خدا اس کے وہ گناہ بخش دیتا ہے جو اس کے اور بعد میں آنے والی نماز کے دوران ہوتے ہیں۔ (مسلم)

تشریح:۔ بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء ثلاثاً ثلاثاً کی حدیث میں بھی اسی قسم کا مضمون بیان ہوا ہے جس کے آخر میں ہے کہ عُروہ نے کہا کہ وہ آیت (جس کے بارے میں حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر وہ نہ ہوتی تو میں یہ حدیث بیان نہ کرتا) یہ ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ..... آیت کے آخر تک (جو سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۹ ہے اور جس کا ترجمہ ہے: بے شک جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں درآنحالیکہ ہم انہیں سب انسانوں کی رہنمائی کے لیے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں، یقین جانو کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی اُن پر لعنت کرتے ہیں)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی انسان کے پاس کوئی ایسا علم ہو جو دوسروں کے لیے نفع بخش ہو اور وہ اُسے چھپائے تو یہ شے اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ حضرت عثمانؓ نے جو اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا تو اس سے ان کی مُراد یہ تھی کہ میں یہ حدیث تم لوگوں کو بتائے دیتا ہوں کیونکہ مجھے خوف آتا ہے کہ اگر میں نے تم لوگوں کو یہ مفید بات نہ بتائی تو کہیں میں علم کو چھپانے کا مرتکب نہ سمجھا جاؤں۔

۵۵۴

معدان بن ابی طلحہ یعمری بیان کرتے ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ میں اسے کروں تو اللہ تعالیٰ اس کے باعث مجھے جنت میں داخل کر دے۔ یا (معدان نے یوں) بیان کیا کہ میں نے کہا کہ (مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے) جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔ اس پر ثوبان رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ میں نے پھر ان سے پوچھا پھر وہ خاموش رہے۔ میں نے پھر تیسری دفعہ ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی تھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ تجھ پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بکثرت سجدے کیا کر کیونکہ تو اللہ تعالیٰ کے لیے جو سجدہ بھی کرے گا اس سے اللہ تیرا ایک درجہ بڑھائے گا اور تیرا ایک گناہ معاف فرمائے گا۔ معدان کہتے ہیں کہ پھر میں (حضور کے صحابی) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے (بھی اسی بات کے بارے میں) پوچھا (جو ثوبان رضی اللہ عنہ سے پوچھی تھی) تو انہوں نے (بھی) مجھے وہی بات بتائی جو ثوبان رضی اللہ عنہ نے بتائی تھی۔ (مسلم)

۵۵۵

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں کہ دو بھائی تھے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے چالیس دن پہلے مر گیا تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہلے مرنے والے کی فضیلت بیان کی گئی۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ کیا دوسرا مسلمان نہ تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یا رسول اللہ (مسلمان ہی تھا) اور اس میں بھی کوئی برائی نہیں تھی۔ اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کیا جانو کہ اس کی نماز نے (جو اس نے پہلے بھائی سے چالیس دن زیادہ

پڑھی) اُسے کس درجے پر پہنچا دیا ہو (اور حضورؐ نے فرمایا کہ) نماز کی مثال تو ایک گہری میٹھے پانی والی نہر کی سی ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر بہتی ہو اور وہ دن میں پانچ مرتبہ اس میں غوطہ لگایا کرے۔ تم کیا سمجھتے ہو ایسا کرنے سے اس کے بدن پر کوئی میل باقی رہے گا؟ — پس تم نہیں جانتے کہ اس (دوسرے بھائی) کی (چالیس دن کی زائد) نماز نے اُسے کس رتبے پر پہنچا دیا ہو۔ (مؤطا)

تشریح: — اس حدیث میں نماز کی فضیلت اور نمازی کے لیے اس کی بے پناہ افادیت نہایت نفیس انداز میں واضح فرمادی گئی ہے۔ حضورؐ کی مراد یہ تھی کہ تم لوگ پہلے وفات پانے والے بھائی کی اتنی تعریف کر رہے ہو مگر دوسرا بھائی جو اس سے چالیس دن زیادہ زندہ رہا اس نے پہلے کی نسبت کم و بیش دو سو نمازیں زیادہ پڑھیں۔ اس کی ان نمازوں نے خدا معلوم اس کا رتبہ پہلے بھائی کی نسبت کتنا زیادہ بڑھا دیا ہوگا۔

۵۵۶

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کیا میں تمہیں ایسی شے نہ بتادوں جس کے باعث اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں کو دور فرمادے اور تمہاری نیکیوں کو بڑھا دے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یا رسول اللہ (ضرور بتائیے) آپؐ نے فرمایا کہ تکالیف کے باوجود پورا وضو کرنا، اور مساجد کی طرف کثرت سے قدم اٹھانا (یعنی بہت جانا) اور (ایک) نماز (پڑھ لینے) کے بعد (دوسری) نماز کا انتظار کرنا۔

(ابنِ ماجہ)

۵۵۷

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ (اگر تم امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہو تو) جب امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم کہو اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔ کیونکہ جس کا یہ قول فرشتوں کے قول کے ساتھ مل جائے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(بخاری)

تشریح :- فرشتوں کے قول سے مل جانے کا مطلب یہ بتایا جاتا ہے کہ انسان اور فرشتے ایک ہی وقت میں اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ فرشتے بھی یہ مبارک جملہ ادا کرتے ہیں۔ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کا مطلب ہے اللہ نے اس کا قول سن لیا جس نے اس کی تعریف کی۔ اور اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کا مطلب ہے اے خدا ہمارے پروردگار تیرے ہی لیے سب تعریف ہے۔

۵۵۸

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ نعمانؓ بن قوقل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بتایئے کہ اگر میں فرض نماز پڑھتا رہوں اور حرام کو حرام سمجھوں (اور اس سے بچتا رہوں) اور حلال کو حلال سمجھوں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ (مسلم)

۵۵۹

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا (کی تمام چیزوں) میں سے مجھے عورتیں اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ (نسائی)

تشریح :- اسلام سے پہلے عرب میں عورتوں کی حالت ذرا سی سے

ظاہر ہے کہ بعض قبیلوں میں بیٹی کی پیدائش کو اس درجے ننگ و عار کی بات سمجھا جاتا تھا کہ اسے پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کردیا جاتا تھا اسلام نے آکر جس طرح اس مظلوم جنس کے حقوق قائم کئے اور اسے عزت اور محبت کا مقام دیا وہ محتاج بیان نہیں۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے طرز عمل سے واضح فرمادیا کہ عورت مردوں ہی کی طرح مخصوص حقوق کی مالک ہے اور خصوصی طور پر حسن سلوک کی مستحق ہے۔ حضورؐ امہات المؤمنینؓ کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آتے، صاحبزادیوںؓ خصوصاً پیاری بیٹی حضرت فاطمہ الزہراءؓ پر تو بہت ہی زیادہ شفقت فرماتے اور رشتے دار خواتین اور عام صحابیاتؓ کے معاملے میں بھی آپؐ کا رویہ اتنا نرم اور مشفقانہ تھا کہ وہ سو جان سے آپؐ پر فدا تھیں حضرت اُمِّ عطیہؓ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب بھی آپؐ کا نام لیتیں یہ ضرور کہتیں کہ "میرے باپ آپؐ پر فدا ہوں!" اس حدیث میں آپؐ کا یہ فرمان کہ "دنیا میں مجھے عورتیں اور خوشبو پسند ہے" واضح کیے دیتا ہے کہ آپؐ اس جنس پر از حد مہربان تھے۔ خوشبو کی پسندیدگی کی وجہ آپؐ کی نفاستِ طبع تھی اور نماز کے متعلق حضورؐ کا فرمانا کہ اس میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے واضح کرتا ہے کہ نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا آپؐ کے لیے حد درجے وجہ سکون تھا۔

عصر کی فضیلت :-

۵۶۰

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا اس کے اہل و عیال اور اس کا مال نقصان کا شکار ہو گئے۔ (بخاری)

۵۶۱

ابو الملیح بیان کرتے ہیں کہ ہم کسی غزوے میں ایک ابر والے دن بُرَیدہ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا کہ عصر کی نماز جلدی پڑھ لو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کا عمل ضائع ہو گیا۔
(بخاری)

۵۶۲

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطاب عصر کی نماز سے واپس لوٹے تو آپ کو ایک شخص ملا جو (نماز) عصر میں شامل نہ ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اُس سے فرمایا کہ تجھے کس شے نے نماز عصر سے روکے رکھا۔ اس شخص نے آپؓ کے سامنے کوئی عذر بیان کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "طَفَّفْتَ"۔ (یعنی تُو نے اپنے ثواب کو کم کیا)۔ (مُوَطّا)

فجر اور عصر کی فضیلت :-

۵۶۳

حضرت جَرِیرؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے چاند کی طرف دیکھا۔ یہ چودھویں تاریخ کی رات تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ عنقریب تم لوگ اپنے رب کو دیکھو گے جیسے کہ تم اس (چودھویں کے چاند) کو دیکھ رہے ہو کہ اسے دیکھنے کے لیے تمہیں باہم اژدہام کرنے کی ضرورت نہیں (کیونکہ یہ ہر جگہ سے نظر آتا ہے اور ہر شخص اپنی اپنی جگہ رہ کر آرام سے اسے دیکھ سکتا

ہے۔ ایسے ہی تم اپنے رب کو بھی دیکھو گے) پس اگر تم سے ہو سکے تو اضرور ایسے) کرو کہ طلوع آفتاب سے پہلے والی نماز (یعنی فجر) اور غروب آفتاب سے پہلے والی نماز (یعنی عصر) کے معاملے میں (شیطان سے) مغلوب نہ ہو (یعنی شیطان کو شکست دے کر ان نمازوں کو وقت پر ادا کر لیا کرو) پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ (ق ۳۹)

اور (اے نبیؐ) اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے رہو طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے۔

(بخاری م۔)

۵۶۴

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے تم میں باری باری آتے ہیں اور فجر اور عصر کی نمازوں میں یہ (سب) جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ جو (اس وقت تک) تم میں رہے ہوتے ہیں۔ اوپر چڑھ جاتے ہیں اور ان کا رب ان سے سوال کرتا ہے۔ حالانکہ وہ خود اپنے بندوں کے حال سے خوب واقف ہوتا ہے۔ (تاہم وہ آنے والے فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ) تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا، تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے انہیں اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے تب بھی وہ نماز ہی پڑھ رہے تھے۔ (بخاری)

تشریح:۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو بتایا کہ ہر انسان کے ساتھ خدا کے کچھ فرشتے لگے رہتے ہیں۔ جو اس کے اچھے اعمال بھی لکھتے رہتے ہیں اور بُرے اعمال بھی، اور اس طرح زندگی بھر انسان کا

اعمالنامہ تیار ہوتا رہتا ہے۔ ان فرشتوں کے متعلق حضورؐ نے یہ بھی اطلاع دی کہ ان کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں۔ کچھ فرشتے صبح سے عصر تک رہتے ہیں اور کچھ عصر سے لیکر دوسرے دن کی صبح تک۔ صبح سے عصر تک رہنے والے عصر کے وقت ابھی اوپر گئے نہیں ہوتے کہ عصر سے دوسرے دن کی صبح تک رہنے والے بھی آجاتے ہیں۔ اور اس طرح عصر کے وقت یہ سب کچھ دیر کے لیے جمع ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد صبح سے عصر تک رہنے والے اوپر چلے جاتے ہیں۔ پھر دوسرے دن فجر کے وقت عصر سے فجر تک رہنے والے ابھی اوپر نہیں گئے ہوتے کہ فجر سے عصر تک رہنے والے بھی آجاتے ہیں اور اس طرح فجر کے وقت بھی یہ سب کچھ دیر کے لیے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد پھر وہ جو عصر سے صبح تک رہے ہوتے ہیں اوپر خدا کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اس طرح جب یہ فرشتے باری باری اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے اپنے بندوں کا حال دریافت کرتا ہے۔ اب اگر وہ انسان نمازی ہوتا ہے اور جس وقت فرشتے آتے اور جاتے ہیں، اس وقت وہ فجر یا عصر کی نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو وہ خدا کے حضور میں بھی گواہی دیتے ہیں کہ ہم گئے تھے تو وہ نماز پڑھ رہا تھا اور اب آئے ہیں تو اب بھی وہ نماز ہی پڑھ رہا تھا۔

اس حدیث میں فجر اور عصر کی فضیلت کے علاوہ یہ سبق بھی ملتا ہے کہ یہ دونوں نمازیں جلدی پڑھ لینی چاہئیں تاکہ آنے والے فرشتے بھی ہمیں حالت نمازہی میں پائیں اور جانے والے بھی ہمیں نماز ہی کی حالت میں چھوڑ کر جائیں۔

۵۶۵

حضرت ابوہریرہؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ منافقوں پر عشاء اور فجر کی نمازیں تمام نمازوں سے زیادہ گراں ہوتی ہیں اور فرمایا کہ کاش وہ جان لیں کہ عَتَمَہ (یعنی عشاء) اور فجر میں کیا (ثواب) ہے۔ (بخاری)

۵۶۶

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر لوگ اذان اور صفِ اوّل (میں نماز پڑھنے) کی فضیلت کو جانتے، پھر یہ چیزیں قرعہ ڈالے بغیر نہ ملتیں تو ضرور اُن کے لیے قرعہ ڈالتے۔ اور اگر لوگ اوّل وقت نماز کے لیے جانے کی فضیلت کو جانتے تو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اس کی طرف لپکتے اور اگر لوگ عشاء اور صبح کی نمازوں کی فضیلت کو جانتے تو ضرور آکر ان میں حاضر ہوتے اگرچہ سرین کے بل گھسٹ کر آنا پڑتا۔ (بخاری)

تشریح :۔ اس حدیث سے عشاء اور فجر کی فضیلت کے علاوہ کچھ اور باتوں کی فضیلت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ ایک اذان کی فضیلت۔ دوسرے صفِ اوّل میں نماز پڑھنے کی فضیلت کیونکہ جو صفِ اوّل میں کھڑا ہے ظنّ غالب ہے کہ وہ پہلے آیا ہوگا۔ تیسرے اوّل وقت میں نماز پڑھنے کی فضیلت کیونکہ اوّل وقت میں نماز پڑھنے میں احساسِ فرض اور ذوق و شوق زیادہ پایا جاتا ہے۔ حضورؐ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ان چیزوں سے غفلت برتتے ہیں وہ اس لیے برتتے ہیں کہ درحقیقت انہیں معلوم ہی نہیں کہ یہ چیزیں کتنے زیادہ اجر کا باعث ہیں۔ اگر انہیں ان کے اجر کا صحیح احساس ہوتا تو ضرور آتے چاہے راستے میں کتنی ہی مشکلات کیوں نہ ہوتیں۔

۵۶۷

عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بن عفان رضی اللہ عنہ نمازِ مغرب کے بعد مسجد میں داخل ہوئے اور اکیلے بیٹھ گئے، پھر میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا پھر انہوں نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجے میں نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے سنا کہ جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اس نے گ

نصف رات تک قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اس نے گویا ساری رات نماز پڑھی۔ (مسلم)

عشاء کی فضیلت :-

۵۶۸

حضرت عائشہ رضؓ بیان کرتی ہیں کہ (ایک دن) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں دیر کر دی۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے آپؐ کو پکار کر عرض کیا کہ عورتیں اور بچے سو گئے ہیں پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ (اس وقت) زمین والوں میں سے سوائے تمہارے کوئی اس نماز کا انتظار نہیں کر رہا (راوی کا بیان ہے کہ) اس وقت مدینۂ منورہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی (صحابۂ کرامؓ) عشاء کی نماز شفق غائب ہونے کے بعد سے لے کر رات کی پہلی تہائی گزرنے تک کے دوران میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ (بخاری)

سنتوں اور وتروں کی فضیلت

۵۶۹

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھا اور پھر فرمایا کہ اے قرآن والو وتر پڑھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ خود وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے۔ (النسائی)

تشریح :- وتر طاق عدد کو کہتے ہیں جو دو پر پورا پورا تقسیم نہ ہو سکے ایک، تین، یا پانچ وغیرہ طاق ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی ایک ہونے کے باعث وتر یعنی طاق ہے۔

۵۷۰

حضرت اُمِ حبیبہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایک دن رات کے دوران بارہ رکعت (سُنتیں) پڑھیں اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ (یعنی) چار رکعتیں ظہر (کے فرضوں) سے پہلے اور دو رکعتیں ان کے بعد، اور دو رکعتیں مغرب (کے فرضوں) کے بعد، اور دو رکعتیں عشاء (کے فرضوں) کے بعد، اور دو رکعتیں اگلی صبح کی نماز (کے فرضوں) سے پہلے۔ (ترمذی)

۵۷۱

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوعِ فجر کی دو (سنت) رکعتوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں مجھے ساری دنیا سے زیادہ پیاری ہیں۔ (مسلم)

۵۷۲

نُعمان بن سالم عمرو بن اوس سے روایت کرتے ہیں۔ عمرو بن اوس بیان کرتے ہیں کہ عَنبسہ بن ابی سُفیان نے اپنے مرض الموت میں مجھے ایک ایسی حدیث سنائی جس کو سُن کر خوشی ہوتی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت اُمِ حبیبہؓ کو فرماتے سُنا کہ میں نے (یعنی حضرت ام حبیبہؓ نے) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جس نے رات اور دن کے دوران بارہ رکعتیں (یعنی مؤکدہ سُنتیں) پڑھیں اس کے لیے ان (رکعتوں) کے باعث جنت میں ایک گھر بنایا جائے گا۔ حضرت اُمِ حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں سُنا ہے۔ میں نے ان

(سنتوں) کو کبھی نہیں چھوڑا۔ اور عنبسہ کہتے ہیں کہ جب سے میں نے حضرت اُمّ حبیبہؓ سے ان کے بارے میں سنا ہے میں نے انہیں کبھی نہیں چھوڑا۔ اور عمرو بن اوس کہتے ہیں کہ جب سے میں نے عنبسہ سے ان کے بارے میں سنا ہے میں نے انہیں کبھی نہیں چھوڑا اور نعمان بن سالم کہتے ہیں کہ جب سے میں نے عمرو بن اوس سے ان کے بارے میں سنا ہے میں نے انہیں کبھی نہیں چھوڑا۔ (مسلم)

تشریح:۔ یہ وہی بارہ سنتیں ہیں جن کی تفصیل حدیث ۵۷۰ میں بیان ہو چکی ہے۔

وضوء کی فرضیت اور فضیلت:

واضح رہے کہ وضوء نماز کی شرائط میں سے ہے اور اس کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔

(۵۷۳)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نماز پاکی کے بغیر قبول نہیں ہوتی، نہ خیانت کے مال سے کی ہوئی خیرات قبول ہوتی ہے (ترمذی)

(۵۷۴)

عبداللہ صُنابحی بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن بندہ وضوء (شروع) کرتا ہے تو (جب) کلی کرتا ہے تو اس کے مُنہ سے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب ناک میں پانی ڈالتا ہے تو اس کی ناک سے گناہ نکل جاتے ہیں۔ پھر جب وہ اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے

گناہ نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کی پلکوں کے اُگنے کی جگہوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔ پھر جب وہ اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں سے گناہ نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔ پھر جب وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر سے گناہ نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کے کانوں سے بھی نکل جاتے ہیں۔ پھر جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو اس کے پاؤں سے گناہ نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں (اس کے بعد آپؐ نے) فرمایا کہ پھر اس کا مسجد کی طرف چلنا اور اس کا نماز پڑھنا اس کے لیے الگ ثواب لاتا ہے۔ (مُوطّا)

(۵۷۵)

نُعیمُ المُجمِر بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا۔ انہوں نے وضو کیا (اور) پھر فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ میری اُمّت (کے لوگ) وضوء کے آثار کے باعث قیامت کے دن غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ کہہ کر پکارے جائیں گے (جس کا مطلب ہے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے) پس تم میں سے جو کوئی اپنی اس سفیدی کو لمبا کر سکے وہ ایسا کرے (بخاری)

تشریح :۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وضوء کے باعث جو اعضاء دُھلتے رہتے ہیں وہ قیامت کے دن سفید روشن ہوں گے۔ لہٰذا جو چاہے کہ اس کی یہ سفیدی اور زیادہ دور تک ہو تو وہ اعضائے وضوء کو آگے تک دھو کر یہ مقصد حاصل کر سکتا ہے۔

۵۷۶

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لائے اور فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ (یعنی اسلام علیکم اے مومنوں کی قوم اور انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ پھر فرمایا) میری تمنا تھی کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم آپؐ کے بھائی نہیں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم میرے اصحاب ہو۔ اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی دنیا میں نہیں آئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپؐ کیسے پہچانیں گے اپنی امت کے ان لوگوں کو جو ابھی تک (دنیا میں) نہیں آئے (اور آپؐ نے انہیں نہیں دیکھا) حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے بتاؤ کہ اگر کسی شخص کے سفید پیشانی سفید ہاتھ پاؤں والے گھوڑے کالے مشکی گھوڑوں میں مل جائیں تو کیا وہ اپنے گھوڑے پہچان نہیں لے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یا رسول اللہ (ضرور پہچان لے گا) آپؐ نے فرمایا کہ پس میری امت کے لوگ (قیامت کے دن اس طرح) آئیں گے کہ وضوء (کرتے رہنے) کے باعث وہ سفید پیشانی سفید ہاتھ پاؤں والے ہوں گے۔ اور میں حوض (کوثر) پر ان کا پیش خیمہ ہوں گا (کہ ان سے پہلے وہاں پہنچ کر ان کی پیاس بجھانے کا سامان کروں گا) آگاہ رہو کہ بعض لوگ میرے حوض سے (اس طرح) پرے ہنکا دیئے جائیں گے جیسے (کسی کے) بھٹکے ہوئے اونٹ کو (جب وہ اپنے اونٹوں میں آ ملے تو اُسے) پرے ہنکا دیا جاتا ہے۔ میں انہیں (اپنے سمجھ کر) پکاروں گا کہ ادھر آؤ تو (مجھے) بتایا جائے گا کہ انہوں نے تو آپؐ کے بعد (بدعتیں ایجاد کر کرکے آپؐ کے دین کو) بدل دیا تھا۔ اس پر میں کہوں گا کہ دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ۔ (مسلم)

(۵۷۷)

حضرت عقبہ رضؓ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ ہم پر اونٹ چرانے کی ذمہ داری تھی۔ میری باری آئی تو میں (انہیں چرا کر) شام کے وقت ان کو ان کے تھان پر لے گیا تو دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے لوگوں کو خطاب فرما رہے ہیں۔ میں پہنچا تو آپؐ کا یہ فرمان سنا کہ جو مسلمان بھی وضو کرے اور عمدگی سے وضوء کرے پھر کھڑے ہو کر دو رکعتیں (اس طرح) ادا کرے کہ اپنے دل اور چہرے کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہو تو اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔ عقبہ رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ (واہ) یہ کتنی عمدہ بات ہے! اس پر میرے سامنے سے ایک کہنے والے نے کہا کہ جو بات اس سے پہلے ہوئی تھی وہ اس سے بھی زیادہ عمدہ ہے۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر رضؓ تھے انہوں نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تم ابھی ابھی آئے ہو (تم نے پہلی بات نہیں سنی۔ وہ بات یہ ہے کہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی بھی وضوء کرے اور اچھی طرح پورا وضو کرے پھر کہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کہ ان میں سے جس سے چاہے اس سے (جنت میں) داخل ہو جائے۔ (مسلم)

تشریح:۔ دل اور چہرے کے ساتھ رکعتوں کی طرف متوجہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ ظاہری اعضاء پر بھی خشوع و خضوع طاری ہو اور دل میں بھی خشوع و خضوع ہو۔

(۵۷۸)

حضرت عبداللہ رضؓ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں جو ہم کر رہے

سے تھے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم ہم سے پیچھے رہ گئے۔ جب آپؐ ہمارے قریب پہنچے تو ہماری نماز کو دیر ہو چکی تھی اور ہم وضو کر رہے تھے۔ تو (مارے جلدی کے) ہم اپنے پاؤں (دھونے کے بجائے اُن) پر مسح کرنے لگے (یہ دیکھ کر) حضورؐ نے بلند آواز میں دو یا تین دفعہ فرمایا کہ ایڑیوں کو آگ سے خرابی ہونے والی ہے۔ (بخاری)

تشریح :- چونکہ صحابہ کرامؓ جلدی کے باعث پاؤں پوری طرح دھو نہیں رہے تھے۔ اس لیے حضورؐ نے فرمایا کہ خشک رہ جانے والی ایڑیوں کو آگ کا عذاب ہوگا۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ تمام اعضائے وضو اچھی طرح دُھلنے چاہئیں اور ذرا سی جگہ بھی خشک نہیں رہنی چاہیئے ورنہ وضو مکمل نہ ہوگا۔

۵۷۹

حضرت معاذؓ بن جبل بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمان رات کو باوضو، اللہ کا ذکر کرتے ہوئے سوئے، پھر وہ رات کو جاگ اٹھے اور اللہ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی مانگے تو خدا اُسے وہ چیز عطا فرما دیتا ہے (جو اس نے مانگی ہوتی ہے) (ابوداؤد)

۵۸۰

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں پورا وضو کرنے کا حکم فرمایا۔ (ابنِ ماجہ)

تشریح :- بیان کیا گیا ہے کہ پورا وضو کرنا تین طرح کا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ جن اعضاء کو دھونے کا حکم ہے انہیں ایک ایک دفعہ اچھی طرح دھویا جائے۔ ذرا سی جگہ بھی خشک نہ رہے۔ یہ فرض ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر عضو کو تین تین دفعہ دھویا جائے۔ یہ سنّت ہے۔ اور تیسرے یہ کہ اعضائے

وضوء کو جہاں تک دھونے کا حکم ہے اُس سے آگے تک دھویا جائے ، مثلاً پاؤں ٹخنوں سے اوپر تک بھی اور کلائیاں کہنیوں سے اُوپر تک بھی ۔ یہ مستحب ہے ۔

تَیَمُّم :-

وضوء کی تاکید اور فضیلت کو ذہن نشین کرنے کے ساتھ ہی یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اگر انسان کسی ایسی جگہ ہو جہاں پانی نہ ملتا ہو یا اُسے کوئی ایسی تکلیف ہو کہ پانی استعمال کرنے سے نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو پھر اُسے اجازت ہے کہ پانی سے وضو کرنے کے بجائے پاک مٹی سے تیمّم کر لے ۔ مجبوری کے وقت تیمّم کر لینے سے انسان اسی طرح نماز پڑھنے کے قابل ہو جاتا ہے جس طرح وضو کرنے سے ذیل کی حدیث واضح کرتی ہے کہ تیمّم کی اجازت کب اور کن حالات میں نازل ہوئی تھی ۔

(۵۲۱)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے کسی سفر میں آپؐ کے ساتھ نکلے ۔ یہاں تک کہ جب ہم بَیْدَاء یا ذَاتُ الْجَیْش کے مقام پر پہنچے تو میرے گلے کا ایک ہار ٹوٹ کر گر گیا ۔ تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم اُسے تلاش کرنے کے لئے ٹھہر گئے اور آپؐ کے ساتھ (دوسرے) لوگ بھی ٹھہر گئے ۔ وہاں پانی نہیں تھا اور نہ صحابہؓ کے ساتھ پانی تھا ۔ لوگ (پریشان ہو کر) حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے دیکھا ہے کہ عائشہؓ (صدیقہ) نے کیا کیا ہے ۔ انہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم اور اُنؐ کے ساتھ باقی لوگوں کو (بھی) ٹھہرا دیا ہے اور یہاں پانی نہیں ہے اور نہ ہمارے ساتھ پانی ہے ۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکرؓ آئے اور اس وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم

اپنے سر مبارک کو میرے زانو پر رکھے سوئے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے مجھ سے کہا کہ تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے لوگوں کو ٹھہرا لیا ہے اور یہاں پانی نہیں، نہ اُن کے ساتھ پانی ہے۔ غرضکہ وہ مجھ پر غصّے ہوئے اور جو کچھ خدا کو منظور ہوا مجھے کہا اور (مارے غصّے کے) اپنے ہاتھ سے میرے پہلو میں کونچے دینے لگے اور مجھے حرکت کرنے سے صرف یہ بات روکے ہوئے تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میرے زانو پر تھا۔ اسی دوران میں صبح ہو گئی اور پانی موجود نہیں تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت تیمّم نازل فرمائی (اور پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کر لینے کی اجازت دے دی گئی) چنانچہ صحابہؓ نے تیمّم کر لیا۔ اس پر اُسیدؓ بن حُضیرؓ نے جو ایک نقیب تھے (خوش ہو کر) کہا: "اے ابو بکرؓ کی اولاد، یہ کوئی تمہاری پہلی برکت نہیں ہے" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے اس اونٹ کو کھڑا کیا جس پر میں سوار تھی تو ہار اُس کے نیچے سے نکل آیا۔ (مسلم)

تشریح:۔ اس روایت میں حضرت اُسیدؓ بن حُضیر نے یہ جو فرمایا کہ اے ابو بکرؓ کی اولاد، یہ کوئی تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اس سے پہلے بھی خدا تمہارے ذریعے مسلمانوں پر کئی برکتیں نازل کر چکا ہے تیمّم کا حکم آنے سے چونکہ مسلمانوں کو بہت آسانی ہو گئی، اس لیے اسے "برکت" فرمایا۔ یہ واقعہ مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑی سہولت کا ذریعہ بن گیا جو انہیں قیامت تک کے لیے حاصل ہو گئی ہے۔ ویسے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تیمّم کی اجازت صرف کوئی شرعی عذر ہونے کی صورت میں ہے۔ اگر کوئی شرعی عذر نہ ہو تو وضو نماز کی شرائط میں سے ہے اور اس کے بغیر نماز ادا نہیں ہوتی۔

باب ۲۴

کچھ اور نمازیں

پانچ فرض نمازوں کے علاوہ کچھ اور نمازیں بھی ایسی ہیں جن کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ مثلاً نمازِ جمعہ، نمازِ تہجد، نماز جنازہ، عیدین کی نمازیں وغیرہ

نمازِ جمعہ

جمعے کا دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب دنوں سے زیادہ افضل اور ممتاز ہے اس دن مسلمان جمع ہو کر اجتماعی طور پر خدا کی عبادت کرتے ہیں اور نصیحت کی باتیں سنتے ہیں۔ مسلمانوں کی دینی تربیت کے لیے یہ ہفتہ وار اجتماع حد درجے مفید ہوتا ہے۔ لہٰذا مردوں پر جمعے کی نماز ادا کرنا اور خطبہ سننا واجب ہے اور بے وجہ جمعہ چھوڑنے والوں کو وعید سنائی گئی ہے۔ ہاں اگر کسی کے پاس شرعی عذر ہو تو علیحدہ بات ہے۔ خواتین پر اگرچہ جمعے کی نماز واجب نہیں تاہم انہیں نماز جمعہ کی تاکید اور فضیلت سے اچھی طرح واقفیت ہونی چاہیئے تاکہ وہ گھر کے مردوں کو اس معاملے میں غفلت کرنے سے روکتی رہیں اور بچوں کی تربیت میں اس کا

دھیان رکھیں کہ شروع ہی سے ان کے دلوں میں جمعے کی اہمیت نقش ہو جائے
جمعے کو مسلمانوں کے لیے گویا عید کا دن قرار دیا گیا ہے۔ ذیل کی احادیث میں
جمعے کے معاملے میں متعدد ہدایات دی گئی ہیں مثلاً

جمعے کی نماز پڑھنے کی تاکید
نماز جمعہ کی تیاری کے آداب
خطبۂ جمعہ سننے کے آداب
جمعے کے دن اور نماز جمعہ کی فضیلت
جمعے کے دن درود پڑھنے کی فضیلت۔

۵۸۲

امّ المؤمنین حضرت حفصہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ (نمازِ) جمعہ کو جانا واجب ہے ہر بالغ (آزاد) مرد پر (النسائی)

۵۸۳

حضرت ابنِ عباسؓ اور حضرت ابنِ عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے منبر کی لکڑیوں پر تشریف رکھتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ لوگوں کو جمعے چھوڑنے سے باز آ جانا چاہیئے، ورنہ اللہ ضرور اُن کے دلوں پر مُہر کر دے گا اور وہ لازماً غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔ (النسائی)

۵۸۴

حضورؐ کے ایک صحابی ابوجعدؓ ضمریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص نماز جمعہ کو معمولی چیز سمجھتے ہوئے تین جمعے چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مُہر کر دے گا۔ (النسائی)

۵۴۵

حضرت ابو سعید خُدری رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلیؐ اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ہر بالغ شخص پر جمعے کے دن غسل کرنا واجب ہے۔ (بخاری)

۵۴۶

حضرت ابنِ عمر رضؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطّاب رضی اللہ عنہ جمعے کے دن کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ رسول خدا صلیؐ اللہ علیہ وسلّم کے اصحاب رضؓ میں سے ایک صاحب جن کا تعلق مہاجرین اوّلین سے تھا آئے حضرت عمر رضؓ نے اُنہیں پکارا کہ یہ (آنے کا) کون سا وقت ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں مصروف تھا اور ابھی گھر نہیں لوٹا تھا کہ اذان کی آواز سُنی تو میں نے بس وضو ہی کیا (اور مسجد آگیا ہوں) حضرت عمر رضؓ بولے (کہ اچھا یہ صرف) وضو (کرنے والی بات) بھی (رہی) حالانکہ تم جانتے ہو کہ رسول خدا صلیؐ اللہ علیہ وسلّم غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔ (بخاری)

۵۴۷

حضرت ابو سعید خُدری رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلیؐ اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ہر بالغ کے لیے لازم ہے کہ جمعے کے دن غسل کرے اور مسواک کرے اور جتنی ہو سکے خوشبو لگائے۔ (مسلم)

تشریح:- جیسے کہ بیان ہو چکا ہے عورت پر جمعے کی نماز کے لیے جانا ضروری نہیں تاہم اگر وہ جانا چاہے تو خوشی سے جا سکتی ہے، لیکن اُسے خوشبو لگا کر نہیں جانا چاہیئے، یہاں خوشبو لگانے کے بارے میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ مردوں کے لیے ہے۔

۵۲۸

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ انہیں خبر پہنچی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کا کیا نقصان ہے اگر وہ اپنے کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ دو کپڑے اپنی جمعے کی نماز کے لیے بنا رکھے (موطا)

تشریح: حضورؐ کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعے کے دن اچھے کپڑے پہننے کا اہتمام کرنا پسندیدہ ہے۔ عام کام کاج میں پہنے جانے والے کپڑے میلے ہو جاتے ہیں اور ان کی ہیئت بھی ٹھیک نہیں رہتی۔ اگر انسان جمعے کے لیے، اپنی استطاعت کے مطابق، علیحدہ کپڑے بنا رکھے جو جمعے کی نماز ہی کے لیے پہنے جائیں اور عام کام کاج میں نہ پہنے جائیں تو انسان بہتر حالت میں جمعہ پڑھنے جائے گا۔ درحقیقت اس فرمان سے جو کچھ مقصود ہے وہ یہی بتانا ہے کہ جمعے کی نماز کے لیے، استطاعت کے مطابق اچھا لباس پہننا چاہیئے۔

۵۲۹

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعے کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو اگر تو نے اپنے (باتیں کرنے والے) ساتھی سے کہا کہ "چپ رہ" تو تو نے ایک لغو حرکت کی۔ (بخاری)

تشریح: جمعے کے خطبے کے دوران بولنے کی اجازت نہیں۔ بالکل خاموش رہنا اور خطبہ سننا چاہیئے۔ حضورؐ نے یہاں تک تاکید فرمائی ہے کہ اگر کوئی اور بول رہا ہو تو یہ بھی نہ کہو کہ "چپ رہ" کیونکہ یہ کہنا بھی بولنا ہے اور خطبے کے دوران بولنا ایک لغو کام ہے۔

۵۹۰

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمارؓ نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور مختصر اور بلیغ خطبہ دیا۔ جب وہ (منبر سے) نیچے اترے تو ہم نے کہا کہ اے ابوالیقظان (حضرت عمارؓ کی کنیت) آپ نے بلیغ اور مختصر خطبہ دیا۔ اگر ہیں (آپ کی جگہ) ہوتا تو (خطبے کو) کچھ لمبا کرتا۔ اس پر حضرت عمارؓ نے فرمایا کہ ہیں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کسی شخص کی نماز کا لمبا ہونا اور اس کے خطبے کا چھوٹا ہونا اس کی سمجھ داری کی علامت ہے۔ پس تم لوگ نماز کو لمبا کیا کرو اور خطبے کو چھوٹا کیا کرو۔ اور (یہ بھی فرمایا کہ) بعض بیان جادو کی سی تاثیر رکھتے ہیں۔ (مسلم)

تشریح:۔ نماز ہیں انسان اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوتا ہے اور تقریر کرتے ہوئے انسانوں سے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جتنی بھی زیادہ سرگوشیاں کی جائیں گی خیر و برکت کا باعث ہوں گی۔ مگر انسانوں کے ساتھ جب لمبی لمبی گفتگوئیں کی جائیں تو وہ تنگ آجاتے ہیں۔ خصوصاً وہ تقریر جس ہیں وعظ و نصیحت کی جا رہی ہو اسے بہت زیادہ لمبا کر دینا اس کے اثر کو ضائع کرنے والی بات ہے خطبہ مختصر مگر مؤثر دینا چاہیئے تاکہ سننے والے خوشی سے سنیں۔ اور اثر لیں۔ تنگ نہ آجائیں۔

۵۹۱

حضرت سمرہ بن جندب بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاضر ہوا کرو ذکر ہیں (یعنی خطبے ہیں) اور قریب رہا کرو امام کے کیونکہ انسان (بھلائی کے کاموں اور بھلائی کے مواقع سے) مسلسل دور رہتا ہے یہاں تک کہ جنت ہیں بھی تاخیر سے بھیجا جائے گا اگرچہ وہ جنت ہیں داخل ہو

جائے گا۔ (ابوداؤد)

تشریح :۔ یعنی بھلائی کے کاموں میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور بھلائی کے مقام سے قریب تر رہنے کی سعی ہونی چاہیئے۔ جیسے نماز باجماعت میں مردوں کے لیے پہلی صف میں کھڑے ہونا زیادہ فضیلت کی بات ہے۔ ایسے ہی ان کے لیے خطبے کے دوران امام سے قریب تر ہونے میں فضیلت ہے۔ جو لوگ دنیا میں بھلائی کے کاموں میں دیر کریں گے اور بھلائی کے مقامات سے دور رہیں گے وہ جنت میں بھی ان لوگوں کی نسبت دیر سے بھیجے جائیں گے جو بھلائی کے کاموں میں جلدی کرتے اور بھلائی کے مقامات سے قریب رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۵۹۲

ابوالزاہریہؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم جمعے کے دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابی حضرت عبداللہؓ بن بُسر کے ساتھ تھے۔ اتنے میں ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھاندتا ہوا آیا اس پر حضرت عبداللہؓ بن بُسر نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم جمعے کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھاندتا ہوا آیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس سے فرمایا کہ بیٹھ جا، تُو نے (لوگوں کو) اذیت دی۔ (ابوداؤد)

تشریح :۔ حضورؐ کے فرمان کے مطابق امام سے قریب تر ہونا فضیلت کی بات ہے مگر اس فضیلت کو حاصل کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ انسان جلدی مسجد میں آئے اور اس طرح قریب کی جگہ لے لے۔ مگر یہ مناسب نہیں کہ انسان آئے تو دیر سے اور پھر لوگوں کی گردنیں پھاندتا ہوا آگے بڑھنے کی کوشش کرے اور اس طرح لوگوں کو تکلیف پہنچائے۔ چنانچہ جب ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھاندتا ہوا آیا تو حضورؐ نے اُسے تنبیہہ فرمائی۔

۵۹۳

حضرت اوس بن اوس بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے سب دنوں میں سے افضل جمعے کا دن ہے۔ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اور اسی دن انہوں نے وفات پائی، اور اسی دن (قیامت قائم ہونے سے پہلے بجائے جانے والے) صُور میں پھونک ماری جائے گی، اور اسی دن (صُور کی آواز سُن کر لوگوں پر) بے ہوشی (طاری) ہوگی، پس (اس دن) مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جائے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسولؐ آپ کے سامنے ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپؐ (قبر میں نعوذ باللہ) گل چکے ہوں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ (نہیں) اللہ تعالیٰ نے زمین پر یہ بات حرام کر دی ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ (النسائی)

۵۹۴

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ جمعے کا دن ہے۔ اسی دن آدمؑ کو پیدا کیا گیا، اور اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا، اور اسی دن انہیں جنت سے خارج کیا گیا۔ (مسلم)

۵۹۵

ابن السّباق بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جمعے کو فرمایا کہ اے مسلمانوں کے گروہ، بے شک یہ (جمعہ) ایک ایسا دن ہے جسے خُدا نے عید بنایا ہے پس (اس دن) تم غسل کیا کرو اور جس کے پاس خوشبو

ہو تو اُسے (یعنی مرد کو) کوئی حرج نہیں اگر وہ اس میں سے کچھ لگا لے اور لازم کر لو اپنے آپ پر مسواک (کرنے) کو۔ (مُوطّا)

۵۹۶

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے (جمعے کے دن) غسل کیا پھر (نماز) جمعہ کے لیے آیا، پھر (خطبے سے پہلے) نماز پڑھی جتنی کہ اس کے مقدر میں تھی۔ پھر خاموشی سے (خطبہ) سنتا رہا یہاں تک کہ امام اپنے خطبے سے فارغ ہو گیا، پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی (غرضکہ جس نے یہ سب کام کیے) اس کے وہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس جمعے سے لے کر دوسرے جمعے تک ہوں گے اور تین دن زائد کے (بھی بخش دیئے جائیں گے)۔ (مسلم)

تشریح: "دوسرے جمعے" سے گزشتہ جمعہ بھی مراد ہو سکتا ہے اور آئندہ جمعہ بھی۔ مقصود سات دن کے گناہوں کا معاف ہونا ہے۔ پھر تین دن زائد مل کر دس دن کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

۵۹۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب جمعے کا دن ہوتا ہے تو مسجد کے دروازوں میں ہر دروازے پر فرشتے ہوتے ہیں وہ پہلے آنے والے، پھر اس کے بعد آنے والے (پھر اس کے بعد آنے والے نمازیوں کے نام) لکھتے جاتے ہیں۔ پھر جب امام (خطبہ دینے کے لیے) بیٹھ جاتا ہے تو فرشتے (اپنے) صحیفے لپیٹ لیتے ہیں اور آ کر (خدا کا) ذکر سننے لگتے ہیں۔ اور (آپؐ نے فرمایا کہ) نماز کے لیے جلدی آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ کی راہ میں ایک اونٹ قربان کرے،

پھر(اس کے بعد آنے والے کی مثال) اس شخص کی سی ہے جو اللہ کی راہ میں گائے قربان کرے پھر(اس کے بعد آنے والے کی مثال) اس شخص کی سی ہے جو اللہ کی راہ میں مینڈھا قربان کرے۔ پھر(اس کے بعد آنے والے کی مثال) اس شخص کی سی ہے جو اللہ کی راہ میں مرغی قربان کرے۔ پھر(اس کے بعد آنے والے کی مثال) اس شخص کی سی ہے جو اللہ کی راہ میں انڈہ خیرات کرے۔ (مسلم)

(۵۹۸)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعے کے دن کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر اس میں کوئی مسلمان بندہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو اور اللہ سے کوئی شے مانگے تو اللہ تعالیٰ وہ شے اُسے عطا کر دیتا ہے اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ وہ ساعت قلیل ہے۔ (بخاری)

تہجد

(۵۹۹)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماہ رمضان (کے روزوں) کے بعد افضل ترین روزے اللہ کے مہینے محرم کے (روزے) ہیں اور فرض نمازوں کے بعد افضل ترین نماز رات کی نماز (یعنی تہجد) ہے۔

(ترمذی)

۶۰۰

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کی گُدّی پر سوتے میں شیطان تین گرہیں باندھ دیتا ہے (اور) وہاں ہر گرہ پر یہ پھونک دیتا ہے کہ " ابھی تیرے لیے بہت رات پڑی ہے سو یارہ " پھر اگر وہ شخص جاگ جائے اور خدا کو یاد کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے ۔ پھر اگر وضو کرلے تو ایک (اور) گرہ جاتی ہے ۔ پھر اگر نماز پڑھ لے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں اور صبح وہ خوش خوش شگفتہ دل ہوتا ہے ورنہ صبح کبیدہ خاطر، کسل مندا ٹھتا ہے ۔ (بخاری)

۶۰۱

اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے اور آپؐ فرما رہے تھے "سبحان اللہ، اللہ نے کیسے کیسے خزانے اتارے ہیں اور کیا کیا فتنے نازل کیے گئے ہیں! کوئی ہے جو ان حجروں والیوں کو جگا دے تاکہ وہ نماز پڑھیں ۔ بہت سی عورتیں ایسی ہیں جو دنیا میں لباس پہنے ہیں مگر آخرت میں عریاں ہوں گی ۔" (راوی کہتا ہے کہ حجروں والیوں کہنے سے) آپؐ کی مراد آپؐ کی ازواج تھیں ۔ (بخاری)

۶۰۲

حضرت عمروؓ بن عبسہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ بندے سے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصے میں ہوتا ہے ۔ پس اگر تجھ سے ہو سکے تو تو اُن لوگوں میں سے ہو جا جو اس گھڑی اللہ کو یاد کرتے ہیں ۔ (ترمذی)

۶۰۳

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر رات جب رات کی آخری تہائی رہ جاتی ہے تو ہمارا رب تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے (اور) فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے تو میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں، کون ہے جو مجھ سے بخشش مانگے تو میں اسے بخش دوں۔ (بخاری)

۶۰۴

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا رحم فرمائے اس مرد پر جو رات کو اٹھے اور نماز ادا کرے اور اپنی بیوی کو (بھی) جگائے اور اگر وہ نہ اٹھے تو (اسے بیدار کرنے کے لیے) اس کے چہرے پر پانی چھڑک دے (اور) اللہ رحم فرمائے اس عورت پر جو رات کو اٹھے اور نماز ادا کرے اور اپنے خاوند کو (بھی) جگائے اور اگر وہ نہ جاگے تو (اسے بیدار کرنے کے لیے) اس کے چہرے پر پانی چھڑک دے۔ (ابوداؤد)

۶۰۵

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے خدائے بزرگ و برتر محبت رکھتا ہے (ان میں سے پہلے کی تو یہ صورت ہے کہ) کسی قوم کے پاس کوئی آدمی آیا اور اس نے ان سے سوال کیا، کسی رشتے کے باعث نہیں جو اس کے اور ان کے درمیان تھا بلکہ محض اللہ کے نام پر، مگر ان لوگوں نے اسے کچھ نہ دیا اس پر (اس قوم کا) ایک شخص اپنی قوم کے لوگوں سے پیچھے رہ گیا (تاکہ ان سے علیحدہ ہو جائے اور

پھر چھپا کر اُس (سائل) کو دے آیا۔ اس طرح کہ اس کے عطیے کا کسی کو پتہ نہ چلا سوائے خدائے بزرگ و برتر کے اور اُس شخص کے جس کو اس نے دیا تھا (پس اس طرح چھپا کر راہِ خدا دینے والے سے خدا محبت رکھتا ہے)

اور (دوسرا شخص جس سے خدا محبت رکھتا ہے اس کی یہ صورت ہے کہ) کوئی قوم رات بھر چلتی رہی یہاں تک کہ جب (وہ وقت آیا کہ) نیند انہیں ان تمام دوسرے کاموں سے دل پسند لگنے لگی جنہیں نیند کے برابر قرار دیا جاتا ہے، تو وہ اُترے اور پڑھ کر سو گئے (لیکن ان میں سے ایک شخص نہ سویا) وہ کھڑا (ہو کر نماز پڑھتا) رہا۔ اللہ کے حضور میں خوشامد اور عاجزی کرتا رہا اور اللہ کی آیات پڑھتا رہا۔

اور (خدا کی محبت حاصل کرنے والا تیسرا) شخص (وہ ہے) جو لشکر میں تھا، لشکر والوں کا دشمن سے مقابلہ ہوا اور وہ شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے مگر وہ سینہ تانے آگے بڑھتا رہا، یہاں تک کہ یا تو وہ شہید ہو گیا یا اُسے اللہ نے فتح عطا کر دی۔ (نسائی)

(۶۰۶)

حضرت عبداللہؓ بن سلام بیان کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، یعنی مدینہ منورہ میں، تو لوگ جلد ہی سے آپؐ کی طرف دوڑے اور (ہر طرف) کہا جانے لگا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے پس لوگوں میں مَیں بھی آپؐ کو دیکھنے گیا۔ جب میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک غور سے دیکھا تو میں نے جان لیا کہ آپؐ کا چہرہ (نعوذ باللہ) کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔ اور آپؐ نے پہلی بات جو کی وہ یہ فرمان تھا کہ اے لوگو سلام کو پھیلاؤ (یعنی کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کیا کرو) اور (غریبوں مسکینوں کو) کھانا کھلاؤ اور (راتوں کو) نماز پڑھا کرو

جب لوگ سو رہے ہوں، (اگر یہ کام کرو گے) تو سلامتی کے ساتھ جنّت میں داخل ہو گے۔ (ترمذی)

۶۰۷

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ رات میں ایک ساعت ایسی ہوتی ہے کہ اس وقت مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی بھلائی مانگے۔ اللہ اُسے وہ عطا فرما دیتا ہے (مسلم)

عیدین کی نمازیں

۶۰۸

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم مدینہ میں آئے تو وہاں کے لوگوں کے ہاں دو دن ایسے تھے جن میں وہ کھیل کود کرتے تھے آپؐ نے فرمایا کہ یہ دو دن کیسے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ زمانۂ جاہلیت میں ہم ان دو دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے، تو رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ خدا نے ان کے بدلے تمہیں ایسے دو دن دیے ہیں جو ان سے بہتر ہیں (ایک عید) الاضحیٰ کا دن اور (دوسرا عید) الفطر کا دن۔ (ابوداؤد)

تشریح:۔ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر دونوں دنوں میں نمازِ عید پڑھی جاتی ہے اور اجتماعی دعا مانگی جاتی ہے۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مردوں کے علاوہ عورتوں کو بھی ہدایت فرمائی ہے کہ اس مبارک اجتماع میں شرکت کیا کریں۔

۶۰۹

حضرت اُمّ عطیہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں حکم

فرمایا کہ ہم عید کے دن پردہ نشین عورتوں کو نکالیں (تاکہ وہ عیدگاہ جائیں) آپؐ سے پوچھا گیا کہ حائضہ عورتیں بھی نکلیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ (ہاں) انہیں (بھی) چاہیئے کہ وہ (مجالس) خیر اور مسلمانوں کی (اجتماعی) دعا میں شرکت کریں (اگر نماز میں شریک نہ ہوں۔ اس حدیث کے ایک راوی) بیان کرتے ہیں کہ پھر ایک عورت نے پوچھا کہ یا رسولؐ اللہ، اگر کسی عورت کے پاس (اوڑھنے کے لیے) کپڑا نہ ہو تو وہ کیا کرے (کیسے عیدگاہ جائے) آپؐ نے فرمایا کہ اس کی سہیلی اپنے کپڑے کا کچھ حصہ اُسے اوڑھا دے۔ (ابوداؤد)

استخارہ :-

استخارہ کا مطلب ہے خیر اور بھلائی طلب کرنا۔ جب کوئی اہم کام درپیش ہو اور یہ واضح نہ ہو کہ کون سا طریقہ اختیار کرنا بہتر ہوگا۔ تو استخارہ کرنا چاہیئے۔ استخارہ کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے حضور میں درخواست کرنا ہے کہ وہ صحیح طرزِ عمل کی طرف رہنمائی فرمادے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد خواب میں صحیح طرزِ عمل کی طرف اشارہ ہوجاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے۔ اگر ہوجائے تو خدا کی مہربانی ہے مگر اس انتظار میں نہیں رہنا چاہیئے کہ ضرور ہی کوئی اشارہ ہوگا۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ طبیعت کا میلان اب کدھر ہے اور کس طرف اطمینان محسوس ہوتا ہے۔ جس طرف خیر ہوگی اللہ تعالیٰ اس طرف دل کا میلان کردے گا۔ استخارے کا طریقہ یہ ہے کہ حرام اور مکروہ اوقات کے علاوہ جب چاہیں دو رکعت نفل ادا کیے جائیں اور پھر استخارے کی دعا پڑھی جائے جو درج ذیل ہے۔

(۶۱۰)

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

ہمیں تمام امور میں استخارہ (کرنے کا طریقہ) اس طرح (اہتمام سے) سکھاتے تھے۔ جیسے قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو (اس طرح استخارہ کرے کہ) فرض نمازوں کے علاوہ دو۲ رکعتیں ادا کرے۔ پھر یوں عرض کرے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ (اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ) فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ (اَوْ قَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ) فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔

اے خدا میں تجھ سے تیرے علم کے وسیلے سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ذریعے سے تجھ سے قدرت طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیرا بہت بڑا فضل مانگتا ہوں۔ کیونکہ تو قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا۔ اور تو ان سب چیزوں کو جو غیب ہیں بہت زیادہ جاننے والا ہے۔ اے خدا اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے، میرے دین کے لحاظ سے اور میری معاش کے لحاظ سے اور میرے انجام کے لحاظ سے (یا حضورؐ نے یوں فرمایا کہ جلد یا بدیر، یعنی جب بھی) بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدّر کر دے اور اسے میرے لیے آسان کر دے پھر اسے میرے لیے مبارک کر دے۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے میرے

دین کے لحاظ سے اور میری معاش کے لحاظ سے
اور میرے انجام کے لحاظ سے (یا حضورؐ نے
یوں فرمایا کہ جلد یا بدیر یعنی جب بھی) بُرا ہے
تو اسے مجھ سے دُور رکھ اور مجھے اس سے
باز رکھ اور میرے لیے بھلائی مقدّر فرما
جہاں کہیں بھی ہو۔ پھر مجھے اس پر راضی رکھ۔

حضورؐ نے فرمایا (کہ استخارہ کرنے والا یہ دعا کرے) اور (پھر) اپنی حاجت بیان کرے (بخاری)

تشریح:۔ اس حدیث کی تشریح میں بتایا گیا ہے کہ جب ھٰذَا الْاَمْرَ کہا جائے تو اپنی حاجت بیان کی جائے یا اُس کا تصوّر کر لیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب ۲۵

نماز کی عمدگی

کوئی کام دینی ہو یا دنیاوی اسے عمدہ طریقے سے بھی کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسے بس سر سے ٹال دیا جائے۔ اب نماز ایک ایسا فریضہ ہے جسے بس سر سے ٹالنا نہیں ہے بلکہ اسے انتہائی ذوق وشوق سے بہتر سے بہتر طریقے سے ادا کرنا ہے۔ کلام پاک، احادیث نبویؐ اور سلف صالحین کے فرمودات کی روشنی میں نماز کی عمدگی حسب ذیل امور پر منحصر ہوتی ہے۔

۱۔ نماز کو توجہ، ذوق وشوق اور خشوع وخضوع سے ادا کیا جائے۔

۲۔ ارکانِ نماز یعنی قیام، رکوع، سجدہ وغیرہ کو آہستگی، سکون اور وقار سے ادا کیا جائے۔

۳۔ نماز کو افضل وقت میں ادا کیا جائے۔

۴۔ نماز کے دوران جتنا بھی قرآن پڑھا جا سکے پڑھا جائے۔

خشوع وخضوع اور توجہ :-

نماز پڑھتے ہوئے حتی الامکان یہی کوشش ہونی چاہیئے کہ توجہ نماز ہی کی طرف رہے اور اِدھر اُدھر نہ بھٹکے۔ ایسے ہی نماز کے دوران دل کے اندر بھی خشوع وخضوع ہو اور جسم پر بھی خشوع وخضوع طاری ہو۔ مولانا محمد یوسف اصلاحی فرماتے ہیں کہ خشوع نماز کی جان ہے۔ خشوع کے معنی ہیں پست ہو جانا، دب جانا، اور عاجزی سے جھک جانا۔ نماز میں خشوع اختیار کرنے کے یہ معنی ہیں کہ نہ صرف جسم بلکہ دل و دماغ سب کچھ خدا کے حضور پوری طرح جھکا ہوا ہو۔

۶۱۱

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ تو اُچک لے جانا ہے (کیونکہ نماز پڑھتے ہوئے ادھر اُدھر دیکھنے سے) شیطان تم میں سے کسی کی نماز کا ایک حصّہ (یعنی توجہ اور خشوع وخضوع) اُچک لے جاتا ہے۔

(بخاری)

۶۱۲

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ انصاریؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک چڑیا اُڑی اور (باغ سے) نکلنے کا راستہ ڈھونڈھنے کے لیے چکر لگانے لگی (کیونکہ باغ گھنا تھا اور درخت ایسے ہرے بھرے اور پاس پاس اُگے تھے کہ اسے نکلنے کے لیے جگہ نہیں مل رہی تھی) حضرت ابوطلحہؓ کو یہ منظر بہت بھلا لگا اور وہ کچھ دیر اسے دیکھتے رہے۔ پھر نماز کی طرف توجہ کی تو یاد نہ آیا کہ کتنی نماز پڑھ چکے تھے اس پر انہوں نے کہا

کہ میں اپنے اس مال کے ذریعے آزمائش میں مبتلا ہو گیا ہوں (کہ یہ مجھے اتنا بھلا لگا کہ میری توجہ نماز سے ہٹ کر اس کی طرف چلی گئی) پس [redacted] رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کو اس آزمائش کے بارے میں بتایا جس میں وہ اپنے باغ میں مبتلا ہو گئے تھے اور (فیصلہ کر لیا کہ جس چیز نے ان کی توجہ کو نماز سے ہٹا دیا تھا اسے راہ خدا دے دیں۔ لہٰذا حضورؐ کی خدمت میں) عرض کیا کہ یا رسول اللہ، یہ (باغ) اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ آپ اسے جہاں چاہیں صرف کریں۔ (مُوطّا)

۶۱۳

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا رات کا کھانا رکھ دیا جائے اور نماز کی اقامت بھی ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ پہلے کھانا کھالے اور جلدی نہ کرے یہاں تک کہ کھانے سے فارغ ہو جائے۔ حضرت ابن عمرؓ کی عادت یہ تھی کہ اگر ان کا کھانا رکھ دیا جاتا اور (اسی وقت) جماعت بھی کھڑی ہو جاتی تو وہ اس وقت تک نماز میں نہ آتے جب تک (کھانے سے) فراغت نہ حاصل کر لیتے حالانکہ وہ یقیناً امام کی قراءۃ سُن رہے ہوتے۔ (بخاری)

تشریح :۔ پہلے کھانا کھا لینے کی تلقین اس لیے فرمائی گئی ہے کہ نماز کے دوران بھوک کے باعث یا کھانے کی طرف توجہ ہونے کے باعث خشوع وخضوع اور توجہ میں کمی نہ آئے۔

ارکان نماز کو آہستگی، سکون اور وقار سے ادا کرنا

۶۱۴

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں

داخل ہوئے، پھر کوئی اور شخص بھی داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھی۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ واپس جا اور نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اس پر وہ شخص واپس گیا اور نماز پڑھی جیسے کہ (پہلی بار) پڑھی تھی۔ پھر آیا اور حضورؐ کو سلام کیا۔ آپؐ نے پھر فرمایا کہ واپس لوٹ جا اور نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ (اسی طرح) تین مرتبہ (ہوا) اس پر وہ بولا کہ اس ہستی کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس سے بہتر نماز ادا نہیں کر سکتا۔ پس آپؐ مجھے سکھا دیجئے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کہو، پھر جتنا قرآن پڑھنا تمہارے لیے آسان ہو اُس کو پڑھو، پھر رکوع کرو۔ یہاں تک کہ رکوع میں اطمینان سے ہو جاؤ۔ پھر سر اٹھاؤ، یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو، یہاں تک کہ سجدے میں اطمینان سے ہو جاؤ، پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اپنی پوری نماز میں اسی طرح (اطمینان اور آہستگی سے رکوع وسجود وغیرہ) کرو۔ (بخاری)

۶۱۵

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا کہ سات اعضاء پر سجدہ کریں اور (نماز کے دوران) نہ بالوں کو سمیٹیں اور نہ کپڑوں کو (وہ سات اعضاء یہ ہیں) پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔ (بخاری)

تشریح: سات اعضاء پر سجدہ کرنے سے یہ مراد ہے کہ سجدہ کرتے ہوئے یہ سات اعضاء ضرور اس جگہ کے ساتھ لگیں جہاں سجدہ کیا جا رہا ہو۔

۶۱۶

حضرت انس رض بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم رکوع اور سجدہ کرو تو پورا رکوع اور پورا سجدہ کرو (نسائی)

تشریح :- پورا رکوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ٹھیک طریقے سے جھکو اور پورا سجدہ کرنے کا مطلب ہے کہ پیشانی اور دوسرے وہ اعضاء جنہیں سجدہ کرتے ہوئے سجدہ گاہ کے ساتھ لگنا چاہیئے پوری طرح ساتھ لگیں۔

۶۱۷

حضرت نعمان رض بن مُرّہ بیان کرتے ہیں کہ شراب اور چوری اور بدکاری کا حکم نازل ہونے سے پہلے (ایک دن) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ رض سے) فرمایا کہ شراب پینے والے اور چوری کرنے والے اور بدکاری کرنے والے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ صحابہ رض نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسول ص بہتر جانتے ہیں۔ (اس پر) آپ ص نے فرمایا کہ یہ فحش باتیں ہیں۔ اور ان کے باعث سزا ملتی ہے، اور (فرمایا کہ) بدترین چوری اس شخص کی ہے جو اپنی نماز چرائے صحابہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، کوئی نماز کو کیسے چراتا ہے۔ آپ ص نے فرمایا (اس طرح کہ) وہ نہ اپنے رکوع کو مکمل کرتا ہے نہ اپنے سجدے کو۔ (مُوطّا)

۶۱۸

حضرت حُذَیفہ رض کے متعلق روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے (ایک دن) ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا جو (رکوع و سجود وغیرہ کی ادائیگی میں) کمی کر رہا تھا۔ حضرت حُذَیفہ رض نے اس سے فرمایا کہ تم کب سے ایسی نماز پڑھ رہے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ چالیس ۴۰ سالوں سے۔ حضرت حُذَیفہ رض نے فرمایا کہ تو نے چالیس ۴۰ سالوں سے نماز

پڑھی ہی نہیں اور اگر تو ایسی ہی نماز پڑھتے پڑھتے مر گیا تو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے علاوہ کسی اور دین پر مرے گا۔ پھر فرمایا کہ انسان ہلکی نماز پڑھ لے مگر (رکوع سجدے وغیرہ کو) پوری طرح اور عمدگی سے ادا کرے۔ (النسائی)

تشریح:۔ ہلکی نماز سے یہ مراد ہے کہ لمبی لمبی سورتیں نہ پڑھی جائیں۔ چھوٹی چھوٹی پڑھ لی جائیں۔ یا غیر مؤکدہ سنتیں اور نفل نہ پڑھے جائیں اور اس طرح نماز کو ہلکا کر لیا جائے۔ مگر جتنی بھی پڑھی جائے اس میں رکوع، سجدہ، قیام وغیرہ سب ارکانِ نماز کو آہستگی، وقار اور عمدہ طریقے سے ادا کرنا چاہیئے۔

افضل وقت:۔

نماز کی عمدگی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ حتی الامکان نماز اوّل وقت میں پڑھی جائے یعنی جیسے ہی کسی نماز کا وقت شروع ہو نماز ادا کر لی جائے یہ پسندیدہ نہیں کہ انسان دوسرے دوسرے کاموں میں مصروف رہے اور جب اس نماز کا وقت ختم ہونے لگے تو پھر اٹھ کر جلدی جلدی نماز پڑھے۔ فجر، ظہر، عصر اور مغرب کے لیے افضل وقت یہی ہے کہ نماز اوّل وقت میں پڑھ لی جائے۔ البتہ عشار کی نماز کے معاملے میں اس بات کو پسندیدہ سمجھا گیا ہے کہ نماز آخری وقت میں پڑھی جائے تاہم اس بات کا دھیان رکھنا ضروری ہے کہ اتنی دیر نہ لگائی جائے کہ عشار کا وقت ہی گزر جائے۔ عشار کے وقت کے اندر اندر عشار کی نماز جتنی دیر سے پڑھی جائے گی اتنی ہی وہ زیادہ فضیلت والی ہو گی۔

(۶۱۹)

حضرت امّ فروہؓ جنہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کا فخر حاصل تھا، فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ نماز کو اس کے اوّل وقت میں ادا

ادا کرنا۔ (ترمذی)

۶۲۰

علاء بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میں بصرہ میں حضرت انسؓ بن مالک کے گھر گیا اور میں ابھی ظہر کی نماز سے فارغ ہوا ہی تھا۔ حضرت انسؓ کا گھر مسجد کے پہلو میں تھا۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ کیا تم لوگوں نے عصر پڑھ لی ہے۔ ہم نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم تو ابھی ظہر پڑھ کر آئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ عصر پڑھ لو۔ اس پر ہم کھڑے ہو گئے اور ہم نے نماز پڑھی اور جب ہم فارغ ہو گئے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ بیٹھا سورج کو تاکتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان آجاتا ہے (یعنی غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے) تو وہ اٹھتا ہے اور چار ٹھونگیں مار لیتا ہے اور اس میں وہ اللہ کو بہت کم یاد کرتا ہے۔ (مسلم)

۶۲۱

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی اُمت کی مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں حکم دیتا کہ وہ عشاء کی نماز ایک تہائی رات یا نصف رات تک تاخیر کر کے پڑھا کریں۔ (ترمذی)

تشریح :۔ جیسے کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ عشاء کی نماز کا دیر سے ادا کرنا باعثِ فضیلت ہے۔ حضورؐ کو پسند یہی تھا کہ عشاء کی نماز ایک تہائی رات یا نصف رات تک تاخیر کر کے پڑھی جائے مگر حضورؐ نے اس کا حکم اس لیے نہ فرمایا کہ زیادہ دیر تک جاگنے سے لوگوں پر مشقت نہ پڑے۔

۶۲۲

سیار بن سلامہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا باپ حضرت ابوبرزہ اسلمیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے نمازوں کے اوقات کے بارے میں سوال کیا تو حضرت ابوبرزہ اسلمیؓ نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا۔ اور عصر ایسے وقت میں ادا کرتے کہ کوئی شخص لوٹ کر مدینے کے انتہائی کنارے تک جاتا مگر سورج میں ابھی زردی نہ آئی ہوتی (سیار بن سلامہ کہتے ہیں کہ) میں بھول گیا ہوں کہ مغرب (کے وقت) کے بارے میں حضرت ابوبرزہؓ نے کیا فرمایا تھا (البتہ عشاء کے بارے میں انہوں نے یہ فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) عشاء کو تہائی رات تک مؤخر کر دینے میں پرواہ نہ کرتے تھے اور اس بات کو پسند نہ کرتے تھے کہ (نماز) عشاء سے پہلے سویا جائے نہ اس کو پسند فرماتے تھے کہ (نماز) عشاء کے بعد باتیں کی جائیں۔ اور صبح کی نماز آپؐ ایسے وقت میں ادا کرتے تھے کہ آدمی (نماز سے) فارغ ہو کر اپنے پاس والے کو پہچانتا تھا۔ اور آپؐ دونوں رکعتوں میں یا (یوں کہا کہ) دونوں میں سے ایک رکعت میں ساٹھ سے لے کر سَو تک آیات پڑھتے تھے۔ (بخاری)

ممنوع اوقات :-

تین اوقات ایسے ہیں جن میں حضورؐ نے سجدہ کرنے کی ممانعت فرمائی ہے ایک جب سورج طلوع ہو رہا ہو۔ دوسرے جب ٹھیک دوپہر ہو اور تیسرے جب سورج غروب ہو رہا ہو۔ بعض علماء بتاتے ہیں کہ یہ وہ اوقات تھے جن میں سورج پرست لوگ عبادت کرتے تھے۔ حضورؐ نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہوا ہے۔

۶۲۳

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص طلوع آفتاب کے وقت اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے۔ (بخاری)

۶۲۴

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ صبح (کی نماز) کے بعد کوئی نماز (جائز) نہیں جب تک کہ سورج بلند نہ ہو جائے اور عصر (کی نماز) کے بعد کوئی نماز (جائز) نہیں جب تک کہ سورج غروب نہ ہو جائے۔ (بخاری)

۶۲۵

حضرت عُقبہ بن عامر جُہنیؓ بیان کرتے ہیں کہ تین اوقات ایسے ہیں جن میں نماز پڑھنے یا مُردوں کو دفن کرنے سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں منع فرمایا کرتے۔ (ایک) اس وقت جب سورج چمکتا ہوا نکلتا ہے جب تک کہ وہ بلند نہ ہو جائے اور (دوسرے) اس وقت جب ٹھیک دوپہر ہو جب تک کہ سورج ڈھل نہ جائے اور (تیسرے) اس وقت جب سورج غروب ہونے کے لیے جھکے جب تک کہ (پورا) غروب نہ ہو جائے (مسلم)

تشریح:۔ اس حدیث کی تشریح میں بتایا گیا ہے کہ مُردوں کو دفن کرنے سے مراد نماز جنازہ پڑھنا ہے۔ یعنی ان تین اوقات میں نماز جنازہ پڑھنی منع ہے۔ کیونکہ مُردوں کو ان اوقات میں دفن کرنا مکروہ نہیں۔

نماز میں قرآن پڑھنا :-

ہمارے ملک میں ایک غلط فہمی عام طور پر پھیلی ہوئی ہے جسے دور کرنا ضروری ہے - وہ یہ کہ اہل وطن میں سے بے شمار لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ نماز کے دوران سورہ فاتحہ کے بعد لازمًا سورہ اخلاص ہی پڑھنی ہوتی ہے - حالانکہ یہ خیال درست نہیں - سورہ فاتحہ تو ہر رکعت میں لازمًا پڑھنی ہوتی ہے مگر اس کے بعد سورہ اخلاص ہی پڑھنا ضروری نہیں بلکہ قرآن مجید کا کوئی حصہ پڑھا جا سکتا ہے : سورتوں کو بدل بدل کر پڑھنا اس لحاظ سے بہت مفید ہے کہ انسان پھر کلام پاک کی سورتوں کو حفظ کرنے کی کوشش کرتا ہے - اس کے علاوہ سورتیں بدل بدل کر پڑھنے سے نماز میں توجہ قائم رکھنے میں بھی مدد ملتی ہے - ذیل کی احادیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سورہ الفاتحہ پڑھنے کے بعد کبھی قرآن مجید کی کوئی سورت اور کبھی کوئی سورت پڑھا کرتے تھے سورتیں بدل بدل کر پڑھنے سے قرآن پاک کی تعلیمات بار بار ذہن نشین ہوتی ہیں :-

۶۲۶

حضرت ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی (پہلی دو) دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ایک ایک اور سورت پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں کوئی آیت سُنا دیتے تھے - (بخاری)

۶۲۷

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ (میری والدہ) اُمّ الفضلؓ نے مجھے والمُرسَلٰتِ عُرفًا پڑھتے سنا تو انہوں نے کہا کہ اے میرے بیٹے تم نے یہ سورت پڑھ کر مجھے یاد دلا دیا ہے کہ یہ آخری سورت تھی جو میں نے رسولِ خدا صلی

اللہ علیہ وسلّم سے سُنی تھی۔ آپؐ اس کو (نماز) مغرب میں پڑھ رہے تھے۔
(بخاری)

۶۲۸

ابورافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی انھوں نے (سورہ) اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھی اور سجدہ (یعنی تلاوت کا سجدہ) کیا۔ میں نے ان سے کہا (کہ آپ نے یہ سجدہ کیوں کیا) انھوں نے فرمایا کہ میں نے ابوالقاسم (یعنی رسولِ خدا) صلی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے (نماز پڑھی اور حضورؐ نے اس مقام پر سجدہ کیا، لہٰذا میں نے بھی) سجدہ کیا۔ پس میں ہمیشہ اسے پڑھتے ہوئے سجدہ کرتا رہوں گا، یہاں تک کہ میں آپؐ سے جا ملوں۔ (بخاری)

۶۲۹

حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کو عشاء (کی نماز) میں (سورۃ) وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ پڑھتے سنا اور میں نے آپؐ سے زیادہ خوش آواز اور اچھا پڑھنے والا کوئی نہیں سُنا۔ (بخاری)

۶۳۰

عبداللہ بن حبشی الخثعمیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے حضورؐ نے فرمایا کہ (نماز میں) لمبا قیام کرنا۔ (ابوداؤد)

تشریح :۔ نماز میں لمبا قیام کرنے کی یہی شکل ہوتی ہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد قرآن پاک کی لمبی لمبی سورتیں پڑھی جائیں یا چھوٹی پڑھی جائیں تو زیادہ پڑھی جائیں۔ یعنی قیام میں جتنا زیادہ قرآن پڑھا جائے گا اتنا ہی قیام زیادہ لمبا ہو گا)

باب ۲۶

مسجد، قبلہ، اذان، جماعت

مسجد :-

اسلامی معاشرے میں مسجد وہ مرکز ہے جس کے گرد مومن کی زندگی گھومتی ہے اس کی زندگی کا اچھا خاصا حصّہ مسجد ہی میں کٹتا ہے کیونکہ ہر بالغ، عاقل آزاد مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ دن میں پانچ دفعہ مسجد میں جائے، عورتوں کے لیے اگرچہ مسجد جانا ضروری نہیں بلکہ ان کی وہ نماز جو گھر میں پڑھی جائے زیادہ فضیلت والی سمجھی گئی ہے تاہم مردوں کو اجازت نہیں کہ انہیں مسجد جانے سے روکیں۔ مساجد کی اہمیت کے پیش نظر مسجدیں بنانا اور مسجدوں کی خدمت کرنا بھی بہت بڑی نیکی سمجھا گیا ہے۔

۶۳۱

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک ان بستیوں میں سب سے زیادہ محبوب مقام ان کی مسجدیں ہیں اور

سب سے زیادہ مبغوض مقام ان بستیوں کے بازار ہیں (مسلم)

تشریح:۔ مسجدیں اس لیے اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں کہ ان کی بنیاد پرہیزگاری پر ہوتی ہے، یہ خدا کی رحمت کے نزول کا محل ہوتی ہیں اور بازاروں کے مبغوض ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لبسا اوقات لوگ تجارت وغیرہ میں دغا فریب کرتے اور روزی کمانے میں ضرورت سے زیادہ مبالغہ کرتے ہوئے خدا کی یاد سے غافل ہو جاتے ہیں۔

(۶۳۲)

محمود بن لبید بیان کرتے ہیں کہ (جب) حضرت عثمانؓ بن عفان نے ارادہ کیا کہ (رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی) مسجد کو (از سر نو) بنائیں تو لوگوں نے اس بات کو ناپسند کیا۔ انہیں یہی پسند تھا کہ حضرت عثمانؓ مسجد کو اس کی (اُسی) حالت میں رہنے دیں (جس میں وہ حضورؐ کے زمانے میں تھی) اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جنت میں اسی طرح کا ایک گھر بنائے گا۔ (مسلم)

(۶۳۳)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو یا شام کو مسجدوں میں آئے اللہ اس کے لیے جنت میں ضیافت تیار کرتا ہے جب بھی وہ صبح کو یا شام کو آتا ہے (مسلم)

(۶۳۴)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ جب کوئی شخص اپنے گھر سے نکل کر اپنی مسجد کی طرف جاتا ہے تو ایک قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک قدم پر ایک برائی معاف ہوتی ہے۔ (نسائیؒ)

۶۲۵

حضرت بُریدہ اسلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اندھیروں میں کثرت سے مساجد کی طرف چلنے والوں کو قیامت کے دن مکمل روشنی (ملنے) کی خوش خبری سنا دو۔ (ترمذی)

۶۲۶

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ کی کنیزوں (یعنی عورتوں) کو اللہ کی مساجد میں آنے سے مت روکو۔ (مسلم)

۶۲۷

حضرت زینبؓ زوجۂ حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہم (عورتوں) سے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد آئے تو خوشبو لگا کر نہ آئے۔ (مسلم)

۶۲۸

حضرت ابُوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپؐ نے کچھ لوگوں کی آوازیں سُنیں۔ جب آپؐ نماز پڑھ چکے تو (ان سے) فرمایا کہ تم لوگوں کو کیا ہوا ہے (یہ شور کیسا تھا) انھوں نے عرض کیا کہ ہم جلدی جلدی نماز کی طرف آ رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا

(آیندہ) ایسے نہ کرنا۔ جب تم نماز کے لیے آؤ تو ضروری ہے کہ سکون و وقار سے آؤ پھر جتنی نماز (جماعت کے ساتھ) پالو اُسے پڑھ لو اور جو تم سے رہ جائے اُسے (بعد میں) پورا کرلو۔ (بخاری)

۶۳۹

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اقامت سنو تو نماز کی طرف آؤ اور تمہارے لیے ضروری ہے کہ اطمینان اور وقار اختیار کیے رہو اور دوڑ کر نہ آؤ، پھر جتنی نماز مل جائے پڑھ لو اور جو تم سے چھوٹ جائے اُسے پورا کرلو۔ (بخاری)

۶۴۰

ابُوحُمَیْد اور ابُو اُسَید بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو کہے

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ — اے خدا میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

اور جب (مسجد سے) نکلے تو کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ — اے خدا میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔ (النسائی)

قبلہ :-

جب حضورؐ کو نبوت عطا فرمائی گئی تو اس وقت یہودیوں کا قبلہ بیتُ المقدس تھا اور مشرکوں کا خانۂ کعبہ۔ حضورؐ نے بھی اس خیال سے کہ بیت المقدس اہلِ کتاب کا قبلہ ہے اپنا قبلہ اسی کو بنائے رکھا اور اُسی کی طرف رُخ کرکے سب

مسلمان نماز پڑھتے رہے۔ پھر ہجرت کے بعد جب مسلمان مدینۂ منورہ چلے گئے تو وہاں جا کر بھی کچھ دیر بیت المقدس ہی قبلہ رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی جس کی رُو سے مسلمانوں کا قبلہ خانۂ کعبہ ہو گیا جو آج تک اہل اسلام کا قبلہ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

۶۴۱

حضرت بَراءؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے (مدینۂ منورہ میں) سولہ مہینے یا سترہ مہینے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت المقدس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھی۔ پھر (خانہ کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا اور) ہمیں خانۂ کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا۔ (مسلم)

۶۴۲

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ لوگ (مسجد) قباء میں صبح کی نماز ادا کر رہے تھے کہ ان کے پاس ایک آنے والا آیا اور کہا کہ رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی ہے اور آپؐ کو حکم دیا گیا ہے کہ خانۂ کعبہ کو قبلہ بنائیں پس تم لوگ بھی اپنے منہ کعبے کی طرف کر لو۔ لوگوں کے منہ اس وقت شام (یعنی بیت المقدس) کی طرف تھے پس (یہ بات سنتے ہی) وہ (سنتے) قبلے (یعنی خانۂ کعبہ) کی طرف گھوم گئے۔ (بخاری)

اذان :-

شروع شروع میں مسلمانوں کے ہاں کوئی ایسی علامت نہیں تھی جس سے نماز کے وقت نمازیوں کو پتہ چل سکتا کہ اب نماز پڑھی جانے لگی ہے اس مسئلے پر غور و فکر اور صلاح و مشورہ ہوا۔ بعض لوگوں کی رائے تھی کہ نماز کے وقت

ناقوس بجادیا جایا کرے۔ بعض نے نرسنگھا بجانے کا مشورہ دیا، بعض نے جھنڈا بلند کرنے کا، وغیرہ، مگر کسی طریقے پر بھی ابھی عمل نہیں کیا گیا تھا کہ ایک صحابی حضرت عبداللہؓ بن زید نے ایک خواب دیکھا جس میں انہیں اذان کے کلمات کی تلقین کی گئی تھی۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الاذان والسنۃ فیھا۔ باب بدء الاذان کی پہلی حدیث میں اذان کا طریقہ شروع کرنے کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ حدیث میں جو کچھ بتایا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن زید بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو دو سبز کپڑے پہنے ہوئے اور ایک ناقوس اٹھائے ہوئے تھا۔ میں نے اُسے کہا کہ او خُدا کے بندے، کیا تو یہ ناقوس بیچے گا؟ اس نے کہا کہ تم اُسے کیا کرو گے۔ میں نے جواب دیا کہ میں اس سے نماز کے لیے آواز کروں گا۔ وہ بولا کہ میں تمہیں اس سے اچھی بات نہ بتاؤں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیا، تو اس نے کہا کہ تم یوں کہو۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

یہ خواب دیکھ کر حضرت عبداللہؓ بن زید حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری بات سنائی۔ حضورؐ نے اسے پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اچھا تم بلالؓ کو یہ کلمات سکھا دو اور وہ اذان دے کیونکہ اس کی آواز تمہاری آواز سے زیادہ بلند ہے۔ لہٰذا حضرت عبداللہؓ بن زید نے حضرت بلالؓ کو ساتھ لیا اور مسجد پہنچے وہ حضرت بلالؓ کو الفاظ بتاتے جاتے تھے اور حضرت بلالؓ اذان دیتے جاتے تھے جب حضرت عمرؓ بن خطاب نے یہ الفاظ سنے تو آپ بھی حضورؐ کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔
لہٰذا اذان کا طریقہ جاری ہو گیا جو آج تک جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔

(۶۴۳)

حضرت عمرؓ بن خطاب بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤذن اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور تم میں سے بھی کوئی اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے۔ پھر مؤذن اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے تو وہ بھی اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے۔ پھر مؤذن اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے تو وہ بھی اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے۔ پھر مؤذن حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہے تو وہ کہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ پھر مؤذن حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہے تو وہ کہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پھر مؤذن اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے تو وہ بھی اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے۔ پھر مؤذن لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے تو وہ بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے (اگر وہ یہ کلمات) دل سے یقین رکھتے ہوئے (کہتا جائے) تو جنت میں داخل ہو گا۔ (مسلم)

(۶۴۴)

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان سن کر یہ دعا کرے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ۔

اے خدا، اے رب اس مکمل پکار کے اور قائم ہونے والی نماز کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپؐ کو مقامِ محمود پر کھڑا فرما جس کا تو نے آپؐ سے وعدہ فرما رکھا ہے۔

وہ قیامت کے دن میری شفاعت کا مستحق ہو جائے گا (بخاری)

۶۴۵

حضرت ابوصعصعہ انصاری مازنی رض کے پوتے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رض نے ان سے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں بکریاں اور جنگل پسند ہے۔ پس جب تو اپنی بکریوں میں ہو یا اپنے جنگل میں ہو اور نماز کے لیے اذان دے تو بلند آواز سے اذان دے کیونکہ مؤذن کی آواز کو جو کوئی جن یا انسان یا کوئی اور شے سنتی ہے وہ قیامت کے دن اُس کے لیے گواہی دے گی۔ (لہٰذا جتنی دُور آواز جائے گی اتنے ہی گواہ زیادہ ہوں گے) حضرت ابوسعید رض فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی تھی۔ (بخاری)

۶۴۶

حضرت ابن عمر رض بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے (حضرت ابن عمر رض کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن بھی) کہا (یعنی تین شخص قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے۔ پھر حضور ؐ نے بتایا کہ وہ تین خوش قسمت کون ہوں گے، (ایک) وہ غلام جس نے خدا کا حق بھی ادا کیا ہوگا۔ اور اپنے مالکوں کا بھی اور (دوسرے) وہ آدمی جو کسی قوم کی امامت کرتا رہا ہوگا۔ اور وہ لوگ اس (کی امامت) سے خوش ہوں گے۔ اور (تیسرے) وہ شخص جو صبح و شام کے دوران پانچ نمازوں کی اذان دیتا رہا ہوگا۔
(ترمذی)

۶۴۷

طلحہ بن یحییٰ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان کے پاس (بیٹھا ہوا) تھا کہ مؤذن انہیں نماز کے لیے بلانے کے لیے اُن کے پاس آیا۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے سُنا کہ قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب (لوگوں) سے زیادہ لمبی ہوں گی۔ (مسلم)

تشریح:۔ مؤذنوں کی گردنوں کے لمبا ہونے کی تشریح میں بہت سے مطالب بیان کیے گئے ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ بعض علماء کے خیال میں عربوں کے ہاں لمبی گردن سرداروں کی صفت سمجھی جاتی تھی۔ تو گویا مؤذن لوگ قیامت کے دن سرداروں کی حیثیت رکھتے ہوں گے۔ دوسرا مطلب یہ بتایا گیا ہے کہ جب انسان کو کسی چیز کا ذوق و شوق زیادہ ہوتا ہے تو گردن لمبی کر کر کے اس کی طرف دیکھتا ہے لہٰذا مؤذن خدا کی رحمت کے شوق میں سب لوگوں سے زیادہ گردنیں لمبی کر کر کے دیکھیں گے۔ بہرحال لمبی گردنیں عزّت کا نشان ہوں گی۔

۶۴۸

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ امام (مقتدیوں کی نماز کا) ذمّہ دار ہے اور مؤذن امانت دار ہے۔ اے خدا ہدایت دے اماموں کو اور بخش دے مؤذنوں کو۔ (ابوداؤد)

تشریح:۔ یہاں امام کے ذمّہ دار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مقتدیوں کی نماز کا صحیح ہونا امام کی نماز کے صحیح ہونے پر منحصر ہے۔ کیونکہ مقتدیوں نے تو امام کی پیروی کرنی ہے۔ لہٰذا امام کو چاہیئے کہ درست طریقے سے سُنّت

کے مطابق نماز ادا کرے اور مؤذّنوں کے امانتدار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اُن پر اعتماد کر کے اُن کی اذان سن کر نماز پڑھتے اور روزہ کھولتے ہیں۔ لہٰذا انہیں چاہیئے کہ وقت کا دھیان رکھیں اور ٹھیک وقت پر اذان دیں۔

جماعت :-

نماز اگرچہ مرد عورت سب پر فرض ہے مگر اس کی ادائیگی کے معاملے میں ایک بات کا فرق رکھا گیا ہے۔ وہ یہ کہ عورت کو مسجد میں آکر نماز پڑھنے کا حق تو ہے اور مردوں کو اجازت نہیں کہ اُسے اس حق سے محروم کر سکیں تاہم اس کی وہ نماز جو وہ اپنے گھر میں ادا کرے زیادہ فضیلت والی سمجھی گئی ہے۔ اس کے برعکس مردوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ فرض نماز مسجد میں آکر باجماعت ادا کیا کریں۔ سوائے اس کے کہ ان کے پاس کوئی جائز شرعی عذر ہو۔ مردوں کے معاملے میں باجماعت نماز پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ اگر کہیں دو آدمی بھی ہوں تو چاہیئے کہ ان میں سے ایک امام بن جائے اور وہ دونوں مل کر باجماعت نماز ادا کریں۔ نماز باجماعت کے سلسلے میں جو ہدایات دی گئی ہیں ان میں سے چند نمایاں ہدایات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مرد بغیر عذر شرعی کے فرض نماز جماعت چھوڑ کر تنہا نہ پڑھیں۔ حتیٰ الامکان جماعت کی پابندی کریں۔

۲۔ جماعت کی نماز تنہا نماز سے بہت زیادہ فضیلت والی ہے۔

۳۔ امام وہ شخص بنے جو بہترین ہو۔

۴۔ جسے امام بنا لیا جائے اس کی پوری پیروی کی جائے۔

۵۔ صفیں سیدھی رکھی جائیں۔ بیچ میں جگہ نہ چھوڑی جائے اور ایک صف پوری ہو جائے تو پھر دوسری شروع کی جائے وغیرہ۔

۶۔ سنتیں اور نفل مرد بھی اگر اپنے گھروں میں پڑھیں تو یہ ان کے گھروں کے

لیے باعث برکت ہو گا۔

۶۴۹

حضرت ابوالدرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو تین آدمی کسی بستی یا جنگل میں ہوں اور پھر وہ با جماعت نماز نہ پڑھیں تو شیطان ان پر غالب آجاتا ہے۔ لہٰذا تم جماعت کی پابندی کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ کیونکہ بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے دور ہو۔
(ابوداؤد)

۶۵۰

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے دل میں آتا ہے کہ نماز کا حکم دوں اور نماز کھڑی ہو تو پھر میں اُن لوگوں کے گھروں میں جاؤں جو (اگر) نماز میں شریک نہیں ہوتے اور اُن پر آگ لگا دوں۔ (یعنی ان کے اپنے گھروں میں موجود ہوتے ہوئے ان کے گھروں کو جلا دوں)
(بخاری)

۶۵۱

حضرت عمرؓ بن خطاب کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ انھوں نے (ایک صاحب) سلیمان بن ابی حَثمہؒ کو صبح کی نماز میں نہ پایا۔ اُن صاحب کا گھر بازار اور مسجد نبوی کے درمیان تھا۔ حضرت عمرؓ بازار کی طرف گئے تو سلیمان (بن ابی حَثمہؒ) کی والدہ شفاء سے ملے اور ان سے کہا کہ آج میں نے سلیمان کو صبح کی نماز میں نہیں دیکھا۔ شفاء نے عرض کیا کہ وہ رات بھر نماز پڑھتے رہے اور صبح اُن پر نیند نے غلبہ پا لیا (اس لیے وہ صبح کی جماعت میں حاضر نہ ہو سکے) اس پر حضرت عمرؓ نے

فرمایا کہ مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں صبح کی جماعت میں حاضر ہوں بہ نسبت اس کے کہ میں رات (بھر) کھڑا عبادت کرتا رہوں۔ (موطا)

(۶۵۲)

حضرت عبداللہ رضؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے وہ تنہا پڑھی جانے والی نماز سے ستائیس ۲۷ درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ (بخاری)

(۶۵۳)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اس کے اپنے گھر میں نماز پڑھنے یا اپنے بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا (ثواب میں) زیادہ ہے۔ اور ایسا اس لیے ہے کہ جب وہ وضو کرتا ہے اور خوب اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر مسجد کی طرف نکلتا ہے اور صرف نماز کے قصد ہی نے اسے (گھر سے) نکالا ہوتا ہے تو پھر جو قدم بھی وہ اٹھاتا ہے اس سے اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔ پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو جب تک وہ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پر رہتا ہے فرشتے مسلسل اس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں کہ " اے خدا، اس پر رحمت نازل فرما! اے خدا اس پر مہربانی فرما " اور تم میں سے ہر شخص جب تک نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ وہ نماز ہی میں (سمجھا جاتا) ہے۔ (بخاری)

(۶۵۴)

حضرت اُبَیؓ بن کعب بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی۔ پھر (کسی شخص کے بارے میں) فرمایا کہ کیا فلاں حاضر ہے۔

صحابہؓ نے عرض کیا کہ نہیں (پھر کسی دوسرے کا پوچھا اور) فرمایا کہ کیا فلاں حاضر ہے۔ صحابہؓ نے (پھر) عرض کیا کہ نہیں۔ (اس پر آپؐ نے) فرمایا کہ یہ دو نمازیں (یعنی فجر اور عشاء) منافقوں پر سب نمازوں سے زیادہ بھاری ہیں۔ اگر تم جانتے کہ ان دونوں میں کتنا ثواب ہے تو تم ضرور ان کے لیے آتے چاہے گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑتا۔ اور بے شک پہلی صف فرشتوں کی صف کی مانند ہے اور اگر تم جانتے کہ اس (میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے) کی کتنی فضیلت ہے تو تم اس میں شامل ہونے کے لیے لپکتے۔ اور بے شک کسی شخص کا کسی (دوسرے) شخص کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا اس کے تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ اور اس کا دو آدمیوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا اس کے ایک آدمی کے ساتھ پڑھنے سے افضل ہے۔ اور جماعت جتنی کثیر ہو اتنی ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے
(ابوداؤد)

۶۵۵

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تین شخص (بھی) ہوں تو (بھی) جماعت کی شکل میں نماز ادا کریں اور) ایک ان میں سے امامت کرے اور ان میں امام بننے کا زیادہ حقدار وہ ہے جو زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو۔ (مسلم)

۶۵۶

حضرت مالکؓ بن حُوَیرِث بیان کرتے ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے لوٹا تو آپؐ نے ہمیں (یعنی) مجھے اور میرے ساتھی کو فرمایا کہ تم دونوں (دوران سفر) اذان دینا اور اقامت کہنا (اور باجماعت نماز ادا کرنا) اور تم دونوں میں سے جو زیادہ بڑا ہو وہ امامت کرے۔ (بخاری)

(۶۵۷)

حضرت ابو مسعود انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ لوگوں کا امام وہ بنے جو اللہ کی کتاب کو سب سے زیادہ پڑھنے والا ہو، اور اگر قرآن کو پڑھنے میں سب برابر ہوں۔ تو وہ (امام بنے) جو سنّت کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو۔ اور اگر سنّت (کو جاننے) میں بھی سب برابر ہوں تو وہ (امام بنے) جس نے پہلے ہجرت کی ہو۔ اور اگر ہجرت (کرنے) میں بھی سب برابر ہوں تو وہ (امام بنے) جو پہلے اسلام لایا ہو۔ اور کوئی شخص ہرگز کسی (دوسرے) شخص کی سرداری کے مقام میں (جاکر) اس کا امام نہ بنے اور نہ کسی کے گھر میں جاکر اس کی مخصوص مسند پر بیٹھے سوائے اس کے کہ صاحبِ خانہ اس کی اجازت دے (اس حدیث کے ایک راوی) اَشَجّ نے اپنی روایت میں "اسلام" کی جگہ "عُمر" کا لفظ استعمال کیا ہے (یعنی جب لوگ قرآن پڑھنے، سنّت کو جاننے، اور ہجرت کرنے میں برابر ہوں تو پھر وہ امام بنے جو عمر میں بڑا ہو) (مسلم)

تشریح:- یہ جو فرمایا گیا ہے کہ کوئی شخص کسی کی سرداری کے مقام پر جاکر اس کا امام نہ بنے تو سرداری کا مقام انسان کا اپنا وہ حلقہ ہوتا ہے جہاں وہ ایک خاص حیثیت کا مالک ہوتا ہے۔ مثلاً گھر کے مالک کا گھر اس کی سرداری کا مقام ہے، کسی مسجد کے امام کی وہ مسجد جہاں وہ امامت کرتا ہے اس کی سرداری کا مقام ہے وغیرہ۔۔۔

(۶۵۸)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ امام اسی لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ لہٰذا اس سے اختلاف نہ کرو۔ (جیسے وہ کرے ویسے ہی تم بھی کرو) جب وہ رکوع کرے تو تم سب

رکوع کرو، جب وہ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہو۔ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم لوگ بھی سجدہ کرو۔ اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو اور نماز میں صف کو سیدھا رکھو، کیونکہ صف کو سیدھا رکھنا نماز کی خوب صورتی کا ایک حصّہ ہے۔ (بخاری)

(۶۵۹)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر جب نماز پوری کر لی تو ہماری طرف رُخ کیا اور فرمایا کہ اے لوگو، تحقیق میں تمہارا امام ہوں، پس تم رکوع کرنے میں، سجدہ کرنے میں، قیام کرنے میں اور (سلام پھیر کر) نماز ختم کرنے میں مجھ سے آگے نہ بڑھا کرو (بلکہ یہ سب ارکان میرے پیچھے پیچھے ادا کیا کرو) کیونکہ میں تمہیں آگے سے بھی دیکھتا ہوں۔ اور (جب میں نماز پڑھاتے ہوئے تمہاری طرف پشت کرکے کھڑا ہوتا ہوں تو میں تمہیں) اپنی پشت کے پیچھے سے بھی (دیکھ رہا ہوتا ہوں) پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی جان ہے کہ اگر تم وہ دیکھ لیتے جو میں نے دیکھا ہے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ، آپؐ نے کیا دیکھا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے جنّت اور دوزخ دیکھے ہیں۔ (مسلم)

تشریح:۔ باجماعت نماز ادا کرتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ مُقتدی امام کے پیچھے پیچھے چلے۔ یعنی امام رکوع یا سجدے میں چلا جائے تو مُقتدی بعد میں جائے۔ ایسے ہی امام سجدے سے سر اٹھالے تو مُقتدی بعد میں اٹھے، امام سلام پھیر لے تو مقتدی بعد میں پھیرے۔ غرضکہ تمام امور میں اس کے پیچھے پیچھے چلے اور اس سے پہلے کچھ نہ کرے۔ امام سے آگے بڑھنا شدید گناہ ہے جیسے کہ آئندہ حدیث سے واضح ہے۔ یہ گدھا پن ہے کہ انسان ایک شخص

کو امام مان کر بھی اُس کے پیچھے پیچھے چلنے کے بجائے اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔

۶۶۰

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ کیا وہ شخص جو (رکوع یا سجدے کے بعد) امام سے پہلے اپنا سَر اٹھا لیتا ہے اس بات سے ڈرتا نہیں کہ (اس جرم کی پاداش میں) اللہ تعالیٰ اُس کے سَر کو بدل کر گدھے کا سر بنا دے۔ (مسلم)

۶۶۱

حضرت بَرَاءؓ بن عازِب بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ خدا صلیّ اللہ علیہ وسلّم (رکوع کے بعد) سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے تو ہم میں سے کوئی (سجدے میں جانے کے لیے) اس وقت تک اپنی پیٹھ نہ جھکاتا جب تک آپؐ سجدے میں نہ چلے جاتے پھر آپؐ کے بعد ہم سجدے میں جاتے۔ (بخاری)

۶۶۲

حضرت بَرَاءؓ بن عازب بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلیّ اللہ علیہ وسلّم ادھر سے اور اُدھر سے صف کے اندر آتے تھے اور ہمارے سینوں اور مونڈھوں کو برابر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ آگے پیچھے (ہو کر) نہ کھڑے (ہو بلکہ سیدھی صف بنا کر کھڑے ہو) ورنہ تمہارے دل بھی ایک دوسرے سے مختلف ہو جائیں گے (اور دلوں کے اختلافات کے باعث تمہارے باہمی تعلقات خراب ہوں گے) نیز حضورؐ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صفوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔ (ابوداؤد)

تشریح :- پہلی صفوں سے مُراد وہ صفیں ہیں جو امام سے قریب تر ہیں ظاہر ہے کہ جو لوگ ذوق و شوق کے باعث جلدی مسجد میں آئے ہوں گے انہیں کو اُن صفوں میں جگہ ملی ہوگی۔

۶۶۳

حضرت اَنَسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ (ایک دفعہ) نماز قائم کی گئی تو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنا چہرۂ مبارک ہماری طرف کر کے فرمایا کہ اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہو۔ بے شک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری)

تشریح :- ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہونے میں کئی مصلحتیں ہیں۔ ایک تو اس طرح کھڑے ہونے سے صف کو سیدھا رکھنے میں مدد ملتی ہے اور دوسرے امیر غریب سب کے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہونے سے امیر کے دل سے احساس برتری اور غریب کے دل سے احساس کمتری دور ہوتا ہے اور اسلامی مساوات کا روح پرور منظر قائم ہوتا ہے۔ معاشرے کے بڑوں اور چھوٹوں کا اس طرح شانے سے شانے اور قدموں سے قدم ملا کر کھڑے ہونا یہ بتاتا ہے کہ اللہ کے حضور میں یہ سب ایک جیسے ہیں۔

۶۶۴

حضرت اَنَسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ صفوں میں خوب مل کر کھڑے ہو (بیچ میں جگہ نہ چھوڑو) اور ایک صف دوسری صف سے نزدیک رکھو اور گردنوں کو بھی برابر رکھو۔ پس قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ شیطان صف میں

چھوڑی ہوئی خالی جگہ میں سے (اس طرح) گھس آتا ہے گویا وہ بکری کا بچہ ہے
(ابوداؤد)

۶۶۵

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اپنی صفوں کو سیدھا رکھا کرو۔ بے شک میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھ لیتا ہوں۔ اور (حضرت انسؓ نے یہ بھی بیان کیا کہ) ہم میں سے ہر شخص اپنے شانے کو اپنے پاس والے (نمازی) کے شانے سے اور اپنے قدم کو اس کے قدم سے ملا دیتا تھا۔ (یعنی ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہوتے تھے، بیچ میں ذرا بھی جگہ نہیں چھوڑی جاتی تھی) (بخاری)

۶۶۶

حضرت جابرؓ بن سَمُرَۃ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ کیا تم اس طرح صفیں نہیں باندھتے جس طرح فرشتے اپنے ربّ کے پاس صفیں باندھتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ فرشتے اپنے رب کے پاس کیسے صفیں باندھتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ پہلی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صفوں میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

(ابوداؤد)

تشریح:۔ پہلی صفوں کو پورا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک صف پوری ہو جاتی ہے تو پھر دوسری شروع کرتے ہیں۔ ایسے ہی جب دوسری صف پوری ہو جاتی ہے تو پھر تیسری شروع کرتے ہیں۔ ایسا نہیں کرتے کہ ایک صف ابھی نا تمام ہی ہو کہ دوسری شروع کر دیں۔

۶۶۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کی صفوں میں سے سب سے اچھی صف پہلی ہے اور سب سے بُری صف آخری ہے اور عورتوں کی صفوں میں سے سب سے اچھی صف آخری ہے اور سب سے بُری صف پہلی ہے۔ (ابوداؤد)

تشریح:۔ حضورؐ جماعت کو اس طرح کھڑا فرماتے تھے کہ مردوں کی صفیں آگے ہوتی تھیں اور عورتوں کی پیچھے۔ اس میں ایک تو یہ خوبی تھی کہ عورتیں مردوں کی نگاہوں کے سامنے نہیں آتی تھیں اور دوسرے نماز ختم ہونے پر عورتیں آرام سے پہلے چلی جاتی تھیں اور مرد بعد میں جاتے تھے۔ عورتوں کی آخری صف اس لیے زیادہ اچھی سمجھی گئی ہے کہ وہ مردوں سے دُور تر ہوتی تھی اور ایسے ہی جو خواتین آخری صف میں ہوتی تھیں نماز ختم ہونے پر زیادہ سہولت اور جلدی سے واپس جا سکتی تھیں۔ اس کے برعکس عورتوں کی پہلی صف مردوں سے قریب تر ہوتی تھی اور اس صف میں جو خواتین کھڑی ہوتی تھیں وہ جاتے وقت اتنی سہولت اور جلدی سے نہیں جا سکتی تھیں جتنی سے آخری صف کی خواتین جاتی تھیں۔

۶۶۸

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی مسجد میں نماز ادا کرے تو اپنی نماز میں سے اپنے گھر کے لیے بھی کچھ حصہ رکھ لے (یعنی سنتیں نفل وغیرہ گھر پڑھ لیا

کرے) کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی اس نماز کے باعث (جو وہ اپنے گھر میں پڑھے گا) اس کے گھر میں خیر و برکت عطا فرمائے گا۔

(مسلم)

۶۶۹

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں میں (بھی) نماز پڑھا کرو (یعنی سنتیں نفل وغیرہ) اور انہیں قبرستان نہ بنالو (جو نماز سے خالی ہوتے ہیں) (مسلم)

تشریح:۔ یہ ہدایت بظاہر مردوں کے لیے ہے کہ فرض نماز مسجد میں پڑھو تو سنتیں نفل وغیرہ گھر میں بھی ادا کیا کرو۔ ایسے نہ ہو کہ تم گھر میں کوئی نماز بھی نہ پڑھا کرو۔ جہاں تک خواتین کا تعلق ہے وہ تو اپنی فرض نمازیں بھی گھر ہی میں ادا کریں تو زیادہ فضیلت کی بات ہے۔

کتاب ۶

انفاق فی سبیل اللہ

باب ۲۷

انفاق فی سبیل اللہ کی تاکید فضیلت اور اُس کے اُصُول

انفاق کا مطلب ہے خرچ کرنا اور انفاق فی سبیل اللہ کا مطلب ہے ایسے مصارف پر خرچ کرنا جن پر خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہو۔ اللہ رب العلمین نے اپنی برتر مصلحتوں کی بنا پر انسانوں کو مالی لحاظ سے ایک درجے پر نہیں رکھا۔ بعض ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس ضروریات سے زیادہ ہوتا ہے اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو ضروریات کو بھی پورا نہیں کر سکتے جن کے پاس ضرورت سے زیادہ ہے وہ اگر اپنے مال سے ان حاجت مندوں کی امداد کریں جن کے پاس ضرورت سے کم ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے بہت بڑی نیکی قرار دیا ہے۔ انسان کی طبعی خواہش تو یہی ہوتی ہے کہ جو مال اس کے پاس ہے اسے وہ اپنے اور اپنے متعلقین کے راحت و آرام پر صرف کرے مگر جب وہ اپنی اس قدرتی خواہش کو دبا کر اپنے مال کو حاجت مند بندگانِ خدا پر صرف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس فعل کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک فرض اور دوسرے نفل۔ مثلاً صاحب نصاب لوگوں کے لیے زکوٰۃ فرض کی حیثیت رکھتی ہے اور اگر وہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کریں گے تو خدا کے حضور میں سخت گنہگار ٹھہریں گے باقی رہی عام خیرات جو فرض کی حیثیت نہیں رکھتی تو یہ نفل خیرات ہے۔ اگر انسان یہ خیرات کرے تو بہت ثواب ہو گا اور اگر نہ کرے تو گناہ نہیں ہو گا۔ ان دونوں اقسام کے انفاق فی سبیل اللہ کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے ذیل میں اب پہلے وہ احادیث بیان کی جاتی ہیں جن میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تاکید اور فضیلت بیان کی گئی ہے بغیر اس تعین کے کہ آیا وہ خرچ کرنا فرض ہے یا نفل پھر خاص طور پر زکوٰۃ کی تاکید اور فضیلت سے تعلق رکھنے والی احادیث بیان کی گئی ہیں۔ آخر میں وہ احادیث درج کی گئی ہیں جن میں ہدایت دی گئی ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے کن اصولوں کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی تاکید اور فضیلت :۔

(۶۷۰)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدمؑ کے بیٹے تو (میری راہ میں) خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ (بخاری)

تشریح :۔ "میں تجھ پر خرچ کروں گا" یعنی تجھے اور زیادہ عطا فرماؤں گا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس پاک کمائی میں سے اللہ کے نام پر دیا جاتا رہے اس میں خیر و برکت ہوتی ہے اور اس سے مفید نتائج نکلتے ہیں جو دولت حاصل کرنے کا اصل مقصد ہوتا ہے۔ بسا اوقات وہ مال دیکھنے میں بھی بڑھ جاتا ہے اور اگر وہ بظاہر بڑھتا نظر نہ بھی آئے تو بھی خدا کی مہربانی سے

اس میں برکت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ فارسی میں ایک مثل ہے "دہ در دنیا ستّر در آخر" جس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ کی راہ میں دیا جائے اس کا دس گنا تو دنیا ہی میں مل جاتا ہے اور اس سے ستّر گنا آخرت میں حاصل ہوگا۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں دینے سے غفلت برتتے یا ہچکچاتے ہیں انہیں درحقیقت اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ خدا کی راہ میں دے کر وہ فی الواقع اپنی دولت کو زیادہ کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو مُسَبِّبُ الْاَسْبَاب بھی ہے اس زیادتی کے لیے مختلف اقسام کے اسباب پیدا فرما دیتا ہے، جن میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس گھر کے بچے لائق نکل آتے ہیں اور ان کے ذریعے خدا اس کنبے کو کثیر دولت عطا فرما دیتا ہے۔

(۶۷۱)

حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (اُن سے) فرمایا کہ تو (اللہ کی راہ میں) خرچ کر اور گِن گِن کر نہ رکھ، ورنہ اللہ بھی تجھے گِن گِن کر دے گا (بے حساب نہیں دے گا) اور تو (دولت کو) بند کر کے مت رکھ۔ ورنہ اللہ بھی تجھ سے (اسے) روک لے گا۔ (بخاری)

تشریح:۔ دولت کی مثال پانی کی سی ہے۔ پانی اگر چلتا رہے تو صاف شفاف رہتا ہے اور اگر کہیں بند ہو کر رہ جائے تو اس میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی شکل بھی بگڑ جاتی ہے۔ یہی حال اس مال کا ہوتا ہے جسے مال والے سینت سینت کر رکھتے ہیں اور اس میں سے راہِ خدا خرچ نہیں کرتے۔ یہ تجوریوں اور بینکوں میں بند کی ہوئی دولت بالآخر بگاڑ اور فساد کا ذریعہ بنتی ہے۔ بسا اوقات یہ خزانے اور لمبی چوڑی جائیدادیں دولت مندوں کی اولادوں کو کاہل اور عیاش بنا دینے کا ذریعہ ثابت ہوتی ہیں اور یہ منظر بھی عام دیکھنے میں آتا ہے کہ باپ کے ترکے میں سے زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص میں مبتلا ہو

کہ بہن بھائی آپس میں لڑتے جھگڑتے، مقدمہ بازیاں کرتے اور بعض اوقات ایک دوسرے کی جان کے درپے ہو جاتے ہیں۔ پھر جیسے کہ حضورؐ نے فرمایا ایسی دولت درحقیقت بڑھتی بھی نہیں۔ ان کنبوں کی کمی نہیں جہاں نالائق اولادوں نے باپوں کی سینت سینت کر رکھی ہوئی دولتوں کو گلچھروں میں اڑا کر ختم کر دیا۔ اور اگر کہیں اس قسم کی دولت بڑھتی نظر آئے بھی تو فی الحقیقت اس کی خیر و برکت صفر ہوتی ہے۔ لہٰذا حضورؐ نے ہدایت فرمائی ہے کہ دولت کو گن گنا کر رکھنے کی بجائے اپنی جائز ضروریات پر اور راہ خدا میں صرف کیا جائے تاکہ وہ پاک رہے اس میں افزونی ہو اور وہ فساد کا ذریعہ نہ بنے۔ البتہ جیسے کہ آئندہ حدیث میں بیان ہوا ہے، اپنی کسی واقعی ضرورت کے لیے رکھنے میں حرج نہیں۔

۶۷۲

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدھی رات کو یا رات کی آخری تہائی میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا میں نازل ہوتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں یا مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کروں پھر فرماتا ہے کہ کون ہے جو اس ذات کو قرض دے جو نہ مفلس ہے نہ ظالم۔ (مسلم)

تشریح:۔ خدا کو قرض دینے سے مراد اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے یہ لفظ "قرض" اس حقیقت کو واضح کیے دیتا ہے کہ جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ ہو گا وہ واپس لوٹایا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ حسن معاملہ سے کام لینے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ پھر یہ جو فرمایا گیا ہے کہ کون ہے جو اس ذات کو قرض دے جو نہ مفلس ہے نہ ظالم، تو مفلس نہ ہونے کی تشریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو (نعوذ باللہ) ہمارے مال کی کوئی حاجت نہیں، کیونکہ جسے ہم اپنا مال کہہ رہے ہیں وہ بھی اصل میں اُسی کا عطا کیا ہوا ہے۔ ہم جب

اس مال کو اللہ کی راہ میں دیتے ہیں تو ہم اپنے ہی حاجت مند بہن بھائیوں کو دیتے ہیں اور اس میں ہمارا اپنا ہی فائدہ ہوتا ہے۔ ایک انسان جب دوسرے ضرورت مند انسان کی مدد کرتا ہے تو وہ درحقیقت اس بات کا بندوبست کر رہا ہوتا ہے کہ کل جب اُسے کوئی ضرورت پیش آئے گی تو کوئی اور انسانی بھائی اس کی امداد کو آجائے گا۔ اس طرح انسان کسی دوسرے کی مدد کر کے فی الحقیقت اپنی ہی امداد کر رہا ہوتا ہے کیونکہ انسانی معاشرے میں ایک دوسرے کی امداد کرنے کا رواج معاشرے کے ہر فرد کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہمارے مال سے بے نیاز ہونے کے علاوہ ظلم سے بھی پاک ہے نہ کوئی اس کی راہ میں خرچ کرے اور اس کی اس نیکی کو ناقدری کی نگاہ سے دیکھا جائے یا اس کا فیاضانہ بدلہ عطا نہ کیا جائے۔

۴۷۳

حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے آدمؑ کے بیٹے، تیرے لیے یہ بہتر ہے کہ تو ضرورت سے زائد مال کو (خدا کی راہ میں) خرچ کر دے اور اگر تو اسے روکے رکھے گا تو یہ تیرے لیے بُرا ہے اور ضرورت کے مطابق رکھنے میں تجھ پر کوئی ملامت نہیں، اور پہلے ان پر خرچ کر جو تیری پرورش میں ہیں، اور یاد رکھ کہ) اوپر والا ہاتھ (یعنی دینے والے کا ہاتھ) نیچے والے ہاتھ (یعنی لینے والے کے ہاتھ) سے بہتر ہے۔ (مسلم)

تشریح :- اس حدیث میں چار حقائق بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ضرورت سے زائد مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بجائے روکے رکھنا خود مال والے کے لیے مضر ہے۔ دوسرے یہ کہ ضروریات کے لیے مال رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، تیسرے یہ کہ مال خرچ کرتے ہوئے سب سے پہلے ان لوگوں کی ضروریات پر صرف کرنا چاہیئے جن کی کفالت کا انسان ذمہ دار ہو۔ چوتھے یہ کہ دوسروں

کو دینا عزت کی بات ہے اور دوسروں سے لینا عزت کی بات نہیں ہے۔

ان میں سے پہلی دو چیزوں پر عمل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان "ضرورت" اور "ضروریات" کا صحیح تعین کر سکے۔ بعض لوگ اپنی "ضروریات" کی فہرست کو اتنا زیادہ لمبا کر دیتے ہیں کہ وہ کہیں جا کر ختم ہی نہیں ہوتی۔ ہر عیش و عشرت اور تکلف و ریا کا سامان "ضرورت" بن جاتا ہے۔ اور اس بات کو بھی ایک ضرورت سمجھ لیا جاتا ہے کہ نہ صرف اپنی اور اپنے بچوں کی بلکہ اپنی آئندہ آنے والی کئی نسلوں کی خوش حالی کا بندوبست کر کے ہی دنیا سے جایا جائے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ اگر کروڑ پتی بھی ہوں گے تو بھی ان کے پاس راہِ خدا دینے کے لیے کچھ نہیں بچے گا۔ سب کچھ ان مبالغہ آمیز "ضروریات" ہی پر صرف ہو جائے گا۔ اب معین طور پر یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ یہ اور یہ شئے اتنی اور اتنی، تو ضروریات میں آتی ہے اور اس سے آگے جو کچھ ہے وہ بے ضرورت ہے کیونکہ ہر انسان کے اپنے مخصوص حالات ہی کی بنا پر اس کی ضروریات کا تعین ہو سکتا ہے۔ اس لیے مختصراً اتنا کہنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ ایک سچے مومن کو ذیل کے حقائق کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

۱۔ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسان پر اپنی جان اور اپنے متعلقین کے حقوق ادا کرنے بھی فرض کر رکھے ہیں۔

۳۔ استطاعت ہوتے ہوئے خواہ مخواہ پھٹے حالوں رہنا اور اپنی جان کو تنگی دینا ناپسندیدہ ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کو ہر معاملے میں اعتدال اور میانہ روی پسند ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ فضول خرچی اور کنجوسی دونوں کو ناپسند فرماتا ہے۔

۶۔ جو احتیاج سے بچے ہوئے ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ احتیاج والوں کی طرف امداد کا ہاتھ بڑھائیں۔

۷۔ جو سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے راہ راست کی پہچان مانگتا ہے اللہ اسے راہِ راست دکھاتا ہے۔

جو مومن ان حقائق کو پیشِ نظر رکھا کرے گا اور اللہ تعالیٰ سے راہِ راست کی دعا کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ خود اس کی رہنمائی فرما کر اسے بتاتا رہے گا کہ اس کی "ضروریات" کی حدود کیا ہیں جن سے زائد مال اُسے اللہ کی راہ میں دیتے رہنا چاہیئے۔

تیسری ہدایت جو اس حدیث میں دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ پہلے ان لوگوں پر صرف کرنا چاہیئے جن کی کفالت انسان کے ذمّے ہو۔ لہٰذا اگر کسی انسان کا اپنا بچہ بھوکا ہے یا اپنی بیوی کے پاس پُورے کپڑے نہیں یا اپنے والدین امداد کے محتاج ہیں اور وہ باہر دوسرے لوگوں کو خیرات دے رہا ہے تو وہ کوئی نیکی کا کام نہیں کر رہا۔ آخری ہدایت جو اس حدیث میں دی گئی ہے یہ ہے کہ انسان کی کوشش یہی ہونی چاہیئے کہ وہ حتیٰ الامکان سوال کرنے سے بچے اور دینے والا بنے لینے والا نہ بنے۔

۴۷۴

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔

اے آدمؑ کے بیٹے، میں بیمار ہوا تو تُو نے میری عبادت نہ کی"

انسان کہے گا۔" اے میرے رب، میں تیری کس طرح عیادت کرتا جب کہ تو ربّ العٰلمین ہے" خدا تعالیٰ فرمائے گا" کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو تُو نے اس کی عیادت نہ کی۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے آدمؑ کے بیٹے، میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو تُو نے مجھے کھانا نہ دیا۔"

(انسان) کہے گا" اے میرے رب، میں تجھے کیسے کھانا دیتا جب کہ تو ربّ العٰلمین ہے۔"

خدا فرمائے گا: "کیا تجھے علم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تو تُو نے اسے کھانا نہ دیا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اُسے کھانا دیتا تو اُسے میرے پاس پاتا — اے آدمؑ کے بیٹے، میں نے تجھ سے پانی مانگا تو تُو نے مجھے پانی نہ پلایا۔"

(انسان) کہے گا: "اے میرے رب، میں تجھے کیسے پانی پلاتا جب کہ تو رب العلمین ہے۔"

خدا فرمائے گا: "میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا مگر تُو نے اُسے پانی نہ پلایا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اسے پانی پلاتا تو اُسے میرے پاس پاتا۔"

(ریاض الصالحین بحوالہ مسلم)

تشریح:- اس قادر مطلق کا کمزور اور بے اختیار انسان سے یہ فرمانا کہ اے آدمؑ کے بیٹے تو نے میری عیادت نہ کی، مجھے کھانا نہ دیا، مجھے پانی نہ پلایا، درحقیقت ایک انتہائی نفیس انداز میں اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اُس رؤوف ورحیم خالق کو اپنے ضرورت مند بندوں سے اتنی محبت ہے کہ ان کی ضروریات کو وہ اپنی ضروریات قرار دے رہا ہے۔ لہٰذا جو صاحبِ استطاعت انسان ان ضرورت مندوں کی ضروریات کو پورا کرے گا۔ اُسے وہ رؤوف ورحیم خالق اپنے ابرِ کرم سے فیاضانہ سیراب فرمائے گا۔

۶۷۵

حضرت عدیؓ بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا ربّ اس طرح کلام فرمائے گا۔ کہ اس کے اور اس کے ربّ کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا۔ پھر وہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اُسے صرف اپنے وہ اعمال ہی نظر آئیں گے جو اس نے پہلے سے آگے بھیجے ہوئے ہوں گے اور وہ اپنی بائیں طرف دیکھے گا تو (اس طرف بھی) اُسے

صرف اپنے وہ اعمال ہی نظر آئیں گے جو اس نے پہلے سے آگے بھیجے ہوئے ہوں گے اور وہ اپنے آگے دیکھے گا تو اُسے اپنے چہرے کے سامنے صرف دوزخ ہی نظر آئے گی۔ پس (اے لوگو) دوزخ سے بچو چاہے ایک کھجور کے ایک ٹکڑے (کو خیرات کرنے) کے عوض ہی کیوں نہ ہو۔ (بخاری)

تشریح:۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ راہ خدا خرچ کرنا جہنّم کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بنے گا۔ کھجور کے ٹکڑے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ راہ خدا دینا صرف مالداروں ہی کے لیے نہیں ہے۔ اگر کوئی انسان اتنا غریب ہے کہ کھجور کے ٹکڑے کے سوا کچھ خیرات نہیں کر سکتا تو اتنی ہی خیرات کرلے۔ یہ بھی انشاءاللہ اس کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگی۔

(۶۷۹)

حضرت اُمِ بجیدؓ ان لوگوں میں سے تھیں جنہوں نے حضورؐ سے بیعت کی تھی۔ انہوں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ اے خدا کے رسولؐ، مسکین میرے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اور میرے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی جو میں اسے دوں۔ اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان سے فرمایا کہ اگر اُسے دینے کے لیے تو کچھ بھی نہ پائے سوائے ایک جلے ہوئے کھُر کے، تو وہی اس کے ہاتھ پر رکھ دے۔

(ابوداؤد)

تشریح:۔ اس کتاب کی حدیث ۶۷۲ میں حضورؐ کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ اُوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ دینے والا لینے والے کی نسبت زیادہ اچھا ہے۔ یعنی مانگنا اچھا کام نہیں ہے۔ یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر کچھ نہ ہو سوائے ایک جلے ہوئے کھُر کے تو وہی سوالی کو دے دو یعنی اسے مایوس واپس نہ لوٹاؤ۔ سوال کرنے اور کسی کے سوال کو پورا کرنے کے بارے میں قرآن و حدیث میں جو کچھ آیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حتی الامکان

مانگنے سے پرہیز کرنی چاہیے۔ کیونکہ مانگنا کوئی اچھی بات نہیں لیکن اگر کوئی شخص ایسا ہی مجبور ہو جائے کہ اسے سوال کرنا ہی پڑے تو پھر جس سے سوال کیا گیا ہو اُسے یہی ہدایت فرمائی گئی ہے کہ حتی الامکان وہ سوال کرنے والے کی امداد کرے اور اگر اس کے پاس کوئی انتہائی معمولی چیز ہو تو وہی اُسے دے دے مگر اسے مایوس واپس نہ لوٹائے۔

۶۷۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندوں پر جو کوئی صبح بھی آتی ہے اس میں دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے خدا، خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ عطا کر، اور دوسرا کہتا ہے کہ اے خدا بخیل کو تباہی دے۔ (بخاری)

۶۷۸

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر بھی خیرات کی، اللہ اُسے اپنے دائیں ہاتھ میں قبول فرماتا ہے اور اللہ تو صرف پاک (چیز) ہی قبول کرتا ہے۔ پھر وہ اُس (خیرات) کو خیرات کرنے والے کے لیے پالتا رہتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ (خیرات) پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔ (بخاری)

تشریح :۔ اس حدیث میں دو باتیں بیان ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی دینا ہو وہ پاک کمائی میں سے ہونا چاہیئے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اس خیرات کو قبول نہیں فرمائے گا۔ ایک شخص رشوت لے کر، یا چوری کر کے یا جوا کھیل کر یا اور کوئی ایسا ذریعہ اختیار کر کے جسے خدا نے ناجائز قرار دے رکھا ہے

روپیہ حاصل کرتا ہے اور اس ناپاک کمائی میں سے پھر خیرات کرنے چل پڑتا ہے تو وہ ایک لغو کام کر رہا ہے۔ اس کی خیرات قبول نہیں ہوگی۔ دوسری بات جو واضح کی گئی یہ ہے کہ نیک کمائی میں سے جو تھوڑی سی خیرات بھی کی جائے گی اُسے بھی اللہ تعالیٰ نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھے گا اور اُسے بے شمار گنا بڑھا کر خیرات کرنے والے کو واپس عطا فرمائے گا۔

۶۷۹

مُطَرِّف بن عبداللہ بن شِخّیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور حضورؐ سورہ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ پڑھ رہے تھے (پھر) آپؐ نے فرمایا کہ آدمؑ کا بیٹا کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال (اے آدمؑ کے بیٹے) کیا تیرا اس کے علاوہ بھی کوئی مال ہے جو تُو نے خیرات میں خرچ کر دیا یا کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا! (ترمذی)

تشریح: اس حدیث میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ مال کی حرص میں مبتلا ہو کر اسے زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کی فکر میں رہتے ہیں وہ یہ نہیں جانتے کہ اس مال کا صرف اتنا ہی حصہ اُن کا ہے جو وہ اپنی ضروریات پر صرف کر لیتے ہیں اور جو وہ راہ خدا دے کر اللہ کے ہاں اپنے لیے جمع کرا لیتے ہیں باقی سارا مال دوسروں کے کام آنا ہوتا ہے اور وہ خواہ مخواہ اسے جمع کرنے کے لیے اپنی قوتیں صرف کرتے رہتے بلکہ بسا اوقات اپنا ایمان بھی خراب کرتے رہتے ہیں۔ وہ اسے ذریعۂ فخر بناتے ہوئے "میرا مال" "میرا مال" کرتے رہتے ہیں اور مال درحقیقت اور لوگوں کا ہوتا ہے۔

۶۸۰

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس

نے اللہ کی راہ میں ایک جوڑا خرچ کیا اُسے جنّت کے داروغے پکاریں گے (یعنی جنّت کے) ہر دروازے کا داروغہ (پکارے گا) کہ اے فلاں اِدھر آ (اور اس دروازے سے جنّت میں داخل ہو جا۔ اس پر) حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ وہ تو پھر ایک ایسا شخص ہو گا جس کو کوئی نقصان نہ ہو گا اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ تم اُنہیں لوگوں میں سے ہو گے۔ (بخاری)

تشریح:۔ اس حدیث میں جو لفظ "جوڑا" استعمال ہوا ہے اُس کا مطلب ہے کوئی شے دو کی تعداد میں دی جائے۔ مثلاً دو کپڑے دو برتن دو جانور وغیرہ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ جو فرمایا کہ اُس شخص کو تو پھر کوئی نقصان نہ ہو گا تو اس سے مُراد یہ تھی کہ جس انسان کو ہر دروازے کا داروغہ پکارے گا کہ ادھر سے آؤ اور ادھر سے آؤ اس کے تو پھر کیا ہی کہنے ہوں گے۔ وہ تو پھر ہر تکلیف سے بچ گیا۔ اس پر حضورؐ کا یہ فرمانا کہ میں امید کرتا ہوں کہ تم اہنیں میں سے ہو گے حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت پر گواہ ہے۔

۶۸۱

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے ایک بکری ذبح کی (اور اس کا گوشت راہِ خدا تقسیم کیا) پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے پوچھا کہ اس میں سے کیا باقی رہا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ کچھ باقی نہیں رہا۔ سوائے اس کے شانے کے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ اس کے شانے کے سوا اس کا سب کچھ باقی رہا ہے۔ (ترمذی)

تشریح:۔ حضورؐ کی مراد یہ تھی کہ جو گوشت محتاجوں تک پہنچ گیا وہ درحقیقت بچ گیا ہے کیونکہ وہ تو پکے طور پر اپنا ہو گیا ہے۔ اور یہ شانہ جو ابھی محتاجوں کو نہیں دیا گیا اس کا پتہ نہیں کہ یہ اپنا ہو گا یا نہیں ہو گا۔

۶۸۲

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص ایسا ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال محبوب ہو صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسولؐ ہم میں سے تو ہر ایک کو اپنا مال ہی محبوب ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کا مال تو وہی ہے جو اس نے (راہ خدا دے کر) آگے بھیج دیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جسے وہ پیچھے چھوڑ جائے گا۔

(بخاری)

۶۸۳

سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آدمیوں کے سوا اور کسی پر رشک کرنا (درست) نہیں۔ ایک اُس شخص پر جسے خدا نے قرآن کا علم عطا کیا ہو اور وہ رات کو اور دن کو اسے پڑھتا ہو (یا اس کے احکام پر عمل کرتا ہو) اور دوسرے اس شخص پر جسے خدا نے مال عطا کیا ہو اور وہ رات کو اور دن کو اُسے (راہ خدا میں) خرچ کرتا ہو۔

(مسلم)

۶۸۴

مالک بن نضلہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاتھ تین قسم کے ہوتے ہیں (ایک) اللہ کا ہاتھ جو سب سے بلند ہے اور (دوسرے) دینے والے کا ہاتھ جو اس کے بعد ہے اور (تیسرے) مانگنے والے کا ہاتھ جو سب سے نیچے ہے۔ پس جو ضرورت سے زائد ہو اُسے (راہ خدا) دے دے اور (جب تیرا نفس تجھے راہ خدا خرچ کرنے سے منع کرے تو) اپنے نفس

کے مقابلے میں عاجز مت ہو (اور اس کی بات مان کر راہ خدا دینے سے رک نہ جا) (ابوداؤد)

(۶۸۵)

حضرت عدیؓ بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپؐ مسجد میں تشریف فرما تھے لوگوں نے کہا کہ (یا رسول اللہ) یہ عدیؓ بن حاتم ہیں اور میں بغیر امان لئے اور بغیر کسی تحریر کے آیا تھا۔ جب مجھے حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور آپؐ اس سے پہلے فرما چکے تھے کہ مجھے امید ہے کہ اللہ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا۔ حضرت عدیؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضورؐ مجھے لے کر اٹھ کھڑے ہوئے، اتنے میں ایک عورت جس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا آپؐ کو ملی اور ان دونوں نے (حضورؐ سے) کہا کہ ہمیں آپؐ سے کوئی کام ہے۔ آپؐ ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ان کا کام کر دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے لیے ہوئے اپنے گھر تشریف لائے۔ ایک لڑکی نے آپؐ کے لیے ایک گدا ڈال دیا اور آپؐ اس پر بیٹھ گئے اور میں آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر آپؐ نے اللہ کی تعریف کی اور اس کی ثنا فرمائی۔ پھر (مجھ سے) فرمایا کہ تجھے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے سے کون سی شے بھگاتی ہے؟ کیا تو اللہ کے سوا کوئی اور معبود بھی جانتا ہے؟ حضرت عدیؓ بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ جی نہیں۔ پھر آپؐ نے کچھ دیر تک گفتگو کی۔ پھر فرمایا کہ تم اللہ اکبر کہنے سے بھاگتے ہو۔ کیا تم کوئی ایسی شے جانتے ہو جو اللہ سے بڑی ہو؟ حضرت عدیؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ جی نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہودیوں پر خدا کا غضب ہے اور عیسائی گمراہ ہیں۔ حضرت عدیؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں تو ہر طرف سے کٹ کر خدا کی طرف یکسو ہو جانے والا مسلم ہوں۔ پھر میں نے دیکھا کہ (میری یہ بات سن کر) حضورؐ کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔ پھر حضورؐ نے میرے بارے میں

حکم دیا، تو مجھے انصار میں سے ایک شخص کے پاس مہمان ٹھہرایا گیا۔ میں نے یہ طریقہ بنا لیا کہ صبح و شام حضورؐ کے پاس حاضر ہوا کرتا تھا اس دوران میں ایک رات میں حضورؐ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضورؐ کے پاس ایک جماعت آئی جو اُون کے دھاریدار کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ پھر حضورؐ نے نماز پڑھی اور کھڑے ہو کر (لوگوں کو) ابھارا کہ انہیں خیرات دیں۔ پھر فرمایا کہ ایک صاع ہی سہی، یا آدھا صاع ہی سہی یا ایک مٹھی ہی سہی یا ایک مٹھی کا کچھ حصہ ہی سہی (آپؐ نے فرمایا کہ) تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ دوزخ کی آگ سے بچے چاہے ایک کھجور (راہ خدا) دے کر ہی سہی یا کھجور کا ایک حصہ دے کر ہی سہی (پھر فرمایا کہ) تم میں سے ہر ایک اللہ سے ملاقات کرے گا اور وہ اسے وہی کہے گا جو میں تمہیں کہہ رہا ہوں (خدا اُسے کہے گا کہ) کیا میں نے تمہیں کان اور آنکھیں نہیں دی تھیں، تو وہ کہے گا کیوں نہیں (آپ نے مجھے کان اور آنکھیں دی تھیں) اللہ فرمائے گا کہ کیا میں نے تمہیں مال اور اولاد نہیں دی تھی تو وہ کہے گا کیوں نہیں (آپ نے مجھے مال اور اولاد دی تھی) تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ (پھر) کہاں ہیں وہ (نیک اعمال) جو تُو نے اپنے لیے آگے بھیجے تھے، تو پھر وہ شخص اپنے آگے دیکھے گا اور اپنے پیچھے دیکھے گا۔ اور اپنی دائیں طرف دیکھے گا اور اپنی بائیں طرف دیکھے گا مگر وہ کوئی ایسی چیز نہیں پائے گا جس سے اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا سکے (پس اے لوگو) تم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچائے چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی اور جو یہ بھی نہ پائے تو پاکیزہ بات کر کے ہی (اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچائے۔ اور حضورؐ نے فرمایا کہ) مجھے تم لوگوں کے بارے میں فاقے کا خوف نہیں کیونکہ خدا تمہارا مددگار ہے اور تمہیں عطا کرنے والا ہے۔ یہاں تک کہ ایک ہودج نشین عورت اتنے فاصلے کا سفر کرے گی جتنا یثرب اور حیرہ کے درمیان ہے (یا) اس سے زیادہ (فاصلے کا سفر کرے گی) مگر اس کی سواری کو چوروں کا خوف نہ ہوگا (حضرت عدیؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کی) یہ بات سُن کر میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ (اس وقت قبیلہ) طے کے

چور کہاں ہوں گے ۔ (ترمذی)

تشریح :۔ حضرت عدیؓ بن حاتم مشہور مخیر حاتم طائی کے صاحبزادے تھے ۔ ان کے قبیلے کا نام طے تھا۔ اور اسی لیے ان کے والد حاتم طائی کہلاتے تھے اس حدیث میں بھی حضورؐ نے راہ خدا دینے کی فضیلت کا ذکر فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ راہ خدا دینے سے انسان جہنم کی آگ سے بچتا ہے ۔ جیسے کہ پہلے واضح ہو چکا ہے ۔ راہِ خدا دینے کے لیے بہت مالدار ہونے کی ضرورت نہیں انسان کی جتنی بھی استطاعت ہو اتنا ہی دے مگر اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچانے کا بندوبست کرتا رہے۔ حدیث کے آخر میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ علاقے میں ایسا امن و امان قائم ہو جائے گا کہ ایک تنہا عورت لمبے لمبے سفر کرے گی مگر اس کی سواری کو چوروں کا خوف نہ ہو گا ۔ حضرت عدیؓ نے یہ جو فرمایا کہ اس وقت طے کے چور کہاں ہوں گے ۔ وہ اس لیے کہ ان کے قبیلے طے کے چوروں کا اس وقت یہ کام تھا کہ جو قافلے ان کے علاقے کے پاس سے گزرتے تھے ان پر ڈاکے ڈالا کرتے تھے ۔ حضورؐ کی بات سن کر انہیں تعجب ہوا کہ کیا یہ چور اپنی اس قبیح عادت کو ترک کر دیں گے ۔ حدیث میں حیرہ کا جو ذکر آیا ہے یہ ایک علاقہ تھا جو عرب کے شمال مشرق میں واقع تھا۔ اور مدینہ منورہ سے بہت دور تھا ۔

۶۸۶

حضرت جبیرؓ بن مطعم بیان کرتے ہیں کہ (غزوۂ) حنین سے لوٹتے ہوئے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آپؐ کے ساتھ اور لوگ بھی تھے کہ کچھ (دیہاتی) لوگ آپؐ سے لپٹ گئے اور کچھ مانگنے لگے ، یہاں تک کہ آپؐ کو مجبور کر کے ایک کانٹے دار درخت کے پاس لے گئے اور آپؐ کی چادرِ مبارک اچک لی ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور فرمایا کہ میری چادر مجھے دے دو ، اگر میرے پاس ان کانٹے دار درختوں کے برابر بھی بکریاں ہوتیں تو میں انہیں

تم لوگوں میں تقسیم کر دیتا پھر تم مجھے نہ بخیل پاتے نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔ (بخاری)

۶۸۷

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (بعض باتوں سے) منع فرمایا اور بعض خصلتوں کا ذکر کیا اور فرمایا کہ جس نے کوئی دودھ دینے والا جانور راہ خدا دیا اُسے ایک خیرات کا ثواب صبح ہو گا اور ایک خیرات کا ثواب شام کو (صبح کا ثواب) صبح کا دودھ پیئے جانے کے وقت اور (شام کا ثواب) شام کا دودھ پیئے جانے کے وقت۔ (مسلم)

تشریح:۔ انسان کی مادی ضروریات میں سے غذا کی اہمیت سب سے زیادہ ہے، کیونکہ بھوک انسان کو بسا اوقات انتہائی گھناؤنے جرائم کرنے پر بھی آمادہ کر دیتی ہے۔ پھر باقی ضروریات کے بغیر انسان کچھ مدت گزر کر بھی لیتا ہے مگر غذا ایک خاص وقت تک نہ ملے تو جان کے لالے پڑ جاتے ہیں لہذا خیرات میں کوئی ایسی شے دینا جو غذا بہم پہنچائے بہت بڑی نیکی ہے۔

۶۸۸

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت اپنے گھر کے کھانے ہی سے (کچھ راہ خدا) دیتی ہے، بشرطیکہ گھر خراب کرنے کا ارادہ نہ رکھتی ہو، تو اُسے اپنے اس دینے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے شوہر کو بھی ثواب ملتا ہے کیونکہ اس نے کمایا ہوتا ہے اور خزانچی کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے اور ان میں سے کسی کو ثواب ملنے سے کسی دوسرے کے ثواب میں کچھ بھی کمی نہیں ہوتی۔ (بخاری)

۶۸۹

حضرت آبی اللحمؓ کے غلام عُمیرؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے مالک نے مجھے گوشت

کاٹنے کا حکم دیا۔ میرے پاس ایک مسکین آگیا۔ تو میں نے اس گوشت میں سے کچھ اُسے کھلا دیا۔ میرے مالک کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے مجھے مارا۔ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کو یہ بات بتائی۔ حضورؐ نے میرے آقا کو بلایا اور فرمایا کہ تم نے اسے کیوں مارا۔ انہوں نے کہا کہ یہ میرا کھانا میرے حکم کے بغیر دے دیتا ہے (اس پر) آپؐ نے فرمایا کہ (اس دینے کا) ثواب تم دونوں کو ہوگا۔ (مسلم)

تشریح :۔ اصولاً بیوی کو خاوند کی کمائی خرچ کرنے کے لیے اور غلام کو مالک کا مال خرچ کرنے کے لیے اور خزانچی کو مال کے اصلی مالک کا مال خرچ کرنے کے لیے ان مالکوں کی اجازت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہاں اگر وہ مال اجاڑنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں اور نیک نیتی سے راہِ خدا کچھ خرچ کر دیں تو ثواب ان خرچ کرنے والوں کے ساتھ مالکوں کو بھی ہوتا ہے۔

۶۹۰

حضرت ابو مسعود انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خیرات کرنے کا حکم دیتے تو ہم میں سے کوئی بازار جاتا اور بوجھ اٹھاتا اور (مزدوری میں) ایک مُد (اناج) حاصل کرتا (اور اسے راہ خدا خیرات کر دیتا) اور آج اُن میں سے بعض ایک لاکھ (درہم یا دینار) کے مالک ہیں۔ (بخاری)

تشریح :۔ اس چھوٹی سی حدیث میں دو باتیں بیان ہوئی ہیں ایک یہ کہ صحابہ کرام راہ خدا خرچ کرنے کو اتنا ضروری سمجھتے تھے کہ کچھ نہ ہوتا تو مزدوری کر کے کچھ حاصل کرتے اور اُسے راہ خدا دیتے۔ دوسرے یہ کہ راہ خدا دینے کی برکت اتنی ہوتی ہے کہ وہی لوگ جو مزدوری کر کر کے راہ خدا دیتے تھے ان میں بعض لکھ پتی بن گئے۔ مُد عربوں کے ہاں ایک پیمانہ ہوتا تھا۔

(۶۹۱)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔ مگر تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ کا یا اس علم کا جس سے لوگ نفع حاصل کریں یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔ (مسلم)

تشریح: ۔ صدقہ جاریہ وہ نیک عمل ہے جس سے لوگ دیر تک فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ عمل کرنے والا انسان دنیا سے چلا جاتا ہے مگر اہل دنیا اس کے عمل سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا اسے ثواب پہنچتا رہتا ہے۔ مثلاً کسی نے کوئی مسجد بنادی یا دینی علوم سکھانے کے لئے کوئی مدرسہ جاری کر دیا، یا کوئی کتب خانہ قائم کر دیا۔ یا غریبوں کی امداد کے لئے جائیداد وقف کر دی، یا غریب مریضوں کے لیے ہسپتال قائم کر دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ہی کوئی ایسا علمی کام کر جانا جس سے بعد میں لوگ ہدایت حاصل کرتے رہیں۔ مثلاً دین کے اصول و قواعد وغیرہ کے بارے میں کتب لکھ جانا یا رسائل جاری کر جانا وغیرہ یہ سب وہ کام ہیں جو اپنے کرنے والے کے لیے اس وقت بھی ثواب بہم پہنچاتے رہتے ہیں۔ جب وہ دُنیا سے جا چکا ہوتا ہے اور اس کا عمل ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ یہی حال نیک اولاد کا ہے۔ کہ بعد میں دعائیں کر کر کے اپنے جانے والے والدین کے اجر کو بڑھاتی رہتی ہے۔ اس حدیث سے دو نصیحتیں ملتی ہیں ایک یہ کہ اپنی استطاعت کے مطابق کوئی ایسا کام کر جانا چاہیئے جو بعد میں ثواب کا ذریعہ بنے اور دوسرے اپنی اولاد کو حتی الامکان نیکی کی تعلیم دینی چاہیئے۔ یہاں بھی یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ انسان ہر کام استطاعت کے مطابق ہی کر سکتا ہے۔ اگر انسان خود کوئی بڑا کام نہ کر سکے تو جو لوگ بڑے کام کر رہے ہیں ان کے ساتھ شریک ہی ہو جائے۔ مثلاً ہسپتال قائم کرنے اور مدرسہ جاری کرنے اور مسجد بنانے کی استطاعت نہیں تو

جو لوگ یہ کام کر رہے ہیں انہیں اپنی استطاعت کے مطابق جسمانی یا مالی امداد دے دے۔ ایسے ہی جو لوگ بڑے بڑے علمی کام کر رہے ہیں کسی شکل میں، جو امکان میں ہو، ان کے کام میں مددگار ہو۔ اگر اولاد نیکی کی طرف قطعی مائل نہ ہو تو بھی ہمت نہ ہارے اور ان کے لیے ہدایت کی دعا ہی کرتا رہے۔

زکوٰۃ کی فرضیت:

جیسے کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا عام بھی ہوتا ہے اور خاص بھی اور دونوں ہی کی بہت فضیلت ہے مگر عام خیرات اگر کی جائے گی تو بہت ثواب کا باعث ہو گی لیکن اگر نہ کی جائے گی تو گناہ نہیں ہو گا۔ مگر زکوٰۃ ایک ایسی شئے ہے کہ اگر اس سے غفلت برتی جائے گی تو انسان شدید عذاب کا مستحق ہو جائے گا۔ زکوٰۃ کو فرض قرار دینے کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی معاشرے کی دولت صرف ایک ہی طبقے کے اندر نہ گھومتی رہی بلکہ جن کے پاس ضرورت سے زیادہ ہے ان کا مال اُن محتاج لوگوں تک پہنچتا رہے جن کے پاس ضرورت سے کم ہے۔ ذیل کی احادیث واضح کئے دیتی ہیں کہ زکوٰۃ سے غفلت برتنا بہت بڑا گناہ ہے۔

(۶۹۲)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا اور (ان سے) فرمایا کہ اہل یمن کو اس بات کی طرف بلانا کہ وہ گواہی دیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسولؐ ہوں اگر وہ اس بات کو مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پھر اگر وہ اس بات کو بھی مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے اُن پر اُن کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے

محتاجوں کو دے دی جائے گی۔ (بخاری)

۶۹۳

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی کو خدا نے مال دیا مگر اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کیلئے اس کے مال کو ایک گنجے سانپ کی شکل دے دی جائے گی، جس (کی آنکھوں) پر دو کالی چکتیاں ہوں گی۔ اس کو قیامت کے دن اُس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا۔ پھر وہ اس کے دونوں جبڑوں کو ڈسے گا، پھر کہے گا۔ "میں ہوں تیرا مال"، "میں ہوں تیرا خزانہ" پھر آپؐ نے (یہ آیت) تلاوت کی۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال دیا ہے اور پھر وہ اس کے معاملے میں بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لیے اچھی ہے۔ نہیں، یہ تو اُن کے لیے نہایت بُری ہے، جو کچھ وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں۔ وہی قیامت کے دن اُن کے گلے کا طوق بن جائے گا) (اٰلِ عمران ۱۸۰) (بخاری)

۶۹۴

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپؐ نے فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، (یا آپؐ نے یوں فرمایا کہ) اُس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں یا کوئی اور قسم کھا کر فرمایا کہ جس کسی کے پاس اُونٹ یا گائے یا بکریاں ہوں اور وہ ان کا حق ادا نہ کرتا ہو (یعنی ان کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو) تو قیامت کے دن یہ جانور اس طرح لائے جائیں گے کہ وہ پہلے سے زیادہ بڑے اور موٹے ہوں گے۔ وہ اُس (زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے) کو

اپنے کھروں سے روندیں گے اور اپنے سینگوں سے ماریں گے، جب اُن میں سے آخری جانور (اسے مار کر) اُس پر سے گزر جائے گا تو پھر ان میں سے پہلا لوٹ کر اس پر آجائے گا (اور اسی طرح وہ مسلسل اسے روندتے اور مارتے رہیں گے یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے۔ (بخاری)

(۶۹۵)

(اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ○

(التوبة ۳۴، ۳۵)

"اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک سزا کی خوشخبری سنادو۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اس سے ان کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا۔ لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزا چکھو۔"

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ (ان آیاتِ مقدسہ کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ یہ حکم زکوٰۃ (فرض ہونے) سے پہلے کا ہے۔ پھر جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوگیا تو خدا نے اس (زکوٰۃ) کو مال کی پاکیزگی کا سبب بنا دیا۔ (بخاری)

تشریح: مندرجہ بالا آیت اور حدیث کو ملائیں تو جو مفہوم نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ مال و دولت کو جمع کرکے رکھتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اُن کا وہی مال ان کے لیے عذاب کا ذریعہ بن جائے گا۔ ہاں البتہ اگر

وہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دیا کریں گے تو بقیہ مال پاک ہو جائے گا اور اُس کو رکھنے کے باعث انسان عذاب کا مستحق نہیں ہو گا۔

۶۹۶

عمرو بن شُعیب اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن) ایک عورت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور اس کے ساتھ اس کی ایک بیٹی بھی تھی۔ اور اس کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو بڑے بڑے کنگن تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تو ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہے۔ اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تجھے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ خدا قیامت کے دن تمہیں ان کے بدلے میں دو آگ کے کنگن پہنا دے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس عورت نے وہ کنگن اتار دیئے اور انہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال کر بولی کہ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ہیں (یعنی انہیں راہِ خدا صرف کر دیا جائے)۔ (ابوداؤد)

انفاق فی سبیل اللہ کے کچھ اصول :۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بارے میں کچھ ضروری ہدایات دی گئی ہیں جنہیں پیش نظر رہنا چاہیئے ورنہ عجب نہیں کہ یا تو یہ خیرات و زکوٰۃ قبول ہی نہ ہو اور اگر ہو بھی تو اس کا اجر بہت کم ہو جائے۔ ان ہدایات میں سے کچھ ضروری ہدایات حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ خدا کی راہ میں جو کچھ بھی دیا جائے پاک مال میں سے دیا جائے۔ حرام کمائی میں سے اگر خدا کی راہ میں دیا جائے گا تو قبول نہ ہو گا۔

۲۔ اللہ کی راہ میں اچھی چیز دی جائے۔

۳۔ دیتے ہوئے پہلے ان مستحق لوگوں کو دیا جائے جو رشتے یا ہمسائگت کے

لحاظ سے زیادہ قریب ہوں۔

۴۔ اللہ کی راہ میں دیتے ہوئے بھی اعتدال اور میانہ روی کو پیش نظر رکھا جائے ایسے نہ ہو کہ انسان اتنا زیادہ دے کہ پھر خود محتاج ہو جائے۔

۵۔ زندگی اور تندرستی کی حالت میں خدا کی راہ میں دینا زیادہ فضیلت کی بات ہے بہ نسبت اس کے کہ جب موت سامنے آجائے تو خیرات کی جائے۔

(۶۹۷)

ابو الملیح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں فرماتا اور نہ وہ خیرات قبول فرماتا ہے جو خیانت کے (یا حرام) مال میں سے کی جائے۔
(النسائی)

(۶۹۸)

سورۃ البقرۃ آیت ۲۶۷ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۪ وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لیے نکالا ہے، اس میں سے بہتر حصہ راہ خدا میں خرچ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی راہ میں دینے کے لیے بری سے بری چیز چھانٹنے کی کوشش کرنے لگو، حالانکہ (وہی چیز اگر کوئی تمہیں دے تو تم ہرگز اسے لینا گوارا نہ کرو گے الا یہ کہ اسے قبول کرنے میں

تم اغماض برت جاؤ۔ اور جانتے رہو کہ اللہ
بے نیاز ہے اور بہترین صفات سے
متصف ہے"

حضرت البراءؓ (مندرجہ بالا آیت کے بارے میں) بیان کرتے ہیں کہ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ (والی آیت) ہم انصار کے گروہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ہم لوگوں کے پاس کھجوروں کے درخت تھے۔ لوگ اپنے کھجور کے درختوں کی زیادتی یا کمی کے لحاظ سے (کھجوریں) لایا کرتے تھے۔ (ان میں سے) کوئی شخص کھجوروں کے ایک دو خوشے لا کر مسجد میں ٹکا دیا کرتا۔ اہلِ صُفّہ کے پاس کھانا نہیں ہوتا تھا۔ اُن میں سے جب کسی کو بھوک لگتی تو وہ کھجوروں کے خوشے کے پاس آتا اور اُسے اپنی چھڑی کے ساتھ ضرب لگاتا تو گدرا اور پکی ہوئی (دونوں طرح کی) کھجوریں گرتیں، پس وہ انہیں کھا لیتا۔ مگر کچھ لوگ (ایسے تھے) جن کا شمار اُن لوگوں میں تھا جنہیں نیکی کا شوق نہیں ہوتا (ان کا طریقہ یہ تھا کہ) وہ کوئی ایسا خوشہ لے آتے جس میں خراب قسم کی اور سوکھی سڑی کھجوریں ہوتیں یا کوئی ایسا خوشہ لاتے جو ٹوٹا پھوٹا ہوتا اور اسے ٹکا دیتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لیے نکالا ہے، اس میں سے بہتر حصہ راہِ خدا میں خرچ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی راہ میں دینے کے لیے بُری سے بُری چیز چھانٹنے کی کوشش کرنے لگو، حالانکہ وہی چیز اگر کوئی تمہیں دے تو تم ہرگز اسے لینا گوارا نہ کرو گے

الا یہ کہ اُسے قبول کرنے میں تم اغماض
برت جاؤ۔"

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم میں سے کسی شخص نے دیا ہے اگر ایسا ہی اس کے پاس ہدیہ آتا تو وہ اسے ہرگز نہ لیتا سوائے چشم پوشی کرتے ہوئے یا حیا کرتے ہوئے۔ (راوی) کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہمارا یہ حال تھا کہ ہم میں سے ہر ایک (راہ خدا دینے کے لیے) چیز لاتا تھا جو اس کے پاس بہترین ہوتی تھی۔ (ترمذی)

٦٩٩

عوف بن مالک اشجعیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ (دیکھا) تو کوئی شخص (کھجوروں کے) کچھ خوشے یا ایک خوشہ لٹکا گیا تھا۔ (تاکہ مسکین لوگ کھجوریں کھالیں، مگر ان خوشوں یا خوشے میں خراب کھجوریں لگی تھیں) حضورؐ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپؐ (اس چھڑی سے) اس خوشے میں کوچیں لگانے اور آواز پیدا کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ اگر یہ صدقہ دینے والا چاہتا تو اس سے زیادہ عمدہ صدقہ دیتا بے شک (ایسی خراب کھجوروں کو) صدقے میں دینے والا قیامت کے دن خراب کھجوریں ہی کھائے گا۔ (ابن ماجہ)

٧٠٠

حضرت حکیمؓ بن حزام بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوپر والا ہاتھ (یعنی دینے والے کا ہاتھ) نیچے والے ہاتھ (یعنی لینے والے کے ہاتھ) سے بہتر ہے اور (خیرات دینے کا) آغاز ان سے کرو جو تمہارے زیر پرورش ہوں (یعنی جن کی پرورش تمہارے ذمے ہو) اور

بہترین خیرات وہ ہے جسے دے کر بھی انسان مالدار رہے اور جو کوئی سوال کرنے سے بچنا چاہتا ہے خدا اُسے سوال کرنے سے بچا لیتا ہے اور جو کوئی تونگری مانگتا ہے اللہ اُسے تونگری عطا فرما دیتا ہے۔ (بخاری)

۷۰۱

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ اے خدا کے رسولؐ، کونسی خیرات اجر کے لحاظ سے سب سے بڑی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ (اجر کے لحاظ سے سب سے بڑی خیرات یہ ہے کہ) تو (اس وقت) خیرات کرے جب تو تندرست ہو (مال کے معاملے میں) حریص بھی ہو، محتاجی سے ڈرتا بھی ہو، مالداری کی امید بھی رکھتا ہو (اس کے باوجود خیرات کرے) (نیز حضورؐ نے فرمایا کہ) اور تو (خیرات کرنے میں) دیر نہ کر یہاں تک کہ جب جان حلق تک آپہنچے تو تو کہے کہ اتنا فلاں کا اور اتنا فلاں کا حالانکہ (اب تو) وہ فلاں کا ہو ہی چکا۔ (بخاری)

تشریح: مراد یہ ہے کہ افضل صدقہ وہ ہے جو انسان زندگی میں صحت کی حالت میں اُس وقت کرے جب اُسے موت نظر نہ آ رہی ہو، یہ بھی خطرہ ہو کہ کہیں محتاج نہ آلے اور دل میں مال کی حرص اور امید بھی ہو، مگر اس کے باوجود وہ اپنے رب کو خوش کرنے کے لیے اور اپنی آخرت سنوارنے کے لیے خدا کی راہ میں خرچ کرے زندگی میں حتی الامکان راہِ خدا دیتے رہنا چاہیئے۔ کیا معلوم کب موت سامنے آحاضر ہو اور پھر انسان لگے خیرات کرنے حالانکہ اب تو اُسے نظر آ ہی رہا ہے کہ یہ مال ابھی میرے ہاتھ سے نکل جائے گا اور عنقریب ورثہ بن کر دوسروں کا ہو جائے گا۔

۷۰۲

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ زندگی میں انسان کا ایک درہم خیرات کرنا اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ مرتے وقت وہ سو درہم خیرات کرے۔ (ابوداؤد)

تشریح :- زندگی میں وہ جب ایک درہم بھی خیرات کرتا ہے تو اس مال میں سے کرتا ہے جو اس کا اپنا ہے اور ابھی اس کو زندگی کے اخراجات نے بھی گھیرا ہوا ہے۔ اور وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ ابھی وہ کب تک جیے گا اور آئندہ اُسے اس مال کی کتنی ضرورت پیش آئے گی ایسی حالت میں تھوڑی خیرات کرنا بھی اس کے لیے فضیلت کی بات ہے۔ مگر جب وہ مرتے وقت خیرات کرتا ہے تو وہ اس مال میں سے خیرات کرتا ہے جو اب عنقریب وارثوں کی ملکیت بننے والا ہوتا ہے اور جس کے متعلق اسے معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ میرے کام نہیں آئے گا کیونکہ میں تو اب اس دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں۔ اور موت کے ساتھ ہی میرے اخراجات بھی ختم ہو جائیں گے۔ ایسی حالت میں زیادہ خیرات کرنا بھی اتنا باعث فضیلت نہیں ہوتا جتنا زندگی اور ضروریات میں گھرے ہوئے ہونے کی صورت میں تھوڑی خیرات کرنا باعث فضیلت ہوتا ہے۔

کتاب ۶

روزے

باب ۲۸

روزوں کی فرضیّت، فضیلت اور ان کے بارے میں کچھ ہدایات

عربی زبان میں روزے کو "صَوم" کہا جاتا ہے۔ جس کا مطلب ہے "رُکنا" اور "چُپ رہنا" شریعت میں روزہ اس بات کا نام ہے کہ انسان روزے کی نیت کر کے طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور بعض دوسری معین خواہشات کو پورا کرنے سے رُکا رہے۔ رمضان کے روزے رکھنے کا حکم ہجرت کے دوسرے سال نازل ہوا تھا اور رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس دنیا سے تشریف لے جانے سے قبل نو۹ رمضانوں کے روزے رکھے تھے۔ ہر بالغ مسلمان پر رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے فرض ہیں سوائے اس کے کہ اس کے پاس کوئی شرعی عذر ہو مثلاً بیماری، سفر، بہت زیادہ بڑھاپا یا کمزوری جس میں روزہ رکھنا ممکن ہی نہ ہو اور ایسے ہی کچھ اور عذرات۔ پھر عذر کی حالت میں جو روزہ چھوڑا جاتا ہے عُذر دور ہونے پر اس کی قضا رکھنی ہوتی ہے۔

روزہ رکھنا خصوصاً گرم موسم میں جب دن ویسے بھی بہت لمبے ہوتے ہیں اور پیاس

کی تکلیف شدید ہو جاتی ہے، کوئی آسان کام نہیں تاہم روزہ رکھنے کا جو اجر و ثواب اور فضیلت احادیث میں بیان ہوئی ہے اس کے مقابلے میں یہ تکلیف کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

(۷۰۳)

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کیا اور فرمایا کہ جب تک (رمضان کا) چاند نہ دیکھ لو روزے رکھنے شروع نہ کرو اور (ایسے ہی) روزے رکھنے نہ چھوڑو جب تک کہ (شوال کا) چاند نہ دیکھ لو، اور اگر (۲۹ تاریخ کو) تمہیں چاند نظر نہ آئے تو اس کا حساب پورا کرو (یعنی مہینے کو تیس دن کا سمجھ کر رمضان کی تیسویں تاریخ کو بھی روزہ رکھو)

(بخاری)

تشریح:- اسلامی سال قمری ہے۔ یعنی چاند نکلنے پر ہر مہینے کا آغاز ہوتا ہے۔ پھر مہینہ تیس۳۰ دن کا بھی ہوتا ہے اور انتیس۲۹ دن کا بھی۔ لہٰذا کبھی شعبان کے مہینے کے انتیس۲۹ دن پورے ہو جانے کے بعد ہی رمضان کا چاند نظر آ جاتا ہے اور کبھی تیس۳۰ دن پورے ہونے کے بعد نکلتا ہے۔ ایسے ہی رمضان کا مہینہ بھی کبھی انتیس۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس۳۰ دن کا۔ لہٰذا حضورؐ نے ایک اصولی بات بتا دی ہے کہ روزے شروع کرنے سے پہلے یہ تسلی کر لو کہ رمضان کا چاند نکل آیا ہے اور ایسے ہی انتیس۲۹ روزے رکھنے کے بعد بھی دیکھ لو کہ شوال کا چاند نکل آیا ہے یا نہیں اور اگر کبھی آسمان کی صورت ایسی ہو کہ پتہ نہ چل سکے کہ چاند نکلا ہے یا نہیں مثلاً بادل چھائے ہوں اور چاند نکلا ہوا بھی ہو تو نظر نہ آ سکتا ہو تو پھر تیس روزے پورے کر کے عید مناؤ۔

۷۰۴

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان آتا ہے تو جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے

(بخاری)

تشریح :- حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی نے اپنی کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" میں اس حدیث کی تشریح میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ اس مبارک مہینے میں خدا کے نیک اور فرمانبردار بندے یادِ خدا اور نیک اعمال میں بہت مصروف رہتے ہیں اور ان سے متاثر ہو کر عام مومنوں کے دل بھی اعمالِ نیک کی طرف زیادہ متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اس لیے رمضان کے دوران اسلامی معاشرے میں نیکی کی ایک ایسی فضا قائم ہو جاتی ہے جس کے زیرِ اثر تھوڑی سی صلاحیت رکھنے والے لوگ بھی اعمالِ نیک کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ رمضان کے دوران میں کی جانے والی نیکی کا اجر عام دنوں میں کی جانے والی نیکی کے اجر سے بہت زیادہ بڑھا دیا جاتا ہے۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نیکی کے لیے کوشش کرنے والے لوگوں کے لیے جنّت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین انہیں گمراہ کرنے سے عاجز اور بے بس ہو جاتے ہیں۔ باقی رہے وہ خدا فراموش اور غفلت شعار لوگ جنہیں نہ رمضان سے کوئی سروکار ہے نہ روزوں سے اور نہ رمضان کے آنے سے ان کی زندگی میں کوئی تبدیلی آتی ہے تو مندرجۂ بالا بشارت کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کے لیے تو گویا شیطان رمضان کے مہینے کے دوران بھی اسی طرح آزاد پھر رہے ہوتے ہیں جس طرح سال کے باقی گیارہ مہینوں میں پھرتے ہیں۔ مسلم کتاب الصیام کی دوسری حدیث میں یہی بات اس طرح بیان ہوئی ہے:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب رمضان ہوتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ یعنی اس حدیث میں لفظ "جنّت" کے بجائے "رحمت" استعمال کیا گیا ہے۔ باقی مضمون وہی ہے جو بخاری میں بیان ہوا ہے۔

۷۰۵

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ آدمؑ کے بیٹے کا ہر عمل بڑھتا رہتا ہے (اس طرح کہ) ایک نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک جا پہنچتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ اس (عام قانون) سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ وہ (ایک ایسا عمل ہے جو) خاص میرے لیے کیا جاتا ہے اور میں ہی (جتنی اور جس قدر چاہوں گا) اس کی جزا دوں گا۔ بندہ میری خاطر اپنی خواہشِ نفس اور کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ (پس میں خود ہی اُسے اُس کی اس قربانی کا ثواب عطا کروں گا) روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو اسے اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ روزہ کھولتا ہے اور دوسری اس وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنے ربّ سے ملاقات کرے گا (اور اپنے روزوں کا اجر پائے گا) اور روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (مسلم)

تشریح:۔ ویسے تو ایک نیک نیّت انسان جو نیکی بھی کرتا ہے وہ خدا ہی کے لیے کرتا ہے اور خدا ہی سے اُس نے اس کا اجر لینا ہوتا ہے اس کے باوجود روزوں کے بارے میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ "روزہ خاص میرے ہی لیے رکھا جاتا ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا" اس سے مُراد روزے کی

اہمیت واضح کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ خدا روزوں کا بے حساب اجر دے گا۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں ریا کی گنجائش نہیں۔ اگر کوئی شخص لوگوں کے سامنے روزے سے رہے اور تنہائی میں جاکر پانی پی لے یا کچھ کھا لے تو کسی کو کیا پتہ کہ اس نے کھایا پیا ہے یا نہیں۔ وہ تو اسے روزہ دار ہی سمجھتے رہیں گے۔ لہٰذا جو انسان نہ کسی کے سامنے کھاتا ہے نہ تنہائی میں تو ظاہر ہے کہ اس نے خدا ہی کے لیے روزہ رکھا ہوا ہے جس کے بارے میں اس کا ایمان ہے کہ وہ سات پردوں میں بھی اُسے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا جہاں دوسرے نیک اعمال کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کا اجر سات سو گنا تک ہو سکتا ہے وہاں روزوں کے اجر کے بارے میں کوئی حد معین نہیں فرمائی گئی۔ گویا اُن کے اجر کو بے حساب رکھا گیا ہے۔

۷۰۶

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے ڈھال ہیں۔ (مسلم)

تشریح: ڈھال تلوار کے واروں کو روکنے کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔ روزوں کے ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر وقت شیطان کے واروں کی زد پر ہوتا ہے جو اُسے ورغلانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے تاکہ وہ خدا کے غضب کا شکار ہو جائے۔ اب جو شخص صحیح طریقے سے روزے رکھے گا اس کا ایمان اور قوت ارادی اتنی مضبوط ہو جائے گی کہ اس پر شیطان کے ورغلانے کا اثر نہیں ہوگا۔ اور جب وہ شیطان کے بہکاوے میں آئے گا ہی نہیں تو پھر وہ خدا کے غضب سے بھی بچ جائے گا۔ گویا روزے ایسی ڈھال ہیں جو شیطان کے بہکاوے اور خدا کے غضب دونوں چیزوں سے بچا لیتے ہیں۔

۷۰۷

حضرت سہلؓ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں سے ایک دروازے کا نام ریّان ہے (یعنی سیرابی کا دروازہ) اس میں سے صرف روزہ دار ہی (جنت میں) داخل ہوں گے۔ (بخاری)

۷۰۸

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان (کے مہینے) میں ایمان کے ساتھ اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے روزے رکھے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (بخاری)

۷۰۹

حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو دوزخ کی آگ سے ستر برس کی مسافت کے برابر دور فرما دے گا۔ (بخاری)

۷۱۰

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خیر کی بخشش اور مخلوق خدا کو نفع پہنچانے میں اللہ کے سب بندوں سے فائق تھے۔ اور رمضان المبارک میں جب حضرت جبرئیلؑ آپؐ سے ملتے تھے تو آپؐ کی یہ کریمانہ صفت اور زیادہ ترقی کر جاتی تھی۔ رمضان کی ہر رات کو جبرئیل

علیہ السلام آپ سے ملتے تھے۔ اور آپؐ انہیں قرآن سناتے تھے، پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کریمانہ نفع رسانی اور خیر کی بخشش میں خدا کی بھیجی ہوئی ہواؤں سے بھی زیادہ تیزی آجاتی تھی۔ (بخاری)

تشریح:۔ اس حدیث سے جو سبق ملتا ہے وہ یہ ہے کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں رمضان کے دوران تلاوتِ قرآن اور راہ خدا خرچ کرنے اور لوگوں کو نفع پہنچانے والے کام کرنے کی طرف خصوصی توجہ ہونی چاہیئے۔

۷۱۱

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص روزے کی حالت میں بھول کر کھالے (اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا، لہٰذا) وہ اپنا روزہ پورا کرے۔ اس لیے کہ اللہ نے اُسے کھلایا اور پلایا ہے۔ (بخاری)

تشریح:۔ اسلام میں نیّت کو بہت اہم سمجھا گیا ہے۔ روزے کی حالت میں بھول کر کھاپی لینے والے کی نیّت روزہ توڑنا نہ تھی۔ اس لیے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اب یاد آجانے کے بعد بالکل نہ کھائے اور اپنے روزے کو غروب آفتاب تک پورا کرے۔ گویا کہ اس نے کچھ نہیں کھایا پیا۔ یہ جو اس نے بھول کر کھا پی لیا ہے یہ گویا خدا نے اس پر مہربانی کرتے ہوئے اسے کھلایا پلا دیا ہے۔ اس کا روزہ قائم ہے۔

۷۱۲

حضرت اُمِّ عمارہ بنت کعب انصاریہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے حضورؐ کے سامنے کھانا پیش کیا۔ حضورؐ

نے فرمایا کہ (تم بھی) کھاؤ تو انہوں نے عرض کیا کہ میں روزے سے ہوں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ بے شک روزے دار (کو وہ رتبہ حاصل ہے کہ) جب اس کے سامنے کھایا جاتا ہے تو جب تک (کھانے والے کھانے سے) فارغ نہ ہو جائیں، فرشتے روزہ دار پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔ اور بسا اوقات (حضورؐ یوں) فرماتے کہ جب تک (کھانے والے) سیر نہ ہو جائیں (فرشتے روزہ دار پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں) (ترمذی)

نفل روزے :

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے فرض روزوں کے علاوہ عام دنوں میں نفل روزے بھی رکھے ہیں۔ اور کئی احادیث میں نفل روزوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

۷۱۳

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مہینے میں تین دن (نفلی) روزے رکھے۔ اس نے (گویا) ہمیشہ روزے رکھے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ فرمایا کہ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (یعنی جس نے ایک نیکی کی اس کو دس گنا ثواب ملے گا، تو اس طرح ہر مہینے تین دن روزے رکھنے سے تیس ۳۰ دنوں کے روزوں کا ثواب مل جایا کرے گا) (نسائی)

۷۱۴

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جب تو مہینے میں کچھ (نفل) روزے رکھے تو (مہینے کی) تیرھویں، چودھویں اور

پندرھویں تاریخ کے روزے رکھا کر۔ (النسائی)

تشریح:- ان تاریخوں کے روزوں کو ایام بیض کے روزے کہتے ہیں۔ ایام بیض کا مطلب ہے روشن دن۔ چونکہ تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کی راتیں بہت روشن ہوتی ہیں۔ اس لیے ان تاریخوں کا نام ایام بیض ہے۔

۷۱۵

حضرت اسامہؓ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (کبھی تو یوں ہوتا ہے کہ) آپؐ (نفلی) روزے رکھتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ (ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اب) آپؐ روزے رکھنا چھوڑیں گے نہیں اور (کبھی ایسے ہوتا ہے کہ) آپؐ (نفلی) روزے (اتنی دیر) نہیں رکھتے کہ گویا اب آپؐ روزے رکھیں گے ہی نہیں مگر دو روزے (ایسے ہیں کہ) اگر وہ آپؐ کے روزوں کے درمیان ہی آجائیں تو خیر ورنہ آپؐ انہیں (ضرور) رکھتے ہیں۔ (اس پر) حضورؐ نے فرمایا کہ وہ کون سے دو دن ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ پیر اور جمعرات۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ وہ دو دن ہیں جن میں (انسانوں کے) اعمال رب العلمین کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ اس لیے میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میں روزہ دار ہوں۔ (النسائی)

۷۱۶

حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں (میرے بارے میں) ذکر کیا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ جب تک جیوں گا ضرور رات بھر عبادت کیا کروں گا اور دن بھر روزہ رکھا کروں گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تُو نے ایسے کہا ہے۔ میں نے عرض

کیا کہ (جی ہاں) اے خدا کے رسولؐ، میں نے ایسے کہا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تُو اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ پس تُو (نفلی) روزے بھی رکھا کر اور افطار بھی کیا کر اور (رات کو) سویا بھی کر اور عبادت بھی کیا کر، اور مہینے میں تین دن روزے رکھ لیا کر۔ بے شک ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے۔ اس لیے تیرا ایسے کرنا (یعنی ہر مہینے تین روزے رکھنا) ہمیشہ روزے رکھنے کی مانند ہو جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ (اچھا) ایک دن روزہ رکھا کر اور دو دن افطار کیا کر۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ، میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ (اچھا) ایک دن روزہ رکھا کر اور ایک دن افطار کیا کر۔ یہ حضرت داؤدؑ کے روزے ہیں (کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور دوسرے دن نہ رکھتے) اور یہ سب سے زیادہ اعتدال والے روزے ہیں۔ میں نے (پھر) عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں (اس پر) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے بہتر کچھ نہیں۔ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ (یہ بات بیان کرنے کے بعد میں) فرماتے ہیں کہ اگر میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تین دن روزے رکھنے والے فرمان کو قبول کر لیتا تو (آج) یہ بات مجھے اپنے اہل وعیال اور اپنے مال سے زیادہ محبوب ہوتی۔ (النسائی)

تشریح:۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں اعتدال اور میانہ روی پر خاص زور دیا گیا ہے۔ عبادات کے معاملے میں بھی حضورؐ اسی بات کو پسند فرماتے تھے کہ اعتدال سے کام لیا جائے۔ حضورؐ نے ہر مہینے تین نفلی روزے رکھنے کی جو ہدایت فرمائی وہ اعتدال پر مبنی تھی مگر حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ نے اصرار کر کے زیادہ روزے رکھنے کی اجازت چاہی۔ بعد میں جب عمر زیادہ ہو گئی اور کمزوری نے آ لیا تو پھر اتنے زیادہ روزے رکھنے مشکل معلوم ہونے لگے۔ پھر افسوس ہوا کہ اگر حضورؐ کا پہلا فرمان ہی مان لیا ہوتا اور ہر مہینے تین روزے رکھتا تو آج کمزوری اور بڑھاپے کی حالت میں بہت سہولت رہتی۔

۷۱۷

حضرت عمرؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ پیر اور جمعرات کو (نفلی) روزہ رکھنے کے بارے میں آپؐ کا کیا خیال ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ پیر ہی کو میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل کیا گیا (یعنی حضورؐ نے پیر کے دن نفلی روزہ رکھنے کو بہتر جانا) (ابوداؤد)

۷۱۸

حضرت ابوایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر رمضان کے بعد شوال کے چھ (نفلی) روزے (بھی) رکھے تو ایسا کرنا ہمیشہ روزے رکھنے کی مانند ہے۔ (مسلم)

تشریح: عیدالفطر کے بعد شوال کے مہینے میں چھ نفلی روزے رکھنے کی بہت فضیلت ہے۔ جیسے کہ اس حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ویسے بھی یہ چھ روزے رکھنا اس لیے نسبتاً آسان ہوتا ہے کہ رمضان کے روزے رکھنے کے باعث روزے رکھنے کی عادت ہو چکی ہوتی ہے۔

سحری اور افطار کے بارے میں ہدایات:

۷۱۹

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کھاؤ کیونکہ سحری (کھانے) میں برکت ہوتی ہے (بخاری)

تشریح: سحری کی برکت واضح ہے کہ جو شخص سحری کھا کر روزہ رکھے

گا وہ روزے کو بہتر طور پر برداشت کرے گا بہ نسبت اس شخص کے جو سحری نہیں کھائے گا۔ اس کے علاوہ سحری کھانے کی اپنی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس سے انسان کو نیند توڑ کر اٹھنے اور روزے کا اہتمام کرنے کی مشق ہوتی ہے اور اس طرح سستی اور نفس پر قابو حاصل ہوتا ہے۔

۷۲۰

حضرت عمروؓ بن العاص بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں صرف سحری کے لقمے کا فرق ہے (مسلم)

تشریح:۔ یعنی ہم سحری کھا کر روزہ رکھتے ہیں اور وہ بغیر سحری کھائے روزہ رکھ لیتے ہیں۔

۷۲۱

حضرت سہلؓ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے جب تک کہ افطار جلدی کرتے رہیں گے۔ (مسلم)

تشریح:۔ جس طرح سحری کھا کر روزہ رکھنے کو حضورؐ نے زیادہ پسند فرمایا ہے ایسے ہی اس کو بھی پسند فرمایا ہے کہ جیسے ہی سورج غروب ہو روزہ کھول لیا جائے اور خواہ مخواہ دیر نہ کی جائے۔ کیونکہ روزے کی مدت طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک ہی ہے۔

۷۲۲

حضرت ابن ابی اوفیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اُترا اور میرے لیے ستو گھول

[illegible]



حضرت سلمان بن عامر ضبی بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو اسے چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے اور اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے کیونکہ پانی [illegible] پاک کرنے والا ہے۔ (ترمذی)

تشریح:۔ ویسے تو ہر چیز بھی کھا لی جائے روزہ افطار ہو جائے گا تاہم حضور نے اس بات کو پسند فرمایا ہے کہ روزہ کھجور سے کھولا جائے اور اگر کھجور نہ ملے تو پھر پانی سے کھولنا زیادہ پسندیدہ ہے۔



حضرت زید بن خالد جہنی بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کروایا اس کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا اس روزہ دار کو ملے گا۔ بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں سے کچھ کم ہو۔

(ترمذی)

۷۲۵

معاذ بن زہرہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی کہ حضورؐ روزہ افطار کرتے وقت (یہ) پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ۔

(اے خدا میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیے ہوئے رزق پر افطار کیا)

(ابوداؤد)

روزے کے بارے میں کچھ مزید ہدایات :

۷۲۶

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا ہی نہ چھوڑا تو خدا کو اس بات کی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ (بخاری)

تشریح :- یہ حدیث پاک واضح کر رہی ہے کہ روزہ رکھ کر اپنے اعضاء و جوارح کو گناہ سے بچانا بھی ضروری ہے، ورنہ اس روزے کی حیثیت فاقے ہی کی ہوگی جس کی خدا کو کوئی حاجت نہیں، روزے کے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد یہی ہے کہ انسان کا نفس برائیوں سے پاک ہو اور وہ نیک اعمال اختیار کرے۔ اب جو شخص روزہ رکھ کر بھی اپنے آپ کو گناہوں سے نہیں بچاتا وہ روزے کے ایک بہت بڑے مقصد کو ختم کر دیتا ہے۔

۷۲۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزوں کے کہ روزہ میرے ہی لیے (رکھا جاتا) ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ (یعنی بے حساب جزا دوں گا) اور روزے ڈھال ہیں (کہ شیطان کے واروں سے بچاتے ہیں) اور جب تم میں سے کسی نے روزہ رکھا ہو تو نہ فحش باتیں کرے اور نہ شور مچائے اور اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑے تو (اتنا) کہہ دے کہ میں روزہ دار شخص ہوں (اس لیے میں تمہاری جہالت کا جواب جہالت سے نہیں دے سکتا لہٰذا میرے ساتھ جہالت نہ برتو) اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے بھی زیادہ عمدہ ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں جو اسے خوش کرتی ہیں (ایک تو) جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسرے) جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے (کا اجر پانے) کے باعث خوش ہو گا۔ (بخاری)

تشریح:۔ اس حدیث کی تشریح کے لیے مندرجۂ ذیل احادیث کی تشریحیں دیکھ لی جائیں۔ ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۲۶۔ اس کے علاوہ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں تو ان میں سے فوری خوشی جو اسے حاصل ہوتی ہے یہ وہ خوشی ہے جو اُسے روزہ افطار کرتے وقت ہوتی ہے حقیقت یہ ہے کہ روزہ افطار کرتے وقت جو مسرّت اور سکون حاصل ہوتا ہے اُسے صرف وہی شخص محسوس کر سکتا ہے جس نے دن بھر روزہ رکھا ہو۔ روزہ نہ رکھنے والے اس مسرت کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ایک صاحب نے ایک

واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ ہم کچھ دوستوں نے ایک غیر مسلم واقف کار کو زبردستی روزہ رکھوا دیا اور پھر دن بھر اسے لاہور کی سڑکوں پر پھراتے رہے۔ یہاں تک کہ بھوک اور پیاس کے باعث اس کا وہ حال ہوا کہ وہ ہمیں بے نقط سنانے پر اُتر آیا۔ روزہ کھولنے کا وقت قریب ہوا تو ہم اسے ایک ریسٹوران میں لے گئے اور وہاں تکلّف سے اس کا روزہ کھلوایا روزہ کھول کر وہ شخص عجیب انداز میں کہنے لگا، "دوست روزہ رکھنا تو بڑا سخت کام ہے۔ مگر یہ افطار تو خوب شے ہے !!!" ۔ یہ تو اس مسرت کا حال ہے جو بہر حال عارضی ہوتی ہے۔ باقی رہی وہ خوشی جو روزہ دار کو روزے کا اجر ملنے پر ہوگی، وہ اجر ملنے پر جس کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی، تو اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے کہ وہ کس درجے کی ہو گی۔

۷۲۸

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دو دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا (ایک عید) الفطر کے دن اور (دوسرے عید) الاضحیٰ کے دن۔ (مُوَطّا)

تشریح:۔ یہ دونوں دن مسلمانوں کے دو تہوار ہیں اور خوشی منانے اور کھانے پینے کے دن ہیں۔ ان دونوں دنوں میں یادِ خدا کے لیے خاص نمازیں تو رکھی گئی ہیں مگر ان میں روزہ رکھنے سے حضورؐ نے منع فرمایا ہوا ہے۔

۷۲۹

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے

فرمایا کہ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اُس نے (گویا) روزہ رکھا ہی نہیں (نسائی)

نشٹ یہ ہے :۔ جیسے کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے حضورؐ نے زندگی کے

تمام معاملات میں، یہاں تک کہ عبادات میں بھی، راہِ اعتدال کو پسند فرمایا ہے لہٰذا اس بات کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے کہ کوئی شخص ہمیشہ روزے سے رہے اُس کے علاوہ جن اغراض و مقاصد کے لیے روزہ فرض قرار دیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان اپنے نفس کو زیر کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں طرح طرح کی خواہشات، اور مختلف اقسام کے جذبات اور میلانات رکھے ہوئے ہیں جو اگر حدود کے اندر رہیں تو مفید ہوتے ہیں لیکن چونکہ یہ خواہشات اور جذبات اپنی فطرت کے لحاظ سے بڑی طاقت ور چیزیں ہیں اس لیے اگر انہیں قابو میں نہ رکھا جائے تو یہ حدِ اعتدال سے بڑھ کر انسان کو مغلوب کر لیتے ہیں اور اُسے خواہشات اور جذبات کا بندہ بنا دیتے ہیں۔ روزہ رکھنے کی ایک بڑی برکت یہ ہے کہ چونکہ روزے کے دوران انسان بار بار اپنی خواہشات کو دباتا ہے اس لیے اس کی قوتِ ارادی اس کے جذبات اور خواہشات کے مقابلے میں مضبوط ہو جاتی ہے اور اس کے جذبات و خواہشات کمزور ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا مضبوط قوتِ ارادی کے باعث پھر یہ جذبات اور خواہشات اس کے قابو میں رہتے ہیں اور اسے اپنا بندہ نہیں بنا سکتے۔ اس کے علاوہ روزہ رکھ کر جب بھوک اور پیاس ستاتی ہے تو انسان کو اپنے اُن غریب بہن بھائیوں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ جو فقر و فاقہ کا شکار ہوتے ہیں۔ اگر روزہ فرض نہ ہوتا تو جنہیں کھانے پینے کو بافراغت ملتا ہے وہ کبھی بھی محسوس نہ کر سکتے کہ جنہیں نہیں ملتا اُن پر کیا بیتتی ہے۔ اس کے علاوہ روزہ رکھ کر انسان بستر پر نہیں لیٹ جاتا بلکہ اپنے روزمرہ کے کام کرتا رہتا ہے اس طرح اُسے صبر اور سخت کوشی کی عادت ہوتی ہے جو کامیاب زندگی گزارنے کے لیے حد درجے مفید

عادت ہے۔ پھر کئی کئی گھنٹے خالی پیٹ رہنے کے باعث انسان کی روح بھی پاک ہوتی ہے اور اس کے خیالات بھی برائی سے ہٹ کر اچھائی کی طرف آتے ہیں۔ روزے کی ان سب برکات کو پیش نظر رکھ کر اب غور کریں کہ جو شخص ہمیشہ روزے

سے رہے گا اُسے تو نہ کھانے اور نہ پینے کی ایسی عادت ہو جائے گی کہ اس کی خواہشات بالکل ختم ہی ہو کر رہ جائیں گی اور وہ روزہ رکھنے کا ایسا عادی ہو جائے گا کہ مندرجہ بالا مقاصد پورے ہی نہ ہو سکیں گے۔ نہ خواہشات پیدا ہوں گی نہ انہیں دبانے کی مشق کر کے قوت ارادی کو مضبوط کیا جا سکے گا نہ بھوک پیاس لگے گی نہ غریب بہن بھائیوں کی تکلیف کا احساس ہو گا۔ جب عادت ہی یہی ہو گی کہ سحری کے وقت کھانا ہے اور پھر رات ہی کو کھانا ہے تو پھر صبر اور سخت کوشی اور روح کی پاکیزگی اور خیالات کی اچھائی کس منبع سے پیدا ہوں گی غرضکہ مختلف حکیمانہ مصالح کے پیش نظر حضورؐ نے اس بات کو ناپسندیدہ قرار دے دیا ہے کہ انسان ہمیشہ روزے سے رہے۔

باب ۲۹

رمضان کی خصوصی عبادات

رمضان نیکیوں کی بہار کا موسم ہے۔ جو نیکی بھی اس کے دوران کی جائے گی وہ اپنے اجر کے لحاظ سے عام دنوں میں کی جانے والی نیکی سے بہت زیادہ فضیلت کی مالک ہوگی اس لیے رمضان کے دوران اس بات کی طرف خصوصی توجہ ہونی چاہیئے کہ انسان جتنے بھی زیادہ پھول سمیٹ سکے سمیٹ لے کیونکہ انتیس ۲۹ یا حد تیس ۳۰ دن کے اندر اندر یہ بہار ختم ہو جائے گی۔ نفل عبادات کی کچھ شکلیں ہیں جن کا تعلق خاص رمضان کے مہینے سے ہے۔ مثلاً نماز تراویح، اعتکاف وغیرہ۔ رمضان کے دوران کی جانے والی عبادت کی فضیلت کا اندازہ لگانے کے لیے ذیل کی حدیث کو ذہن نشین کر لینا کافی ہوگا۔

(۷۳۰)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

[illegible]

(اس بات کا) چرچا کیا۔ (دوسری رات) اس سے زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور حضورؐ کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر صبح ہوئی تو لوگوں نے ایک دوسرے سے (اس کا) ذکر کیا۔ پس تیسری رات مسجد میں بہت لوگ جمع ہو گئے۔ پھر حضورؐ (گھر سے) نکلے اور نماز ادا کی اور ان لوگوں نے بھی آپؐ کے ساتھ ادا کی۔ پھر جب چوتھی رات آئی تو مسجد میں اتنے لوگ تھے کہ سمانا مشکل ہو گیا (لیکن حضورؐ باہر تشریف نہ لائے اور اپنے گھر ہی میں رہے) یہاں تک کہ صبح کی نماز (ہی) کے لیے نکلے۔ پھر جب آپؐ نے فجر کی نماز ادا کی تو لوگوں کی طرف رخ کیا اور تشہد پڑھ کر فرمایا۔ اَمّا بعدُ تم لوگوں کا (یہاں) موجود ہونا مجھ سے مخفی نہ تھا۔ (مجھے معلوم تھا کہ تم نماز پڑھنے کے لیے یہاں جمع ہو) لیکن (میں اس لیے باہر نہ آیا کہ) مجھے خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے، پھر تم اسے ادا نہ کر سکو۔ (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ) پھر حضورؐ کے وفات پانے تک صورت حالات ایسی ہی رہی (یعنی روزانہ باقاعدگی سے باجماعت نماز تراویح نہیں ہوا کرتی تھی) (بخاری)

(۷۳۲)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں تراویح پڑھنے کی ترغیب دلاتے تھے مگر بطورِ وجوب اُن کا حکم نہیں فرماتے تھے آپؐ فرماتے تھے کہ جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور خاص خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے عبادت کی۔ اس کے اس سے پہلے کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

ابنِ شہاب بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات پانے تک صورت یہی تھی (کہ تراویح پڑھی جاتی تھیں مگر انہیں لازم نہیں سمجھا جاتا تھا) پھر یہی صورت حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں اور حضرت عمرؓ کے عہد کے شروع کے

حصّے میں رہی۔ (موطّا)

۷۳۴

(رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے عہد میں تراویح پڑھی جاتی رہیں مگر روزانہ باجماعت نماز کا التزام نہ تھا۔ باقاعدہ باجماعت پڑھنے کا نظام حضرت عمر رضؓ کے عہد میں شروع ہوا۔ ذیل کی حدیث بتاتی ہے کہ اس بندوبست کا آغاز کیسے ہوا)

حضرت ابوہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رمضان (کی راتوں) میں ایمان کے ساتھ اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے (عبادت کے لیے) کھڑا ہوا اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات پانے تک یہی صورت تھی (کہ تراویح پڑھی جاتی تھیں مگر انہیں لازم نہیں سمجھا جاتا تھا نہ باقاعدہ باجماعت ادا کی جاتی تھیں) پھر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خلافت کے دوران اور حضرت عمر رضؓ کی خلافت کے شروع کے حصّے میں بھی یہی صورت تھی۔ حضرت ابن شہاب حضرت عمروہ بن زبیر رضؓ سے اور عمروہ بن زبیر رضؓ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت کرتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں کہ رمضان میں ایک رات میں حضرت عمر رضؓ بن خطاب کے ساتھ مسجد کی طرف جا نکلا اور دیکھا کہ لوگ مختلف ٹکڑیوں میں (تراویح پڑھ رہے) ہیں۔ کہیں کوئی ایک شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہے اور کہیں ایک کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی پڑھ رہے ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اگر میں ان سب کو ایک قاری پر جمع کر دوں تو یہ بہتر ہوگا (یعنی ایک ہی امام کے پیچھے سب تراویح پڑھا کریں) پھر اس کا عزم کر کے آپ رضؓ نے انہیں حضرت اُبی رضؓ بن کعب پر جمع کر دیا کہ سب اکٹھے ہو کر ان کے پیچھے تراویح پڑھا

کریں) پھر ایک اور رات میں حضرت عمرؓ کے ساتھ نکلا تو (دیکھا) کہ سب لوگ اپنے قاری کے پیچھے تراویح پڑھ رہے ہیں (یہ دیکھ کر) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا ہی اچھی ہے یہ نئی بات! (اور فرمایا کہ رات کے) جس حصّے میں یہ سو جاتے ہیں وہ اس حصّے سے افضل ہے جس میں یہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔ آپؓ کی مراد رات کا آخری حصہ تھا (راوی کہتے ہیں کہ) لوگ رات کے پہلے حصّے میں عبادت کیا کرتے تھے۔ (بخاری)

تشریح:- پھر اس زمانے سے لیکر آج تک عالم اسلام میں نماز تراویح کو باقاعدہ باجماعت پڑھنے کا نظام قائم ہے۔ اس نظام نے مسلمانوں کو بے پناہ خیر و برکت اور گوناگوں فوائد بہم پہنچائے ہیں۔ اس نظام کے باعث مسلمان رمضان کے دوران اہتمام اور پابندی سے عبادت کر لیتے ہیں اور سال میں کم از کم ایک بار سارا قرآن مجید سُن لیتے ہیں۔ اس نظام کی ضرورت تھی کہ ایسے حافظ ہوں جنہیں سارا قرآن زبانی حفظ ہو تاکہ وہ تراویح کے دوران پڑھ سکیں۔ لہٰذا اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کثیر تعداد نے ذوق و شوق سے قرآن حفظ کرنے کی طرف توجہ دی۔ یہ ذوق و شوق خدا کی مہربانی سے تاحال قائم ہے اور رمضان کے دنوں میں مسلمان آبادیوں میں ہر جگہ آسانی سے وہ لوگ مل جاتے ہیں جنہوں نے کلام پاک حفظ کیا ہوتا ہے اور جو اس پاک مہینے کے دوران اہل اسلام کو اللہ کی پاک کتاب سُناتے اور انشاء اللہ اپنے لیے بھی اور اپنے مقتدیوں کے لیے بھی خیر و برکت سمیٹتے رہتے ہیں۔

آخری عشرہ اور لَیْلَۃُ الْقَدْر

عشرہ دس دن کی مدّت کو کہا جاتا ہے۔ رمضان تین عشروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ پہلے روزے سے دسویں روزے تک پہلا عشرہ، گیارھویں روزے سے بیسویں روزے تک دوسرا عشرہ اور اکیسویں روزے سے لے کر رمضان کے

جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان میں عبادت کی اُس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (بخاری)

تراویح

تراویح ان نوافل کو کہا جاتا ہے جو رمضان کے دوران نمازِ عشاء کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ بعض علماء کے خیال میں ان کی تعداد آٹھ ہے اور بعض کی رائے میں بیس ہے۔ لفظ تَرَاوِیْح جمع ہے تَرْوِیْحَۃ کی۔ تَرْوِیْحَۃ کا مطلب ہے "آرام لینے کے لیے تھوڑی دیر بیٹھنا" تراویح دو دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہیں اور ہر چار رکعت کے بعد ترویحہ کرتے ہیں یعنی تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کرتے ہیں۔ لہٰذا اس نماز کا نام تراویح ہو گیا۔ اس نماز کے بارے میں احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ایک رات حضورؐ نے یہ نماز پڑھی۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ بھی شامل ہو گئے۔ چند راتیں ایسے ہی ہوا۔ چوتھی رات کو اتنے زیادہ لوگ اس نماز کو پڑھنے آ گئے کہ ان کا مسجد میں سمانا مشکل ہو گیا۔ اس روز حضورؐ گھر سے نہ نکلے اور لوگ بیٹھے انتظار ہی کرتے رہے۔ پھر حضورؐ نے لوگوں کو بتایا کہ مجھے تمہارے انتظار کا علم تھا مگر میں تو اس خوف کے باعث باہر نہ آیا کہ کہیں یہ نماز تم لوگوں پر فرض ہی نہ ہو جائے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ نماز تراویح فرض تو نہیں مگر سنت ضرور ہے۔ ذیل کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ تراویح کا آغاز کیسے ہوا تھا۔

(۷۳۱)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم (رمضان کے دوران) ایک رات کو نصف شب کے وقت (گھر سے) نکلے اور مسجد میں نماز ادا کی اور کچھ لوگوں نے بھی آپؐ کے پیچھے نماز پڑھی۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے

(اس بات کا) چرچا کیا۔ (دوسری رات) اس سے زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور حضورؐ کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر صبح ہوئی تو لوگوں نے ایک دوسرے سے (اس کا) ذکر کیا۔ پس تیسری رات مسجد میں بہت لوگ جمع ہو گئے۔ پھر حضورؐ (گھر سے) نکلے اور نماز ادا کی اور ان لوگوں نے بھی آپؐ کے ساتھ ادا کی۔ پھر جب چوتھی رات آئی تو مسجد میں اتنے لوگ تھے کہ سمانا مشکل ہو گیا (لیکن حضورؐ باہر تشریف نہ لائے اور اپنے گھر ہی میں رہے) یہاں تک کہ صبح کی نماز (ہی) کے لیے نکلے۔ پھر جب آپؐ نے فجر کی نماز ادا کر لی تو لوگوں کی طرف رخ کیا اور تشہد پڑھ کر فرمایا۔ اَمَّا بعدُ تم لوگوں کا (یہاں) موجود ہونا مجھ سے مخفی نہ تھا۔ (مجھے معلوم تھا کہ تم نماز پڑھنے کے لیے یہاں جمع ہو) لیکن (میں اس لیے باہر نہ آیا کہ) مجھے خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے، پھر تم اسے ادا نہ کر سکو۔ (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ) پھر حضورؐ کے وفات پانے تک صورت حالات ایسی ہی رہی (یعنی روزانہ باقاعدگی سے باجماعت نماز تراویح نہیں ہوا کرتی تھی) (بخاری)

۷۳۲

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم رمضان میں تراویح پڑھنے کی ترغیب دلاتے تھے مگر بطورِ وجوب اُن کا حکم نہیں فرماتے تھے آپؐ فرماتے تھے کہ جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور خاص خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیّت سے عبادت کی، اس کے اس سے پہلے کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

ابنِ شہاب بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وفات پانے تک صورت یہی تھی (کہ تراویح پڑھی جاتی تھیں مگر انہیں لازم نہیں سمجھا جاتا تھا) پھر یہی صورت حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں اور حضرت عمرؓ کے عہد کے شروع کے

اختتام تک تیسرا عشرہ چاہے نو دن کا ہو یا دس دن کا۔ اگرچہ رمضان کا سارا مہینہ ہی فضیلت والا ہے۔ تاہم اس آخری عشرے کی فضیلت پر خاص زور دیا گیا ہے۔

لَیْلَۃُ الْقَدْر کوئی بڑی ہی برکت والی رات ہے۔ جس کی فضیلت کی کوئی انتہا نہیں۔ کلام پاک کے آخری پارے میں سورۃ القدر میں بیان ہوا ہے۔

لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۵ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ۵ — لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔

مفسرین نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ اس رات کا عمل خیر ہزار مہینوں کے عمل خیر سے بہتر ہے۔ لَیْلَۃ عربی میں رات کو کہا جاتا ہے اور قدر کے معنی بعض علماء نے تقدیر کے لیے ہیں یعنی یہ وہ رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ تقدیر کے فیصلے نافذ کرنے کے لیے فرشتوں کے سپرد کر دیتا ہے اور بعض علماء کا خیال ہے کہ قدر کے معنی عظمت و شرف کے ہیں یعنی یہ رات بڑی عظمت والی رات ہے۔ اب رہی یہ بات کہ یہ کونسی رات ہے تو حضورؐ نے کسی خاص رات کا تعین نہیں فرمایا مگر جو روایات ملتی ہیں ان کی بناء پر علماء فرماتے ہیں کہ یہ رمضان کے آخری عشرے کی کوئی طاق رات ہے۔ علمائے سلف کی بڑی تعداد ستائیسویں رات کو لیلۃ القدر سمجھتی ہے۔ اب ذیل میں وہ احادیث بیان کی جاتی ہیں جن میں رمضان کے آخری عشرے میں اور لیلۃ القدر کو عبادت کرنے کی فضیلت کا بیان ہے۔

۷۳۴

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب (رمضان کا آخری) عشرہ آتا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے (کہ اٹھ کر عبادت کریں) اور (عبادت میں بہت) کوشش فرماتے اور (اس کیلئے) کمر ہمت باندھ لیتے۔ (مسلم)

۷۳۵

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم (رمضان کے) آخری دس دنوں میں اتنی کوشش اور محنت سے عبادت کرتے تھے جتنی کوشش اور محنت سے رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔ (مسلم)

۷۳۶

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رمضان (کے مہینے) کے روزے رکھے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اور جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر کو کھڑے ہو کر عبادت کی اس کے بھی گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (مسلم)

۷۳۷

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (لیلۃ القدر کو) ڈھونڈو (یعنی ان راتوں میں عبادت کرو جن کے لیلۃ القدر ہونے کا احتمال ہو) (بخاری)

۷۳۸

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو (یعنی رمضان کے آخری عشرے کی راتوں میں عبادت کیا کرو) (بخاری)

۷۳۹

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ (یعنی رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں عبادت کیا کرو) (بخاری)

۷۴۰

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہؓ کو خواب میں لیلۃ القدر (رمضان کی) آخری سات راتوں میں دکھائی گئی تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب آخری سات راتوں پر متفق ہو گئے ہیں۔ پس جس نے لیلۃ القدر کو تلاش کرنا ہو وہ اسے (رمضان کی) آخری سات راتوں میں تلاش کرے (یعنی رمضان کی آخری سات راتوں میں عبادت کرے) (بخاری)

۷۴۱

زر بن حبیش بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت اُبیؓ بن کعب سے عرض کیا کہ آپ کے بھائی حضرت ابن مسعودؓ تو کہتے ہیں کہ جو شخص سارا سال عبادت کرتا رہے لیلۃ القدر کو پالے گا۔ اس پر حضرت اُبیؓ نے فرمایا کہ خدا اُن پر رحم فرمائے۔ ایسا کہنے سے ان کی مراد یہ تھی کہ لوگ (کسی ایک دن ہی پر) بھروسہ نہ کرلیں (بلکہ زیادہ راتیں عبادت کریں) ورنہ وہ خوب جانتے تھے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے اور آخری دس دن میں ہے اور ستائیسویں کی رات ہے۔ پھر حضرت اُبیؓ نے (قسم کھائی اور اس میں انشاء اللہ بھی نہ کہا کہ لیلۃ القدر ستائیسویں کی رات

ہی ہے (زرؔ کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا کہ اے ابوالمنذر، آپ کس بنا پر ایسا کہتے ہیں۔ حضرت اُبیؓ نے فرمایا کہ اس علامت یا نشانی کی بنا پر جو ہمیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تھی کہ اس (شب کے اگلے) دن (سورج) اس طرح طلوع ہوتا ہے کہ اس کی شعاعیں نہیں ہوتیں۔ (مسلم)

تشریح: یہ روایات ہیں جو لیلۃ القدر کے بارے میں ملتی ہیں اور قطعی بات یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی معین رات کا پتہ نہیں دیا خیال کیا جاتا ہے کہ خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف سے کسی ایک رات کا تعین نہ کرنے میں غالباً یہ مصلحت ہو گی کہ لوگ لیلۃ القدر کی فضیلت سے فیض حاصل کرنے کے لیے زیادہ راتیں عبادت میں مصروف رہیں۔

اعتکاف

لغت میں اعتکاف کسی جگہ میں بند ہونے یا کسی مقام پر ٹھہرنے کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں اعتکاف سے مراد یہ ہے کہ آدمی دنیوی تعلقات اور مصروفیات سے الگ ہو کر مسجد میں قیام کرے۔ یعنی اعتکاف اُس خاص عبادت کا نام ہے جو ہمت والے لوگ رمضان کے آخری عشرے میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر اور مسجد میں رہ کر کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے ہر دور میں اور ہر جگہ اس سنّت کو قائم رکھا اور آج تک یہ مبارک رسم جاری ہے کہ رمضان کے آخری عشرے میں عبادت سے محبت رکھنے والے لوگ مساجد میں اعتکاف کے لئے بیٹھ جاتے ہیں۔ دیندار خواتین میں سے بھی بہت سی ایسی ہیں جن میں اعتکاف کرنے کا ذوق و شوق پایا جاتا ہے مگر وہ عموماً مساجد کے بجائے اپنے گھروں ہی میں مناسب جگہ کا انتخاب کر کے گھر والوں سے ایک طرف ہو کر اعتکاف کے لیے بیٹھ جاتی ہیں۔

۷۴۲

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ نے مجھے مسجد کی وہ جگہ بھی دکھائی جہاں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کیا کرتے تھے۔ (مسلم)

۷۴۳

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اُٹھا لیا۔ پھر آپؐ کے بعد آپؐ کی بیویاں (بھی) اعتکاف کرتی تھیں۔ (مسلم)

۷۴۴

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان کو دس دن اعتکاف کیا کرتے تھے۔ پھر جب وہ سال آیا جس میں آپؐ کی وفات ہوئی تو آپؐ نے بیس۲۰ دن اعتکاف کیا۔ (بخاری)

کتاب ۸

حجّ بیت اللہ

باب ۳۰

حج کی فرضیّت اور فضیلت

لغت میں حج کا مطلب "قصد کرنا" ہے اور شریعت میں حج یہ ہے کہ معیّن و مخصوص آداب و ضوابط کے ساتھ خانۂ کعبہ کی زیارت کی جائے۔ حج زندگی میں صرف ایک دفعہ فرض ہے۔ زکوٰۃ کی طرح حج بھی ہر مسلمان پر فرض نہیں ہوتا بلکہ صرف ان مسلمانوں پر فرض ہے جو حج کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں استطاعت ہونا یہ ہے کہ وہ انسان مسلمان ہو، بالغ ہو، اس کے حواس دُرست ہوں، جسمانی صحت اس قابل ہو کہ حج کا سفر کر سکے، آزاد ہو غلام یا کنیز نہ ہو اسے کسی ظالم یا جابر حکمران کی طرف سے جان کا خوف نہ ہو، وہ کسی کی قید و بند میں نہ ہو، مالی حالت اس قابل ہو کہ اپنے حج کے اخراجات پورے کرنے کے علاوہ جن لوگوں کا نان و نفقہ اس کے ذمے ہے انہیں اپنی غیر موجودگی کے دوران کا خرچ دے سکے۔ اور جن راہوں سے گزر کر حج کو جانا ہو وہ پرامن ہوں۔ خواتین کے لئے اس کے علاوہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان کے ساتھ کوئی محرم ہو یعنی

کوئی ایسا رشتے دار مرد جس کے ساتھ نکاح ناجائز ہو۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص جسمانی طور پر سفر کرنے کے قابل نہ ہو مگر باقی شرائط پوری کرتا ہو تو وہ کسی اور کو بھیج کر اس سے اپنا حج کرا سکتا ہے مگر صرف کسی ایسے شخص سے جو اپنا فرض حج ادا کر چکا ہو۔

اب جس شخص کے حالات ایسے ہوں کہ وہ تمام مندرجۂ بالا شرائط پوری کرتا ہو۔ یعنی شرعی لحاظ سے اس میں حج کرنے کی استطاعت موجود ہو مگر اس کے باوجود وہ حج نہ کرے تو وہ اسلامی شریعت کی رو سے گنہگار ہے۔

حج کی فرضیت

۷۴۵

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو تم پر حج فرض ہوا ہے، لہٰذا حج کیا کرو۔ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ اس پر حضورؐ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ اس شخص نے یہ بات تین دفعہ پوچھی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کہہ دیتا کہ ہاں تو (تم پر ہر سال حج کرنا) واجب ہو جاتا اور پھر تم سے یہ نہ ہو سکتا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اتنی ہی بات پر چھوڑ دیا کرو جتنی پر میں تمہیں چھوڑ دوں (اور بہت سوال نہ کیا کرو) کیونکہ تم سے پہلے والے لوگ بہت سوال کرنے اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرنے ہی کے باعث ہلاک ہوئے۔ لہٰذا جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو بقدر استطاعت اسے بجا لاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو (اور بہت زیادہ سوال نہ کیا کرو) (مسلم)

تشریح: اس حدیث سے تین باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ ایک یہ کہ حج فرض ہے دوسرے یہ کہ زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے اور تیسرے یہ کہ انبیاءؑ

سے بہت زیادہ سوال کرنے درست کام نہیں۔

۷۴۶

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حج کا ارادہ کیا ہو اُسے جلدی کرنی چاہیئے (ابوداؤد)

تشریح :۔ جلدی کرنے کا اس لیے فرمایا گیا ہے کہ کہیں ایسے نہ ہو کہ موت آجائے یا ایسی صورت حالات پیدا ہو جائے کہ پھر وہ نہ جا سکے۔ لہذا جس نے ارادہ کر لیا ہے وہ کوشش کرے کہ جلدی چلا جائے۔

حج کی فضیلت

۷۴۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس نے اللہ کے لیے حج کیا، پھر نہ فحش باتیں کیں اور نہ خدا کی نافرمانی کی تو وہ (اس طرح گناہوں سے پاک ہو کر) لوٹے گا جیسا کہ وہ اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (بخاری)

۷۴۸

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا کہ اس کے بعد کونسا (افضل ہے) فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پوچھا گیا کہ اس کے بعد کون سا (افضل ہے) فرمایا کہ وہ حج جس کے دوران گناہ نہ کیا گیا ہو۔ (بخاری)

۷۴۹

ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے (حضورؐ کی خدمت میں) عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ کیا ہم (عورتیں) آپؐ کے ساتھ مل کر غزوہ اور جہاد نہ کریں (حضورؐ) نے فرمایا کہ تم لوگوں کے لیے سب سے بہتر اور عمدہ ترین جہاد حج ہے (یعنی) وہ حج جس کے دوران گناہ نہ کیا گیا ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے یہ بات سُن چکنے کے بعد میں حج کو کبھی نہیں چھوڑوں گی۔ (بخاری)

تشریح:۔ حضورؐ نے یہاں جو کچھ فرمایا اس سے مراد حج کی اہمیت واضح کرنا تھا۔ خصوصاً خواتین کے لیے۔ حضورؐ کے فرمان کا یہ مطلب نہیں کہ آپؐ نے خواتین کو جہاد میں شامل ہونے سے روکا تھا۔ کیونکہ خود حضرت عائشہؓ اور بعض دوسری صحابیاتؓ حضورؐ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتی رہی ہیں، وہاں ان کا کام زیادہ تر یہ ہوتا تھا کہ زخمیوں کی دیکھ بھال کریں، انہیں پانی پلائیں اور جہاد کے سلسلے میں اور کاموں میں امداد دیں۔

۷۵۰

(حج ایک ایسی عبادت ہے جو صرف ایک ہی جگہ بیٹھ کر نہیں کی جاتی بلکہ اس کی رسوم کو ادا کرنے کے لیے مختلف جگہوں میں پھرنا پڑتا ہے۔ حج کی رسوم کو مناسکِ حج کہا جاتا ہے اور ان مناسکِ حج کو ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ کے علاوہ تین اور میدانوں میں جانا ہوتا ہے جن کے نام مِنیٰ، عَرَفات اور مُزدلفہ ہیں۔ ذوالحجہ کی نو تاریخ کو ہر حاجی نے لازماً عرفات کے میدان میں پہنچنا ہوتا ہے، نو ذوالحجہ کو "یوم عرفہ" کہا جاتا ہے اور اس دن عرفات کے میدان میں پہنچنا اتنا ضروری ہوتا ہے کہ اگر یہ رہ جائے تو پھر حج ہوتا ہی نہیں۔ عام طور پر نو ذوالحجہ ہی کو حج کا دن کہا

جاتا ہے)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ عزّ وجلّ عرفے کے دن سے زیادہ بندوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہو اور بے شک اللہ (اس دن عرفات میں جمع ہونے والوں کے بہت ہی قریب ہو جاتا ہے اور فرشتوں کے سامنے ان پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ کس ارادے سے جمع ہوئے ہیں۔ (مسلم)

تشریح:- اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے یہ فرمانا کہ یہ کس ارادے سے جمع ہوئے ہیں" یا تو یہ مطلب رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مُراد یہ واضح کرنا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ صرف میری رضا حاصل کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہی ہے کہ وہ کس مقصد کے لیے جمع ہوئے ہیں تو سوال کر کے گویا اللہ تعالیٰ اس مقصد کی تعریف فرما رہے ہیں جس کے لیے وہ لوگ جمع ہوئے ہیں۔ یا پھر اس سوال سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جس مقصد کے لیے یہ جمع ہوئے ہیں چونکہ وہ مجھے پسند ہے اس لیے میں اسے پورا فرماؤں گا۔

۷۵۱

حضرت طلحہ بن عُبید اللہ بن کُریز بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان یوم عرفہ سے زیادہ ذلیل، راندہ، حقیر اور غضبناک کسی اور دن نہیں دیکھا گیا اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ خدا کی رحمت (موسلا دھار بارش کی طرح) برس رہی ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہوں کو معاف فرما رہا ہے (انسان کا یہ فائدہ اور اعزاز دیکھ کر وہ اتنی ذلت محسوس کرتا ہے اور اتنا غضبناک ہوتا ہے کہ عرفے کے دن کے سوا اور کسی دن نہیں ہوتا) ہاں البتہ بدر کے دن ایسی ہی حالت میں دیکھا گیا تھا۔ آپؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یا رسولُ اللہ بدر کے دن اس نے کیا دیکھا تھا کہ اس نے اتنی ذلت محسوس کی

اور غیظ و غضب کا شکار ہو گیا) حضورؐ نے فرمایا کہ (اس دن) اُس نے جبرئیلؑ کو دیکھا تھا کہ وہ (مسلمانوں کو جنگ میں امداد دینے کے لیے) فرشتوں کی صفوں کو ترتیب دے رہے تھے (لہٰذا انسان کو اس طرح غیبی امداد ملتی دیکھ کر اس نے سخت ذلت محسوس کی اور غیظ و غضب کا شکار ہو گیا) (مؤطا)

۷۵۲

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص عرفات میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا تھا۔ اچانک وہ اپنی سواری سے گر پڑا اور سواری نے اس کی گردن توڑ دی۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے پانی اور بیری (کے پتوں) سے غسل دو اور اسے دو کپڑوں کا کفن دو یا حضورؐ نے (یوں) فرمایا کہ (اسے) اس کے دو کپڑوں کا (کفن دو) اور اسے حنوط نہ ملو اور نہ اس کا سر ڈھانپو۔ قیامت کے دن خدا اُسے لبیک کہتا اٹھائے گا۔ (بخاری)

تشریح: جب حاجی نے احرام باندھا ہو تو اُسے خوشبو لگانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اور مردوں کو سر ڈھانپنا بھی منع ہے۔ چونکہ اُن صحابیؓ کی وفات حالتِ احرام میں ہوئی تھی۔ اس لیے حضورؐ نے حنوط لگانے اور سر ڈھانپنے سے منع فرمایا اور بتایا کہ قیامت کے دن یہ اسی طرح حالتِ احرام میں تلبیہ پڑھتے اٹھائے جائیں گے۔ حضورؐ کے اس بیان سے حج کے دوران وفات پانے والے انسان کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے۔

۷۵۳

(کلام پاک میں ایک آیت ہے)

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ — آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام

رَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا ط — کردی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کر لیا ہے

(المائدہ : ۳)

طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر اترتی تو ہم اس دن کو عید کا دن بنا لیتے (یعنی) اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (والی آیت)۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اس دن کو جانتا ہوں جس دن یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ اور جس رات نازل ہوئی وہ جمعے کی رات تھی اور ہم (حج کے لیے) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (میدان) عرفات میں تھے۔ (اس طرح اس دن تو گویا دو عیدیں تھیں ایک جمعے کا دن اور دوسرے حج کا دن) (النسائی)

عُمْرَة

عُمرہ کا مطلب ہے "آباد مکان کا ارادہ کرنا"، "زیارت کرنا" اور شریعت کی اصطلاح میں عمرہ وہ چھوٹا حج ہے جو ہر زمانے میں ہو سکتا ہے۔ حج کی طرح اس کے لیے کوئی خاص مہینہ یا خاص تاریخیں معین نہیں۔ جب جی چاہے عمرہ کیا جا سکتا ہے۔ عمرہ کے اعمال صرف یہ ہیں کہ احرام باندھا جائے، خانہ کعبہ کا طواف کیا جائے، صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان سعی کی جائے اور بال اتروا دیئے جائیں، خواتین کے لیے سارے بال اتروانے کی ضرورت نہیں، وہ صرف تھوڑے سے بال کاٹ لیں۔ احادیث میں عمرہ کرنے کی بھی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے۔ خصوصاً اس عمرے کی جو رمضان کے مہینے کے دوران کیا جائے۔

(۷۵۴)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ ایک عمرے کے بعد دوسرا عمرہ کرنا ان سب گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے جو ان دونوں عمروں کے درمیان کئے گئے ہوں اور حج مبرور (یعنی وہ حج جس کے دوران گناہ نہ کیا گیا ہو اس) کا صلہ صرف جنت ہے۔ (بخاری)

۷۵۵

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ یکے بعد دیگرے کرتے رہو۔ کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں۔ (ترمذی)

۷۵۶

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے ایک انصاری خاتون کا نام لیا مگر میں اس کا نام بھول گیا ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ نے بتایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس) انصاری خاتون سے فرمایا کہ تمہیں ہمارے ساتھ حج کرنے سے کس چیز نے روکا۔ اس انصاری خاتون نے (اپنا عذر پیش کرتے ہوئے) عرض کیا کہ ہمارا ایک پانی لانے والا اونٹ تھا اس پر فلاں کا باپ اور اس کا بیٹا، یعنی اس خاتون کا خاوند اور اس کا (اپنا) بیٹا، سوار ہو کر چلے گئے اور ایک پانی لانے والا اونٹ چھوڑ گئے، اس پر ہم پانی لاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ (اچھا، پھر یوں کرنا کہ) جب رمضان ہو تو اس کے دوران عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان میں عمرہ کرنا (ثواب اور فضیلت میں) ایک حج کے برابر ہے۔ (راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے یہ فرمایا) یا اسی کے مثل کچھ فرمایا۔ (بخاری)

تشریح :۔ رمضان کے عمرہ کا ایک حج کے برابر ہونے سے مراد ثواب اور فضیلت میں برابر ہونا ہے۔ جہاں تک حج کی فرضیت کا تعلق ہے ، وہ اپنی جگہ قائم ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ رمضان میں عمرہ کرنے سے کسی کا فرض حج ادا ہو جائے۔

چاہے انسان زندگی میں کتنے ہی عمرے کر لے فرض حج ادا نہیں ہوتا۔ صاحب استطاعت کو اُسے ادا کرنا ہو گا۔

(۷۵۷)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ خدا کے مہمان تین ہیں (ایک) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا اور (دوسرا) حج کرنے والا اور (تیسرا) عمرہ کرنے والا۔ (النسائیؒ)

باب ۳۱

مقاماتِ حج اور مناسکِ حج

فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے چار مختلف مقامات پر پھرنا ہوتا ہے اور حج کی رسوم ادا کرنے میں کم و بیش پانچ چھ دن لگ جاتے ہیں۔ یہ رسوم اسلامی سال کے آخری مہینے ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ سے لے کر بارہویں یا تیرہویں تاریخ تک ادا کی جاتی ہیں۔ ان رسوم کو "مناسکِ حج" کہا جاتا ہے اور جن مقامات پر یہ رسوم ادا کی جاتی ہیں وہ "مقاماتِ حج" کہلاتے ہیں۔ مقاماتِ حج حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مکہ مکرمہ میں خانۂ کعبہ اور اس کے ارد گرد کا کچھ حصہ۔

۲۔ منیٰ کا میدان۔

۳۔ عرفات کا میدان۔

۴۔ مزدلفہ کا میدان۔

مناسکِ حج حسب ذیل ہیں۔

۱۔ احرام باندھنا۔

۲۔ تلبیہ کہنا۔

۳۔ عرفات کی طرف جاتے ہوئے ایک دن اور عرفات سے واپسی پر چند دن منیٰ میں ٹھہرنا جسے "وقوف منیٰ" کہا جاتا ہے۔

۴۔ نو ذوالحجہ کو عرفات میں ٹھہرنا جسے "وقوفِ عرفات" کہا جاتا ہے۔

۵۔ نو اور دس ذوالحجہ کی درمیانی رات کو مزدلفہ میں ٹھہرنا جسے "وقوف مزدلفہ" کہا جاتا ہے۔

۶۔ حجر اسود کو بوسہ دینا جسے "اِستلام" کہا جاتا ہے۔

۷۔ خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانا جسے طواف کہا جاتا ہے۔ پھر مقام ابراہیمؑ پر دو نفل پڑھنا۔

۸۔ صَفا اور مَروہ پہاڑیوں کے درمیان سات دفعہ پھرنا جسے "سَعی" کہا جاتا ہے۔

۹۔ منیٰ میں واقع تین ٹیلوں کو کنکریاں مارنا جسے "رَمی" کہا جاتا ہے۔

۱۰۔ قربانی کرنا۔

۱۱۔ سر کے بال منڈوانا جسے "حلق" کہا جاتا ہے یا بال ترشوانا جسے تقصیر کہتے ہیں۔

۱۲۔ مکۂ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت طواف وداع کرنا۔ وغیرہ۔

ذیل میں وہ احادیث بیان کی جاتی ہیں جن میں مقاماتِ حج کی فضیلت اور بعض مناسک حج کے اجر و ثواب کا ذکر ہے۔

مکۂ مکرّمہ اور حدودِ حرم :-

مکۂ مکرّمہ وہ مبارک شہر ہے جو بہت زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔ یہ وہ متبرک بستی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے سب سے پہلا گھر تعمیر کیا گیا تھا جسے خانۂ کعبہ کہا جاتا ہے اور جو دنیا بھر کے مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

اسے "حَرَم" قرار دیا ہے۔ حَرَم کا مطلب ہے قابلِ احترام علاقہ۔ مکہ مکرمہ کا شہر اور اس کے ارد گرد کا کئی کئی کلومیٹر علاقہ حرم کی حدود میں داخل ہے اور یہ سارا علاقہ "حَرَم" کہلاتا ہے اور اس کی عظمت و احترام کے کچھ آداب و احکام مقرر فرما دیئے گئے ہیں۔ یعنی ان حدود میں بہت سے وہ کام ناجائز ہیں جو ان حدود سے باہر جائز ہیں۔ مثلاً حرم کی حدود کے اندر جنگ نہیں کی جا سکتی، شکار کو قتل نہیں کیا جا سکتا، خود رو گھاس، پودے، پیڑ وغیرہ کاٹے اور اکھاڑے نہیں جا سکتے وغیرہ۔ آٹھ ہجری میں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا تو دن کے کچھ حصّے کے لیے آپؐ کو خصوصی رعایت کے طور پر یہ اجازت ملی کہ آپؐ وہاں جنگ کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد پھر وہ حرمت دوبارہ قائم ہو گئی اور اب قیامت تک قائم رہے گی۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بابرکت بستی میں پیدا ہوئے تھے اور یہاں آپؐ نے زندگی کے کم و بیش باون تریپن [۵۲، ۵۳] برس گزارے تھے۔ پھر جب یہاں کے کفّار نے حضورؐ کو اور مسلمانوں کو بہت زیادہ تنگ کیا تو حضورؐ کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں یہاں سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جانا پڑا۔ حضورؐ کے چلے جانے کے بعد سات آٹھ برس تک یہاں کافروں ہی کا قبضہ رہا۔ پھر آٹھویں ہجری میں حضورؐ نے اسے فتح کر کے یہاں سے کفر کے نشانات مٹا دیئے۔ حضورؐ کو یہ پاک بستی بہت عزیز تھی۔

۷۵۸

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ (اے مکہ) تو کس قدر پاک اور پاکیزہ شہر ہے اور تو مجھے کس قدر محبوب ہے۔ اگر میری قوم مجھے تجھ سے نکال نہ دیتی تو میں تیرے سوا اور کہیں نہ بستا۔

(ترمذی)

(۷۵۹)

سعید بن ابی سعید مقبری بیان کرتے ہیں کہ (امیر معاویہؓ کے زمانے میں صحابی رسولؐ) حضرت ابو شُریح عَدَوِیؓ نے (امیر معاویہؓ کے ایک والی) عمرو بن سعید سے جو مکہ مکرمہ کی طرف فوجیں بھیج رہا تھا، فرمایا کہ اے امیر، مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو وہ بات بتاؤں جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے دن فرمائی تھی۔ اس بات کو میرے دونوں کانوں نے سُنا اور میرے دل نے اسے یاد رکھا اور جب حضورؐ یہ بات فرما رہے تھے تو میری دونوں آنکھیں آپؐ کو دیکھ رہی تھیں۔ آپؐ نے (پہلے) اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر فرمایا کہ بے شک مکے کو (خود) اللہ نے حرام قرار دیا ہے (کوئی) لوگوں نے اسے حرام نہیں کیا۔ پس جو شخص بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس میں خون بہائے یا یہاں کا درخت کاٹے۔ اور اگر کوئی شخص خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ کے باعث اس کی اجازت سمجھے تو اسے بتا دو کہ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی تھی مگر تم لوگوں کو نہیں دی اور مجھے بھی اس نے اجازت دن کے تھوڑے سے حصے کے لیے دی تھی۔ آج اس کی حرمت پھر اسی طرح لوٹ آئی ہے جیسے کل تھی۔ اور (یہ ارشاد فرما کر آپؐ نے پھر یہ بھی فرمایا کہ) جو شخص (اس وقت) حاضر ہے (اور اس نے یہ بات سُنی ہے) اُسے چاہیئے کہ یہ بات اُس شخص کو بتا دے جو (اس وقت) حاضر نہیں ہے ...... (بخاری)

تشریح:- اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حرم کی حُرمت پر کتنا زور دیا گیا ہے۔ حضورؐ کا یہ فرمانا کہ "جو حاضر ہے وہ اس بات کو اُسے بتا دے جو حاضر نہیں" یہ بتاتا ہے کہ حضورؐ چاہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس بات کا علم ہو جائے کہ حرم کی حرمت کو توڑا نہیں جا سکتا یعنی یہاں وہ تمام کام نہیں کیے جا سکتے جن کا اوپر ذکر ہو چکا

ہے اور جنہیں وہاں کرنے سے حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔

مسجد حرام :-

مکہ مکرمہ میں ایک بہت بڑی مسجد ہے جسے "مسجد حرام" کہا جاتا ہے۔ مسجد حرام کا مطلب ہے "قابل احترام مسجد" یا "حرمت والی مسجد" مسجد حرام دنیا کی تمام مساجد میں افضل مسجد ہے۔

(۷۶۰)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنا دوسری مساجد میں ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔ (مسلم)

تشریح :- اس حدیث میں درحقیقت حضورؐ نے اپنی مسجد یعنی مدینہ منورہ میں واقع مسجد نبوی کی فضیلت بیان کی ہے کہ وہاں ایک نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مساجد میں ہزار نمازیں پڑھنے سے زیادہ ہے۔ مگر اسی حدیث میں مسجد حرام کی فضیلت کی طرف بھی اشارہ موجود ہے۔ کیونکہ حضورؐ نے دوسری مساجد میں سے مسجد حرام کو مستثنیٰ کر دیا ہے اور فرمایا ہے کہ سوائے مسجد حرام کے۔ یعنی مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب بھی دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کی نسبت بہت زیادہ ہے۔

خانۂ کعبہ :-

مسجد حرام کے صحن میں اللہ تعالیٰ کا وہ بابرکت گھر ہے جسے خانۂ کعبہ کہا جاتا ہے اور جس کی طرف منہ کر کے دنیا بھر کے مسلمان نماز پڑھتے ہیں۔ خانۂ کعبہ ایک مربع عمارت ہے جو پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ ساری عمارت پر سیاہ رنگ کا خوب صورت غلاف

چڑھا ہوا ہے۔ خانۂ کعبہ کی سطح زمین سے کافی اونچی ہے۔ اتنی کہ اندر جانے کے لیے سیڑھی استعمال کی جاتی ہے۔ خانۂ کعبہ کا ایک ہی دروازہ ہے جو عمارت کی شرقی دیوار میں بنا ہوا ہے۔ عمارت کے اندر ستون ہیں جن پر خانۂ کعبہ کی چھت قائم ہے۔ جب خانۂ کعبہ کے اندر نماز پڑھی جائے تو کسی خاص سمت کی طرف منہ کرنا ضروری نہیں۔ جس طرف جی چاہے منہ کر لیا جائے، کیونکہ جس طرف بھی منہ کیا جائے گا اُس طرف خانۂ کعبہ ہی کی کوئی دیوار ہو گی۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ نے خانۂ کعبہ کے اندر نماز ادا کی تھی۔

۷۶۱

حضرت سالم اپنے والد (حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ) کے بارے میں بتاتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اسامہؓ بن زیدؓ اور حضرت بلالؓ اور حضرت عثمانؓ بن طلحہ خانۂ کعبہ میں داخل ہوئے اور دروازہ بند کر لیا پھر جب انہوں نے دروازہ کھولا تو میں پہلا تھا جو اندر داخل ہوا اور بلالؓ مجھے ملے تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر نماز ادا کی ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں، دو یمنی ستونوں کے درمیان نماز ادا کی ہے۔ (بخاری)

۷۶۲

حضرت نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ جب کعبے میں داخل ہوتے تو سامنے چلتے اور دروازے کی طرف ان کی پشت ہوتی اور وہ چلتے رہتے، یہاں تک کہ ان کے اور ان کے سامنے والی دیوار کے درمیان تقریباً تین گز کا فاصلہ رہ جاتا۔ پھر نماز پڑھتے اور اس جگہ کا قصد کرتے جس کے متعلق (انہیں) حضرت بلالؓ نے بتایا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی تھی (یہ بات بیان کر کے حضرت نافعؒ نے فرمایا کہ) کسی شخص پر کچھ حرج نہیں کہ خانۂ کعبہ میں جس جانب

بھی چاہے نماز پڑھ لے۔ (بخاری)

۷۶۳

(مکہ مکرمہ میں جب تک کافروں کا قبضہ رہا انہوں نے خانۂ کعبہ کے اندر بھی بت رکھے ہوئے تھے۔ پھر جب مسلمانوں نے مکہ مکرمہ کو فتح کر لیا تو خانہ کعبہ کو اس گندگی سے پاک کیا گیا)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ (فتح مکہ کے بعد) جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (حرم میں) تشریف لائے تو آپؐ نے خانہ کعبہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا (کیونکہ) اس میں بُت (رکھے) تھے۔ حضورؐ نے ان کے بارے میں حکم دیا تو انہیں (خانہ کعبہ سے) نکال دیا گیا۔ صحابہ کرامؓ نے (جو بت) نکالے (ان میں) حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے بت (بھی تھے) جن کے ہاتھوں میں فال کے پانسے تھے اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا ان (مشرک) لوگوں کو ہلاک کرے، خدا کی قسم وہ جانتے تھے کہ ان دونوں (یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام) نے کبھی بھی فال کے پانسوں کے ذریعے قسمت معلوم نہیں کی تھی۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور اس کے (مختلف) اطراف میں تکبیر کہی اور (اس وقت) وہاں نماز ادا نہ کی (بخاری)

تشریح :۔ حضورؐ نے اس وقت کسی وجہ سے وہاں نماز ادا نہ کی مگر بعد میں جیسے کہ اُوپر کی احادیث سے واضح ہے حضورؐ نے خانۂ کعبہ کے اندر نماز ادا فرمائی۔

۷۶۴

(جب حضرت ابراہیمؑ نے خانۂ کعبہ بنایا تھا تو اسے مربع نہیں بلکہ مستطیل بنایا تھا۔ پھر ایک بار جب قریش نے اسے از سرِ نو بنایا تو ان کے پاس عمارت

کا سامان کم پڑ گیا تو انہوں نے خانۂ کعبہ کا کچھ حصّہ باہر نکال کر اسے مربع بنا دیا یہ حصّہ جو باہر نکالا گیا اس کے گرد دیوار بنا دی گئی تاکہ واضح رہے کہ یہ حصّہ کبھی خانۂ کعبہ کے اندر تھا۔ اس حصّے کو "حطیم" کہا جاتا ہے اور چونکہ یہ حصّہ شروع میں خانہ کعبہ کے اندر تھا اس لیے اس میں نماز پڑھنے کا اتنا ہی ثواب ہے جتنا خانۂ کعبہ کے اندر پڑھنے کا۔ کتب احادیث میں حطیم کے لیے "حجر" کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں خانہ کعبہ کے اندر جا کر نماز پڑھنا چاہتی تھی تو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے حجر (یعنی حطیم) میں داخل کر دیا اور فرمایا کہ جب تو خانۂ کعبہ میں داخل ہونا چاہیے تو حجر میں نماز پڑھ لے کیونکہ یہ خانۂ کعبہ ہی کا ایک حصّہ ہے۔ تیری قوم (قریش) نے جب خانۂ کعبہ کو بنایا تو انہوں نے اسے بنانے میں کوتاہی کی اور اس حصّے کو خانۂ کعبہ سے باہر نکال دیا۔

(ابوداؤد)

حجرِ اَسوَد :-

خانۂ کعبہ کے دروازے کی دائیں جانب عمارت کے جنوب مشرقی کونے میں حجر اسود نصب ہے۔ حجر کا مطلب ہے پتھر اور اسود کالے کو کہتے ہیں۔ لہذا "حجراسود" کا مطلب ہے کالا پتھر۔ جب حاجی طواف کرتا ہے تو اس پتھر کو چوم کر یہیں سے طواف شروع کرتا ہے۔ حجر اسود کو چومنے کو "اِستِلام" کہا جاتا ہے حجر اسود کے بارے میں جو روایات ملتی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بہت فضیلت والا پتھر ہے۔

۷۰۵

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ حجر اسود جنّت کا پتھر ہے۔ (النسائی)

۷۶۶

حضرت سُوَیْد بن غَفَلَہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حجراسود کو بوسہ دیا اور اُس سے چمٹ گئے اور فرمایا کہ میں نے ابوالقاسم (یعنی رسولِ خدا) صلیّ اللہ علیہ وسلّم کو تجھ پر مہربان دیکھا۔ (النسائی)

۷۶۷

عابس بن رَبِیعَہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حجراسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا اور (حجراسود کو مخاطب کرکے) فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تُو ایک پتھر ہے۔ (بس) نہ تو نقصان دے سکتا ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے۔ اگر میں نے رسولِ خدا صلیّ اللہ علیہ وسلّم کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا۔ (البخاری)

تشریح:۔ حضرت عمرؓ نے حجراسود کو مخاطب کرکے جو کچھ فرمایا اس سے ان کی مُراد صرف یہ واضح کرنا تھا کہ اس پتھر میں کوئی ذاتی کرامت نہیں بلکہ اسے متبرک سمجھنا اور اسے بوسہ دینا رسول خدا صلیّ اللہ علیہ وسلّم کی پیروی میں کیا جاتا ہے۔ عقیدۂ توحید کا تقاضا یہ ہے کہ کسی شئے میں بھی کوئی ذاتی کرامت نہ سمجھی جائے اور ایمان ہو کہ اختیارات سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کے اپنے ہاتھ میں ہیں، جو کچھ بھی ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے البتہ جس انسان یا شئے کو اس نے فضیلت عطا فرمائی ہے اُسے فضیلت والا سمجھا جائے اور جن اعمال کے بجا لانے کا اس نے حکم فرمایا ہے وہ اعمال بجالائے جائیں۔

۷۶۸

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے

حجرِ اسود کے بارے میں فرمایا: خدا کی قسم، اللہ اُسے قیامت کے دن ضرور اٹھائے گا (اور یہ اس حالت میں ہوگا کہ) اس کی دو آنکھیں ہوں گی، جن سے یہ دیکھے گا اور ایک زبان ہوگی جس سے یہ بات کرے گا اور جس نے اسے حق کے ساتھ چوما ہوگا، اس پر گواہی دے گا۔ (ترمذی)

زمزم :-

زمزم ایک چشمہ ہے جو مسجد حرام کے صحن میں واقع ہے۔ یہ چشمہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت جاری فرمایا تھا جب خدا کے برگزیدہ نبی حضرت ابراہیمؑ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل فرماتے ہوئے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور اپنے شیرخوار بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو تنہا اس جگہ چھوڑ گئے تھے۔ اس وقت نہ یہاں مکّہ مکرّمہ کا شہر تھا نہ مسجد حرام تھی اور نہ کوئی انسان رہتا تھا۔ پینے کو پانی تک نہ تھا حضرت اسمٰعیلؑ پیاس کے باعث بے چین ہو گئے اور حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر دوڑتی پھریں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے یہ چشمہ جاری فرما دیا۔ جس نے ان پیاسوں کو پانی بہم پہنچایا۔ یہ واقعہ آج سے کم و بیش چار ہزار برس پہلے کا ہے۔ پھر بیچ میں ایک عرصے کے لیے یہ چشمہ بند رہا اور اس کا نشان بھی مٹ گیا۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے دادا عبد المطلب کے ہاتھوں یہ از سرِ نو جاری ہوا اور اس وقت سے لے کر آج تک یہ مسلسل جاری ہے اور سارے عالم اسلام کے حاجیوں کو سیراب کرتا ہے۔ اس بابرکت چشمے کے پانی کو پینا کارِ ثواب سمجھا جاتا ہے اور حضورؐ نے تلقین فرمائی ہے کہ اس کا پانی خوب سیر ہوکر پیا جائے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی اس چشمے کے پانی کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اس میں خُدا نے شفا بھی رکھی ہے، غذائیت بھی، اجر بھی اور برکت بھی۔"

۷۶۹

محمد بن عبدالرحمٰنؒ بن ابی بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا۔ انہوں نے آنے والے سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ زمزم سے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا پانی اس طرح پیا ہے جیسے کہ پینا چاہیئے۔ اس نے پوچھا کہ کیسے (پینا چاہیئے) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب تم اس کا پانی پیو تو قبلے کی طرف رخ کرلو اور اللہ کا نام لو اور (پینے کے دوران) تین دفعہ سانس لو اور اسے خوب سیر ہو کر پیو اور جب (پینے سے) فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہمارے اور منافقوں کے درمیان نشانی (یعنی نمایاں فرق) یہ ہے کہ وہ زمزم کو خوب سیر ہو کر نہیں پیتے۔ (ابن ماجہ)

تشریح:- زمزم کے پانی میں کچھ کھاراپن ہوتا ہے۔ جن کے دلوں میں ایمان راسخ نہ تھا اور صرف ظاہری طور پر ایمان کا اظہار کرتے تھے وہ اسے زیادہ پینا پسند نہیں کرتے تھے مگر سچے مومن اس کے پینے کو کارِ ثواب سمجھ کر زیادہ پیتے اور کھارے پن کی پرواہ نہ کرتے تھے۔

تلبیۃ :-

حج کا پہلا رکن یہ ہے کہ حاجی حج کا ارادہ کرکے احرام باندھتا ہے۔ احرام حج کے خاص لباس کو کہتے ہیں۔ احرام باندھنے کے ساتھ ہی تلبیہ کہنا شروع کر دیا جاتا ہے۔ تلبیہ کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

لَبَّيْكَ ۝ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ۝ ▪ میں تیرے حضورؐ میں حاضر ہوں۔

لَبَّیْکَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ۝ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ ■

اے اللہ میں تیرے حضور میں حاضر ہوں۔ میں تیرے حضور میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں، میں تیرے حضور میں حاضر ہوں۔ بے شک تعریف سب تیرے ہی لیے ہے۔ اور نعمتیں سب تیری ہی دی ہوئی ہیں۔ اور بادشاہی تیرا ہی حق ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔"

جب حضرت ابراہیمؑ نے خدا کے حکم سے خانۂ کعبہ کو تعمیر کیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا تھا کہ اب حج کی منادی کر دتا کہ لوگ پیدل بھی اور سوار ہو کر بھی اس گھر کا حج کرنے کے لیے آئیں۔ اب جب حاجی پکارتا ہے کہ

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ۝ (میں تیرے حضور میں حاضر ہوں، اے خدا، میں تیرے حضور میں حاضر ہوں)

تو درحقیقت وہ اسی پکار کا جواب دیتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ خدا واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، تعریف سب اسی کے لیے ہے، نعمتیں سب اسی کی عطا کی ہوئی ہیں اور اقتدار صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔

(۷۷۰)

حضرت سہلؓ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان تلبیہ کہتا ہے تو اس کے دائیں اور بائیں جانب جتنے پتھر اور درخت اور ڈھیلے ہوتے ہیں (وہ سب بھی) تلبیہ کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ادھر بھی اور ادھر بھی زمین کے انتہائی کناروں تک ایسے ہی ہوتا ہے۔ (ترمذی)

تشریح :- مراد یہ ہے کہ تلبیہ پڑھنے والے کے مشرق کی طرف بھی اور

مغرب کی طرف بھی زمین کے آخری کناروں تک جتنے درخت، پتھر اور ڈھیلے ہوتے ہیں۔ وہ سب بھی تلبیہ پڑھتے ہیں۔

طواف :-

حج کا ایک اہم رُکن خانہ کعبہ کا طواف کرنا ہے۔ لغت میں طواف کا مطلب ہے کسی چیز کے اردگرد چکر لگانا اور شرعی اصطلاح میں طواف یہ ہے کہ خانہ کعبہ کے اردگرد چکر لگائے جائیں۔ طواف کا طریقہ یہ ہے کہ حجرِ اسود کو چوم کر وہاں سے دائیں طرف طواف شروع کیا جاتا ہے۔ ایک چکر پورا کرکے دوبارہ جب حجرِ اسود آجائے تو پھر اُسے چوم کر اگلا چکر شروع کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح سات چکر لگائے جاتے ہیں تو پھر ایک طواف ہوتا ہے ہر چکر میں اِستلام کرنا ہے استلام یہ ہے کہ حجرِ اسود کو چومنا ہے اور خانہ کعبہ کے جنوب مغربی کونے کو جسے "رُکنِ یمانی" کہا جاتا ہے چھُونا ہے۔ طواف کرکے پھر مقامِ ابراہیمؑ پر دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ مقامِ ابراہیمؑ بھی ایک مبارک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی دیواروں کو بلند کیا تھا۔ یہ پتھر مسجدِ حرام میں خانہ کعبہ کے دروازے سے کچھ فاصلے پر حفاظت سے رکھا ہے۔ خانہ کعبہ کا طواف کرنا بہت زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہوتا ہے۔

۱۷۷

حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیرؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے (حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے) عرض کیا کہ اے ابو عبدالرحمٰن میں دیکھتا ہوں کہ آپ صرف ان دو کونوں ہی کا اِستلام کرتے ہیں۔ (یعنی حجرِ اسود کو چومتے ہیں اور رُکنِ یمانی کو چھوتے ہیں مگر خانہ کعبہ کے باقی دو کونوں کو نہیں چھوتے) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ ان

دونوں (یعنی حجرِ اسود اور رکن یمانی) کو چھونا گناہ کو مٹاتا ہے اور میں نے آپؐ کو یہ بھی فرماتے سُنا کہ جو شخص سات بار طواف کرے گویا اُس نے ایک غلام آزاد کیا۔ (نسائی)

تشریح:۔ اس حدیث کی تشریح کے لیے اس سے اوپر والا نوٹ دیکھ لیا جائے۔

۷۷۲

حضرت عُبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ حجرِ اسود اور رُکن یمانی کا اِستلام کرنے کے لیے لوگوں (کی بھیڑ میں گھس گھسا کر ان) پر غلبہ کیا کرتے تھے۔ (کہ کسی طرح اِستلام کر لوں) میں نے ان سے عرض کیا کہ اے ابو عبدالرحمٰنؓ آپ حجرِ اسود اور رُکن یمانی کا اِستلام کرنے کے لیے اس طرح لوگوں پر غلبہ کرتے ہیں کہ میں نے اصحابِؓ النبیؐ میں سے کسی کو اس پر ایسے غلبہ کرتے نہیں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ایسے کرتا ہوں تو صرف اس لیے کہ) میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ان دونوں کو چھونے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور میں نے حضورؐ کو یہ بھی فرماتے سنا کہ جو شخص اس گھر (یعنی خانۂ کعبہ) کے گرد سات چکر لگائے اور اس کا خیال رکھے (کہ کمی یا زیادتی نہ ہونے پائے اور آدابِ طواف پورے ہوں) تو اس کا ایسے کرنا غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا۔ اور میں نے حضورؐ کو یہ بھی فرماتے سنا کہ جب طواف کرنے والا (طواف کرتے ہوئے) ایک قدم رکھتا ہے اور دوسرا قدم اٹھاتا ہے تو اللہ اس کے باعث اس کا ایک گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ (ترمذی)

تشریح:۔ اس حدیث کی تشریح کے لیے اوپر لکھا ہوا نوٹ پڑھ لیا جائے اس کے علاوہ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بخشش حاصل کرنے اور نیکیاں کمانے کے بے پناہ شوق کے باعث پوری کوشش فرماتے کہ حجرِ اسود

کو بوسہ دے لیں اور رکن یمانی کو چھو لیں۔ ویسے اگر ہجوم زیادہ ہو اور گھسنے کی کوشش کرتے ہوئے کسی کو ایذا پہنچنے کا خطرہ ہو تو ازدحام کے اندر گھسنے سے پرہیز کرنا پسندیدہ ہے۔ ایک اصولی بات بیان کر دی گئی ہے کہ اگر لوگوں کی کثرت کے باعث حجر اسود کو چومانہ جاسکے تو اس بات کی اجازت ہے کہ ہاتھ سے حجر اسود کو چھو کر اس ہاتھ کو چوم لیا جائے۔ لیکن اگر ایسا کرنا بھی دشوار ہو تو چھڑی، لکڑی یا کسی اور شئے سے حجر اسود کو چھوا جائے اور پھر اس شئے کو چوم لیا جائے۔ لیکن اگر کسی چیز سے بھی چھونا ممکن نہ ہو تو پھر اس کی بھی اجازت ہے کہ ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو حجر اسود کی طرف کر کے اور ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر ہاتھوں کو چوم لیا جائے۔

قربانی :-

حج کا ایک خاص رُکن قربانی دینا ہے۔ یہ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی قربانی کی یادگار ہے۔ کتب احادیث میں قربانی کی بہت فضیلت آئی ہے۔

۷۷۳

حضرت زیدؓ بن ارقمؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ، یہ قربانیاں کیا ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے انھوں نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ، اس (سنت پر عمل کرنے) سے ہمیں کیا فائدہ پہنچے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ (تمہیں قربانی کے جانور کے جسم کے) ہر بال کے عوض ایک نیکی ملے گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا اور (اس کی) اون (کا کیا حکم ہے) یارسولؐ اللہ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اون کے ہر بال کے عوض ایک نیکی (ملے گی)

(ابن ماجہ)

(۷۷۴)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کے دن آدمؑ کا بیٹا کوئی ایسا عمل نہیں کرتا جو اللہ کو خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ محبوب ہو اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور ناخنوں اور بالوں سمیت آئے گا اور (قربانی کا) خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک رتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ پس (اے مسلمانو) قربانی کر کے اپنے دلوں کو خوش کرو۔ (یعنی قربانی سے بڑے ثواب کی امید رکھو) (ابن ماجہ)

حلق یا تقصیر :-

رسوم حج میں سے ایک رسم بال اتروانا ہے۔ جسے حلق یا تقصیر کہا جاتا ہے مردوں کو سارے بال اتروانے ہوتے ہیں اور عورتوں کو یہ حکم ہے کہ تھوڑے سے بال پکڑ کر کاٹ دیں۔ اس رسم کی بھی بڑی فضیلت ہے۔

(۷۷۵)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے خدا سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔ لوگوں نے عرض کیا اور بال ترشوانے والوں کو (بھی) حضورؐ نے (پھر وہی) فرمایا کہ اے خدا سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔ لوگوں نے (بھی اسی بات کو پھر) کہا اور (بال ترشوانے والوں کو (بھی)۔ اس بات کو تین دفعہ کہا۔ (اس کے بعد) حضورؐ نے فرمایا کہ بال ترشوانے والوں کو (بھی بخش دے) (بخاری)

تشریح :- بال اتروانا بھی دو طرح کا ہوتا ہے ایک منڈوانا جسے حلق

کہلاتا ہے اور دوسرے بال ترشوانا جسے تقصیر کہتے ہیں۔ دونوں ہی کی اجازت ہے۔ مگر اس حدیث میں جو حضورؐ نے پہلے کئی بار سر منڈوانے والوں کے لیے دعا کی اور پھر آخر میں بال ترشوانے والوں کے لیے کی اس سے پایا جاتا ہے کہ سر منڈوانا زیادہ فضیلت کی بات ہے۔

مدینۂ منوّرہ کی فضیلت :-

ویسے تو آٹھ ذوالحجہ سے لے کر بارہ یا تیرہ ذوالحجہ تک ادا کیے جانے والے مناسک حج ادا کر لینے سے حج مکمل ہو جاتا ہے تاہم یہ انسان کی بے نصیبی ہے کہ وہ حج کو جائے اور پھر مدینۂ منورہ کی مسجد نبویؐ کی زیارت کیے بغیر واپس آجائے لہٰذا غالب اکثریت انہیں حاجیوں کی ہوتی ہے جو حج کے ساتھ زیارتِ مدینہ کے لیے ضرور جاتے ہیں۔ مدینۂ منوّرہ اور مسجد نبوی کی فضیلت اسی سے ظاہر ہے کہ یہ مبارک شہر حضورؐ کی طرف منسوب ہے اور اس بابرکت مسجد کی تعمیر میں حضورؐ کے اپنے مبارک ہاتھوں نے حصہ لیا۔ مدینۂ منوّرہ کا اصلی نام یثرب تھا۔ پھر جب حضورؐ نے یہاں ہجرت فرمائی تو اس کا نام مَدِیْنَۃُ النَّبِیّ" رکھ دیا گیا یعنی نبیؐ کا شہر۔ آہستہ آہستہ یہ نام محض مدینہ ہو کر رہ گیا۔ آپؐ کو مدینے سے بے انتہا محبت تھی۔

(۷۷۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آتے اور مدینے کی دیواروں پر نگاہ ڈالتے تو اپنے سواری کے اونٹ کو تیز چلانے اور اگر (کسی اور) جانور پر سوار ہوتے تو مدینے کی محبّت کے باعث اسے حرکت دیتے (تاکہ وہ تیز چلے اور آپؐ جلدی مدینۂ منورہ پہنچ جائیں)　　(بخاری)

۷۷۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ لوگ جب (موسم کا) پہلا پھل دیکھتے تو اسے لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ جب حضورؐ اسے لیتے تو فرماتے، اے اللہ، ہمیں ہمارے پھلوں میں برکت دے اور ہمیں ہمارے مدینے میں برکت دے اور ہمیں ہمارے "صاع" میں برکت دے اور ہمیں ہمارے "مُد" میں برکت دے۔ اے اللہ، ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تیرے بندے اور تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے اور بے شک میں (بھی) تیرا بندہ اور تیرا نبیؐ ہوں۔ انہوں نے تجھ سے مکّے کے لیے دعا کی تھی تو جتنی انہوں نے مکّے کے لیے دعا کی تھی اتنی اور اس کے برابر اور بھی، میں تجھ سے مدینے کے لیے دعا کرتا ہوں۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضورؐ اپنے سب سے چھوٹے بچے کو بلاتے اور وہ پھل اسے عطا فرما دیتے۔ (مسلم)

تشریح :۔ اس حدیث کی تشریح میں بتایا گیا ہے کہ "اپنے سب سے چھوٹے بچے" سے مراد یہ ہے کہ حضورؐ اہلِ بیت کے بچوں میں سے سب سے چھوٹے بچے کو بلا کر وہ پھل اسے عطا فرما دیتے۔ اسی مضمون کی ایک اور حدیث ہے جس کے آخر میں یہ بیان ہوا ہے کہ حضورؐ کی مجلس میں جو بچے حاضر ہوتے ان میں سے سب سے چھوٹے بچے کو وہ پھل عنایت فرما دیتے۔ حدیث میں "مُد" اور "صاع" کا جو ذکر ہوا ہے تو یہ دونوں اُن کے ہاں پیمانے تھے جن سے اشیاء ناپی جاتی تھیں۔

۷۷۸

حضرت عبداللہؓ بن زید بن عاصم بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ ابراہیمؑ نے مکہ مکرّمہ کو حرم بنایا تھا اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے دعا کی تھی اور میں مدینہ منورہ کو حرم بناتا ہوں جیسے کہ ابراہیمؑ نے مکہ مکرّمہ کو حرم بنایا تھا اور جتنی ابراہیمؑ نے مکے والوں کے لیے دعا کی تھی میں نے مدینے کے صاع اور مُد کے لیے اس سے دُگنی دعا کی ہے۔ (مسلم)

تشریح:۔ علمائے کرام نے واضح فرمایا ہے کہ حضورؐ کے مدینے کو "حرم" کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مدینے کی کماحقہٗ عزّت وتکریم کی جائے، اس کے اندر ممنوع افعال کرنے سے پرہیز کی جائے۔ اور اس کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہاں زندگی گزاری جائے۔ باقی مکہ مکرّمہ کی حرمت جس طور پر آئی ہے ٹھیک اسی طور کی مدینہ منورہ کی حرمت نہیں۔

۷۷۹

حضرت جابرؓ بن سمُرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے مدینے کا نام طابہ رکھا ہے (یعنی پاک اور صاف، معطر اور خوشبودار) (مسلم)

۷۸۰

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد (پہاڑ) کی طرف دیکھا (جو مدینہ منورہ کے قریب واقع ہے) اور فرمایا کہ اُحد ایک (ایسا) پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ (مسلم)

۷۸۱

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ہم مدینے آئے تو وہ ایک وبائی سرزمین تھی۔

سو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ بیمار ہو گئے۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کی بیماری ملاحظہ فرمائی تو آپؐ نے دعا فرمائی۔ "اے خدا، جس طرح تو نے ہمیں مکے کی محبت عطا فرمائی تھی اسی طرح ہمیں مدینے کی محبت عطا فرما، یا اس سے بھی زیادہ (محبت عطا فرما) اور یہاں کی آب و ہوا صحت بخش بنا دے اور ہمارے "صاع" اور "مُد" میں برکت عطا فرما اور یہاں کے بخار کو جحفہ کی (سرزمین کی طرف) منتقل فرما دے۔" (مسلم)

تشریح: جُحفَہ کے علاقے میں یہودی رہتے تھے جو مسلمانوں سے سخت قسم کی دشمنی اور عناد رکھتے تھے۔

۷۸۲

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص اہل مدینہ سے مکر و فریب کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ (یعنی تباہ و برباد ہو جائے گا) (بخاری)

۷۸۳

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اس شہر یعنی مدینے کے رہنے والوں کے ساتھ کوئی برائی کرنے کا ارادہ کیا، اللہ تعالیٰ اُسے اس طرح پگھلا دے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ (مسلم)

۷۸۴

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ

وسلّم نے فرمایا کہ مدینہ حرم ہے، پس جو کوئی اس میں کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعت کرنے والے کو پناہ دے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن نہ اس کا کوئی فرض قبول ہوگا اور نہ نفل (یا نہ فدیہ قبول ہوگا نہ توبہ قبول ہوگی) (مسلم)

تشریح:۔ بدعت کا مطلب ہے "نئی بات" اور نئی باتیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک وہ نئی بات جو خدا اور رسولؐ کے احکام کے مطابق ہو اور دوسرے وہ نئی بات جو خدا اور رسولؐ کے احکام کے خلاف ہو۔ اس حدیث میں جس نئی بات کا ذکر ہے یہ وہ نئی بات ہے جو خدا اور رسولؐ کے احکام کے خلاف ہو۔ مدینۂ منورہ اہل اسلام کا مرکز تھا۔ وہاں اس قسم کی بدعتیں شروع کرنے والے پر حضورؐ نے لعنت فرمائی ہے۔

۷۸۵

[روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم اہل مدینہ کا مدینے کے اندر ہی رہنا پسند فرماتے تھے۔ حضورؐ نے پیشین گوئی فرمائی کہ جب مسلمان دوسرے علاقے فتح کرلیں گے تو پھر اہل مدینہ ان علاقوں میں جاکر بسنا شروع کردیں گے حالانکہ مدینے میں رہنا ان کے لیے بہتر ہوگا۔]

عامر بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے بتایا کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میں مدینے کی دو کالی پتھریلی زمینوں کے درمیانی حصّے کو حرم قرار دیتا ہوں۔ یہاں کے خاردار درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ یہاں کا شکار قتل کیا جائے اور فرمایا کہ مدینہ اہل مدینہ کے لیے بہتر ہے۔ کاش کہ وہ (اس حقیقت کو) جانتے ہوتے جو شخص مدینے سے بے رغبتی کرکے اسے چھوڑ جائے گا، خدا اس کی جگہ مدینے میں کسی ایسے شخص کو بسائے گا جو اس (چھوڑنے والے) سے بہتر ہوگا اور جو شخص مدینے کی مصیبتوں اور محنت و مشقت پر صبر کرے گا (اور ان تکالیف کے باعث

مدینے کو چھوڑ کر نہیں جائے گا) میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (مسلم)

۵۸۶

سفیان بن ابی زہیر بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شام (کا ملک) فتح ہوگا تو بعض لوگ اپنے اہل و عیال کو لیکر سواریاں ہنکاتے ہوئے مدینے سے نکل جائیں گے (اور شام جا پہنچیں گے) حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہوگا۔ کاش کہ وہ (اس حقیقت کو) جانتے ہوتے۔ پھر یمن فتح ہوگا تو بعض لوگ اپنے اہل و عیال کو لے کر سواریاں ہنکاتے ہو نکلیں گے (اور یمن جا پہنچیں گے) حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہوگا کاش کہ وہ (اس حقیقت کو) جانتے ہوتے۔ پھر عراق فتح ہوگا تو بعض لوگ اپنے اہل و عیال کو لے کر سواریاں ہنکاتے مدینے سے نکلیں گے (اور عراق جا پہنچیں گے) حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہوگا۔ کاش کہ وہ (اس حقیقت کو) جانتے ہوتے۔ (مسلم)

تشریح:۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فہم و فراست کی بنا پر اسی بات کو پسند فرماتے تھے کہ اہل مدینہ مدینے کے اندر ہی رہیں۔ مدینہ اہل اسلام کا مرکز تھا اور اہل مدینہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہے تھے اور انہوں نے آپؐ کی زندگی کا اچھی طرح مطالعہ کیا تھا۔ دین اسلام اور اسلامی طرز زندگی کو جتنا وہ جانتے تھے اتنا وہ لوگ نہیں جانتے تھے، جو مرکز اسلام سے دور رہے تھے ان دین شناس لوگوں کا اسلام کے مرکز میں اکٹھے رہنا مسلمانوں کے باہمی اتحاد اور مرکز کی مضبوطی کے لیے بہت زیادہ مفید تھا۔ بعد میں جو کچھ ہوا اس نے واضح کر دیا کہ حضورؐ نے اہل مدینہ کے مدینے ہی میں رہنے پر کیوں زور دیا تھا۔ حضورؐ کے بعد جب بہت سے علاقے فتح ہو گئے اور بعض صحابہؓ مختلف علاقوں میں جا کر بس گئے تو جو صحابیؓ جس جگہ جا کر بیٹھے وہ وہاں کی اردگرد کی آبادی کا مرکز بن گئے

اس طرح کئی علاقوں میں یہ صورت پیدا ہو گئی کہ وہاں صحابہؓ کے ارد گرد کی آبادی نے انہیں مرکز بنا لیا۔ لہٰذا اس قسم کے کئی مراکز قائم ہو گئے۔ یہ صورت حالات ایک حد تک باہمی اختلافات پیدا کرنے اور ان کے بڑھ جانے کا باعث بنی۔ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے جو مومنانہ فراست عطا فرمائی ہوئی تھی اس کی بنا پر آپؐ کو یہی پسند تھا کہ اہل مدینہ مدینے کے اندر ہی رہیں مگر چونکہ آپؐ نے انہیں مدینہ چھوڑنے سے حکماً منع نہیں فرمایا تھا اس لیے بعض صحابہؓ نے آپؐ کے بعد دوسرے علاقوں میں جا کر آباد ہو جانے میں حرج محسوس نہ کیا۔

۷۸۷

حضرت زبیرؓ کے آزاد کردہ غلام یُحَنَّسؒ بیان کرتے ہیں کہ فتنے کے زمانے میں ایک دن میں حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کی ایک آزاد کردہ کنیز آگئی۔ اس نے انہیں سلام کیا اور عرض کیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن، ہم پر زمانہ بہت سخت ہو گیا ہے اس لیے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ (مدینے سے) چلی جاؤں۔ اس پر حضرت عبداللہؓ نے اس سے کہا۔ اے احمق عورت (یہیں) بیٹھی رہ کیونکہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص مدینے کی مصیبتوں اور شدتوں پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (مسلم)

تشریح:۔ فتنے کے زمانے سے یہاں مراد پہلی صدی ہجری کا وہ زمانہ ہے جب مسلمانوں کے باہمی اختلافات اور جھگڑوں کے باعث عام پریشانی پھیل گئی تھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی کے زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے تھے جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ اور بعض جھوٹے نبیوں کے پیرو ہو گئے تھے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان لوگوں

سے جنگ کی اور آخر اس شورش کو دبا لیا۔ پھر ان کے عہد میں اور ان کے بعد حضرت عمرؓ کے عہد میں اور پھر حضرت عثمانؓ کے عہد کے ابتدائی زمانے میں باہم امن و اتفاق رہا۔ مگر حضرت عثمانؓ ہی کے عہد کے آخری سالوں میں شورشیں شروع ہو گئیں جو حضرت عثمانؓ کی شہادت کے باعث شدید تر ہو گئیں اور ایک عرصے تک مسلمان باہمی بے اتفاقی کا شکار رہے۔ حدیث کے آخر میں حضورؐ نے مدینے کی مصیبتوں اور شدتوں پر صبر کرنے کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے اس کی تشریح یہ کی جاتی ہے کہ جو ان شدتوں کو صبر سے برداشت کرے گا اور ان کے باعث مدینے کو چھوڑ کر نہیں جائے گا اس کی حضورؐ شفاعت فرمائیں گے یا اس کے حق میں گواہی دیں گے۔

۷۸۴

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان مدینے کی طرف اس طرح سمٹ آئے گا۔ جیسے سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ آتا ہے۔ (بخاری)

تشریح: مراد یہ ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ مدینۂ منورہ کے سوا اور کہیں بھی ایمان اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حضورؐ کے اس فرمان سے مدینے کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے۔

مسجد نبوی:

ہجرت کے بعد مدینۂ منورہ میں حضورؐ نے وہ مسجد بنوائی جو آج "مسجد نبوی" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے اندر ہی حضورؐ کا مدفن پاک بھی ہے۔ جب مسجد بنائی گئی تھی تو بالکل سادہ سی عمارت تھی۔ اس کے ساتھ ہی ازواج مطہراتؓ کے

رہنے کے لیے حجرے بھی بنائے گئے تھے۔ انہیں حجروں میں حضرت عائشہ رضؓ کا حجرہ بھی تھا جس میں حضورؐ کو دفن کیا گیا تھا۔ اس وقت سے لے کر اب تک یہ پاک مسجد کئی دفعہ بنائی گئی ہے اور اب وہ ایک بڑی وسیع، بہت شان وشوکت والی اور بہت زیادہ خوب صورت عمارت ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری دینی سرگرمیوں، تعلیم وتربیت، ہدایت وارشاد اور دعوت وجہاد کا مرکز یہی مسجد تھی۔ ذیل کی احادیث مسجد کی فضیلت پر گواہ ہیں:

۷۸۹

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنا دوسری مساجد میں ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔ (مسلم)

تشریح:۔ اس کی تشریح کے لیے حدیث ۷۶۰ کی تشریح دیکھ لی جائے۔

۷۹۰

(جہاں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ مبارک ہے یہ پہلے حضرت عائشہ رضؓ کا گھر تھا جو مسجد کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ یہیں آپؐ نے وفات پائی اور اسی مقام پر آپؐ کو دفن کیا گیا۔ یہاں سے لے کر اس جگہ تک جہاں حضورؐ کا منبر ہوتا تھا جس پر آپؐ مسلمانوں کو خطاب فرمایا کرتے تھے۔ جو قطعۂ زمین ہے اسے "جنت کی کیاری" کہا جاتا ہے اور اس حصے پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی

رحمت ہے۔ لہٰذا اللہ کی رحمت کے طالبوں کو اس سے خصوصی دلچسپی ہونی چاہیئے)

حضرت عبداللہؓ بن زید انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میرے منبر اور میرے گھر کے درمیان کی جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔ (مسلم)

۷۹۱

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ثواب کی خاطر) تین مساجد کے علاوہ اور کسی طرف کجاوے نہ کسے جائیں (یعنی سفر نہ کیا جائے) میری اس مسجد کی طرف اور مسجد حرام کی طرف اور مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) کی طرف۔ (مسلم)

تشریح:۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان تین مساجد کے سوا اور کسی مسجد میں جایا نہ جائے بلکہ مقصد یہ بتانا ہے کہ اس خیال سے جانا کہ سفر کر کے وہاں جانے سے ثواب ہوگا یہ بات صرف ان تین مساجد ہی کے لیے مخصوص ہے دوسری مساجد میں بے شک جایا جائے مگر اس خیال سے نہ جایا جائے کہ سفر کر کے وہاں جانا باعث اجر ہوگا۔

باب ۳۲

جامعِ احادیث

گزشتہ صفحات میں اسلام کے بنیادی احکام کے بارے میں بہت سی احادیث بیان کی جاچکی ہیں ان بنیادی احکام میں توحید و رسالت پر ایمان، خدا کی آخری کتاب قرآن مجید پر ایمان اور آخرت پر ایمان وہ عقائد ہیں جن میں سے کسی ایک کا انکار کرنا بھی انسان کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے اس کے علاوہ نماز، زکوٰۃ، روزوں اور حج کے بارے میں بھی سیکڑوں احادیث قلم بند کی جاچکی ہیں جن کو بیان کرنے کا مقصد اہل اسلام کے دلوں میں ان فرض عبادات کا شوق پیدا کرنا ہے۔ اب یہاں آئندہ صفحات میں کچھ ایسی جامع احادیث پیش کی جارہی ہیں جو ان سب بنیادی احکام پر مشتمل ہیں۔

(۷۹۲)

حضرت عُبادہؓ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ جو شخص (یہ) کہے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں، وہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں) اور (یہ کہے کہ) عیسٰیؑ اس کے بندے اور اس کی بندی (حضرت مریم) کے بیٹے اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے (حضرت) مریم کی طرف القار فرمایا تھا اور روح اللہ ہیں، اور جنت حق ہے، اور دوزخ حق ہے (غرضکہ جو شخص ان سب باتوں کا قائل ہو جائے) وہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے گا خدا اسی دروازے سے اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ (مسلم)

۷۹۳

حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اس بات پر راضی ہو گیا کہ اللہ اس کا پروردگار، اسلام اس کا دین اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے) رسول ہیں۔ (مسلم)

۷۹۴

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام (کا قصر) پانچ (ستونوں) پر بنایا گیا ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج (کرنا) اور رمضان کے روزے (رکھنا)۔ (بخاری)

(۷۹۵)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بدو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! میری کسی ایسے عمل کی طرف رہنمائی فرما دیجیے کہ جب میں اسے کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تو خدا کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا اور فرض نماز قائم کر اور فرض زکوٰۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔ اس شخص نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ (جو کچھ آپؐ نے بتایا ہے) میں کبھی بھی اس سے زیادہ نہیں کروں گا اور نہ اس سے کم کروں گا۔ پھر جب وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو یہ بات بھلی لگے کہ وہ جنتیوں میں سے ایک شخص کو دیکھے اسے چاہیئے کہ اس شخص کو دیکھ لے۔ (مسلم)

(۷۹۶)

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص جو اونٹ پر سوار تھا داخل ہوا اس نے اپنے اونٹ کو مسجد میں بٹھا دیا پھر اس کا گھٹنا باندھا اور پھر پوچھا کہ تم میں سے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (اس وقت) صحابہؓ کے درمیان تکیہ لگائے بیٹھے تھے ہم نے کہا کہ یہی سفید رنگ والے جو تکیہ لگائے بیٹھے ہیں (انہیں کا نام نامی محمدؐ ہے) اس شخص نے حضورؐ سے کہا کہ اے عبدالمطلب کے بیٹے! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ (کہو) میں تمہاری بات سن رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ میں نے آپؐ

سے کچھ پوچھنا ہے اور پوچھنے میں آپؐ پر سختی کروں گا تو آپؐ اپنے دل میں مجھ پر ناخوش نہ ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ (نہیں) جو جی چاہے پوچھ لو۔ اس نے کہا کہ میں آپؐ کو آپؐ کے ربّ اور آپؐ سے پہلے والوں کے ربّ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپؐ کو سب لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ بار خدایا، ہاں۔ اس نے کہا کہ میں آپؐ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے کہ آپ دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھا کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بار خدایا، ہاں۔ اُس نے کہا میں آپؐ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے کہ آپؐ سال کے اس مہینے (یعنی رمضان) کے روزے رکھا کریں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بار خدایا ہاں۔ اس نے کہا کہ میں آپؐ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے کہ آپؐ اس زکوٰۃ کو ہمارے امیروں سے لیکر ہمارے فقیروں میں تقسیم کر دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بار خدایا، ہاں۔ اس پر وہ شخص کہنے لگا کہ میں ایمان لایا۔ اُس (دین) پر جو آپؐ لے کر آئے ہیں اور میں اپنی قوم کے ان لوگوں کا ایلچی ہوں جنہیں میں پیچھے چھوڑ کر آیا ہوں اور میں ضمام بن ثعلبہ ہوں، بنو سعد بن بکر کا بھائی۔ (بخاری)

۷۹۷

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایک جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کیا اس کو جنت کے دروازوں میں سے پکارا جائے گا۔ (فرشتے کہیں گے کہ) اے خدا کے بندے یہ (دروازہ) بہتر ہے (اس میں سے آ) پھر جو کوئی نماز والوں میں سے ہوگا اُسے نماز کے

دروازے میں سے پکارا جائے گا، اور جو کوئی جہاد والوں میں سے ہوگا اُسے جہاد والے دروازے میں سے پکارا جائے گا، اور جو کوئی روزے والوں میں سے ہوگا اُسے باب الرّیان (یعنی سیرابی والا دروازہ) میں سے پکارا جائے گا، اور جو کوئی زکوٰۃ والوں میں سے ہوگا اُسے زکوٰۃ والے دروازے میں سے پکارا جائے گا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں جو کوئی ان تمام دروازوں میں سے پکارا گیا اس کو تو پھر کوئی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ تو کیا کوئی (ایسا ہوگا جو) ان تمام دروازوں میں سے پکارا جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں (ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ان تمام دروازوں میں سے پکارے جائیں گے) اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ تم اُن میں سے ہوگے۔ (بخاری)

(۷۹۸)

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ پس اگر وہ ایسا کرلیں تو وہ اپنا جان و مال مجھ سے محفوظ کرلیں گے سوائے حق اسلام کے اور ان کا حساب خدا تعالیٰ کے سپرد ہے۔ (مسلم)

تشریح:۔ "سوائے حق اسلام کے" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی ایسا جرم کیا ہوگا جس کی سزا اسلام میں جان لینا یا مال لینا ہوگی تو اس شخص کی جان اور مال لیا جائے گا اگرچہ وہ توحید اور رسالت کی گواہی

دیتا ہو، نماز پڑھتا ہو اور زکوٰۃ ادا کرتا ہو۔ مثلاً اس نے کسی کو قتل کر دیا تو اگر مقتول کے وارث قصاص لینے پر مُصر ہوں تو قصاص میں اُسے قتل کیا جائے گا یا مثلاً وہ شرعاً کسی کا خرچ اٹھانے کا ذمہ دار ہو تو اگر وہ اس کا خرچ اٹھانے میں پس و پیش کرے گا تو اسے مجبور کیا جائے گا کہ اس کا خرچ اٹھائے وغیرہ۔

(۷۹۹)

یحیٰی ابن یعمر بیان کرتے ہیں کہ پہلا شخص جس نے بصرے میں تقدیر (کا انکار کرنے) کے بارے میں بات کی معبد جُہنی تھا (یحیٰی بن یعمر) کہتے ہیں کہ میں اور حُمید بن عبدالرحمٰن حِمیری (اکٹھے) حج کرنے یا عمرہ کرنے چلے تو ہم نے کہا کہ اگر ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہؓ میں سے کسی سے ملے تو ہم ان سے اس بات کے بارے میں پوچھیں گے جو یہ (تقدیر کا انکار کرنے والے) لوگ تقدیر کے بارے میں کہتے ہیں۔ پھر اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بن خطاب ہمیں مسجد میں داخل ہوتے ہوئے مل گئے۔ میں اور میرے ساتھی نے انہیں دونوں طرف سے گھیر لیا۔ ایک نے ان کی دائیں طرف سے اور دوسرے نے ان کی بائیں طرف سے چونکہ میرا خیال تھا کہ میرا ساتھی بات کرنا مجھی پر چھوڑ دے گا لہٰذا میں نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن، ہمارے ہاں کچھ ایسے لوگ سامنے آئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں۔ اور علم کے پیچھے لگ گئے ہیں (ہر بات کو کھود کھود کر پوچھتے ہیں) اور (ایسے ہی) ان کے کچھ مزید کوائف بیان کیے (اور کہا کہ) ان کا نظریہ یہ ہے کہ تقدیر نہیں ہوتی اور ہر بات یونہی (بغیر تقدیر کے) خود بخود ہوتی رہتی ہے۔ اس پر حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جب تم ان لوگوں سے ملو تو انہیں (میری طرف سے) بتا دینا کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں (یعنی میرا ان سے اور ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ تقدیر کا انکار

کر کے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں) قسم ہے اس ذات کی جس کے نام پر عبداللہؓ بن عمرؓ حلف اٹھاتا ہے کہ اگر ان میں سے کسی کے پاس اُحد (پہاڑ) کے برابر سونا ہو اور وہ اُسے (راہ خدا میں) خرچ کر دے تو اللہ تعالیٰ اس سے قبول نہ کرے گا جب تک وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے۔ پھر حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا کہ میرے والد عمرؓ بن خطاب نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ ایک دن ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (بیٹھے ہوئے) تھے کہ ایک شخص ہمارے سامنے نمودار ہوا۔ اس کے کپڑے بہت سفید اور بال بہت سیاہ تھے اور اس پر سفر کے آثار بھی نظر نہیں آتے تھے نہ ہم میں سے کوئی اُسے پہچانتا تھا۔ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بیٹھ گیا اور اپنے گھٹنے حضورؐ کے گھٹنوں سے ملا دیئے اور اپنی ہتھیلیاں اپنی رانوں پر رکھ لیں اور کہنے لگا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کے متعلق بتائیے۔ اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ اور تو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور اگر خانۂ کعبہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو تو اس کا حج کرے (حضورؐ کی یہ بات سن کر) اُس نے کہا کہ آپؐ نے سچ کہا۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اُس پر تعجب ہوا کہ حضورؐ سے سوال (اس طرح) کرتا ہے (گویا کہ جو بات پوچھ رہا ہے وہ اسے معلوم نہیں) اور (پھر) آپؐ کی تصدیق (اس انداز میں) کرتا ہے (گویا کہ حضورؐ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ اسے پہلے ہی معلوم تھا۔ پھر) اُس نے کہا کہ مجھے بتائیے کہ ایمان کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ (ایمان یہ ہے کہ) تو اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور تقدیر پر یقین رکھے، اچھی تقدیر پر بھی اور بُری پر بھی۔ اس نے (پھر) کہا کہ آپؐ نے سچ فرمایا۔ (پھر) کہنے لگا کہ

مجھے بتائیے کہ احسان کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ (احسان یہ ہے کہ) تو اللہ کی عبادت اس طرح (خشوع وخضوع سے) کرے گویا کہ تو اُسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو ایسے (خشوع وخضوع سے) نہ کر سکے کہ (گویا کہ) تو اُسے دیکھ رہا ہے تو پھر (کم ازکم اتنے دھیان اور توجہ سے ضرور کرے کہ گویا کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ (پھر) وہ شخص کہنے لگا کہ اچھا اب مجھے قیامت کے متعلق بتائیے

حضورؐ نے فرمایا کہ اسکے بارے میں جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ وہ بولا کہ (اچھا) پھر مجھے قیامت کی علامات (ہی) بتا دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ (قیامت کی علامات یہ ہیں کہ) کنیز اپنی مالکہ کو جنم دے گی اور تو دیکھے گا کہ ننگے پاؤں والے، عریاں، مفلس بکریاں چرانے والے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اونچی عمارتیں بنائیں گے (اور ان پر باہم فخر کریں گے) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ پھر وہ شخص چلا گیا اور میں دیر تک رہا۔ پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ کیا تم جانتے ہو کہ یہ سوال کرنے والا کون تھا۔ میں نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسولؐ خوب جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ تو جبرئیل علیہ السلام تھے۔ وہ تم لوگوں کے پاس اس لیے آئے تھے کہ (سوال وجواب کے ذریعے) تم لوگوں کو تمہارا دین سکھائیں۔

(مسلم)

تشریح:۔ قیامت کی علامات کے سلسلے میں حضورؐ نے یہ جو فرمایا ہے کہ کنیز اپنی مالکن جنے گی اس کی تشریح میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ جن میں ایک بات یہ ہے کہ قیامت کے قریب کنیزوں سے بکثرت اولاد ہوں گی۔ اور صورت یہ ہو گی کہ ماں تو کنیز ہو گی اور بیٹی آزاد باپ کی اولاد ہونے کے باعث آزاد ہو گی۔ گویا ماں کی حیثیت

کنیز کی ہوگی اور آزاد بیٹی کی حیثیت اس کی مالکہ کی۔ بعض کا خیال ہے کہ اس سے یہ بھی مراد لی جاسکتی ہے کہ قیامت کے قریب ماؤں کا رتبہ اتنا گر جائے گا کہ بیٹیاں ان سے اس طرح کا برتاؤ کریں گی۔ جس طرح کوئی مالکہ اپنی کنیز سے کرتی ہے گویا بیٹی مالکہ ہوگی اور ماں اُس کی کنیز۔ وغیرہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ایسے

ہی یہ جو کہا گیا ہے کہ ننگے پاؤں والے، عریاں، مفلس بکریاں چرانے والے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے۔ اس کی تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ دیہات کے مفلس لوگوں کے پاس دولت کی اتنی فراوانی ہو جائے گی۔ کہ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنا بنا کر ایک دوسرے کے مقابلے میں فخر کریں گے۔

حوالے

۱۔ مسلم، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام، حدیث ۱

۲۔ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الایمان، حدیث ۱

۳۔ بخاری، کتاب المغازی، باب شھود الملٰئکۃ بدرًا سے آگے والا بلاعنوان باب، حدیث ۲۱

۴۔ بخاری، کتاب الایمان، باب تفاضل اھل الایمان فی الاعمال، حدیث ۱۔

۵۔ مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علیٰ انّ من مّات علی التوحید دخل الجنّۃ قطعًا، حدیث ۱۔

۶۔ مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علیٰ انّ من مّات علی التوحید دخل الجنّۃ قطعًا، حدیث ۱۲۔

۷۔ بخاری، کتاب الایمان، باب زیادۃ ایمان ونقصانہٖ الخ، حدیث ۱۔

۸۔ بخاری، کتاب العلم، باب الحرص علی الحدیث، حدیث ۱۔

۹۔ مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتیٰ یقولوا لاالٰہ الا اللہ محمد

رسول اللہ ، حدیث ۷۔

۱۰۔ مسلم ، کتاب الایمان ، باب تحریم قتل الکافر بعد قولہ لا الٰہ الا اللہ ، حدیث ۵۔

۱۱۔ مسلم ، کتاب الایمان ، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعًا ، حدیث ۸۔

۱۲۔ مسلم ، کتاب صفات المنافقین ، باب فی الکفار ، حدیث ۴۔

۱۳۔ مسلم ، کتاب الایمان ، باب الدلیل علی ان من مات لا یشرک باللہ شیئاً دخل الجنۃ الخ ، حدیث ۲۔

۱۴۔ ترمذی ، ابواب الدعوات ، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے آنے والے آٹھ بلا عنوان بابوں میں سے دوسرے باب کی ساتویں حدیث ، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۵۔ مسلم ، کتاب الزھد والرقاق ، باب تحریم الریاء ، حدیث ۱۔

۱۶۔ بخاری ، کتاب الایمان ، باب ظلم دون ظلم ، حدیث ۱ ۔ حدیث میں جو دو آیات بیان ہوئی ہیں ان میں پہلی سورۃ الانعام کی آیت ۸۲ ہے اور دوسری سورۃ لقمان کی آیت ۱۳ ہے۔

۱۷۔ مسلم ، کتاب المساجد ، باب النھی عن بناء المساجد علی القبور الخ ، حدیث ۸

۱۸۔ بخاری ، کتاب الصلوٰۃ ، باب ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ الخ حدیث ۱۔

۱۹۔ بخاری ، کتاب الصلوٰۃ ، باب الصلوٰۃ فی البیعۃ الخ سے آگے آنے والے بلا عنوان باب کی پہلی حدیث۔

۲۰۔ موطا امام مالک ، کتاب قصر الصلوٰۃ فی السفر ، باب جامع الصلوٰۃ ، حدیث ۵۔

۲۱۔ مسلم ، کتاب الجنائز ، باب النھی عن الجلوس علی القبر والصلوٰۃ الیھا ، حدیث ۲۔

۲۲۔ مسلم ، کتاب الجنائز ، باب النھی عن تجصیص القبر والبناء علیہ ، حدیث ۱۔

۲۳۔ بخاری ، کتاب بدء الخلق ، باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ وھو الذی یبدء الخلق ثم یعیدہ الخ ، حدیث ۳۔

۲۴۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، حدیث ۱۔
۲۵۔ مسلم، کتاب التوبہ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ الخ، حدیث ۱۔
۲۶۔ مسلم، کتاب التوبہ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ الخ، حدیث ۱۰۔
۲۷۔ مسلم، کتاب التوبہ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ الخ، حدیث ۴)
۲۸۔ مسلم، کتاب التوبہ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ الخ، حدیث ۱۱)
۲۹۔ بخاری، کتاب الایمان، باب حسن اسلام المرء، حدیث ۱۔
۳۰۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب من ھم بحسنۃ او بسیئۃ، حدیث ۱۔
۳۱۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الذکر والدعاء الخ، حدیث ۲۔
۳۲۔ ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الدعاء فی الصلوٰۃ، حدیث ۳۔
۳۳۔ مسلم، کتاب البر والصلہ والآداب، باب بشارۃ من ستر اللہ تعالیٰ علیہ فی الدنیا الخ، حدیث ۱۔
۳۴۔ ترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل التوبۃ الخ سے آگے آنے والے پندرہ بلاعنوان بابوں میں سے چوتھے باب کی پہلی حدیث۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔
۳۵۔ بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب عزوجل یوم القیامۃ مع الانبیاء الخ، حدیث ۶۔
۳۶۔ ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب مایرجیٰ من رحمۃ اللہ یوم القیامۃ، حدیث ۸۔
۳۷۔ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تجاوز اللہ تعالیٰ عن حدیث النفس الخ، حدیث ۳۔
۳۸۔ مسلم، کتاب التوبۃ، باب قبول التوبۃ عن الذنوب الخ، حدیث ۴۔
۳۹۔ ترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء مایقول اذا رکب دابۃ، حدیث ۱۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۴۰۔ مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب کراھۃ الحرص علی الدنیا، حدیث ۹۔

۴۱۔ مسلم، کتاب التوبۃ، باب غیرۃ اللہ تعالیٰ الخ، حدیث ۷۔

۴۲۔ مسلم، کتاب التوبۃ، باب غیرۃ اللہ تعالیٰ الخ، حدیث ۵۔

۴۳۔ بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ لما خلقت بیدیّ، حدیث ۲۔

۴۴۔ بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ انا الرزّاق ذوالقوّۃ المتین، حدیث ۱۔

۴۵۔ بخاری، کتاب الشروط، باب ما یجوز من الاشتراط الخ، حدیث ۲۔

۴۶۔ ترمذی، ابواب القدر، باب ماجاء فی الایمان بالقدر الخ، حدیث ۲۔

۴۷۔ مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسیٰ علیہما السّلام، حدیث ۷۔

۴۸۔ ترمذی، ابواب صفۃ القیمٰۃ، باب ما جاء فی صفۃ اوانی الحوض سے آگے آنے والے نو بلا عنوان بابوں میں سے آخری باب کی تیسری حدیث۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۴۹۔ مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ الخلق الآدمی الخ، حدیث ۱۸۔

۵۰۔ ترمذی، ابواب القدر، باب ماجاء انّ الاعمال بالخواتیم، حدیث ۱۔ حدیث حسن صحیح ہے۔

۵۱۔ ابوداؤد، کتاب السُّنّۃ، باب فی التقدیر، حدیث ۹۔

۵۲۔ مسلم، کتاب القدر، باب کل شیء بقدر، حدیث ۱۔

۵۳۔ ترمذی، ابواب القدر، باب ماجاء انّ اللہ کتب کتاباً الخ، حدیث ۱۔

۵۴۔ بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ واللیل اذا یغشیٰ، حدیث ۸۔

۵۵۔ ترمذی، ابواب الطّبّ، باب ماجاء فی الرّقی والادویۃ، حدیث ۱۔ حدیث حسن صحیح ہے۔

۵۶۔ مسلم، کتاب القدر، باب الایمان بالقدر الخ، حدیث ۱۔

۵۷۔ مسلم، کتاب البرّ والصّلۃ والآداب، باب المرء مع من احبّ، حدیث ۱۔

۵۸۔ بخاری، کتاب الانبیاء، باب مناقب اُبَی بن کعب، حدیث ۲۔
۵۹۔ ابوداؤد، کتاب السنّۃ، باب مجانبۃ اهل الاهواء الخ، حدیث ۱۔
۶۰۔ مسلم، کتاب البرّ والصّلۃ والآداب، باب فی فضل الحبّ فی اللّٰہ، حدیث ۱۔
۶۱۔ مسلم، کتاب البرّ والصّلۃ والآداب، باب فی فضل الحبّ فی اللّٰہ، حدیث ۲۔
۶۲۔ ترمذی، ابواب صفۃ جہنم، باب ماجاء انّ للنّار نفسین الخ، حدیث ۳۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔
۶۳۔ مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ الخ، حدیث ۱۲۔
۶۴۔ مؤطا، کتاب الجامع، باب ماجاء فی التقیٰ، حدیث ۱۔
۶۵۔ ترمذی، ابواب الجہاد، باب ماجاء ای النّاس افضل سے آگے آنے والے بلاعنوان باب کی نویں حدیث، یہ حدیث حسن غریب ہے۔
۶۶۔ ترمذی، ابواب التفسیر، سورہ سبا، حدیث ۲۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
۶۷۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب البکاء من خشیۃ اللّٰہ، حدیث ۱۔
۶۸۔ مسلم، کتاب صلوٰۃ الاستسقاء، حدیث ۱۵۔
۶۹۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لو تعلمون ما اعلم الخ، حدیث ۱۔
۷۰۔ ابن ماجۃ، ابواب الزہد، باب ذکر الموت والاستعداد لہٗ، حدیث ۴۔
۷۱۔ ترمذی، ابواب صفۃ القیٰمۃ، باب ماجاء فی صفۃ اوانی الحوض سے آگے آنے والے بلاعنوان باب کی پانچویں حدیث، یہ حدیث حسن غریب ہے۔
۷۲۔ بخاری، کتاب الحیل، باب فی ترک الحیل الخ، حدیث ۱۔
۷۳۔ ترمذی، ابواب الزہد، باب ماجاء فی حفظ اللّسان سے آگے آنے والے دو بلاعنوان بابوں میں سے دوسرے باب کی پہلی حدیث۔

۷۴۔ نسائی ، کتاب الجنائز ، باب الصلوٰۃ علی الشہداء ، حدیث ۱۔
۷۵۔ مسلم ، کتاب الجہاد والسیر ، باب غزوۃ خیبر ، حدیث ۵۔
۷۶۔ ابن ماجہ ، ابواب الزہد ، باب التوقی علی العمل ، حدیث ۲۔
۷۷۔ ترمذی ، ابواب فضائل الجہاد ، باب ما جاء فی من سأل الشہادۃ ، حدیث ۲۔
یہ حدیث حسن غریب ہے۔
۷۸۔ بخاری ، کتاب الجہاد والسیر ، باب اذا بعث الامام رسولاً الخ ، حدیث ۱۔
۷۹۔ بخاری ، کتاب الجہاد والسیر ، باب یکتب للمسافر مثل ما کان یعمل فی الاقامۃ ، حدیث ۱۔
۸۰۔ بخاری ، کتاب المغازی ، باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر ، حدیث ۵۔
۸۱۔ مسلم ، کتاب الامارہ ، باب ثواب من حبسہ عن الغزو مرض الخ ، حدیث ۱۔
۸۲۔ بخاری ، کتاب الفتن ، باب اذا انزل اللہ بقوم عذاباً ، حدیث ۱۔
۸۳۔ مسلم ، کتاب الفتن واشراط الساعۃ ، حدیث ۶۔
۸۴۔ ابوداؤد ، ابواب صلوٰۃ السفر ، باب من نوی القیام فنام ، حدیث ۱۔
۸۵۔ ابوداؤد ، ابواب صلوٰۃ السفر ، باب رفع الصوت بالقراءۃ الخ ، حدیث ۳۔
۸۶۔ بخاری ، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ، باب اجر الحاکم اذا اجتہد الخ ، حدیث ۱۔
۸۷۔ مؤطا ، کتاب الجہاد ، حدیث ۳۔
۸۸۔ ابن ماجۃ ، ابواب الزہد ، باب الثناء الحسن ، حدیث ۶۔
۸۹۔ بخاری ، کتاب الرقاق ، باب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ الخ ، حدیث ۱۔
۹۰۔ بخاری ، کتاب التفسیر ، سورۃ آل عمران ، باب ان الناس قد جمعوا لکم الخ ، حدیث ۱۔
۹۱۔ ترمذی ، ابواب الزہد ، باب ما جاء فی الزہادۃ فی الدنیا ، حدیث ۵ ، یہ حدیث

حسن صحیح ہے۔

۹۲۔ بخاری، کتاب الانبیاء، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ، حدیث ۲۳۔

۹۳۔ ابن ماجہ، ابواب الزھد، باب التوکل والیقین، حدیث ۴۔

۹۴۔ مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرہ الخ، حدیث ۱۳۔

۹۵۔ ترمذی، ابواب الدعوات، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتعوذہ الخ سے آگے آنے والے آٹھ بلاعنوان بابوں میں سے آٹھویں باب کی دوسری حدیث۔

۹۶۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء الخ، باب استحباب حمد اللہ تعالٰی بعد الاکل والشرب، حدیث ۱۔

۹۷۔ ترمذی، ابواب صفۃ القیٰمۃ، باب ماجاء فی صفۃ اوانی الحوض سے آگے آنے والے نو بلاعنوان بابوں میں سے دوسرے باب کی اکیسویں حدیث۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۹۸۔ مسلم، کتاب الزھد والرقاق، باب فی احادیث متفرقۃ، حدیث ۶۔

۹۹۔ مؤطا، کتاب الجامع، باب جامع ماجاء فی الطعام والشراب، حدیث ۱۴۔

۱۰۰۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الرقاق الخ، حدیث ۱۔

۱۰۱۔ ترمذی، ابواب صفۃ القیٰمۃ، باب ماجاء فی صفۃ اوانی الحوض سے آگے آنے والے نو بلاعنوان بابوں میں سے آٹھویں باب کی دوسری حدیث۔

۱۰۲۔ مؤطا، کتاب الجامع، باب جامع ماجاء فی الطعام والشراب، حدیث ۱۶۔

۱۰۳۔ مؤطا، کتاب الجامع، باب جامع السلام، حدیث ۲۔

۱۰۴۔ بخاری، ابواب تقصیر الصلٰوۃ، باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی ترم قدماہ الخ۔ حدیث ۱۔

۱۰۵۔ ترمذی۔ ابواب الدعوات، باب ماجاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ، حدیث ۲۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۱۰۶۔ مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب استحباب صلوٰۃ النافلۃ فی بیتہٖ، حدیث ۴۔

۱۰۷۔ ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب کفّ اللسان فی الفتنۃ، حدیث ۸۔

۱۰۸۔ ترمذی، ابواب الدّعوات، باب فی دعاء النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم وتعوّذہٖ الخ سے آگے آنے والے آٹھ بلاعنوان بابوں میں سے دوسرے باب کی پانچویں حدیث۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۰۹۔ بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ویحذّرکم اللہ نفسہٗ الخ، حدیث ۳۔

۱۱۰۔ بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الانعام، باب قولہٖ ولا تقربوا الفواحش الخ، حدیث ۱۔

۱۱۱۔ ترمذی، ابواب الدّعوات، باب ماجاء فی القوم یجلسون ولا یذکرون اللہ، حدیث ۱۔ یہ حدیث حسن ہے۔

۱۱۲۔ نسائی، کتاب ادب القضاۃ، باب کیف یستحلف الحاکم، حدیث ۱۔

۱۱۳۔ مسلم، کتاب الذکر والدّعاء الخ، باب الحثّ علی ذکر اللہ تعالیٰ، حدیث ۴۔

۱۱۴۔ مسلم کتاب الذکر والدّعاء الخ، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن الخ، حدیث ۳۔

۱۱۵۔ ترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء فی الھرج، حدیث ۲۔ یہ حدیث صحیح غریب ہے۔

۱۱۶۔ مؤطا، کتاب القرآن، باب ماجاء فی ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ، حدیث ۶۔

۱۱۷۔ ابوداؤد، کتاب العلم، باب فی القصص، حدیث ۳۔

۱۱۸۔ مسلم، کتاب الذکر والدّعاء الخ، باب فضل التہلیل والتسبیح والدعاء، حدیث ۱۰۔

۱۱۹۔ مسلم، کتاب المساجد، باب مایقال بین تکبیرۃ الاحرام والقراءۃ، حدیث ۴۔

۱۲۰۔ مسلم ، کتاب المساجد ، باب مایقال بین تکبیرۃ الاحرام والقراءۃ ، حدیث [illegible] ۔

۱۲۱۔ مسلم ، کتاب الذکر والدعاء الخ ، باب استحباب خفض الصوت بالذکر الخ ، حدیث ۱۔

۱۲۲۔ مسلم ، کتاب الذکر والدعاء الخ ، باب فضل التہلیل والتسبیح والدعاء ، حدیث ٤۔

۱۲۳۔ مسلم ، کتاب الذکر والدعاء الخ ، باب فضل التہلیل والتسبیح والدعاء ، حدیث ۲۔

۱۲٤۔ ترمذی ، ابواب الدعوات ، باب ماجاء فی فضل التسبیح والتکبیر والتہلیل والتحمید سے آگے آنے والے پانچ بلاعنوان بابوں میں سے دوسرے باب کی پہلی حدیث ، یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

۱۲۵۔ ترمذی ، ابواب الدعوات ، باب ماجاء فی فضل التسبیح والتکبیر والتہلیل والتحمید سے آگے آنے والے پانچ بلاعنوان بابوں میں سے تیسرے باب کی دوسری حدیث ، یہ حدیث حسن غریب ہے ،

۱۲٦۔ ترمذی ، ابواب الدعوات ، باب ماجاء فی فضل التسبیح والتکبیر والتہلیل والتحمید سے آگے آنے والے بلاعنوان باب کی پہلی حدیث ، حدیث حسن غریب من ھذا الوجہ ۔

۱۲۷۔ ابن ماجۃ ، ابواب الذکر الخ ، باب فضل التسبیح ، حدیث ۲۔

۱۲۸۔ ابن ماجۃ ، ابواب الذکر الخ ، باب فضل التسبیح ، حدیث ۸۔

۱۲۹۔ ترمذی ، ابواب الدعوات ، باب ماجاء فی فضل التسبیح والتکبیر والتہلیل والتحمید سے آگے آنیوالے پانچ بلاعنوان بابوں میں سے چوتھے باب کی پہلی حدیث۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۱۳۰۔ مسلم ، کتاب الذکر والدعاء الخ ، باب فضل التہلیل والتسبیح والدعاء ، حدیث ۱۔

۱۳۱۔ مسلم ، کتاب الذکر والدعاء الخ ، باب فضل التہلیل والتسبیح والدعاء ، حدیث ٦۔

۱۳۲ - مسلم، کتاب الذکر والدعاء الخ، باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء، حدیث ۵۔

۱۳۳ - مسلم، کتاب الآداب، باب کراهیة التسمیة بالاسماء القبیحة، حدیث ۳۔

۱۳۴ - مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ الخ، حدیث ۱۴۔

۱۳۵ - بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الدلیل علی ان الخمس الخ، حدیث ۱۔

۱۳۶ - ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی التسبیح عند النوم، حدیث ۳۔

۱۳۷ - ابوداؤد، ابواب الوتر، باب التسبیح بالحصی، حدیث ۵۔

۱۳۸ - مسلم، کتاب الذکر والدعاء الخ، باب التسبیح اول النهار الخ، حدیث ۱۔

۱۳۹ - ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب التسبیح بالحصی، حدیث ۲۔

۱۴۰ - ابن ماجه، ابواب الدعاء، باب مایدعوا به الدجال الخ، حدیث ۴۔

۱۴۱ - ترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء سے آگے آنے والے دو بلاعنوان بابوں میں سے دوسرے باب کی حدیث۔

۱۴۲ بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء نصف اللیل، حدیث ۱۔

۱۴۳ - مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الذکر والدعاء الخ، حدیث ۱۔

۱۴۴ - ترمذی، ابواب الدعوات، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ، حدیث ۵۔

۱۴۵ - ترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، حدیث ۱۔ یہ حدیث غریب ہے۔

۱۴۶ - ترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء سے آگے آنے والے بلاعنوان باب کی دوسری حدیث، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۴۷ - ترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء سے آگے آنے والے بلاعنوان باب کی پہلی حدیث۔ حدیث غریب من هذا الوجه۔

۱۴۸ - ترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء ان دعوۃ المسلم مستجابة، حدیث ۱۔

۱۴۹۔ مسلم، کتاب الذکر والدّعاء، باب فضل الدّعاء للمسلمین الخ، حدیث ۱۔

۱۵۰۔ ترمذی، ابواب الدّعوات، احادیث شتّیٰ من ابواب الدّعوات، حدیث ۵۔
یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۵۱۔ ترمذی، ابواب الدّعوات، باب ماذکر فی دعوة المسافر، حدیث ۱۔

۱۵۲۔ ترمذی، ابواب الدّعوات، باب فی دعاء النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم وتعوّذہ الخ سے آگے آنے والے آٹھ بلاعنوان بابوں میں سے دوسرے باب کی تیسری حدیث، یہ حدیث حسن ہے۔

۱۵۳۔ ترمذی، ابواب الدّعوات، باب ماجاء فی عقد التسبیح بالید سے آگے آنے والے اٹھائیس بلاعنوان بابوں میں سے آٹھویں باب کی دوسری حدیث،

۱۵۴۔ ترمذی، ابواب الدّعوات، باب فی دعاء النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم وتعوّذہ الخ، حدیث ۱۳۔ حدیث حسن صحیح غریب۔

۱۵۵۔ ترمذی۔ ابواب الصّلوٰة، باب ماجاء ان الدّعاء لا یردّ الخ، حدیث ۱۔ حدیث حسن۔

۱۵۶۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب الدّعاء عند اللّقاء، حدیث ۱

۱۵۷۔ بخاری، کتاب الدّعوات، باب الدّعا فی السّاعة التی فی یوم الجمعة، حدیث ۱۔

۱۵۸۔ بخاری، کتاب الدّعوات، باب الدّعاء بالموت الخ، حدیث ۲۔

۱۵۹۔ بخاری، کتاب الدّعوات، باب الدّعاء بالموت الخ، حدیث ۲۔

۱۶۰۔ مسلم، کتاب الذّکر والدّعاء الخ، باب کراهیة الدّعاء بتعجیل العقوبة فی الدّنیا، حدیث ۱۔

۱۶۱۔ مسلم، کتاب الذکر والدّعاء الخ، باب تمنّی کراهة الموت الخ، حدیث ۶۔

۱۶۲۔ ترمذی، ابواب الدّعوات، باب ماجاء فی جامع الدّعوات عن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے آگے آنے والے بلاعنوان باب کی تیسری حدیث، [illegible]یث

حسن صحیح ۔

۱۶۳۔ بخاری، کتاب الدعوات، باب التامین، حدیث ۱۔

۱۶۴۔ ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب التامین وراء الامام، حدیث ۷۔

۱۶۵۔ ابن ماجۃ، ابواب الدعاء، باب رفع الیدین فی الدعاء، حدیث ۲۔

۱۶۶۔ بخاری، کتاب الدعوات، باب یعزم المسئلۃ الخ، حدیث ۲۔

۱۶۷۔ ترمذی، ابواب الدعوات، باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے آنے والے آٹھ بلاعنوان بابوں میں سے پانچویں باب کی پہلی حدیث۔ حدیث غریب من ھذا الوجہ۔

۱۶۸۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء الخ، باب بیان انہ یستجاب للداعی الخ، حدیث ۳۔

۱۶۹۔ ترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ، حدیث ۲، حدیث غریب۔

۱۷۰۔ مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع الخ، حدیث ۱۹۔

۱۷۱۔ مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید الخ، حدیث ۷۔

۱۷۲۔ مسلم " " " " " ، حدیث ۱۳۔

۱۷۳۔ ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب ما یُرجیٰ من رحمۃ اللہ الخ، حدیث ۹۔

۱۷۴۔ بخاری، کتاب الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الخ، حدیث ۳۔

۱۷۵۔ " " " " " " " ۲۔

۱۷۶۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب عرق النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ، حدیث ۶۔

۱۷۷۔ " " " " " " " ۷۔

۱۷۸۔ مسلم، کتاب الحج، باب ما یباح للمحرم الخ، حدیث ۱۰۔

۱۷۹۔ بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النساء، باب لایستوی القٰعدون الخ، حدیث ۱۔

۱۸۰۔ ترمذی، ابواب التفسیر، سورۃ المؤمنون، حدیث ۱۔

۱۸۱۔ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب الاستماع للقرآن، حدیث ۱۔

۱۸۲- مسلم، کتاب التفسیر، حدیث ۲-

۱۸۳- مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائہٖ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۲-

۱۸۴- " " " " " " " " ۴-

۱۸۵- بخاری، کتاب البیوع، باب ماذکر فی الاسواق الخ، حدیث ۳-

۱۸۶- شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۶-

۱۸۷ " " " " " " " " " ۷-

۱۸۸- مسلم، کتاب الفضائل، باب صفۃ شعرہٖ صلی اللہ علیہ وسلم الخ، حدیث ۹-

۱۸۹- " " " " " " " " ۱۰-

۱۹۰- " " " " " " " " " ۶-

۱۹۱- شمائل ترمذی، باب ماجاء فی شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۹

۱۹۲- مسلم، کتاب الفضائل، باب شیبہٖ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۳-

۱۹۳- " " " " " " " " ۴-

۱۹۴- " " " " " " " " ۱۱-

۱۹۵- " " " " " " " " ۹-

۱۹۶- بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحقاف، حدیث ۲-

۱۹۷- شمائل ترمذی، باب ماجاء فی ضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۲-

۱۹۸- شمائل ترمذی، باب ماجاء فی مشیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱-

۱۹۹- " " " " " " " " ۲-

۲۰۰- " " " " " " " " " ۳-

۲۰۱- شمائل ترمذی، باب کیف کان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱-

۲۰۲- " " " " " " " " " ۲-

۲۰۳- " " " " " " " " " ۳-

۲۰۴- بخاری، کتاب الاستیذان، باب التسلیم والاستیذان ثلاثاً، حدیث ۱-

۲۰۵۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خاتم النبوۃ، حدیث ۲۔
۲۰۶ " " " " " ۸۔
۲۰۷۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اثبات خاتم النبوۃ، حدیث ۴۔
۲۰۸۔ " " " " " ۱۔
۲۰۹۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱۱۔
۲۱۰۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب رائحۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ، حدیث ۲۔
۲۱۱۔ " " " " " " " " " ۳۔
۲۱۲۔ " " " " " " " " " ۱۔
۲۱۳۔ ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی خلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱۔
۲۱۴۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی ضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱۔
۲۱۵۔ " " " خلق " " " " " ، حدیث ۱۴۔
۲۱۶۔ ابوداؤد، کتاب المناسک والحج، باب المواقیت، حدیث ۶۔
۲۱۷۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب صفۃ شعرہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ، حدیث ۳۔
۲۱۸۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۹۔
۲۱۹۔ " " " " " " " " " ۱۰۔
۲۲۰۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی صفۃ ادام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱۲۔
۲۲۱۔ " " " " " " " " " ۲۸۔
۲۲۲۔ " " " " " " " " " ۱۷۔
۲۲۳۔ " " " " " " " " " ۱۱۔
۲۲۴۔ " " " " " " " " " ۳۔
۲۲۵۔ " " " " " " " " " ۲۲۔
۲۲۶۔ " " " " " " " " " ۳۲۔

۲۲۷۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی صفۃ ادام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۲۷
۲۲۸۔ " " " " " " " " " " ، ۲۴
۲۲۹۔ " " " " " " شراب " " " " " ۱
۲۳۰۔ " " " " " " " " " " " ۵
۲۳۱۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی صفۃ تکأۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۴
۲۳۲۔ مسلم، کتاب الاشربۃ، باب اباحۃ اکل الثوم، حدیث ۳۔
۲۳۳۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱
۲۳۴۔ " " " " " " " " " " ۴
۲۳۵۔ " " " " " " " " " " ۸
۲۳۶۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی عمامۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱
۲۳۷۔ " " " " " " " " " " ۴
۲۳۸۔ مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب التواضع فی اللباس الخ، حدیث ۴
۲۳۹۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱۲
۲۴۰۔ " " " " " " " " " " ۱۳
۲۴۱۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی خُفِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱
۲۴۲۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی شیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۷
۲۴۳۔ مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب التواضع فی اللباس الخ، حدیث ۱
۲۴۴۔ ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الصوف والشعر، حدیث ۲
۲۴۵۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۶
۲۴۶۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی صفۃ ازار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۴
۲۴۷۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۷
۲۴۸۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱
۲۴۹۔ مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب التواضع فی اللباس الخ، حدیث ۶۔

۲۵۰۔ مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب التواضع فی اللباس الخ، حدیث ۵۔
۲۵۱۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی تعطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۲۔
۲۵۲۔ مسلم، کتاب الآداب، باب استعمال المسک وکراھۃ ردّ الریحان الخ، حدیث ۳
۲۵۳۔ " " " " " " " ۴
۲۵۴۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی کحل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۲۔
۲۵۵۔ " " " " " " " ۳۔
۲۵۶۔ ابن ماجۃ، ابواب الطب، باب من اکتحل وترا، حدیث ۱۔
۲۵۷۔ مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم خاتم الذھب علی الرجال، حدیث ۱۱۔
۲۵۸۔ بخاری، کتاب الانبیاء، باب انشقاق القمر، حدیث ۱۔
۲۵۹۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب انشقاق القمر، حدیث ۲۔
۲۶۰۔ بخاری، کتاب البیوع، باب النجار، حدیث ۲
۲۶۱۔ مسلم، کتاب الاشربۃ، باب جواز شرب اللبن، حدیث ۲
۲۶۲۔ بخاری، کتاب الوکالۃ، باب اذا وکل رجل ان یعطی شیئاً الخ، حدیث ۱
۲۶۳۔ بخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم، حدیث ۲۔
۲۶۴۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، حدیث ۲۲۔
۲۶۵۔ مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب الخ، حدیث ۱۰
۲۶۶۔ بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب عظۃ الامام الناس الخ، حدیث ۱۔
۲۶۷۔ مسلم، کتاب الاشربۃ، باب جواز استتباعہ غیرہ الخ، حدیث ۴۔
۲۶۸۔ " " باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ، حدیث ۶
۲۶۹۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۵۔
۲۷۰۔ بخاری، کتاب الانبیاء، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، حدیث ۶۔

۲۷۱۔ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق الخ، حدیث ۵
۲۷۲۔ " " " " الحدیبیۃ، حدیث ۴
۲۷۳۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۶
۲۷۴۔ بخاری، کتاب المساقات، باب اذا قضیٰ دون حقہ، حدیث ۱۔
۲۷۵۔ بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء الخ، حدیث ۱
۲۷۶۔ مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ الخ، حدیث ۲۳
۲۷۷۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا صلی اللہ علیہ وسلم علی جمیع الخلائق، حدیث ۱۔
۲۷۸۔ بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ بنی اسرائیل، باب قولہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً، حدیث ۱۔
۲۷۹۔ حدیث صحیح، ترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء لا تقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون، حدیث ۲۔
۲۸۰۔ بخاری، کتاب الانبیاء، باب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۲۔
۲۸۱۔ بخاری، کتاب الوضوء، باب اذا القی علی ظہر المصلی قذر، حدیث ۱۔
۲۸۲۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی ہریرۃ الخ، حدیث ۱
۲۸۳۔ بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الاستسقاء فی الخطبۃ الخ، حدیث ۱۔
۲۸۴۔ مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ الخ، حدیث ۲۸۔
۲۸۵۔ " " " " " " ۲۷۔
۲۸۶۔ بخاری، کتاب فی اللقطۃ، باب اذا وجد تمرۃ فی الطریق، حدیث ۱۔
۲۸۷۔ مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب تحریم الزکوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ، حدیث ۱۔
۲۸۸۔ مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ الخ، حدیث ۳۰۔
۲۸۹۔ مسلم، کتاب الرؤیا، حدیث ۲۳۔

۲۹۰۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابۃؓ، باب من فضائل ابی بکر الصدیق، حدیث ۷
۲۹۱۔ حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب السیر، باب ماجاء فی الغنیمۃ، حدیث ۲۔
۲۹۲۔ بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب قول النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجداً الخ، حدیث ۱۔
۲۹۳۔ بخاری، کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی، حدیث ۹۔
۲۹۴ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن الخ، حدیث ۲۔
۲۹۵۔ حدیث حسن غریب صحیح، ترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل التوبۃ والاستغفار الخ سے آگے آنے والے سولہ بلاعنوان بابوں میں سے آٹھویں باب کی دوسری حدیث۔
۲۹۶۔ نسائی، کتاب الافتتاح، باب فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱۔
۲۹۷۔ " " " " " " ۲۔
۲۹۸۔ " " " باب التسلیم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱۔
۲۹۹۔ بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان، حدیث ۲۔
۳۰۰۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب المرء مع من احب، حدیث ۱۔
۳۰۱۔ بخاری، کتاب اللقطۃ، باب من عرف اللقطۃ الخ سے آگے آنے والے بلاعنوان باب کی پہلی حدیث۔
۳۰۲۔ مؤطا، کتاب الجہاد، باب الشہداء فی سبیل اللہ، حدیث ۶
۳۰۳۔ " " باب الترغیب فی الجہاد، حدیث ۳۔
۳۰۴۔ بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب ماکان النبیؐ واصحابہٗ یاکلون، حدیث ۲
۳۰۵۔ ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الدعاء، حدیث ۲۰۔
۳۰۶۔ مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم خاتم الذھب علی الرجال، حدیث ۳۔

۳۰۷۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب سخائہٖ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۶
۳۰۸۔ بخاری، کتاب الجمعۃ، باب من قال فی الخطبۃ بعد الثناء امّا بعد، حدیث ۲۔
۳۰۹۔ حدیث حسن صحیح غریب، ترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی معیشۃ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۵۔
۳۱۰۔ حدیث حسن غریب، ترمذی، ابواب الدّعوات، باب ما جاء ما یقول اذا ودّع انسانًا سے آگے آنے والے بلا عنوان باب کی پہلی حدیث۔
۳۱۱۔ بخاری، کتاب البیوع، باب ذکر القین والحدّاد، حدیث ۱۔
۳۱۲۔ ترمذی، ابواب الزھد، باب ما جاء فی فضل الفقر، حدیث ۱
۳۱۳۔ بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسُّنّۃ، باب ما ذکر النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم وحضّ علی اتّفاق اھل العلم الخ، حدیث ۱۹۔
۳۱۴۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابۃؓ، باب من فضائل الانصار، حدیث ۱۳۔
۳۱۵۔ بخاری، کتاب الصّلوٰۃ، باب السترہ بمکّۃ وغیرھا، حدیث ۱۔
۳۱۶۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب قرب النبیّ علیہ السّلام من النّاس الخ، حدیث ۱۔
۳۱۷۔ بخاری، کتاب البیوع، باب ذکر النّساج، حدیث ۱۔
۳۱۸۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب قرب النبیّ علیہ السّلام من النّاس الخ، حدیث ۲
۳۱۹۔ بخاری، کتاب الوضوء، باب الماء الّذی یغسل بہ شعر الانسان، حدیث ۱۔
۳۲۰۔ مسلم، کتاب الصّلوٰۃ، باب تقدیم الجماعۃ من یصلّی بھم الخ، حدیث ۱
۳۲۱۔ بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوّۃ فی الاسلام، حدیث ۳۷۔
۳۲۲۔ بخاری، کتاب الصّلوٰۃ، باب المساجد الّتی علٰی طرق المدینۃ الخ، حدیث ۱۔
۳۲۳۔ مسلم، کتاب الاشربۃ، باب جواز اکل المرق الخ، حدیث ۲
۳۲۴۔ " " "، باب فضیلۃ الخلّ الخ، حدیث ۴۔
۳۲۵۔ ابوداؤد، کتاب المناسک والحج، باب فی نبیذ السقایۃ، حدیث ۱۔
۳۲۶۔ بخاری، کتاب الاذان، باب القراءۃ فی العشاء بالسجدۃ، حدیث ۱۔

۳۲۷۔ بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ، حدیث ۵۔

۳۲۸۔ بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ، حدیث ۶۔

۳۲۹۔ بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ، حدیث ۸۔

۳۳۰۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب کراھۃ اکثار السؤال الخ، حدیث ۱۔

۳۳۱۔ بخاری، کتاب الخصومات، باب کلام الخصوم الخ، حدیث ۲۔

۳۳۲۔ مسلم، کتاب السلام، باب من اتی مجلساً فوجد فرجۃً الخ، حدیث ۶

۳۳۳۔ ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد، حدیث ۴

۳۳۴۔ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان الخ، حدیث ۵۔

۳۳۵۔ مؤطا، کتاب الجامع، باب النہی عن القول فی القدر، حدیث ۳۔

۳۳۶ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب استخلاف الامام اذا عرض لہٗ عذر الخ، حدیث ۲۔

۳۳۷۔ بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب، حدیث ۲۔

۳۳۸۔ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب استخلاف الامام اذا عرض لہٗ عذر الخ، حدیث ۱۔

۳۳۹۔ بخاری، کتاب الاذان، باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ، حدیث ۳۔

۳۴۰۔ بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، حدیث ۱۳۔

۳۴۱۔ ابن ماجۃ، باب ماجاء فی الجنائز الخ، باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۳۔

۳۴۲۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۳۔

۳۴۳۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فی فضل العائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حدیث ۱۱۔

۳۴۴۔ بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم و وفاتہ، حدیث ۱۵۔

۳۴۵۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابۃؓ، باب فضل عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حدیث ۱۵۔

۳۴۶۔ مسلم، کتاب السّلام، باب استحباب رقیۃ المریض، حدیث ۱۔

۳۴۷۔ بخاری، کتاب الرّقاق، باب سکرات الموت، حدیث ۱۔

۳۴۸۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب الثیاب البیض للکفن، حدیث ۱۔

۳۴۹۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۵۔

۳۵۰۔ " " " " " " " " ۱۰۔

۳۵۱۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ، حدیث ۱۔

۳۵۲۔ ابن ماجۃ، ابواب ماجاء فی الجنائز الخ، باب ذکر وفاتہ و دفنہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۳۔

۳۵۳۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۷

۳۵۴۔ ابن ماجۃ، ابواب ماجاء فی الجنائز الخ، باب ذکر وفاتہ و دفنہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱۔

۳۵۵۔ شمائل ترمذی، باب ماجاء فی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۸۔

۳۵۶۔ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب قول المُقرئ للقاری حسبک حدیث ۱۔

۳۵۷۔ مسلم، کتاب الجمعۃ، حدیث ۵۸۔

۳۵۸۔ ابن ماجۃ، ابواب الطب، باب العسل، حدیث ۳۔

۳۵۹۔ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب استذکار القرآن الخ، حدیث ۱۔

۳۶۰۔ مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب الامر بتعھد القرآن الخ، حدیث ۸۔

۳۶۱۔ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلّمَ القرآن الخ، حدیث ۲۔

۳۶۲۔ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل القرآن علیٰ سائر الکلام، حدیث ۱۔

۳۶۳۔ حدیث حسن صحیح غریب من ھٰذا الوجہ، ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی من قرء حرفاً من القرآن الخ، حدیث ۱۔

۳۶۴۔ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن، حدیث ۲۔

۳۶۵۔ ترمذی، ابواب القرآن، باب ماجاء فی من قرء حرفاً من القرآن الخ، حدیث ۲

۳۶۶۔ حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی من قرء حرفاً من القرآن الخ سے آگے آنے والے چھ بلاعنوان بابوں میں دوسرے باب کی دوسری حدیث۔

۳۶۷۔ حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی من قرء حرفاً من القرآن الخ سے آگے آنے والے چھ بلاعنوان بابوں میں سے دوسرے باب کی پہلی حدیث۔

۳۶۸۔ مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضیلت حافظ القرآن، حدیث ۱۔

۳۶۹۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء الخ، باب فضل الاجتماع علیٰ تلاوۃ القرآن الخ، حدیث ۱۔

۳۷۰۔ ابوداؤد، ابواب صلوٰۃ السفر، باب تحزیب القرآن، حدیث ۷۔

۳۷۱۔ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علیٰ من ترک الصلوٰۃ، حدیث ۱۔

۳۷۲۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب الصلوٰۃ علی الشھید، حدیث ۱

۳۷۳۔ مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل قراءۃ القرآن فی الصلوٰۃ الخ، حدیث ۱

۳۷۴۔ ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، ابواب الوتر، باب فی ثواب قراءۃ القرآن، حدیث ۲۔

۳۷۵۔ مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل من یقوم بالقرآن الخ، حدیث ۴۔

۳۷۶۔ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، حدیث ۲۔

۳۷۷۔ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل فاتحۃ الکتاب، حدیث ۱۔

۳۷۸۔ مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورۃ البقرۃ الخ، حدیث ۱۔

۳۷۹۔ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب نزول السکینۃ الخ، حدیث ۱۔

۳۸۰۔ مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب استحباب الصلوٰۃ النافلۃ فی بیتہ الخ، حدیث ۱
۳۸۱۔ مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل قراءۃ القرآن و سورۃ البقرہ، حدیث ۱
۳۸۲۔ حدیث حسن غریب، ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی من قرء حرفاً من القرآن الخ سے آگے آنے والے چھ بلا عنوان بابوں میں سے پانچویں باب کی پہلی حدیث۔
۳۸۳۔ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ الکہف، حدیث ۱
۳۸۴۔ مؤطا، کتاب القرآن، باب ماجاء فی القرآن، حدیث ۵۔
۳۸۵۔ مؤطا، کتاب القرآن، باب ماجاء فی قراءۃ قل ھو اللہ احد الخ، حدیث ۳۔
۳۸۶۔ حدیث حسن، ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورۃ الملک، حدیث ۲۔
۳۸۷۔ حدیث حسن صحیح غریب من ھذا الوجہ۔ ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورۃ الاخلاص، حدیث ۴۔
۳۸۸۔ بخاری، کتاب الاذان، باب الجمع بین السورتین فی رکعۃ الخ۔
۳۸۹۔ بخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ الی توحید اللہ تبارک وتعالیٰ، حدیث ۴۔
۳۹۰۔ مؤطا، کتاب القرآن، باب ماجاء فی قراءۃ قل ھو اللہ احد الخ، حدیث ۲
۳۹۱۔ حدیث حسن صحیح۔ ترمذی ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی المعوذتین، حدیث ۱۔
۳۹۲۔ بخاری، کتاب الطب، باب الرقی بالقرآن والمعوذات، حدیث ۱
۳۹۳۔ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، حدیث ۲
۳۹۴۔ " " " ، باب من لم یر بأسًا ان یقول سورۃ البقرۃ الخ، حدیث ۱
۳۹۵۔ بخاری، کتاب الوکالۃ، باب اذا وکل رجلاً فترک الوکیل شیئاً الخ
۳۹۶۔ مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ الکہف و آیۃ الکرسی، حدیث ۲
۳۹۷۔ " " " " " " " ۱
۳۹۸۔ حدیث حسن صحیح غریب، ترمذی، ابواب القراءات، باب ماجاء ان القرآن انزل علی سبعة

احرف سے آگے آنے والے دو بلا عنوان بابوں میں سے دوسرے باب کی پہلی حدیث۔

۳۹۹۔ حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب القراءات، باب ماجاء ان القرآن انزل علی سبعة احرف سے آگے آنے والے دو بلا عنوان بابوں میں سے دوسرے باب کی چوتھی حدیث۔

۴۰۰۔ ابوداؤد، ابواب الوتر، باب کیف یستحب الترتیل فی القراءة، حدیث ۷

۴۰۱۔ " " باب التشدید فی من حفظ القرآن ثم نسیہ۔

۴۰۲۔ ریاض الصالحین (بحوالۂ مسلم و بخاری) باب برّ الوالدین و صلة الارحام، حدیث ۹۔

۴۰۳۔ مؤطا، کتاب القرآن، باب ماجاء فی القرآن، حدیث ۷

۴۰۴۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حدیث ۱۱

۴۰۵۔ مسلم، کتاب الجنة الخ، باب فناء الدنیا و بیان الحشر الخ، حدیث ۱

۴۰۶۔ ابن ماجة، ابواب الزھد، باب مثل الدنیا، حدیث ۳۔

۴۰۷۔ حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی قصر الامل، حدیث ۳۔

۴۰۸۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا کانک غریب الخ، حدیث ۱۔

۴۰۹۔ ترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی قصر الامل، حدیث ۱۔

۴۱۰۔ مسلم، کتاب الشعر، حدیث ۷

۴۱۱۔ مسلم، کتاب الزھد والرقائق، حدیث ۱۔

۴۱۲۔ " " " " " ۲۔

۴۱۳۔ حدیث صحیح، ترمذی، ابواب الزھد، باب ماجاء فی اخذ المال سے آگے آنے والے پانچ بلا عنوان بابوں میں سے تیسرے باب کی پہلی حدیث۔

۴۱۴۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الامل وطولہ، حدیث ۲۔

۴۱۵۔ " " " " ۱۔

۴۱۶۔ مسلم، کتاب الجنة الخ، باب عرض مقعد المیت من الجنة او النار الخ، حدیث ۱۱۔

۴۱۷ - بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، حدیث ۲۔
۴۱۸ - ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب مایقال عند المیت الخ، حدیث ۱۔
۴۱۹ - مسلم، کتاب الجنائز، حدیث ۱۔
۴۲۰ - ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب فی التلقین، حدیث ۱۔
۴۲۱ - " " " ، باب مایستحب من حسن الظن باللہ الخ، حدیث ۱۔
۴۲۲ - بخاری، کتاب الجنائز، باب حمل الرجال الجنازۃ الخ، حدیث ۱۔
۴۲۳ - " " " باب السرعۃ بالجنازۃ الخ، حدیث ۱۔
۴۲۴ - نسائی، کتاب الجنائز، باب فضل من صلی علیہ مائۃ، حدیث ۱۔
۴۲۵ - ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب فی الصفوف علی الجنازۃ، حدیث ۱۔
۴۲۶ - ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب فضل الصلوٰۃ علی الجنازۃ الخ، حدیث ۳۔
۴۲۷ - نسائی، کتاب الجنائز، باب ثواب من صلی علی جنازۃ، حدیث ۲۔
۴۲۸ - " " " باب الثناء، حدیث ۱۔
۴۲۹ - " " " باب النھی عن سب الاموات، حدیث ۱۔
۴۳۰ - " " " باب النھی عن ذکر الھلکیٰ الا بخیر، حدیث ۱۔
۴۳۱ - ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب ذکر القبر والبلیٰ، حدیث ۳۔
۴۳۲ - بخاری، کتاب الوضوء، باب من لم یتوضأ الا من الغشی المثقل، حدیث ۱۔
۴۳۳ - بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر الخ، حدیث ۵۔
۴۳۴ - " " " باب المیت یعرض علیہ بالغداۃ والعشی، حدیث ۱
۴۳۵ - ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب ذکر القبر والبلیٰ، حدیث ۷۔
۴۳۶ - بخاری، کتاب الوضوء، باب من الکبائر ان لا یستتر من بولہ، حدیث ۱۔
۴۳۷ - ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب ذکر القبر والبلیٰ، حدیث ۲۔
۴۳۸ - " " " باب الحزن والبکاء، حدیث ۶۔
۴۳۹ - نسائی، کتاب الجنائز، باب مایلقی بہ المؤمن من الکرامۃ الخ، حدیث ۱۔

۴۴۰ - ابو داؤد کتاب السنۃ، باب فی المسئلۃ فی القبر الخ، حدیث ۴۔

۴۴۱ - مسلم، کتاب الجنۃ، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار علیہ الخ، حدیث ۲۔

۴۴۲ - بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت، حدیث ۵۔

۴۴۳ - بخاری، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر، حدیث ۲۔

۴۴۴ - مسلم، کتاب الایمان، باب ذھاب الایمان آخر الزمان، حدیث ۱۔

۴۴۵ - بخاری، کتاب النکاح، باب یقل الرجال ویکثر النساء، حدیث ۱۔

۴۴۶ - مسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضہ الخ، حدیث ۸۔

۴۴۷ - بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقۃ قبل الرد، حدیث ۲۔

۴۴۸ - مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، حدیث ۶۷۔

۴۴۹ - " " " " ۷۰۔

۴۵۰ - حدیث صحیح، ترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء لا تقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون، حدیث ۲۔

۴۵۱ - بخاری، کتاب العلم، باب من سئل علماً وھو مشتغل فی حدیثہ الخ، حدیث ۱۔

۴۵۲ - بخاری، کتاب المظالم، باب کسر الصلیب وقتل الخنزیر، حدیث ۱

۴۵۳ - بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ الشمس والقمر بحسبان، حدیث ۱۔

۴۵۴ - ترمذی، ابواب التفسیر، ومن سورۃ اذا الشمس کورت، حدیث ۱۔

۴۵۵ - حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب صفۃ القیٰمۃ، باب ماجاء فی الصور حدیث ۱۔

۴۵۶ - ترمذی، ابواب التفسیر، سورۃ الزمر، حدیث ۶۔

۴۵۷ - بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت انا والساعۃ کھاتین الخ سے آگے آنے والے بلا عنوان باب کی پہلی حدیث۔

۴۵۸ - بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ الشمس والقمر بحسبان الخ حدیث ۲۔

۴۵۹ - مسلم، کتاب الجنۃ الخ، باب فی صفۃ یوم القیٰمۃ الخ، حدیث ۴۔

۴۶۰ - حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب التفسیر، باب سورۃ اذا زلزلت، حدیث ۱۔

۴۶۱۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب یقبض اللہ الارض الخ، حدیث ۱۔
۴۶۲۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفۃ القیٰمۃ والجنّۃ والنّار، حدیث ۷۔
۴۶۳۔ بخاری، کتاب التوحید الخ، باب قول اللہ تعالیٰ ولا تنفع الشّفاعۃ الخ،
۴۶۴۔ بخاری، کتاب الرّقاق، باب کیف الحشر، حدیث ۲۔
۴۶۵۔ ترمذی، ابواب الزھد، باب المرء مع من احبّ، حدیث ۳۔
۴۶۶۔ مسلم، کتاب الاشربۃ، باب جواز استتباعہ غیرہ ای دار من یثق برضاہ بذالک حدیث ۱۔
۴۶۷۔ حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب صفۃ القیٰمۃ، باب ما جاء فی شان الحساب الخ، حدیث ۳۔
۴۶۸۔ مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل الخ، حدیث ۴۔
۴۶۹۔ مسلم، کتاب الزھد والرّقائق، حدیث ۲۳۔
۴۷۰۔ بخاری، کتاب المناقب، باب من انتسب الی آبائہ فی الاسلام والجاھلیۃ، حدیث ۳۔
۴۷۱۔ ابوداؤد، کتاب السنّۃ، باب فی ذکر المیزان، حدیث ۱۔
۴۷۲۔ ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب ذکر البعث، حدیث ۷۔
۴۷۳۔ ابوداؤد، کتاب الصّلوٰۃ، باب الدعاء عند الاذان، حدیث ۱۔
۴۷۴۔ ترمذی، ابواب صفۃ الجنّۃ، باب ما جاء فی صفۃ طیر الجنّۃ، حدیث ۱
۴۷۵۔ حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب التفسیر، ومن سورۃ الکوثر، حدیث ۳۔
۴۷۶۔ حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب التفسیر، ومن سورۃ الکوثر، حدیث ۲۔
۴۷۷۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلّم الخ، حدیث ۱۵۔
۴۷۸۔ بخاری، کتاب التفسیر، اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَر، حدیث ۳۔
۴۷۹۔ بخاری، کتاب الفتن، باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ وَاتَّقُوۡا فِتۡنَۃً لَّا تُصِیۡبَنَّ الَّذِیۡنَ

ظَلَمُوْا مِنْكُمْ الخ، حدیث ۲۔

۴۸۰۔ بخاری، کتاب الفتن، باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ وَاتَّقُوْا فِتْنَۃً لَا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ الخ، حدیث ۳۔

۴۸۱۔ مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا الخ، حدیث ۱۔

۴۸۲۔ حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ما جاء حفت الجنۃ بالمکارہ الخ، حدیث ۲۔

۴۸۳۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب الجنۃ اقرب الی احدکم الخ، حدیث ۱۔

۴۸۴۔ مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا الخ، باب جہنم الخ، حدیث ۹۔

۴۸۵۔ ترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ما جاء فی صفۃ انہار الجنۃ، حدیث ۲۔

۴۸۶۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب فی الکفار، حدیث ۹۔

۴۸۷۔ مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا الخ، باب جہنم، حدیث ۱۶۔

۴۸۸۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب سورۃ المؤمن۔

۴۸۹۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار الخ، حدیث ۲۰۔

۴۹۰۔ بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ تنزیل السجدۃ، حدیث ۲۔

۴۹۱۔ مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا الخ، حدیث ۲۶۔

۴۹۲۔ " " " " " " ۲۷۔

۴۹۳۔ " " " " " " ۱۱۔

۴۹۴۔ بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الحور العین وصفتھن الخ، حدیث ۱۔

۴۹۵۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ الخ، حدیث ۱۶۔

۴۹۶۔ مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا الخ، حدیث ۱۶۔

۴۹۷۔ " " " " " " " ۱۹۔

۴۹۸۔ نسائی، کتاب الجنائز، باب الموت بغیر مولدہ، حدیث ۱۔

۴۹۹۔ مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا الخ، حدیث ۳۲۔

۵۰۰۔ ابوداؤد، اوّل کتاب الحروف والقراءات، حدیث ۱۹۔
۵۰۱۔ مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا الخ، حدیث ۹۔
۵۰۲۔ " " " " " باب جہنم الخ، حدیث ۲۶۔
۵۰۳۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار، حدیث ۲۲۔
۵۰۴۔ " " " " " " ۱۸۔
۵۰۵۔ بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الربّ مع اھل الجنۃ، حدیث ۲
۵۰۶۔ بخاری، کتاب التوحید، باب قولہ وکان عرشہٗ علی الماء الخ، حدیث ۶۔
۵۰۷۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب القیاس یوم القیٰمۃ الخ، حدیث ۳۔
۵۰۸۔ حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب التفسیر ومن سورۃ السجدۃ، حدیث ۳۔
۵۰۹۔ مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات رؤیۃ المؤمنین فی الآخرۃ لربّھم سبحانہٗ و تعالیٰ، حدیث ۶۔
۵۱۰۔ ابن ماجہ، ابواب ماجاء فی الجنازۃ وحقوق المسلم، باب ماجاء فی مایقال عندالمریض اذاحضر، حدیث ۳۔
۵۱۱۔ بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ وجوہ یومئذ ناضرۃ الخ، حدیث ۸۔
۵۱۲۔ ابن ماجۃ باب ماانکرت الجھمیۃ، حدیث ۳۔
۵۱۳۔ " " " " " ۱۱۔
۵۱۴۔ ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب صفۃ الجنۃ، حدیث ۱۰۔
۵۱۵۔ ترمذی، ابواب صفۃ جہنم، باب ماجاء ان نارکم ھٰذہٖ جزء من سبعین جزء من نار جھنم سے آگے آنے والے بلاعنوان باب کی دوسری حدیث۔
۵۱۶۔ حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب صفۃ جہنم، باب ماجاء فی صفۃ شراب اھل النار، حدیث ۵۔
۵۱۷۔ مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا الخ، باب جہنم الخ، حدیث ۱۔
۵۱۸۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ النار وانھا مخلوقۃ الخ، حدیث ۸۔

۵۱۹۔ مسلم کتاب الجنّۃ وصفۃ نعیمھا الخ، باب جہنّم الخ، حدیث ۴۔

۵۲۰۔ حدیث حسن غریب صحیح، ترمذی، ابواب صفۃ جہنّم، باب ماجاء فی صفۃ شراب اھل النار، حدیث ۲۔

۵۲۱۔ حدیث حسن صحیح غریب، ترمذی، ابواب صفۃ جہنّم، باب ماجاء فی صفۃ طعام اھل النار، حدیث ۲۔

۵۲۲۔ حدیث حسن صحیح غریب، ترمذی، ابواب صفۃ جہنّم، باب ماجاء فی عظم اھل النار، حدیث ۴۔

۵۲۳۔ مسلم، کتاب الجنّۃ وصفۃ نعیمھا الخ، باب جہنّم الخ، حدیث ۶۔

۵۲۴۔ مسلم، کتاب الایمان، باب شفاعۃ النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم الخ، حدیث ۵۔

۵۲۵۔ مسلم، کتاب الایمان، باب شفاعۃ النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم لابی طالب الخ، حدیث ۸۔

۵۲۶۔ بخاری، کتاب الرّقاق، باب من نوقش الحساب عذّب، حدیث ۴۔

۵۲۷۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب ماقیل فی اولاد المشرکین سے آگے آنیوالے بلاعنوان باب کی پہلی حدیث۔

۵۲۸۔ مسلم، کتاب الجنّۃ وصفۃ نعیمھا الخ، باب جہنّم الخ، حدیث ۲۰۔

۵۲۹۔ بخاری، کتاب الرّقاق، باب صفۃ الجنّۃ والنّار، حدیث ۳۔

۵۳۰۔ ابن ماجۃ، ابواب الزھد، باب الھمّ بالدّنیا، حدیث ۲۔

۵۳۱۔ " " " " " " " ۱۔

۵۳۲۔ مسلم، کتاب الایمان، کون الاسلام یھدم ما قبلہ الخ، حدیث ۱۔

۵۳۳۔ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ، حدیث ۲۱۔

۵۳۴۔ نسائی، کتاب الجنائز، باب کثرۃ ذکر الموت، حدیث ۱۔

۵۳۵۔ بخاری، کتاب المناقب، باب دعاء النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم اصلح الانصار والمھاجرۃ، حدیث ۲۔

۵۳۶۔ بخاری، کتاب المناقب، باب دعاء النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم اصلح الانصار والمھاجرۃ

حدیث ۳۔

۵۳۷۔ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ احد الخ، حدیث ۶۔

۵۳۸۔ مسلم، کتاب الزھد والرقاق، حدیث ۴۶۔

۵۳۹۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب الکفن من جمیع المال، حدیث ۱۔

۵۴۰۔ مسلم، کتاب العتق، باب فضل العتق، حدیث ۴۔

۵۴۱۔ حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی من أحبّ لقاء اللہ الخ، حدیث ۲۔

۵۴۲۔ بخاری، کتاب الاذان، باب فضل السجود، حدیث ۱۔

۵۴۳۔ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوٰۃ، حدیث ۳۔

۵۴۴۔ ترمذی، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء ان اول ما یحاسب بہ العبد حدیث ۱۔

۵۴۵۔ ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰۃ، حدیث ۱

۵۴۶۔ حدیث حسن غریب من ھٰذا الوجہ، ترمذی، ابواب التفسیر، من سورۃ الاحزاب حدیث ۸۔

۵۴۷۔ بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب من نسی صلوٰۃ فلیصل اذا ذکر، حدیث ۱۔

۵۴۸۔ " " " " ، باب من صلی بالناس جماعۃ بعد ذھاب الوقت، حدیث ۱۔

۵۴۹۔ " " " " ، باب الصلوٰت الخمس کفارۃ للخطایا الخ حدیث ۱۔

۵۵۰۔ حدیث حسن صحیح غریب من ھٰذا الوجہ، ترمذی، ابواب ما یتعلق بالصلوٰۃ، باب ما ذکر من سیماء ھٰذہ الامۃ الخ، حدیث ۱۔

۵۵۱۔ ابوداؤد، ابواب صلوٰۃ السفر، باب صلوٰۃ الضحیٰ، حدیث ۴۔

۵۵۲۔ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل السجود الخ، حدیث ۲۔

۵۵۳۔ مسلم، کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء والصلوٰۃ عقبہ، حدیث ۱۔

۵۵۴۔ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل السجود الخ، حدیث ۱

۵۵۵۔ مؤطا، کتاب قصر الصلوٰۃ فی السفر، باب جامع الصلوٰۃ، حدیث ۱۱۔

۵۵۶۔ ابن ماجۃ، ابواب الطہارۃ وسننہا، باب ماجاء فی اسباغ الوضوء، حدیث ۲

۵۵۷۔ بخاری، کتاب بدء الخلق باب اذا قال احدکم امین الخ، حدیث ۵۔

۵۵۸۔ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان الذی یدخل بہ الجنۃ الخ، حدیث ۵۔

۵۵۹۔ نسائی، کتاب عشرۃ النساء، حدیث ۱۔

۵۶۰۔ بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب اثم من فاتتہ العصر، حدیث ۱۔

۵۶۱۔ " " " " " " ترک العصر، حدیث ۱۔

۵۶۲۔ موطا، کتاب وقوت الصلوٰۃ، باب جامع الوقوت، حدیث ۲

۵۶۳۔ بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ قٓ، حدیث ۴۔

۵۶۴۔ بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب فضل صلوٰۃ العصر، حدیث ۲

۵۶۵۔ بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب ذکر العشاء والعتمۃ الخ،

۵۶۶۔ بخاری، کتاب الاذان، باب الاستہام فی الاذان الخ، حدیث ۱

۵۶۷۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ الخ، حدیث ۲۰

۵۶۸۔ بخاری، کتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد باللیل الخ، حدیث ۱۔

۵۶۹۔ نسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، باب الامر بالوتر، حدیث ۱

۵۷۰۔ ترمذی، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی من صلی فی یوم ولیلۃ ثنتی عشرۃ رکعۃ الخ،
حدیث ۲۔

۵۷۱۔ مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر الخ، حدیث ۱۴۔

۵۷۲۔ " " " " ، باب فضل السنن الراتبۃ الخ، حدیث ۱۔

۵۷۳۔ ترمذی، ابواب الطہارۃ الخ، باب ماجاء لا تقبل صلوٰۃ بغیر طہور، حدیث ۱۔

۵۷۴۔ موطا، کتاب الطہارۃ، باب جامع الوضوء، حدیث ۴۔

۵۷۵۔ بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغر المحجلون الخ، حدیث ۱۔

۵۷۶۔ مسلم کتاب الطہارۃ، باب استحباب اطالۃ الغرۃ الخ، حدیث ۶۔

۵۷۷۔ " " باب الذکر المستحب عقب الوضوء، حدیث ۱

۵۷۸۔ بخاری، کتاب العلم، باب من رفع صوتہ بالعلم، حدیث ۱

۵۷۹۔ ابوداؤد، ابواب النوم، باب النوم علی طہارۃ، حدیث ۱۔

۵۸۰۔ ابن ماجۃ، ابواب الطہارۃ وسننہا، باب ماجاء فی اسباغ الوضوء، حدیث ۱

۵۸۱۔ مسلم، کتاب الطہارۃ، باب التیمم، حدیث ۱

۵۸۲۔ نسائی، کتاب الجمعۃ، باب التشدید فی التخلف عن الجمعۃ، حدیث ۳

۵۸۳۔ " " " " " " " ۲

۵۸۴۔ " " " " " " " ۱

۵۸۵۔ بخاری، کتاب الجمعۃ، باب فضل الغسل یوم الجمعۃ، حدیث ۳

۵۸۶۔ " " " " " " ۲

۵۸۷۔ مسلم، کتاب الجمعۃ، حدیث ۹

۵۸۸۔ مؤطا، کتاب الجمعۃ، باب الهیئۃ وتخطی الرقاب الخ، حدیث ۱

۵۸۹۔ بخاری، کتاب الجمعۃ، باب انصات یوم الجمعۃ والامام یخطب الخ، حدیث ۱۔

۵۹۰۔ مسلم، کتاب الجمعۃ، حدیث ۵۹۔

۵۹۱۔ ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب الدنو عن الامام عند الموعظۃ، حدیث ۱۔

۵۹۲۔ " " ، باب تخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ، حدیث ۱

۵۹۳۔ نسائی، کتاب الجمعۃ، باب اکثار الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ، حدیث ۱۔

۵۹۴۔ مسلم، کتاب الجمعۃ، حدیث ۲۵۔

۵۹۵۔ مؤطا، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی السواک، حدیث ۱

۵۹۶۔ مسلم، کتاب الجمعۃ، حدیث ۳۶

۵۹۷۔ " " " ۳۳

۵۹۸۔ بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ، حدیث ۱۔

۵۹۹۔ حدیث حسن، ترمذی، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی فضل صلوٰۃ اللیل، حدیث ۱۔

۶۰۰۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابلیس وجنودہ، حدیث ۲۔

۶۰۱۔ بخاری، کتاب الفتن، باب لا یاتی زمان الا الذی بعدہ شر منہ، حدیث ۲۔

۶۰۲۔ حدیث حسن صحیح غریب من ھذا الوجہ، ترمذی، احادیث شتی من ابواب الدعوات باب فی دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتعوذہ فی دبر کل صلوٰۃ، حدیث ۱۳۔

۶۰۳۔ بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء نصف اللیل، حدیث ۱۔

۶۰۴۔ ابوداؤد، ابواب صلوٰۃ السفر، باب قیام اللیل، حدیث ۳۔

۶۰۵۔ نسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع التہجد، باب فضل صلوٰۃ اللیل فی السفر، حدیث ۱۔

۶۰۶۔ حدیث صحیح، ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب ما جاء فی صفۃ اوانی الحوض سے آگے آنے والے نو بلا عنوان بابوں میں سے دوسرے باب کی انیسویں حدیث۔

۶۰۷۔ مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ، حدیث ۵۵۔

۶۰۸۔ ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ العیدین، حدیث ۱۔

۶۰۹۔ " " باب خروج النساء فی العید، حدیث ۱۔

۶۱۰۔ بخاری، کتاب التہجد، باب ما جاء فی التطوع مثنیٰ مثنیٰ الخ، حدیث ۱

۶۱۱۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابلیس وجنودہ، حدیث ۲۲۔

۶۱۲۔ مؤطا، کتاب الصلوٰۃ، باب النظر فی الصلوٰۃ الی ما یشغلک عنہا، حدیث ۳۔

۶۱۳۔ بخاری، کتاب الاذان، باب اذا حضر الطعام واقیمت الصلوٰۃ الخ، حدیث ۳۔

۶۱۴۔ بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءۃ للامام والماموم الخ، حدیث ۳

۶۱۵۔ " " باب السجود علیٰ سبعۃ اعظم، حدیث ۱

۶۱۶۔ نسائی، کتاب الافتتاح، باب الامر باتمام الرکوع، حدیث ۱۔

۶۱۷۔ مؤطا، کتاب قصر الصلوٰۃ فی السفر، باب العمل فی جامع الصلوٰۃ، حدیث ۴۔

۶۱۸۔ نسائی، کتاب الافتتاح، باب تطفیف الصلوٰۃ، حدیث ا

۶۱۹۔ ترمذی، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل، حدیث ا۔

۶۲۰۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التبکیر بالعصر، حدیث ۵۔

۶۲۱۔ حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی تاخیر العشاء الخ، حدیث ا۔

۶۲۲۔ بخاری، کتاب الاذان، باب القراءۃ فی الفجر الخ، حدیث ا۔

۶۲۳۔ بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب لایتحری الصلوٰۃ قبل غروب الشمس، حدیث ا

۶۲۴۔ " " " " " " " " " ۲

۶۲۵۔ مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب الاوقات التی نہی عن الصلوٰۃ فیہا، حدیث ا۔

۶۲۶۔ بخاری کتاب الایمان، باب القراءۃ فی العصر، حدیث ۲۔

۶۲۷۔ " " " ، باب القراءۃ فی المغرب، حدیث ا۔

۶۲۸۔ " " " " باب الجہر بالعشاء، حدیث ا

۶۲۹۔ " " " " باب القراءۃ فی العشاء، حدیث ا

۶۳۰۔ ابوداؤد، ابواب صلوٰۃ السفر، باب افتتاح صلوٰۃ اللیل برکعتین، حدیث ۳۔

۶۳۱۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الجلوس فی مصلاہ الخ، حدیث ۴۔

۶۳۲۔ مسلم، کتاب الزہد والرقاق، باب فضل بناء المساجد، حدیث ۲۔

۶۳۳۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الصلوٰۃ المکتوبۃ فی جماعۃ الخ، حدیث ۵۔

۶۳۴۔ نسائی، کتاب المساجد، باب الفضل فی اتیان المسجد، حدیث ا۔

۶۳۵۔ حدیث غریب، ترمذی، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی فضل العشاء والفجر فی جماعۃ، حدیث ۳۔

۶۳۶۔ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب خروج النساء الی المسجد الخ۔ حدیث ۳

۶۳۷۔ " " " " " " " " " " ۱۰

۶۳۸۔ بخاری، کتاب الاذان، باب قول الرجل فاتتنا الصلوٰۃ الخ، حدیث ا

۶۳۹۔ بخاری، کتاب الاذان، باب ما ادرکتم فصلّوا الخ، حدیث ۱۔
۶۴۰۔ نسائی، کتاب المساجد، باب القول عند دخول المسجد الخ، حدیث ۱
۶۴۱۔ مسلم، کتاب المساجد، باب تحویل القبلۃ الخ، حدیث ۲۔
۶۴۲۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام الخ، حدیث ۱۔
۶۴۳۔ مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب القول مثل قول المؤذن الخ، حدیث ۳۔
۶۴۴۔ بخاری، کتاب الاذان، باب الدعاء عند النداء، حدیث ۱
۶۴۵۔ " " باب رفع الصوت بالنداء الخ، حدیث ۱۔
۶۴۶۔ حدیث حسن غریب، ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی فضل المملوک الصالح، حدیث ۲۔
۶۴۷۔ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل الاذان وھرب الشیطان الخ، حدیث ۱۔
۶۴۸۔ ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یجب علی المؤذن من تعاھد الوقت، حدیث ۱۔
۶۴۹۔ " " " باب التشدید فی ترک الجماعۃ، حدیث ۱۔
۶۵۰۔ بخاری، کتاب الخصومات، باب اخراج اھل المعاصی الخ، حدیث ۱۔
۶۵۱۔ موطا، کتاب صلوٰۃ الجماعۃ، باب ماجاء فی عتمۃ والصبح، حدیث ۳۔
۶۵۲۔ بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ الخ، حدیث ۱
۶۵۳۔ " " " " " " " ۳۔
۶۵۴۔ ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب فی فضل صلوٰۃ الجماعۃ، حدیث ۱۔
۶۵۵۔ مسلم، کتاب المساجد، باب من احق بالامامۃ، حدیث ۱۔
۶۵۶۔ بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب سفر الاثنین، حدیث ۱
۶۵۷۔ مسلم، کتاب المساجد، باب من احق بالامامۃ، حدیث ۴۔
۶۵۸۔ بخاری، کتاب الاذان، باب اقامۃ الصف من تمام الصلوٰۃ، حدیث ۱۔
۶۵۹۔ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب تحریم سبق الامام الخ، حدیث ۱۔

۶۶۰۔ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب تحریم سبق الامام الخ، حدیث ۳۔
۶۶۱۔ بخاری، کتاب الاذان، باب متی یسجد من خلف الامام الخ، حدیث ۱
۶۶۲۔ ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب تسویۃ الصفوف، حدیث ۲۔
۶۶۳۔ بخاری، کتاب الاذان، باب اقبال الامام علی الناس عند تسویۃ الصفوف حدیث ۱۔
۶۶۴۔ ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب تسویۃ الصفوف، حدیث ۷۔
۶۶۵۔ بخاری، کتاب الاذان، باب الزاق المنکب بالمنکب الخ، حدیث ۱
۶۶۶۔ ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب تسویۃ الصفوف، حدیث ۱
۶۶۷۔ " " ، باب صف النساء وتاخرعن الصف الاول، حدیث ۱
۶۶۸۔ مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب استحباب صلوٰۃ النافلۃ فی بیتہ، حدیث ۳۔
۶۶۹۔ مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب استحباب صلوٰۃ النافلۃ فی بیتہ، حدیث ۲۔
۶۷۰۔ بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الاھل الخ، حدیث ۲۔
۶۷۱۔ بخاری، کتاب الھبۃ، ھبۃ المرءۃ لغیر زوجھا الخ، حدیث ۲۔
۶۷۲۔ مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل الخ، حدیث ۵۹۔
۶۷۳۔ مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب بیان ان الید العلیا خیر الخ، حدیث ۴۔
۶۷۴۔ ریاض الصالحین (بحوالہ مسلم) کتاب عیادۃ المریض الخ، حدیث ۳۔
۶۷۵۔ بخاری، کتاب التوحید، باب کلام رب عزوجل یوم القیٰمۃ الخ، حدیث ۴۔
۶۷۶۔ ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب حق السائل، حدیث ۳۔
۶۷۷۔ بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب قول اللہ عزوجل فاما من اعطی الخ، حدیث ۱۔

۶۷۸۔ بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقۃ من کسب طیب الخ، حدیث ۱

۶۷۹۔ حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب التفسیر، من سورۃ الھٰکم التکاثر، حدیث ۱۔

۶۸۰۔ بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ، حدیث ۱۔

۶۸۱۔ حدیث صحیح، ترمذی، ابواب صفۃ القیٰمۃ، باب ما جاء فی صفۃ اوانی الحوض سے آگے آنے والے تو بلا عنوان بابوں میں سے دوسرے باب کی تیسری حدیث۔

۶۸۲۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب ما قدم من مالہ فھو لہٗ، حدیث ۱

۶۸۳۔ مسلم، کتاب فضائل القرآن، باب فضل من یقوم بالقرآن الخ، حدیث ۱۔

۶۸۴۔ ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی الاستعفاف، حدیث ۶۔

۶۸۵۔ حدیث حسن غریب، ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، من سورۃ فاتحۃ الکتاب حدیث ۳۔

۶۸۶۔ بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الشجاعۃ فی الحرب الخ، حدیث ۲۔

۶۸۷۔ مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل المنیحۃ، حدیث ۲۔

۶۸۸۔ بخاری، کتاب البیوع، باب قول اللہ تعالیٰ انفقوا من طیبٰت الخ، حدیث ۱۔

۶۸۹۔ مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب اجر الخازن الامین الخ، حدیث ۷۔

۶۹۰۔ بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ الخ، حدیث ۲۔

۶۹۱۔ مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الانسان من الثواب الخ، حدیث ۱۔

۶۹۲۔ بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ الخ، حدیث ۱

۶۹۳۔ 〃 〃 باب اثم مانع الزکوٰۃ الخ، حدیث ۲

۶۹۴۔ 〃 〃 باب زکوٰۃ البقرۃ الخ، حدیث ۱۔

۶۹۵۔ بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ براءۃ، باب قول عزوجل یوم یحمیٰ علیہ

الخ، حدیث ۱

۶۹۶۔ ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب الکنز ما ھو الخ، حدیث ۱

۶۹۷۔ نسائی، باب فرض الوضوء، حدیث ۱۔

۶۹۸۔ حدیث حسن صحیح غریب، ترمذی، ابواب التفسیر، من سورۃ البقرۃ، حدیث ۳۸۔

۶۹۹۔ ابن ماجۃ، کتاب الزکوٰۃ، باب النھی عن یخرج فی الصدقۃ شر مالہ حدیث ۱

۷۰۰۔ بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب لا صدقۃ الا عن ظہر غنی الخ، حدیث ۲۔

۷۰۱۔ " " " ، باب فضل صدقۃ الشحیح الصحیح الخ، حدیث ۱

۷۰۲۔ ابوداؤد، اوّل کتاب الوصایا، باب فی فضل الصدقۃ فی الصحۃ، حدیث ۲۔

۷۰۳۔ بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم الھلال فصوموا الخ، حدیث ۱۔

۷۰۴۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابلیس وجنودہ الخ، حدیث ۸۔

۷۰۵۔ مسلم، کتاب الصوم، باب فضل الصیام، حدیث ۴۔

۷۰۶۔ " " الصیام " " " " ۲۔

۷۰۷۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابواب الجنۃ، حدیث ۱۔

۷۰۸۔ بخاری، کتاب الایمان، باب صوم رمضان احتسابا من الایمان، حدیث ۱۔

۷۰۹۔ بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب فضل الصوم فی سبیل اللہ، حدیث ۱۔

۷۱۰۔ بخاری، کتاب الانبیاء، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱۳

۷۱۱۔ بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب اذا حنث ناسیا، حدیث ۶۔

۷۱۲۔ حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب الصوم، باب ما جاء فی فضل الصائم اذا اکل عندہ حدیث ۲۔

۷۱۳۔ نسائی، کتاب الصیام، باب صوم ثلاثۃ ایام الخ، حدیث ۶

۷۱۴۔ " " " باب کیف یصوم ثلاثۃ ایام الخ، حدیث ۱۱

۷۱۵۔ نسائی، کتاب الصیام، باب صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۱۲۔

۷۱۶۔ " " ، باب صوم یوم وافطار یوم، حدیث ۵

۷۱۷۔ ابوداؤد، کتاب الصوم، باب فی صوم الدہر تطوعا، حدیث ۲

۷۱۸۔ مسلم، کتاب الصوم، باب استحباب صوم ستۃ ایام من شوال الخ، حدیث ۱

۷۱۹۔ بخاری، کتاب الصوم، باب برکۃ السحور الخ، حدیث ۲

۷۲۰۔ مسلم، کتاب الصوم، باب فضل السحور الخ، حدیث ۲

۷۲۱۔ " " " " " " ۶

۷۲۲۔ بخاری کتاب الصوم، باب الصوم فی السفر والافطار، حدیث ۱

۷۲۳۔ حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء مایستحب علیہ الافطار، حدیث ۲۔

۷۲۴۔ حدیث حسن صحیح، ترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی فضل من فطر صائما، حدیث ۱۔

۷۲۵۔ ابوداؤد، کتاب الصوم، باب ما یفطر علیہ، حدیث ۲

۷۲۶۔ بخاری، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور الخ، حدیث ۱

۷۲۷۔ " " ، باب ھل یقول انی صائم اذا شتم، حدیث ۱۔

۷۲۸۔ موطا، کتاب الصیام، باب صیام یوم الفطر الخ، حدیث ۱

۷۲۹۔ نسائی، کتاب الصیام، باب صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث ۲۹۔

۷۳۰۔ بخاری کتاب الایمان، باب تطوع قیام رمضان من الایمان، حدیث ۱۔

۷۳۱۔ بخاری، کتاب الصیام، باب فضل من قام رمضان، حدیث ۳۔

۷۳۲۔ موطا۔ کتاب الصلوۃ فی رمضان، باب الترغیب فی الصلوۃ فی رمضان، حدیث ۲۔

۷۳۳۔ بخاری، کتاب الصوم، باب فضل من قام رمضان، حدیث ۲۔

۷۳۴۔ مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاجتہاد فی العشر الاواخر الخ، حدیث ۱۔

۷۳۵۔ مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاجتہاد فی العشر الاواخر الخ، حدیث ۲
۷۳۶۔ مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب الترغیب فی قیام رمضان، حدیث ۳۔
۷۳۷۔ بخاری، کتاب الصیام، باب تحرّی لیلۃ القدر الخ، حدیث ۳
۷۳۸۔ " " " " " " " ۴
۷۳۹۔ " " " " " " " ۱
۷۴۰۔ " " " باب التماس " " " " ۱
۷۴۱۔ مسلم، کتاب الصوم، باب فضل لیلۃ القدر الخ، حدیث ۱۷
۷۴۲۔ مسلم، کتاب الاعتکاف، حدیث ۲
۷۴۳۔ " " " "
۷۴۴۔ بخاری، کتاب الصیام، باب الاعتکاف فی العشر الاوسط الخ، حدیث ۱
۷۴۵۔ مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر، حدیث ۱
۷۴۶۔ ابوداؤد، اوّل کتاب المناسک، باب التجارۃ فی الحج سے آگے والے بلاعنوان باب کی پہلی حدیث۔
۷۴۷۔ بخاری، کتاب المناسک، باب فضل الحج المبرور، حدیث ۳۔
۷۴۸۔ " " " " " " " ۱۔
۷۴۹۔ " " ابواب العمرۃ، باب حج النساء الخ، حدیث ۱
۷۵۰۔ مسلم، کتاب الحج، باب فضل یوم عرفۃ، حدیث ۱
۷۵۱۔ مؤطا، کتاب الحج، باب جامع الحج، حدیث ۴۔
۷۵۲۔ بخاری، کتاب المناسک، ابواب العمرۃ، باب المحرم یموت بعرفۃ الخ، حدیث ۱
۷۵۳۔ نسائی، کتاب مناسک الحج، باب ما ذکر فی یوم عرفۃ، حدیث ۱
۷۵۴۔ بخاری، کتاب المناسک، ابواب العمرۃ، باب العمرۃ: وجوب العمرۃ و فضلها الخ حدیث ۱۔
۷۵۵۔ ترمذی، ابواب الحج، باب ما جاء فی ثواب الحج والعمرۃ، حدیث ۱۔

۷۵۶۔ بخاری، کتاب المناسک، باب عمرۃ فی رمضان، حدیث ا۔

۷۵۷۔ نسائی، کتاب مناسک الحج، باب فضل الحج، حدیث ۲

۷۵۸۔ حدیث حسن صحیح غریب من ھذا الوجہ، ترمذی، ابواب المناقب، باب فی فضل مکۃ، حدیث ۲۔

۷۵۹۔ بخاری، کتاب المناسک، ابواب العمرۃ، باب لا یعضد شجر الحرم الخ، حدیث ا۔

۷۶۰۔ مسلم، کتاب الحج، باب فضل الصلوٰۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ، حدیث ۲

۷۶۱۔ بخاری، کتاب المناسک، باب اغلاق البیت الخ، حدیث ا

۷۶۲۔ " " ، باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ، حدیث ا

۷۶۳۔ " " ، باب من کبّر فی نواحی الکعبۃ، حدیث ا

۷۶۴۔ ابوداؤد، کتاب المناسک والحج، باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ، حدیث ۶۔

۷۶۵۔ نسائی، کتاب الحج، باب ذکر الحجر الاسود، حدیث ا۔

۷۶۶۔ " " ، باب استلام الحجر الاسود، حدیث ا

۷۶۷۔ بخاری، کتاب المناسک، باب ما ذکر فی الحجر الاسود، حدیث ا

۷۶۸۔ حدیث حسن، ترمذی، ابواب الحج، باب ما جاء فی الرخصۃ للرعاۃ ان یرموا یوماً ویدعوا یوماً سے آگے آنے والے سات بلاعنوان بابوں میں سے پانچویں باب کی پہلی حدیث۔

۷۶۹۔ ابن ماجۃ، ابواب الحج، باب الشرب من زمزم، حدیث ا۔

۷۷۰۔ ترمذی، ابواب الحج، باب ما جاء فی فضل التلبیۃ الخ، حدیث ۲

۷۷۱۔ نسائی، کتاب الحج، باب ذکر الفضل فی طواف البیت، حدیث ا

۷۷۲۔ حدیث حسن، ترمذی، ابواب الحج، باب ما جاء فی الرخصۃ للرعاۃ الخ، سے آگے آنے والے سات بلاعنوان بابوں میں سے تیسرے باب کی پہلی حدیث۔

۷۷۳۔ ابن ماجۃ، کتاب الحج، ابواب الاضاحی، باب ثواب الاضحیۃ، حدیث ۲۔

۷۷۴۔ ابن ماجۃ ، ابواب الاضاحی ، باب ثواب الاضحیۃ ، حدیث ۱

۷۷۵۔ بخاری ، کتاب المناسک ، باب الحلق والتقصیر الخ ، حدیث ۳۔

۷۷۶۔ " " " ، ابواب العمرۃ ، باب المدینۃ تنفی الخبث سے آگے

آنے والے بلاعنوان باب کی دوسری حدیث۔

۷۷۷۔ مسلم ، کتاب الحج ، باب فضل المدینۃ الخ ، حدیث ۲۲

۷۷۸۔ " " " " " " حدیث ۱

۷۷۹۔ " " " ، باب المدینۃ تنفی خبثھا الخ ، حدیث ۶

۷۸۰۔ " " " ، باب فضل احد ، حدیث ۳

۷۸۱۔ " " " ، باب فضل المدینۃ الخ ، حدیث ۳۰۔

۷۸۲۔ بخاری ، کتاب المناسک ، ابواب العمرۃ ، اثم من کاد اھل المدینۃ ۔
حدیث ۱۔

۷۸۳۔ مسلم ، کتاب الحج ، باب تحریم ارادۃ اھل المدینۃ بسوء ، حدیث ۱

۷۸۴۔ " " ، باب فضل المدینۃ الخ ، حدیث ۱۸

۷۸۵۔ " " " " " " " ۶

۷۸۶۔ " " " باب ترغیب الناس فی سکنی المدینۃ الخ ، حدیث ۱

۷۸۷۔ " " ، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ الخ ، حدیث ۲

۷۸۸۔ بخاری ، کتاب المناسک ، ابواب العمرۃ ، باب الایمان یأرز الی المدینۃ ،
حدیث ۱۔

۷۸۹۔ مسلم ، کتاب الحج ، باب فضل الصلوۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ ،
حدیث ۲۔

۷۹۰۔ مسلم ، کتاب الحج ، باب فضل ما بین قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم
ومنبرہ الخ ، حدیث ۲۔

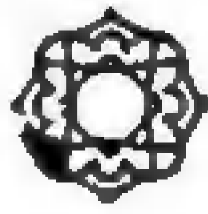
۷۹۱ - مسلم، کتاب الحج، باب فضل المساجد الثلثۃ، حدیث ۱۔
۷۹۲ - مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعًا، حدیث ۵۔
۷۹۳ - مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من رضی باللّٰہ ربًّا الخ، حدیث ۱۔
۷۹۴ - مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس الخ، حدیث ۱۔
۷۹۵ - مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان الذی یدخل بہ الجنۃ الخ، حدیث ۳۔
۷۹۶ - بخاری، کتاب العلم، باب القراءۃ والعرض علی المحدث الخ، حدیث ۲۔
۷۹۷ - بخاری، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین، حدیث ۲۔
۷۹۸ - مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا الخ، حدیث ۶۔
۷۹۹ - مسلم، کتاب الایمان، حدیث ۱۔

اسوۂ حسنہ

جلد اوّل

عقائد و عبادات

—— (بنت الاسلام) ——



بزم بتول

فصیح منزل۔ فصیح روڈ۔ اسلامیہ پارک

لاہور ۵۴۵۰۰